رسائل ۱۳۰۱

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — مسلم مشنری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ آپ رسالہ ہذا کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ¼ اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے۔

جلد (۴) بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء نمبر (۱)

فہرست مضامین

مطبع مسلم پرنٹنگ ورکس لاہور میں [illegible] پرنٹر کے اہتمام سے چھپ کر مرزا یعقوب بیگ سکرٹری انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

جزاکم اللہ احسن الجزا

مندرجہ ذیل بہی خواہان مسلم مشن ووکنگ نے اجراء رسالہ سے آج تک رسالہ اسلامک ریویو انگریزی مجریہ لنڈن اور اسکے اردو ترجمہ اشاعت اسلام کا دائرہ اشاعت وسیع کرنے میں ہمہ تن جد و جہد سے کام لیکر عملی رنگ میں اپنی ہمدردی اور اخوت اسلامی کا ثبوت دیا ہے یوں تو ہم ہر ایک ہی کو فرداً فرداً بذریعہ خطوط انکی سعی بلیغ کا شکریہ ادا کرتے رہے ہیں لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی ان سب احباب کا شکریہ ادا کیا جائے ممکن ہے کہ قارئین کرام میں سے کسی کیلئے تحریص کا موجب ہو آئندہ بھی ہمیں اپنے برادران ملت سے قوی امید ہے کہ اپنے قیمتی اوقات کا ایک حصہ اس احسن اسلامی خدمت کے لئے وقف فرما کر عنداللہ ماجور ہونگے۔ اس وقت کاغذ کی اشد قلت و گرانی ہے اس گرانی کا مقابلہ فقط رسالجات کی وسیع اشاعت ہی کر سکتی ہے۔ ادھر جنگ کی وجہ سے ووکنگ کے اخراجات بھی روز افزوں ترقی پر ہیں یوں تو مسلم مشن ووکنگ اللہ تعالے کا بنا کردہ مشن ہے وہی اسکی آبیاری فرمائیگا۔ اور وہی اسکے اخراجات عظیم کا کفیل ہے لیکن مبارک ہے وہ انسان جو وقت شناسی کرکے دعوت الی الخیر کے زمرہ میں شامل ہوتا ہے۔ امید ہے کہ دلدادگان اسلام مندرجہ بالا سطور کا جواب عملی رنگ میں دیکر عنداللہ ماجور ہونگے۔

جناب امام بخش خانصاحب - بنوں
〃 مولوی غلام حسن خانصاحب - پشاور
〃 چودھری غلام رسول صاحب - میانوالی
〃 ملک راجہ شیر محمد صاحب - جموں
〃 خواجہ جمال الدین صاحب - 〃
〃 خواجہ جلال الدین صاحب - کٹھوعہ
〃 چوہدری نواب خان صاحب - جمول
〃 شیخ عطا محمد 〃 گلگت
〃 مولا بخش 〃 سیالکوٹ
〃 راجہ محمد شیر خان 〃 پنڈی گھیب
〃 ڈاکٹر بشارت احمد 〃 کھبوڑہ
〃 عبداللہ خانصاحب 〃 سرگودھا
〃 محمد اسمعیل 〃 فیض آباد
〃 عبدالصمد حبیب اللہ 〃 دہلی
〃 فیروز الدین صاحب - بنوں
〃 مسٹر تاج دین 〃 دہلی پورم
〃 جناب بشیر محمد 〃 موگا
〃 علی بخش صاحب چوہدری نواں حالی مبا مہبر

جناب امیر بادشاہ صاحب - مدراس
〃 غلام مصطفےٰ کامل 〃 علیگڈھ
〃 روشن من اللہ 〃 اودنی
〃 سعید حسن 〃 اعظم گڈھ
〃 سید فضل الرحمن 〃 کانپور
〃 محمد عاز بخاں 〃 بلوچستان
〃 سلطان احمد 〃 رہتک
〃 عبد العلیم 〃 بنارس
〃 محمد ذکریا 〃 مہرانا گنج
〃 سید مرحسن 〃 میسور
〃 سید مست حسین 〃 〃
〃 ایس - محمد خاں 〃 انگیت پوری
〃 محمد عبدالقادر 〃 گورکھپور
〃 عبدالخالق 〃 ڈھاکہ
〃 شیخ نظام الدین 〃 میانوالی
〃 احمد حسین 〃 گیا
〃 شاہ نواز علی 〃 جلال آباد
〃 محمد دستگیر 〃 میسور

جناب ایس - کے - لو احمد صاحب - ہزاری باغ
〃 محمد اللہ داد 〃 کلکتہ
〃 آغا محمد 〃 رنگون
〃 ز مد - ڈی احمد 〃 گودھرا
〃 اے - آر خطیب 〃 ڈھول
〃 خادم حسین 〃 اُناؤ
〃 محمد یوسف 〃 رنگون
〃 منشی برکت اللہ 〃 اُناؤ
〃 احمد مرتضےٰ 〃 مراد آباد
〃 عجب خان 〃 باندہ دادشاہ
〃 ہدایت اللہ 〃 پشاور
〃 پیر محمد 〃 نینی تال
〃 قادر بادشاہ 〃 ارکاٹ
〃 ممتاز حسین صاحب بھوپال
〃 محمد اکرام 〃 سامانہ
〃 ظفر حسین 〃 قنوج
〃 غلام محمد 〃 مرانچور
〃 امیر احمد 〃 میسور

معاونین کے بقیہ اسمائے گرامی ٹائٹل پیج کے صفحہ ۳ پر درج ہیں +

EID UDHA AT WOKING ON 27TH SEPTEMBER 1917 (See p 446)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمۂ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

بابت ماہ جنوری ۱۹۱۸ء   جلد (۴)

شذرات

گو سال گذشتہ کا بڑا حصہ خواجہ کمال الدین صاحب کی بیماری کی وجہ سے نومسلمین کے اعلانات سے خالی گذرا مگر خدا کا شکر ہے کہ اس ساری کمی کو سال کے آخر میں ایک ہی شخص نے پورا کر دیا۔ یعنے

مارمیڈیوک پکتھال صاحب

جو مدت سے اسلام کے قریب بلکہ اندر ہی تھے۔ اور کئی بیش قیمت مضامین نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر اور اسلام پر لکھ چکے تھے آخر اعلان اسلام کیا۔ یہ ایک بڑے اعلے پایہ کے فاضل انسان ہیں۔ اور ایک پادری کے صاحبزادے ہیں اور مشہور اہل قلم ہیں۔ گذشتہ جلسۂ مولود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر جو لندن میں ہؤا ایک تقریر کی تھی جو رسالہ میں چھپ چکی ہے۔ جس کا اثر ذی اثر حلقہ میں بہت ہؤا+

اگر غور کیا جائے تو محض گنتی کوئی شے نہیں کام کے آدمی تھوڑے بھی ہوں تو ان سے جو تقویت ملتی ہے اور جس قدر قوم کے خیالات پر اثر انکی وجہ سے پڑتا ہے۔ وہ نتائج محض گنتی سے حاصل نہیں ہو سکتے خدا کا یہ احسان ہے کہ جب سے یہ سلسلہ تبلیغ اسلام کا ولایت میں شروع ہؤا ہے ہر سال کوئی نہ کوئی مشہور

۲- یہ تقریر دفتر رسالہ اشاعت اسلام سے ۳ر کے ٹکٹ آنے پر مل سکتی ہے+

وردی اثر انسان اعلان اسلام کرتا رہا ہے۔ حتے کہ یہ سال بھی جو کام کے اجرا کے لحاظ سے مشکلات کا سال گذرا ہے اس فضل کے جذب کرنے میں ناکام نہیں رہا۔ بلکہ ایک ایسا انسان ہم میں آگیا ہے جو سینکڑوں نہیں ہزاروں کا قائمقام ہو سکتا ہے +

ہمیں یہ بھی کوئی فخر نہیں کہ اس قسم کے انسان ہماری کوششوں سے حلقہ بگوش اسلام ہو رہے ہیں جو کسی دن ایک عظیم الشان انقلاب ملک کے مذہبی خیالات میں کر سکتے ہیں ہم کیا اور ہماری کوششیں کیا یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہی ہو رہا ہے۔ کہ طبائع کے اندر خود بخود ایک تحریک منجانب اللہ اسلام کی طرف پیدا ہوئی ہوئی ہے۔ اور یہی وہ امر ہے جو یقین دلاتا ہے کہ اسلام کا آفتاب ہدایت مغربی دنیا کو اب اپنے نور سے منور کر کے رہیگا۔ ہماری کوشش تو صرف اسقدر ہے کہ اسلام کی پاک تعلیم کا لوگوں کو علم ہوتا رہے۔ اور ان کو یہ سمجھ آجائے کہ دنیا میں معقولیت اور حکمت کا مذہب صرف ایک ہی ہے اور وہی ہے جو عرب کے رہنے والے ایک اُمّی نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر سکھایا تھا۔ ہاں یہ بھی اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار احسان ہے کہ اُس نے ہمیں آج اس قدر کامیابی عطا فرمائی۔ کہ اب اسلام کے متعلق غلط بیانیاں کرنیوالوں کے بھی دانت کھٹے ہو گئے +

وہ جو اعلان اسلام کر رہے ہیں درحقیقت ایک جزو اس بڑے حصہ کا ہیں جو اندر ہی اندر اسلام کی صداقت کا قائل ہو چکا ہو گو انہیں ابھی یہ احساس نہ ہو کہ جن نتائج پر وہ پہنچے ہیں وہ اصول اسلامی ہیں۔ ہاں اکثر لوگ گو مسلمان نہیں تو ان کے اصول کے لحاظ سے ہم نیم مسلم ضرور پاتے ہیں۔ اور ابھی اس جنگ عظیم نے جو مختلف نتائج مترتب کرنے ہیں ان میں سے ایک بڑا عظیم الشان نتیجہ خدمت دین حقہ ہے۔ وہ امور جن کا تعلق معاشرت اسلامی سے تھا۔ اور جنہیں آج تک یورپ میں نفرت کی نگہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آج لوگ ٹھنڈے دل سے ان پر غور کر رہے ہیں بلکہ بعض امور کو ایک یا دوسری شکل میں اختیار کرتے چلے جاتے ہیں +

کسی دوسری جگہ اس رسالہ میں قارئین کرام سنہ ۱۹۱۶ء کا حساب آمد و خرچ متعلق ووکنگ مشن و

اسلامک ریویو ملاحظہ فرمائینگے لبعض شپرہ چشم لوگ جو نور کی شعاعوں کو پھیلتا ہوا برداشت نہیں کرسکتے
ایک یا دوسرے رنگ میں نیک کاموں کے متعلق بھی لوگوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کرتے رہتے ہیں
ووکنگ مشن کے اخراجات کا حساب ایک ایسی چیز ہے جسے جو چاہے دیکھ سکتا ہے۔ ہمیں شک نہیں کہ
کاروبار کے دوجگہ ہونے کی وجہ سے سال کے آخر پر فوراً حساب کتاب شائع نہیں ہو سکتا۔ اور اس سال
بڑی رکاوٹ حساب کے شائع ہونے میں خواجہ صاحب کی بیماری ہی ہی بہرحال سنہ ۱۹۱۶ء کا حساب کتاب
ناظرین رسالہ کے سامنے ہے اور سنہ ۱۹۱۷ء کا حساب بھی انشاء اللہ تعالےٰ جلد ان صفحات میں شائع کر دیا جائیگا +

سنہ ۱۹۱۶ء میں خواجہ کمال الدین صاحب کی ہندوستان میں موجودگی خاص تحریک کا موجب
تھی۔ مگر یا ایں آمد اخراجات کے مقابلہ کیلئے کافی ثابت نہیں ہوئی۔ یعنی کُل آمد ۲۱۹۷۷ روپے
ہے۔ اور خرچ ۲۶۸۶۸ روپے ہے۔ گویا آمدنی خرچ سے قریباً پانچہزار روپے کم ہے۔ اہمیں سے
قریباً اڑھائی ہزار روپے کی رقم بیشک ایک غیر معمولی خرچ ہے جو عملہ کے تغیر و تبدّل کی وجہ سے ہوا۔
مگر یا ایں بھی آمدنی خرچ کیلئے مکتفی نہیں۔ اور یہ وہ امر ہے جس کی طرف بہی خواہان اسلام کو بالخصوص
توجہ کرنی ضروری ہے۔ اس کام کی ترقی جو قربانی آپ لوگوں سے چاہتی ہے وہ سوال ابھی درپیش
نہیں گو اسکے لئے ہمیں ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ کیونکہ اختتام جنگ پر ہماری زبردست جدوجہد
بہت سے قیمتی نتائج پیدا کر سکتی ہے سردست ہم کو یہ فکر کرنا ضروری ہے۔ کہ آمدنی مستقل طور پر کم از کم
اس قدر ہونی چاہئیے جو اخراجات موجودہ کو جس میں اب لندن کے اخراجات نے شامل ہو کر اور بھی
اضافہ کر دیا ہے پورا کر دے۔ اور کام چلانیوالوں کو روپے کیلئے اپیل کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے
یہ کام خریداران اسلامک ریویو و اشاعت اسلام کا ہے +

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ اس مجمع کی تصویر شائع ہوتی ہے جس کا اجتماع ۲۷ ستمبر سنہ ۱۹۱۷ء کو بتقریب عید الضحےٰ
ہوا۔ یہ تصویر اخوت اسلامی کا عملی نمونہ ہے محض فضل ربی سے گورے اور کالے کا امتیاز اسلام کے پھریرے تلے
اُڑ گیا ہے مشرق اور مغرب کے مسلمین و مسلمات اکٹھے ملے جُلے دوش بدوش بیٹھے ہیں۔ نیز اسی رسالہ کے
ساتھ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کا نمونہ بھی منسلک کیا جاتا ہے قسم اول قرآن کریم انشاء اللہ تعالےٰ
فروری سنہ ۱۹۱۸ء تک ہندوستان پہنچ جاویگی۔ اور قسم دوم ہندوستان پہنچ چکی ہے جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے۔ اور جس کی قیمت مبلغ لعہ علاوہ محصولڈاک ہے +

خدائے یہوواکا غضب
سبت کی حرمت میں دست اندازی کی وجہ سے

ماہ اگست میں جو طوفان باراں قریباً تمام انگلستان پر رہا۔ اس سے غلے اور کھیتوں کو بہت نقصان پہنچا۔ بقول بشپ صاحب برمنگھم چیمسفورڈ کے گرجے کا پادری کہتا ہے کہ اتوار کے دن جو تقسیم عمل ہوئی وہ قادر مطلق کو ناپسند تھی۔ اور اس وجہ سے باران نے محل ہوئی۔ بشپ صاحب کی رائے میں ایسی گفتگو مذہب سے ہنسی کرنا ہے بشپ صاحب فرماتے ہیں کہ پادری نے تو خدا کی ذات کو بہت محدود اور حقیر کردیا ہے۔ اور اگر کوئی اور اس ہتک کا رد کرنیوالا نہیں تو کم از کم میں اتنی دلیری رکھتا ہوں کہ ڈنکے کی چوٹ اعلان کردوں کہ یہ بات بالکل بے انصافی پر مبنی ہے۔ اور اگر یہ بات سچ ہے تو نتیجہ اسکا یہ ہوگا۔ کہ خدا کی پیاری اور بیغرض مخلوق کا اکثر حصہ خدا کی رحمت سے مایوس ہو جائے +

میرے خیال میں اگر بشپ صاحب خود اپنے عقاید ایمان کو ذرا ٹھنڈے دل سے سوچتے تو کبھی پادری صاحب پر ایسے الزامات عاید کرنے کی جرات نہ کرتے۔ کیا ان کا خدا ایک ہی لمحہ میں اور ایک ہی طرز طریق سے مندرجہ ذیل دو احکام نازل نہیں کرتا۔ کہ شجر علم سے ہرگز ہرگز تو (آدم) نہ کھائے گا۔ اور کہ ساتواں دن تمہارے خدا کا سبت ہے۔ اور اس دن تو (آدم) کسی قسم کا کام نہیں کریگا۔ اگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا نے بوجہ سبت کی حرمت میں خلل آنے کے (اور وہ بھی پادری صاحبان کی عین تحریری ہیں) اپنے غصے کا ظہور بصورت باران بے محل کیا۔ اور وہ تمام کھیت برباد کر دیئے۔ جن کی آبیاشی سبت کے دن کی گئی تھی۔ تو کیا ہم خدا کی اس حرکت کو کہ اس نے آدم کے شجر ممنوع کے پھل کھانے پر اس قدر غصہ اور ناراضگی دکھائی۔ ایک حرکت طفلانہ نہیں کہہ سکتے۔ فرمایا۔ دیکھو انسان اب ہمارے جیسا ہو گیا ہے۔ نیک و بد کی تمیز کر سکتا ہے۔ خبردار کہ کہیں وہ ہاتھ بڑھائے۔ اور شجر زندگی کا پھل بھی کھائے اور ابدی زندگی حاصل کرے۔ اگر چیمسفورڈ کے پادری صاحب کے وعظ سے مخلوق خدا رحمت الٰہی سے مایوس ہو جاتی ہے تو کیا خدا نے تمام نسل انسانی کو اس سے ہزار گنہ زیادہ نا امید نہیں کیا جیسا کہ بائبل میں

صاف لکھا ہے کہ اللہ نے انسان کو بوجہ صرف ایک حکم کی نافرمانی کے جنت سے باہر نکال دیا اور اس پر طرہ یہ کہ اس کے ساتھ ہی تمام آدمی نسل کو بھی ملعون کر دیا۔

خدا کا یہ کہنا کہ انسان اب ہم جیسا ہو گیا ہے۔ اور اب خبردار رہنا چاہئے کہ کہیں وہ شجر زندگی کا پھل کھا کر ابدی زندگی حاصل نہ کر لے"۔ ایک معمولی انسان کے اخلاق کا ایک تاریک پہلو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ اور انسان کی ہمسری سے خائف ہو کر اس کو ایک طرف پھینک دینا تاکہ ابدی زندگی حاصل کرنے کا موقع ہی اسے نہ ملے کیا یہ ایک محب والد کا کام ہے یا ایک بزدل رقیب کا لیکن اس کے ساتھ ہی ہم کو یہ سنایا جاتا ہے کہ خدا انسانوں کو اس قدر محبت کرتا تھا کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بھیجا۔ تاکہ اس کے ذریعے سے ہم ابدی زندگی حاصل کریں کیا یہ دو متضاد قول خدا کو اپنے عزم میں راسخ اور اپنے ارادے میں پکا دکھاتے ہیں۔ اور پھر اگر قانون (جیسا کہ مسیحی لوگ بموجب عقیدہ سینٹ پال مانتے ہیں) ہی دنیا میں گناہ لایا۔ اور اسکی سزا لعنت اور جہنم مقرر ہوئی۔ اور رحمت الٰہی بعد میں نازل ہوئی۔ تاکہ ہمیں اس گناہ کی سزا سے بچائے جو کہ جنت کے باغ میں ہوا تھا۔ تو خدا کو کیا ضرورت تھی۔ کہ اس نے بار بار قانون کو مسیح کے آنے سے پہلے بھیجا۔ کیا اس بار بار قانون (سبب لعنت بموجب سینٹ پال) کے بھیجنے سے اور بنی آدم کو ایک دائمی لعنت میں دیکھنے سے خدا کی شان زیادہ بڑھ گئی۔ اور اگر یہ کہا جاوے کہ خدا قانون کی ایک اور آزمائش کرنا چاہتا تھا جیسا کہ ایک بے سمجھ فقیہہ کہیگا تو کیا قانون خدا اور ایک معمولی قانون ملکی مساوی نظر نہیں آتے۔ کیونکہ دونوں بوجہ محکوموں کی تکالیف اور مصائب کے ناکامیاب ثابت ہوا۔ اور پھر ان کی منسوخی اور صلاح لازم آئی +

بشپ صاحب پہلے اپنے گریبان میں تو منہ ڈالکر دیکھیں پھر کسی دوسرے پر جرح کریں۔ ان کو چاہئے کہ پہلے ایمان اور عقائد کی پڑتال اچھی طرح کر لیں تو ان کو معلوم ہوگا۔ کہ ان کا ایمان چند متضاد عقاید کا مجموعہ ہے۔ اور ان کو خدا کے بہت سے مضحکہ انگیز نام ماسوا ۔ کے تجویز کرنے پڑینگے +

سید عرفان علی بیرسٹر

والدین سے اچھا سلوک ازروئے قرآن و انجیل

ایک نومسلمہ حنیفہ بیگم کی قلم سے

وقضیٰ ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا۔ اما یبلغن عندک الکبر احدھما اوکلھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما (قرآن کریم سورۃ ۱۷۔ آیت ۲۳) تمہارا خدا تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ سوا اسکے کسی کی عبادت نہ کرنا اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ اگر والدین کا ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں تو ان کے آگے اُف تک بھی نہ کرنا۔ اور نہ ہی ان کو جھڑکنا۔ اور ان سے ادب سے گفتگو کرنا +

ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا حتی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی۔ وان اعمل صالحا ترضہ واصلح لی فی ذریتی (الاحقاف آیت ۱۵) ترجمہ۔ اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی ہے۔ کس مشکل سے اسکی ماں نے اسکو پیٹ میں رکھا۔ اور مشکل ہی سے اسکو جنا اور اس کا پیٹ میں رہنا اور اس کا دودھ چھوٹنا تیس مہینے میں جا کر تمام ہوتا ہے یہاں تک کہ آدمی اپنی پوری قوت کو پہنچتا ہے۔ یعنی چالیس برس کو پہنچتا ہے تو دعا کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو توفیق دے کہ تو نے جو مجھ پر اور میرے والدین پر احسانات کئے ہیں ان کا شکریہ ادا کرتا رہوں۔ اور اچھے نیک عمل کروں جن سے تو راضی ہو۔ اور میری اولاد بھی نیک بخت پیدا کرے +

مندرجہ بالا آیات قرآنی میں سے پہلی کو پڑھ کر ہم دیکھتے ہیں کہ والدین کی اطاعت اپنے خالق کی اطاعت سے معاً بعد لکھی گئی ہے۔ اور حق بھی انہیں کا ہونا چاہئے۔ کیونکہ والدین سے بڑھکر کسی اور مرد یا عورت کا حق ہم پر نہیں ہو سکتا۔ والدین کی اطاعت تمام اخلاقی تعلیموں کا سرچشمہ ہے اس سے تمام قسم کی اطاعتیں نکلی ہیں۔ اور اسی سے سب سیراب ہوتی ہیں۔ ان وجوہات کے ماتحت کوئی عجیب بات نہیں کہ اسلامی تعلیم میں والدین کی اطاعت کو ایسا رُتبہ بلند دیا جاوے۔ اور اس قدر

تاکید اکید اسلام کے پیروں کو اس بات کی کی جاتی ہے +

برخلاف اس کے جب ہم نئے عہدنامہ میں اس ازلیں ضروری معاملے کی بابت جو کچھ لکھا ہے پڑھتے ہیں تو ایک بہت بڑی حیرانگی اور مایوسی ہم پر چھا جاتی ہے۔ چند فقرے بطور نمونہ یہاں درج کیے جاتے ہیں:-

تب اس سے کسی نے کہا کہ دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے تجھ سے بات کیا چاہتے ہیں۔ پر اُس نے جواب میں خبر دینے والوں سے کہا۔ کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی اور اپنا ہاتھ اپنے شاگردوں کی طرف بڑھا کے کہا کہ دیکھ میری ماں اور میرے بھائی" متی باب ۱۲ آیت ۴۷، ۴۸، ۴۹ +

"اور جب مئے گھٹ گئی یسوع کی ماں نے اس سے کہا۔ کہ ان کے پاس مئے نہیں رہی۔ یسوع نے اس سے کہا کہ اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام" (یوحنا باب ۲ آیت ۳ سے ۴ +

مندرجہ بالا دو قولوں سے اور اس قسم کے اور بہت سے اقوال سے جو کہ انجیلوں میں مسیح کی طرف منسوب کیے گئے ہیں صاف ظاہر ہے کہ وہ تو معاشرت خانہ کے فطرتی تقاضے سے بالکل لاپرواہ تھا۔ ان کی بابت تو یہ بھی مشہور ہے۔ کہ ایکدفعہ آپ نے فرمایا میرا اس دُنیا میں آنے کا مقصد خانہ جنگی اور نااتفاقی کا بیج بونا ہے۔ اور ان کی طرف ایک اس قسم کا فقرہ بھی منسوب کیا جاتا ہے کہ میں انسان کو اس کے باپ کے برخلاف لڑکی کو ماں کے برخلاف اور بہو کو ساس کے برخلاف اُٹھانے آیا ہوں +

جناب مسیح کے ان اقوال کو ایک آدمی اس طرح معقول ٹھیرا سکتا ہے کہ خدا کا وفادار بندہ تمام دنیوی رشتہ داروں کی محبت کو اپنا عشق الٰہی دکھانے کیلئے قربان کر دیتا ہے۔ لیکن اس کے جواب میں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ بدقسمتی سے انجیل ایک ایسی کتاب ہے، جس کا مُدعا علاوہ دیگر اغراض کے یہ بھی ہے کہ وہ ان طفلان کم عمر کو بھی جن کا فہم خام ان اصولہائے اعلےٰ وارفع کو سمجھ نہیں سکتا تعلیم دے۔ ان کیلئے مسیح صرف خدا کا بیٹا یا خود خدا ہے۔ اور ایک ایسا بہترین نمونہ ہے جس کی پیروی دنیاوی زندگی میں کرنی چاہیئے۔ ان حالات کے ماتحت وہ اس امر کو ذرا بھی قبیح خیال نہیں کرتے کہ وہ اپنے والدین سے غیر مہذب طور پر یا سختی سے پیش آویں۔ اور اپنے اس شنیع رویہ کو وہ اپنے آسمانی باپ کے مرقوم سلوک کی آڑ میں چھپا لیتے ہیں +

برخلاف اس کے قرآن شریف کس احسن طریق سے اس مضمون پر مندرجہ ذیل آیات میں بحث کرتا ہے فرمایا :-

ووصینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ وھنا علی وھن وفصالہ فی عامین ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر وان جاھدک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا واتبع سبیل من اناب الی

(سورہ لقمان آیت ۱۴ و ۱۵) ہم نے انسان کو اسکے والدین کے حق میں تاکید کی - اسکی ماں نے اسکو جھٹکے پر جھٹکا اٹھا کر پیٹ میں رکھا - اور دو سال میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے - کہ ہمارا شکر گزار رہے - اور اپنے والدین کا بھی - اور میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے - اور اگر تیرے ماں باپ مجبور کریں کہ تو ہمارے ساتھ شریک ٹھہرا جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس امر میں ان کا کہا نہ ماننا - ہاں دنیا میں ان کی رفاقت کرو - اور ان لوگوں کی پیروی کرو جو ہماری طرف رجوع بجا لاتے ہیں +

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن کریم باوجود والدین کی اطاعت پر اس قدر خاص زور دینے کے اس بات کی اطلاع دینے سے بھی غافل نہیں ہا - کہ اس فرض کو نامناسب اور بے محل اہمیت دیجائے خصوصاً اس حالت میں جب کہ وہ اپنے سے بالا فرائض کے برخلاف تعلیم دیں اور ان حالات میں بھی اسبات کا دھیان رکھا جائے کہ اس خانہ میں کسی طرح کا خلل نہ آوے ایک مسلم کسی کام میں خدا کے بتائے ہوئے رستے کے برخلاف اپنے والدین کا حکم نہیں مان سکتا لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنے باپ کی مخالفت کرے اور لڑکی اپنی ماں کی مخالفت کرے بلکہ اسکو لازم ہے کہ وہ اس دنیا میں ان سے احسن سلوک کرے +

میرا یہ کہنا بھی غیر محل نہ ہوگا - کہ ایک آدمی مشرق اور مغرب میں والدین کی اطاعت میں ایک بین فرق دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا - مشرق میں تعلقات خانگی متبرک سمجھے جاتے ہیں - اور بھائی بہنوں بلکہ داداؤں نانوں کی محبت کو بھی مذہبی اہمیت دیجاتی ہے - بائیبل میں تو لکھا ہے - کہ آدمی پر لازم ہے کہ ماں باپ کو چھوڑے اور بیوی سے چمٹا رہے - افسوس کہ اکثر دفعہ یہ مشاہدہ کیا جاتا ہے بیوی سے قطع تعلق کر لیتا ہے - اور بہنوں کو تو برسوں نہیں دیکھتا - حتی کہ یہ

بھی اسکو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کہاں ہیں۔ اس قسم کی امثال مشرقی ممالک میں قریباً معدوم ہیں بیٹے
والدین کی خدمت جان و دل سے کرتے ہیں۔ اور مسلم ممالک میں یہ بہت کم سُننے میں آتا ہے
کہ بیٹا تو امیر کبیر ہو اور والدین اُس کے افلاس و غربت زدہ ہوں۔ کاش کہ مغرب میں بھی
ایسا ہی ہوتا تو کس قدر زندگیاں تبدیل ہو جاتیں۔ مَیں اس وقت بھی ایسی مثالیں پیش کر سکتی
ہوں۔ جن میں بیٹوں کو تعلیم دی گئی۔ اور انکے اخراجات ہر قسم کے ذرائع اور خرچ خانہ
سے مہیا کیئے گئے اُنھوں نے دُنیا میں عروج حاصل کیا اور نام بھی پایا لیکن اُن کی مائیں
جن میں سے اکثر بیوہ ہیں بڑی مشکل سے قوتِ لایموت حاصل کرتی ہیں۔ مَیں پُوچھتی ہوں
کیا یہ روا اور جائز ہے آؤ اسلام کے اصولہائے حقّہ پر عمل در آمد کریں اور مسیح جس نے جیسا کہ
میں نے اوپر بیان کیا اپنی ماں سے اس قدر بے تعلقی ظاہر کی اسکی تعلیم کی پیروی چھوڑ دیں۔ ماں
کی محبت تمام رُوے زمین کی الفتوں سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس واسطے چاہیئے کہ تُو اپنے
ماں اور باپ کی عزت کرے اور تیری زندگی اس دُنیا میں دراز ہو۔ دوسرے لوگ جب وہ
مسیح کی اسبات کو سُنینگے۔ کہ اُنھوں نے اپنی والدہ ماجدہ کی اس قدر تھوڑی وقعت کی تو
اُن کو بھی مجھ سا رنج و قلق محسوس ہوگا۔ ایک مسلم ایسے درد و رنج سے بالکل محفوظ ہے۔ کیونکہ
وہ انجیل کی اس تعلیم کے برخلاف قرآن میں ماں کی عزت کی تعلیم پاتا ہے + ہمارے قرآن نے
مسیح کے مُنہ سے یہ الفاظ کہلوائے۔ واوصٰنی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ مادُمت
حیًا ۔ وبرًّا بوالدتی ولم یجعلنی جبّارًا شقیا (سورہ مریم۔ آیت ۳۱ و ۳۲) مجھ کو حکم دیا کہ
میں نماز پڑھوں اور زکوٰۃ دوں جب تک زندہ رہوں مجھ کو ماں کا خدمتگذار بنایا اور مجھ کو سخت گیر
اور بدراہ نہیں کیا +

یہ سُن کر ہنسی آتی ہے۔ کہ ایک نبی اللہ جو کہ اپنی زندگی کو بطور نمونہ پیش کرے تاکہ دیگر انسان
اسکی پیروی کریں۔ اور وہ خود اپنی ماں کو اس قدر نخوت سے کہے کہ اے عورت میرا تیرا کوئی واسطہ
نہیں +

مذہب کلیسیا کا بانی مغرب میں کون تھا؟

ایک انگریز نومسلم کے قلم سے

ہم ایک نئے مذہبی دور کے قریب پہنچ رہے ہیں آفتابِ صداقت طلوع ہو رہا ہے اور اپنا گلابی رنگ جہالت اور توہم پرستی کے بادلوں پر ڈال رہا ہے۔ اندھی تقلید اب صداقت اور دلائل کی خواہش کے آگے مغلوب ہو رہی ہے اور سب سے زیادہ دلخوش کن بات یہ ہے کہ بہتری کی جدوجہد ہے جو کہ آخرکار خود کلیسیا کے اندر شروع ہو گئی ہے۔ عیسائی عقاید پھر کٹھالی میں ڈالے گئے ہیں تاکہ ایک نئی شکل اختیار کریں۔ چند دن ہوئے کہ سالہاسال کی اندھی تقلید کے بعد کلیسیائے انگلستان کے بڑے بڑے عمائدین نے بالاتفاق کلیسیا کے مسلم مجموعہ کتب مقدس کی صحت کے خلاف فیصلہ دیا۔ ضرورت زمانہ کے مطابق اب ایک صوفیا کا گروہ کلیسیا میں پیدا ہو گیا ہے جو کہ مسیح کے معجزات کو ایک استعارہ کی تمثیل پر محمول کرتا ہے وہ مسیحی فقہ جو کہ پہاڑی والی وعظ میں مندرج ہے اور جو کہ آج تک بطور ایک اعلےٰ ترین مذہب کے پیش کیا جاتا تھا اور جو کہ مسیحی فقہ کی برتری دوسرے مذاہب پر ثابت کرنے کیلئے ایک ثبوت کامل شمار کیا جاتا تھا اُسی کو آج عیسائی کلیسیا کے عمائد نے ایک طور سے رد کر دیا ہے۔ ان مذہبی پیشواؤں کو اب استعارہ میں سخت شکوک پڑنے شروع ہو گئے ہیں۔ کہ آیا مسیحی کلیسیا (ان معنوں میں جو کہ آجکل اس سے سمجھے جاتے ہیں) اپنے مالک عیسیٰ مسیح ہی کے ہاں سے شروع ہوا تھا یا کسی اور سے +

ایک بہت پرجوش بحث ۹ اگست ۱۹۱۷ء کو کیمبرج گرٹن کالج میں ہوئی۔ مضمون زیر بحث یہ تھا کہ کیا مسیح نے کلیسیا کی بنیاد رکھی (مندرجہ ذیل عبارت کی صحت کا ذمہ دار ۱۰۔ اگست کا اخبار ٹائمس ہے) +

کلیسیا کی بنیاد۔ کیمبرج کانفرنس کا واقعہ

موڈرین چرچمین کا جلسہ جس کو چرچمین یونین نے قائم کیا تھا۔ کل گرٹن کالج کیمبرج میں زیر صدارت پروفیسر پرسی گارڈنر جو کہ کانفرنس کمیٹی کے صدر ہیں منعقد ہوا +

ڈین انج صاحب نے ایک مضمون "کیا مسیح نے کلیسیا کی بنیاد رکھی ہے" پڑھا اور کہا کہ مسیح اُن کے ہمعصیر یہودیوں کے نقطۂ خیال سے ایک پیغمبر ہیں۔ اُس نے کبھی یہودی مذہب کے برخلاف یا بالمقابل ایک گروہ پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے مذہبی آزادی کا اعلان تو کیا لیکن ساتھ ہی اپنے وقت اور ملک کے قانون کو قبول کیا یہودی مذہب سے الگ ہونا تو لابد تھا لیکن اس نے ایک الگ عیسائی گروہ بنانے کا کوئی سامان مہیا نہیں کیا۔ جے آر ولکنسن صاحب جنہوں نے مباحثہ شروع کیا اُنہوں نے بھی ڈین صاحب کے خیالات کی تائید کی۔ اور دیگر واعظین کے نام مندرجہ ذیل ہیں +

سی ڈبلیو ایمٹ لیشپ مررے ریورنڈ ایل پٹیرسن ریورنڈ الف مین ریورنڈ ایچ سی مینڈس ریورنڈ اور ایچ اے میجر۔ ارچڈیکن فورڈ صاحب نے ڈین صاحب کے سوال کا جواب کہ کیا مسیح نے کلیسیا کی بنیاد رکھی" مثبت میں دیا۔ اور مسٹر پرنگل نے کہا کہ صرف فورڈ صاحب ہی ایک صاحب ہیں جنہوں نے عین مباحثہ میں سوال پیش شدہ کا جواب مثبت میں دیا +

بشپ مررے صاحب بولے۔ میں نے تو کہا تھا کہ کلیسیا کی تعلیم ہمارے خدا یسوع مسیح کی تعلیم سے فطرتاً خود بخود پیدا ہو گئی +

سی ڈبلیو ایمٹ صاحب نے کہا کہ میں نے بھی تو یہی بڑی صراحت سے بیان کیا تھا +

ڈین انج صاحب نے کہا کہ میں بھی یہی کہونگا +

اس پر مسٹر پرنگل صاحب نے کہا۔ میں آپ صاحبان سے معافی مانگتا ہوں اور افسوس کرتا ہوں کہ آپ نے اپنا مدعا و مطلب واضح طور پر بیان نہیں کیا۔ ایک تھوڑی سی جرأت ایمان زیادہ ہوتی تو مباحثہ کا اختتام بالکل آسانی سے در پیش سوال کی نفی میں ہو جاتا۔ لیکن ان پر غور کرنے سے اصل مطلب صاف صاف نظر آجاتا ہے۔ طرز گفتگو جو اختیار کی گئی ہے بالکل صاف ہے اور آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ باستثنا ارچڈیکن فورڈ کے جن دیگر اصحاب نے مباحثہ میں حصہ لیا انہیں ایک کو بھی اس بات کی صحت میں شک نہ تھا کہ مسیح اِس کلیسیا کا بانی نہیں جو اس کے نام سے مشہور ہے اور ایک معمولی فہم کا آدمی بھی اگر انجیل کو سرسری طور ہی سے پڑھے تو وہ بھی اسی نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے + یسوع ایک مبلغ تھا اور یہودیوں کا ایک یہودی تھا جس کو اپنی قوم اور مذہب سے بہت الفت تھی اسے دوست اور دشمن یکساں طور پر اسکو یہودی خیال کرتے تھے +

"تب یسوع نے مُنہ پھیر کر اور اُنھیں پیچھے آتے دیکھ کر ان کو کہا تم کیا ڈھونڈھتے ہو اُنہوں نے اُس سے کہا۔ اے ربّی (جس کا ترجمہ ہے اے اُستاد) تو کہاں رہتا ہے" (یوحنا باب پہلا آیت ۳۸)

" اُس نے رات کو یسوع پاس آکر کہا کہ اے ربّی ہم جانتے ہیں کہ تو خدا کی طرف سے اُستاد ہو کر آیا ہے" (یوحنا باب ۳ آیت ۲)

مسیح نے شریعت کو رد نہیں کیا بلکہ اُسکی تعلیم دی اور خود بھی اُس پر عمل کیا۔ فرمایا۔

یہ مت خیال کرو۔ کہ میں توریت یا نبیوں کی کتاب منسوخ کرنے کو آیا ہوں۔ میں منسوخ کرنے نہیں آیا بلکہ پوری کرنے کو آیا ہوں (متی باب ۵ آیت ۱۷) اس قسم کا قول ایک مذہب قدیم کے پکے فرمانبردار جوشیلے معلّم کے مُنہ میں زیادہ زیب دیتے ہیں نسبت اسکے کہ وہ ایک نئے مذہب کے بانی کے مُنہ سے نکلیں وہ موسیٰ کی شریعت کو بڑھانے گھٹانے نہیں آیا تھا۔ اور جب اُس سے پوچھا گیا کہ اے اُستاد زندگی حاصل کرنے کیلئے کیا کروں تو اُس نے جواب دیا کہ موسیٰ کی شریعت پر عمل کر۔

مندرجہ بالا مثالوں سے صاف ظاہر ہے کہ اُس نے شریعت موسوی سے روگردانی نہیں کی بلکہ فرمانبرداری کی۔ اور قانون ہر لفظی اور سخت پابندی کی اصلاح کرنے میں اُس نے صرف اس رائے کا اظہار کیا جو کہ اُس وقت کے اکثر عمائدین یہود کی رائے تھی۔ اسمیں شک نہیں کہ اُس نے فریسیوں کو اپنا دشمن بنایا۔ اور جس کی وجہ سے وہ صلیب پر چڑھایا گیا لیکن یہ اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ ایک نئے مذہب کی بُنیاد رکھنی چاہتا تھا بلکہ اس وجہ سے کہ یسوع کاہنوں کی قوم کو شریعت موسیٰ پر عامل خیال نہ کرتا تھا۔ اور اُن کی منافقت کا پردہ اس نے چاک کر دیا۔ چنانچہ فرمایا۔

کیونکہ میں تمہیں کہتا ہوں کہ اگر تمہاری راستبازی فقیہوں اور فریسیوں سے زیادہ نہ ہو تو تم آسمان کی بادشاہت میں کسی طرح داخل نہ ہوگے (متی باب ۵ آیت ۲۰)

اِس قول سے صاف پتہ لگتا ہے کہ مسیح کاہنوں کے قوم کی کس قدر وقعت کرتا تھا۔ اور اُس کا یقینی نتیجہ یہ تھا کہ جب وہ کاہن قوت اور طاقت میں زیادہ ہوں تو اُسکو تکلیف پہنچے یسوع اپنی تمام عمر جیسے توراۃ کی پہلی پانچ کتابوں میں لکھا ہے اس پر رشک کرتا رہا۔ اور اپنے حواریوں کو اکثر کہا کرتا تھا کہ فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ اسلئے وہ جو کچھ تمہیں ماننے کو کہیں مانو اور عمل میں لاؤ (متی باب ۲۳ آیت ۲-۳)

اس نے تو اپنے پیروں کا کوئی نیا نام بھی تجویز نہ کیا۔ یہ تو کونسل آف انطی اوک کے پادریوں کی طرف سے ملا

کا نتیجہ ہے کہ اس کے پیرووں کو عیسائی بُلایا گیا۔ مسیح دیگر یہودیوں کی طرح سبت ہفتہ کے آخری دن کو منایا کرتا تھا۔ کہ پہلے دن نہ اور سبت کا ساتواں دن منایا جاتا بعد میں منسوخ ہو کہ ہفتہ کا پہلا دن، رومی جنتریوں کے مطابق "سُورج کا دن" تھا۔ ہیڈرن شاہ روما کا ارادہ تھا کہ مسیح کے نام پر ایک مندر بنوائے۔ اور اُسکو بھی دیوتاؤں کے زمرے میں شمار کرے (لیمپریڈیس باب پہلا آیت ۴۳) لیکن ہیڈرن اپنے ارادہ کو پورا نہ کر سکا لیکن اس کے خلیفہ کانسٹنٹائن نے جس کا محبوب دیوتا اپولو تھا۔ اُس نے سُورج دیوتا کو مسیح کے اوتار میں دیکھا اور اس واسطے ہفتہ کا پہلا دن سبت مقرر ہو گیا۔ مسیح تو بار بار اسبات کا اعلان کرتا تھا۔ کہ اُس کا کام صرف یہودیوں سے تھا۔ اور اُسکی تعلیم صرف بنی اسرائیل کیلئے مخصوص تھی۔ انہوں نے چند معجزے دکھائے اس نیت سے نہیں کہ اپنی اُلوہیت کا ثبوت دے۔ بلکہ اسلیئے کہ یہ کام جو باپ نے مجھے سونپے ہیں انکو پورا کروں یعنی یہ کام جو میں کرتا ہوں مجھ پر گواہی دیتے ہیں کہ باپ نے مجھے بھیجا ہے (یوحنا باب ۵ آیت ۳۶) "میں آپ سے کچھ کو نہیں سکتا" (یوحنا باب ۵ آیت ۳۰) "میں اسلیئے نہیں آیا کہ جہان پر حکم کروں (یوحنا باب ۱۲ آیت ۴۷) ✦ اس نے کبھی یہ دعویٰ نہ کیا کہ وہ گناہوں کی شفاعت کریگا۔ یا خود ان کو معاف کریگا اسکی تو دُعا کی "اے باپ ان کو معاف کر۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں" (لوقا باب ۲۳ آیت ۳۴) یہ تھے اُس کے آخری الفاظ۔ اُس نے صاف طور پر اقرار کیا کہ جو کچھ اُس پر وحی کیا گیا اسکے سوا اسکو کوئی اور علم غیب نہ تھا۔ مگر اس دن اور گھڑی کی بابت سوائے باپ کے نہ تو فرشتے جو آسمان پر ہیں اور نہ بیٹا کوئی نہیں جانتا ہے (مرقس باب ۱۳ آیت ۳۲) اس کا خدا خدائے واحد تھا۔ فرمایا "وہ خداوند جو ہمارا خدا ہے ایک ہی خدا ہے" (مرقس باب ۱۲ آیت ۲۹) اور اس سے بزرگ تر تھا۔ فرمایا "کیونکہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے" (یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۸) ✦

اِن تمام آیات انجیل سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ محض ایک نبی تھے جو یہودیوں کے مذہب کی اصلاح کرنے آئے تھے نہ کہ ایک نیا مذہب قائم کرنے کیلئے۔ موجودہ عیسائی کلیسیا حضرت عیسیٰ کو ایک بالکل نئی اور مختلف شکل میں پیش کرتا ہے۔ اور موجودہ مذہب عیسائیت کا ڈھانچہ پولوس کی تحریروں کا نتیجہ ہے۔ موجودہ کلیسیا میں مسیح مندرجہ ذیل اشکال میں پیش کیا جاتا ہے۔ "بڑا کاہن" "کلام اللہ" "خدا کا اوتار" "خدائے ثلاثی" "خدا کا اکلوتا بیٹا" "خدا کے تخت پر ہمنشین" "خدا در جسم انسانی" "یہ بار ہتعالے سب سے بڑا بچانے والا ہے جس نے گناہوں کی گٹھڑی اپنے کندھوں پر اُٹھا لی۔ ایک کامل نمونہ جس کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیئے" منصف

شفاعت کنندہ" "زندگی کی خوراک یا سہارا" - ابدی زندگی دینے والا - ایک ایسی ہستی عظیم جس پر ایمان لانے کی وقعت خدا کے نزدیک مجسم نیکی سے زیادہ ہے وغیرہ وغیرہ - ایک اہل بصیرہ بڑی آسانی سے دیکھ سکتا ہے کہ موجودہ کلیسیا جس کو مسیح کی طرف سونپا جاتا ہے اس کا بانی پولوس تھا نہ کہ مسیح - ٹالسٹائی مسیح اور سینٹ پال کی تعلیموں کو مطابقت نہ دے سکا اور اس عقدہ مشکل کا حل یوں کیا کہ سینٹ پال اور اسکی تعلیم کو رد کر دیا +

اس میں شک نہیں کہ مسیح صداقت کو کامل اور اکمل طور پر بیان نہ کر سکا ایک آدمی سینٹ پال کو روح القدس سے بھرپور خیال کر کے کہہ سکتا ہے کہ اس نے کامل طور پر صداقت کو بیان کیا - جیسا کہ تسکین دہندہ نے بموجب پیشگوئی حضرت مسیح کرنا تھا لیکن یہ صورت اس صورت میں ہو سکتا تھا جبکہ مسیح اور سینٹ پال کی تعلیموں میں کوئی بین فرق نمایاں نہ ہوتا - اور نیز اگر سینٹ پال کی وحی اور عقاید کا سراغ انسانی ذرائع تک نہ پہنچتا مسئلہ کلام جو کہ یوحنا نے اپنی انجیل کے شروع میں بیان کیا ہے وہ تو یقیناً افلاطونی فلسفہ کا ایک مسئلہ تھا جس کو الیگزنڈرین فلسفہ نے بہت عروج دیا - جو کچھ سینٹ پال کے خطوط میں مسیح کی بابت لکھا ہے - وہ تو اس وقت کے عام فلسفہ دانوں کا بیشتر از وعظ پال تھا سینٹ پال نے مختلف فلسفہ دانوں کی پیچ در پیچ تعلیمات کو ایک نئی شکل دے کر مسیح کو اس شکل میں پیش کر دیا اور موجودہ کلیسیا بھی مسیح کو اس شکل میں مانتا ہے - جب سینٹ پال کے اپنے ہم مذہبوں یعنی عیسائیوں نے اسکی تعلیم کو رد کر دیا - تو اسکو مجبوراً عام آدمیوں کو جن کو یہودی شریعت کے سخت قوانین کی پابندی میں بڑی دقت پیش آتی تھی وعظ کرنا شروع کیا سینٹ پال نے اپنے عقائد منوانے میں سہولت پیدا کرنے کیلئے اس وقت کے رائج عقائد اور اپنے عقاید کو بڑی چالاکی سے ایکدوسرے کے مشابہ کر کے پیش کیا - "وہ جو کہ شریعت کے ماتحت ہیں - اُن کیلئے میں بحیثیت مطیع شریعت آیا ہوں - تاکہ ان کو اپنے ساتھ ملا لوں - اور وہ جو کہ شریعت سے باہر ہیں - ان کیلئے میں بحیثیت بیروں از شریعت آیا ہوں تاکہ ان کو بھی میں اپنے ساتھ ملا لوں (پہلا قرنطیوں باب ۹ آیت ۲۰ - ۲۱) اسکی اپنی قوم ایک مسیح کی منتظر تھی جس نے داؤد علیہ السلام کی گمشدہ بادشاہت ان کو واپس دلانی تھی - اور کلام کی بابت فلسفہ دانوں کا جو خیال تھا وہ بھی یہودی قوم

سکے بہت سے افراد کے دلوں کو لبھا رہا تھا سینٹ پال نے ان دونوں باتوں کو جمع کر کے پیش کردیا۔ اور یہی موجودہ کلیسائے مسیحی ہے۔ مَیں یہاں پر چند اقوال فائلو کے جو کہ ایک مشہور و معروف یہودی فلاسفر تھا درج کر دیتا ہوں۔ اور ان عالم اور فاضل اصحاب پہ جنہوں نے کیمبرج کی بحث میں حصہ لیا اسبات کا فیصلہ چھوڑتا ہوں کہ درحقیقت کلیسا کا بانی کون تھا۔ ان اقوال کو مَیں نے ڈاکٹر جان ڈینہم پارسن مصنف "ہمارا خدا" سے لیا ہے:

"کلام جس سے دُنیا بنائی گئی تھی خدائے تعالےٰ کا اوتار ہے"۔ جس طرح وہ لوگ جو کہ سُورج پر نظر نہیں جما سکتے۔ اور اسکی عکسی شعاعوں کو سُورج خیال کر لیتے ہیں۔ اسی طرح خدا کا اوتار یعنی اس کا کلام خود خدا تسلیم کیا جاتا ہے"۔ "بڑا پوجاری کون ہے خدا کا پلوٹھا بیٹا"۔ "اس کا کلام اس کا ترجمان ہے"۔ "پھر وہ بشکل انسان آیا"۔ "اس کا پلوٹھا بیٹا"۔ "چنانچہ کلام تمام فانی چیزوں کا بیرو کار ہے"۔ "بحیثیت خدا کا اوتار ہونے کے اور تمام ذی فہم مخلوق میں پلوٹھا ہونے کے" "خدا کے ساتھ بغیر کسی حدّ فاصل کے ہمنشین ہے"۔ "ہم ایمان رکھتے ہیں کہ بڑے کاہن سے مُراد کلام ہے جو کہ بوجہ آسمانی ماں باپ رکھنے کے تمام ان گناہوں سے منزّہ ہے جو بالارادہ یا بلاارادہ کیئے جاویں"۔ "خدا تعالےٰ کامل انتظام اور انصاف سے حکومت کرتا ہے اس نے اپنے پلوٹھے بیٹے یعنے کلام راست کو اپنے متبرک گلّے کی حفاظت کے لیئے مقرر کیا ہے۔ جس طرح ایک طاقتور شہزادہ اپنے نائب مقرر کرتا ہے"۔ "یہ ہے روٹی یعنی وہ خوراک جو خدا نے انسان کی رُوح یعنی کلام کیلئے مُہیا کی۔ خدا سب چیزوں کا سرچشمۂ اوّل ہے اور کلام اللہ نمبر دو"۔ "اسکے متبرک گلّے کا نگہبان گڈریا"۔

کیا عجیب بات ہے کہ ان دقیانوسی اقوال سے ہمارے کان ناآشنا معلوم نہیں ہوتے بلکہ جو کچھ ہم روزمرّہ گرجا میں سُنتے ہیں اُس سے بہت کچھ مشابہت رکھتے ہیں۔ اس مواصلت سے کیا یہ امر ثابت نہیں ہوجاتا کہ سینٹ پال کی تحریرات اور یوحنّا کی انجیل کے بعض حصّے فائلو اور اُسکے ہمعصر فلسفہ دانوں کے خیالات کی گونج ہیں۔ انھوں نے بھی اسیطرح کلام کو سرچشمۂ فیوض قرار دیا۔ اور اس قسم کے فقرے اکثر ان کی تقریروں میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً کلام۔ خدائی میں دوسرے درجہ پر کون ہے۔ خدا کی شکل کے مطابق بنایا گیا۔ خدا کے داہنے ہاتھ پر مسند نشین معصوم انسان۔ بندگی کی خوراک

ابن خدا تھا اور خالق اور مخلوق کے مابین شفیع وغیرہ وغیرہ۔ الغرض اگر ان تمام باتوں کا جو کہ کلیسیائے مسیحی کے حقیقی بنیادی اصول ہیں ان کا سراغ فائلو اور دیگر فلاسفروں تک بوساطت سینٹ پال پہنچے اور ساتھ ہی مسیح کے الفاظ اسکی کسی طرح تائید بھی کرتے ہوں تو ہم ہرگز یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ کلیسا کی بنیاد وحی اور الہام پر ہے۔ اور ہم یہ بھی نہیں مان سکتے کہ موجودہ کلیسیا اس مسیح کے الفاظ کا نتیجہ ہے جو یہودیوں کا پیغمبر تھا کیونکہ مندرجہ ذیل دو قول ان باتوں کے عین مشابہ نہیں جو کہ ہم عموماً گرجاؤں کی منبروں سے سنتے ہیں جبکہ پادری صاحبان اس مضمون پر وعظ کر رہے ہوں کہ مسیح کا خون نجات اور روح انسانی کی قیمت اور تاوان ہے:۔

"یہ کون ابن انسان ہے جو فہم رسا رکھتا ہو اور جب وہ عوام کے افعال قبیحہ کو دیکھے اور بآواز بلند خدا تعالے سے جو کہ سب سے بڑا بچانیوالا ہے یہ نہ کہہ اٹھے کہ ہم کو اس گناہ کی گٹھڑی سے آزاد کرو۔ اور روح کی ایک قیمت اور تاوان مقرر کر کے اسکو حقیقی آزادی اسکو عطا فرما دو (دی کونفیوس لنگ باب اول آیت ۵۳ الیہ) اس وجہ سے وہ ان تمام لوگوں کو جو کہ زندگی کی دوڑ میں کوشش کرنے کے قابل ہیں ابھارتا ہے کہ وہ اللہ تعالے کے کلام کی طرف پورے زور سے رخ کریں۔ کیونکہ وہی تمام عقل کا سرچشمہ ہے تا وہ جس کے متبرک چشمہ سے سیراب ہو کر وہ بجائے موت کے ابدی زندگی کا صلہ حاصل کرے گا۔"

ڈی پوسٹیریو جس باب اول آیت ۵۶۰ و ۳۱

(چارلس سلمان سیجلیج)

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خلاصہ حساب آمد و خرچ بابت سنہ ۱۹۱۶ء از کتب منشی بلال نور احمد منیجر دفتر ووکنگ از جنوری سنہ ۱۹۱۶ء تا ۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء و از یادداشت ملک عبد القیوم محاسب دفتر ووکنگ بابت آخیری آٹھ یوم دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء و از کتب خواجہ عبد الغنی منیجر دفتر لاہور بابت سنہ ۱۹۱۶ء

نقشہ آمد و خرچ بابت سال سنہ ۱۹۱۶ء

آمد	پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن در انگلستان بروے نقشہ (ا)	۰	۱۰	۱۶۲۶
امداد مشن در ہندوستان بروے نقشہ (ب)	۹	۹	۴۲۱۱
آمد رسالہ اسلامک ریویو در انگلستان مد قیمت	۰	۲	۱۰۹۶
آمد 〃 〃 در ہندوستان 〃		۳	۶۷۸۵
آمد بغرض مفت تقسیم رسالہ و دیگر لٹریچر در ہند (ج)	۰	۰	۱۲۵۰
امداد خصوصی برائے مفت تقسیم رسالہ و امداد مشن	-	۰	۶۰۰۰
از عالیجناب ہز ہائینس میر حمید اللہ خان صاحب بہادر بھوپال بابت مفت تقسیم رسالہ و دیگر لٹریچر بابت سال سنہ ۱۹۱۶ء	۰	۰	۶۰۰
سفر خرچ از انجمن فرخ آباد	۰	۰	۵۵
قیمت کتاب ام الالسنہ و دیگر کتب بک ڈپو	۹	۱	۳۵۳
میزان کل	۶	۱۰	۲۱۹۷۷

خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ ایڈیٹوریل سٹاف و دیگر عملہ لاہور و ووکنگ بروے نقشہ (د)	۰	۰	۶۳۷۳
اخراجات طبع اسلامک ریویو و محصول ڈاک در انگلستان (ہ)	۰	۰	۷۷۱۹
اخراجات لنگر خانہ و دیگر اخراجات ووکنگ (و)	۰	۱۲	۸۰۴۴
کرایہ جہاز تبدیلی عملہ - - (ز)	۰	۶	۲۵۸۷
اخراجات دورہ خواجہ صاحب در ہند و دیگر ایجنٹان (ح)	۰	۸	۶۳۵
تیاری پارچات وغیرہ عملہ جو ولایت کو گیا	۰	۸	۱۲۱
محصول ڈاک متعلقہ اسلامک ریویو وی پی وغیرہ در ہند - - -	۹	۷	۳۸۱
سٹیشنری معہ کاغذ وغیرہ در ہند	۹	۱۲	۷۸
واپسی رقوم جو ڈاک آئیں جو غلطی سے ووکنگ فنڈ میں جمع ہوئیں جو در اصل ووکنگ فنڈ کی نہ تھیں	۰	۸	۸۳
قرضہ حسنہ - - - -	۹	۶	۶۰۰
قیمت اشیاء جو وقتاً فوقتاً ووکنگ کو ارسال ہوئیں مثلاً لحاف کمبل - تپائیاں	۰	۷	۱۲۲
متفرق در ہندوستان و انگلستان جس میں لاہور دفتر کی الماریاں بھی شامل ہیں ...	۰	۱۵	۱۲۰
میزان کل	۳	۱۱	۲۶۸۶۸

دستخط
خواجہ عبد الغنی سیکرٹری دفتر لاہور

دستخط
بلال نور احمد سابق محاسب ووکنگ
حال محاسب اسلامک ریویو دفتر لاہور

دستخط
ملک عبد القیوم محاسب
دفتر اسلامک ریویو ووکنگ

نقشہ الف

تفصیل آمد امداد مشن در انگلستان	پنس	شلنگ	پونڈ	پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن جو انگلستان میں وصول ہوئی ۔	۴	۴	۳۸			
از گورنمنٹ وار آفس بابت دعوت مسلم سپاہیان جو عید کے موقعہ پر شامل نماز ہوئے	۰	۰	۱۵			
از بورڈران بابت خوراک جو ووکنگ میں رہے	۶	۴	۵۵			
کل میزان	۱۰	۸	۱۰۸	-	۱۰	۱۶۲۶

نوٹ: میموریل ہوس ملحقہ مسجد ووکنگ میں علاوہ عملہ مشن کے بعض اور احباب بھی عارضی طور پر آکر وقتاً فوقتاً مسنونہ میعاد مہمانداری سے زیادہ عرصہ کیلئے رہتے ہیں ایسے احباب خرچ خوراک اپنا دیتے ہیں انہیں میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے واپسی انگلستان پر اپنے آپ کو شامل کیا ہے +

العبد

بلال نور احمد و ملک عبد القیوم محاسب ووکنگ

نقشہ ب فہرست زر عطیہ و امداد ووکنگ مسلم مشن سنہ ۱۹۱۶ء

تفصیل	پائی	آنہ	روپیہ
از شیخ صاحب منگرول جو	۰	۰	۷۵۰
اعانت از نواب صاحب ٹانیہ	-	-	۲۰۰
آمد معرفت مسز نائڈو از دکن	۳	۱	۹۰۰
از منافع رسالہ اشاعت اسلام	۰	۰	۳۰۰
اعانت از اہلیہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب مشنری ووکنگ	۰	۰	۱۰۰
از نظام کلب دکن بار چہارم بہ تفصیل ذیل مولوی سید زین العابدین صاحب بلگرامی	۰	-	۱۵۸

نوٹ: ریاست منگرول کا چندہ اعانت جو بسبب کردگی عالیجناب لامرانب شیخ صاحب منگرول وصول ہوا تیرہ سو روپیہ تھا۔ جو حسب ایماء شیخ صاحب ذیل مدات میں تقسیم کیا گیا مبلغ ۷۵۰ روپیہ برائے اغراض مشن بمد نقشہ ۔ ۲۵۰ روپیہ مفت تقسیم رسالہ جو نقشہ ج میں اندراج ہوا ہے ۳۰۰ بمد طبع قرآن کریم جو کمیٹی ترجمۃ القرآن کریم کے حوالہ کیا گیا اس چندہ میں زیادہ تر رقم عالیجناب شیخ صاحب منگرول کی جیب خاص سے تھی +

اسکی تفصیل جو انہوں نے دی وہ حسب ذیل ہے: مبلغ [illegible] از مسز نائڈو ۔ قیمت رسالہ اردو [illegible] قیمت رسالہ اردو بصیغہ حالی [illegible] مسجد کا چندہ [illegible] کل [illegible] رسالہ انگریزی [illegible] کل [illegible] روپے اسمیں سے [illegible] روپیہ خرچ اشتہارات وغیرہ جو لیکچر ٹاؤن ہال پر خرچ ہوا۔ اور پندرہ روپے انہوں نے بابت سفر خرچ عبد الوحید [illegible] کے باقی [illegible] جو بھیجے [illegible] ہے اور بقیہ فیس منی آرڈر یا چک وغیرہ ہوگی +

نام	رقم	پائی	آنہ	روپیہ
جناب دیا شنکر جیا نند صاحب - کتیانہ	سہ/			
,, مولا بخش صاحب ,,	سہ/			
,, تلسی داس ,, ,,	سہ/			
,, علی بھائی محمد بھائی ,,	سہ/			
,, بڈو دکھو کھر - ,, کتیانہ	صہ/			
,, حیات خان صاحب سُرودنی	صہ/			
,, ابو بکر حاجی فقیر محمد جا ملا صاحب	صہ/			
,, حاجی محمد صاحب لاکھانی	عمہ/			
,, ابو بکر حاجی ڈاڈا صاحب	عمہ/			
,, یوسف حاجی ہاشم صاحب دیدا دل کاٹھیاواڑ	عہ			
,, از معلوم الاسم - مانا وڈر سٹیٹ	صہ			
,, آغا عبد الرحیم خان صاحب النصابی پروفیسر مشن جوناگڈھ کالج	بعہ			
,, نواب سلطان محمد خان صاحب جوناگڈھ	عہ			
مندرجہ ذیل رقوم مبلغ ۸۶ / ۸ روپیہ جناب عبد الوہاب صاحب سوداگر صدر بازار دہلی فراہم ہوئیں بتفصیل ذیل				
,, فخر الدین - دہلی -	عہ/			
,, محمد فاروق صاحب ,,	عہ/			
,, عبد العزیز ,,	عہ/			
,, شفیع اللہ ,,	عہ/			
,, انعام الٰہی ,,	عہ/			
,, عبد الرحیم عبد الرشید	عہ/			

نام	رقم	پائی	آنہ	روپیہ
جناب عبد الحق صاحب دہلی	عہ/			
,, عبد الخالق ,, ,,	عہ/			
,, عبد الوحی عبد الستار ,,	عہ/			
,, رفیع اللہ محمد صدیق ,,	سے/			
,, قمر الدین صاحب ,,	عہ/			
,, نور الٰہی محمد علی خان ,,	عہ/			
,, حاجی محبوب علی ,, ,,	عہ/			
,, عبد الکریم ,, ,,	عہ/			
,, محمود حق ,, ,,	عہ/			
,, محمد احمد ,, ,,	عہ/			
,, خلیل الرحمٰن ,, ,,	عہ/			
,, نور حسن ,, ,,	عہ/			
,, محمد اشفاق ,, ,,	عہ/			
,, محمود حق ,, ,,	عہ/			
,, نور دین ,, ,,	عہ/			
,, محمد اسحٰق اللہ دیا ,,	صہ/			
,, محمد امین ,, ,,	عہ/			
,, مبارک علی ,, ,,	عہ/			
,, فیاض الدین سکمیتی ,, ,,	عہ/			
,, عباد اللہ و احسان اللہ ,,	عہ/			
,, حاجی میاں و جان احمد میاں ,,	عہ/			
,, احمد دین و عبد الکریم ,,	عہ/			
,, نور حسن و محمد شریف حسن ,,	عہ/			

نام		رقم
جناب کرم الٰہی صاحب دہلی		عہ/
ر عبدالظفر و محمد صدیق صاحب دہلی		عالہ/
ر عبدالغنی صاحب گلٹ والا	ر	عہ/
ر محمد ابراہیم صاحب	ر	عہ/
ر محمد اشفاق	ر ر	عہ/
ر شہاب الدین	ر ر	عہ/
ر حاجی عبدالرزاق	ر ر	عہ/
ر محمد اشفاق	ر ر	عہ/
ر محمد اشفاق	ر ر	عہ/
ر منشی محمد صدیق	ر ر	عہ/
ر سعید	ر ر	عہ/
ر احمد خان ولد محمد خان	ر	عالہ/
ر رفیع الدین	ر ر	عہ/
ر محمد رفیع	ر ر	عہ/
ر محمد یعقوب	ر ر	عہ/
ر محمد ابراہیم	ر ر	عہ/
ر محمد صدیق	ر ر	عہ/
ر محمد اسمٰعیل	ر ر	عہ/
ر ذکاء اللہ	ر ر	عہ/
ر عبدالرزاق	ر ر	عہ/
ر عبدالرحمٰن	ر ر	عہ/
ر محمد شفیع	ر ر	عہ/
ر عبدالغنی	ر ر	عہ/

نام		رقم	پائی	آنہ	روپیہ
جناب فضل الٰہی و محبوب الٰہی صاحب دہلی		عہ/			
ر کرم الٰہی و لال کمپنی	ر ر	عہ/			
ر محمد بخش صاحب گلٹ والا	ر	عہ/			
ر محمد صدیق و محمد حسن صاحب	ر	عہ/			
ر ابوالحسن	ر ر	عہ/			
ذوق الدین	ر ر	عہ/			
ر عبدالسلام	ر ر	عہ/			
ر محمد صادق	ر ر	عہ/			
ر عبدالقادر و عبدالستار	ر	عہ/			
ر محمد شفیع	ر ر	عہ/			
ر عبدالعزیز سراج دین	ر	عہ/			
ر عبدالعزیز محمد رفیع	ر ر	عہ/			
ر حمید خان	ر ر	عہ/			
ر محمد صدیق و محمد نعیم	ر ر	عہ/			
ر حاجی احسان اللہ	ر ر	عہ/			
ر سراج الدین	ر ر	۸/			
ر محمد اسمٰعیل	ر ر	عہ/			
ر نور الٰہی کمپنی	ر ر	عہ/			
ر اسمٰعیل و ابراہیم	ر ر	عالہ/			
ر محمد رفیع	ر ر	عہ/			
ر محمد صدیق الدین	ر ر	عہ/			
ر عبدالحق	ر ر	عہ/			
ر محمد امین	ر ر	عہ/			

نام	پائی	آنہ	روپیہ
جناب بخش الٰہی صاحب دہلی عہ/			
" عزیز الرحمان عہ/			
" محمد دین عہ/			
" محمد امیر و محمد سعید تاجران فروش دہلی سے/			
" پیرجی عبد الحمید صاحب دہلی عہ/			
" شیخ احمد اللہ صاحب " سے/			
" بندہ خدا " " عہ/			
" محمد سراج و عبد الجلیل " عہ/			
" بندہ خدا " " عہ/			
" سکے رعبد الحکیم صاحب " عہ/			
" اسم نامعلوم " " ١عہ			
" از منگرول معرفت جناب ابا رحمت اللہ صاحب			
" یوسف محمد صاحب منگرول صہ/			
" غنی کریم " " صہ/			
" نور محمد عزنی " " عہ/			
" نور محمد " " سے/			
" حاجی ایوب حاجی محمد " " لعہ/			
" احمد عبد الکریم " " عہ/			
" حبیب حاجی جانور " " عہ/			
" ابا رحمت اللہ " " عہ/			
" ابراہیم یوسف " " عہ/			
" عبد اللہ عزنی " " ۸/			
" کریم عزنی " " ۱۲/			
" حاجی اسمعیل " " ۸/			

نام	پائی	آنہ	روپیہ
جناب عبد اللطیف صاحب منگرول عہ/			
" قاسم غنی صاحب " عہ/			
" ابراہیم قاسم " " عہ/			
" موسیٰ حبیب " " ۸/			
" اسمعیل کریم " " عہ/			
" ولی صالح " " عہ/			
" کریم آبن " " عہ/			
" حبیب تاسو " " عہ/			
" غنی موسیٰ " " عہ/			
" ہاشم علی " " ۴/			
" کریم نور محمد " " عہ/			
" یوسف سلیمان " " عہ/ ۸/			
" حبیب سلیمان " " عہ/			
" غنی سلیمان " " عہ/			
" اسمعیل سلیمان " " ۸/			
" غنی ولی " " ۴/			
" حاجی اسحٰق احمد " " عہ/			
" یوسف عمر " " ۴/			
" کریم موسیٰ " " ۴/			
" احمد اسحٰق " " عہ/ ۸/			
" عثمان غنی " " ۴/			
" کریم اسمعیل " " ۸/			
" کریم نور محمد " " ۸/			

نقشہ د

	پائی	آنہ	روپیہ
ایڈیٹوریل سٹاف - - - - - - - - -	۰	۰	۴۹۷۵
دیگر عملہ ووکنگ و لاہور - - - - - - - - -	۰	۰	۱۳۹۸
میزان کل -	۰	۰	۶۳۷۳

یہ رقم ہردو لاہور میں لنڈن ہوسٹل سے علاوہ ووکنگ کا عملہ ادنے باورچی مکان کیلئے چار ودمن وغیرہ ہے جو نقشہ ا و میں درج ہے ۔

دستخط
عبد القیوم عبد الغنی

نقشہ ہ

تفصیل اخراجات طبع رسالہ اسلامک ریویو و بلاک تصاویر در انگلستان ۔

	پنس	شلنگ	پونڈ	پائی	آنہ	روپیہ
بابت اجرت طبع رسالہ اسلامک ریویو - - - - - - -	۳	۷	۳۱۷			
بلاک تصاویر - - - - - - - - -	۸	۱۰	۱۷			
محصول ڈاک - - - - - - - - -	۱۰	۴	۱۴۳			
سائر خرچ - - - - - - - - -	۸	۱۸	۱			
اجرت نامہ نگاران رسالہ - - - - - - - -	۷	۱۰	۳۴			
میزان	۰	۱۲	۵۱۴	۰	۰	۷۷۱۹

دستخط - بلال نور احمد محاسب ووکنگ حال محاسب دفتر لاہور

نقشہ و

خلاصہ حساب خرچ در سال سنہ ۱۹۱۶ء - از کتب دفتر مرتبہ شیخ بلال نور احمد بلال محاسب ووکنگ

	پنس	شلنگ	پونڈ	پائی	آنہ	روپیہ
خوراک مہمانان علاوہ اخراجات عیدین	۶	۱۹	۱۱۹			
خوراک لنچ طلباء و خوراک عملہ[1]	۴ ۱/۲	۸	۱۷۳			

[1] ... سے اس عملہ ادنے متعلقہ باورچیخانہ و صفائی مکان وغیرہ بجز کل عملہ کا خرچ خوراک ان کے ذمہ ہے ایکا موجب ... کر دیا گیا عبد القیوم محاسب ووکنگ

	پنس	شلنگ	پونڈ	پائی	آنہ	روپیہ
لوکل اشتہارات بغرض لیکچر و سرمن	۶	۱۷	۴			
روشنی بجلی مسجد و کوئلہ بغرض گرم کرنے مسجد ووکنگ	۸	۱۸	۱۵			
روشنی بجلی و کوئلہ و دیگر ضروریات مکان میموریل ہوس ملحقہ مسجد ووکنگ	۴	۶	۲۹			
کرایہ ریلوے بغرض جمعہ و دیگر مقامات برائے لیکچر	۱۰½	۴	۲۳			
سالانہ چندہ مشن ووکنگ	۸	۸	۲			
مولفۃ القلوب	۶	۴	۲۹			
خرچ عیدین و کرسمس	۸	۱۶	۲۷			
کتب برائے کتب خانہ	۳	۱۱	۲			
تنخواہ عملہ ادنےٰ باورچی وغیرہ	۴	۶	۳۰			
ملک عبد القیوم صاحب بابت تنخواہ علے الحساب	۰	۰	۵۰			
مولوی صدر الدین صاحب و بلال نور احمد صاحب خرچ سفر	۲	۱۶	۲۱			
بعد رخصتی شیخ بلال نور احمد خرچ مشن بذریعہ ملک عبد القیوم صاحب آخر ہفتہ دوم اول دسمبر ۱۹۱۶ء	۶	۷	۸			
میزان	۴	۶	۵۳۶	۰	۱۲	۸۰۴۲

دستخط - بلال نور احمد محاسب دفتر ووکنگ حال محاسب لاہور

نقشہ ش

کرایہ ریلوے و جہاز برائے تبدیلی عملہ مابین لاہور و ووکنگ -

	پائی	آنہ	روپیہ
ملک عبد القیوم صاحب از لاہور تا ووکنگ سکینڈ کلاس و مبارک علی باورچی درجہ سوم و دیگر اخراجات -	۰	۰	۹۹۰
حضرت خواجہ کمال الدین صاحب - کرایہ جہاز و ریلوے از لاہور تا ووکنگ	۰	۰	۷۲۰
سفر خرچ حضرت مولوی صدر الدین صاحب و شیخ بلال نور احمد صاحب کرایہ جہاز و ریلوے - (حضرت مولوی صدر الدین صاحب کا کرایہ جہاز جو مارسیلز تا بمبئی پہلے ادا ہو چکا تھا شامل ہے)	۰	۶	۸۷۷
میزان		۶	۲۵۸۷

دستخط خواجہ عبد الغنی   دستخط - ملک عبد القیوم

نقشہ ح

سفر خرچ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب در ہندوستان (کراچی۔ علیگڈھ۔ بھوپال منگرول وغیرہ وغیرہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔)	۰	۰	۳۸۰
۴ تنخواہ ایجنٹان معہ سفر خرچ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۰	۸	۲۵۵
میزان	۰	۸	۶۳۵

دستخط ۔ خواجہ عبد الغنی محاسب دفتر لاہور

قرآن کریم نے کس طرح تعلیم اور علم طبیعی کو ایک نئی وسعت عطا فرمائی

از قلم سید احسان البکری

(یہ مضمون نیولا ئیٹ سمر سکول کے ممبران کے سامنے زیر صدارت جناب ڈاکٹر ا و ۔ ایی ملّر صاحب پی ایچ ڈی پڑھا گیا) ✦

ہمیشہ سے تاریخ دانوں کیلئے یہ ایک بڑا دلچسپ مضمون رہا ہے کہ وہ اُن وجوہات کی پڑتال کریں جنکی وجہ سے علم اور تعلیم کو ایک نمایاں ترقی عین اُس وقت ہوئی جب اسلام دُنیا میں آیا۔ جو کچھ اہل یورپ نے اہل یونان یا روما سے حاصل کیا تھا وہ تو عیسائی معبدوں کے پوشیدہ ترین کونوں میں مخفی تھا۔ اس وقت علم حاصل کرنا ایک گناہ کبیرہ سمجھا جاتا تھا۔ چاروں طرف جہالت ہر قوم کا خاصہ ہو گیا تھا۔ اور جو کچھ اُن کے آبا و اجداد نے علم کی مختلف فروع کی بابت چھوڑا تھا وہ سب کا سب بہ نسیان میں غرق ہو چکا تھا جہالت اور گمراہی کے بادل چاروں طرف محیط تھے خصوصاً عرب میں جہاں کہ ظلمت اور ضلالت سب سے زیادہ تھی۔ اہل عرب اُمّیوں کے لقب سے مشہور تھے یعنی وہ قوم جو کامل طور پر اَن پڑھ تھی۔ ان حالات کے ماتحت کیا یہ ایک معجزہ نہیں کہ پیغمبر خدا کی بعثت ایک ایسے لوگوں میں ہو جو دُنیا میں سب سے زیادہ اجہل ہوں اور وہ ان کو اپنے بہترین اصولہائے معاشرت سکھا کر علم و فضل میں سب قوموں سے آگے بڑھا دے۔ اسلام کی ابتدا سے چند ہی سال بعد عرب لوگ اس وقت کی معلومہ دُنیا کیلئے علم و تدریس کی مشعل بردار بن گئے ✦

حقیقت تو یہ ہے کہ موجودہ طریق تعلیم اور قبل از اسلام طرز تدریس میں اسلام ایک عظیم الشان حد فاصل ہے۔ زمانۂ قدیم کے لوگ صرف لفظی اور خیالی بحثوں میں حصہ لیتے تھے۔ اور اپنے اوقات کو ایسے مسئلوں

۴۔ ایک ایجنٹ چند ماہ رکھا گیا۔ دوسرا ایجنٹ کام کر رہا ہے۔

پر صرف کر دیتے تھے جن کا کوئی اثر عملی زندگی پر نہ ہوتا تھا۔ عالم فاضل کا خطاب ان راہبوں اور پجاریوں کو دیا جاتا تھا جو اپنی عمر کا بیشتر حصہ ایک معبد یا استھان یا مندر کی چار دیواری کے اندر گذار دیتے تھے۔ اسلام جب دنیا میں آیا تو اس نے تمام کائنات کو ایک مطالعہ کا مضمون اور دنیا کو ایک درسگاہ قرار دیا۔ اور کیا یہ ایک مسلمہ امر نہیں ہے کہ باوجود اسباب کے کہ اس وقت منطق فلسفہ شاعری اور دیگر مضامین کا چرچا تو کثرت سے تھا لیکن ہم کو یہ پتہ بالکل نہیں چلتا کہ اسلام کی بعثت سے پہلے بھی کسی نے کوئی باقاعدہ کوشش ان معلومات بڑھانے کیلئے کی جن کو آج کل علوم جدیدہ کہا جاتا ہے۔ اسلام کے پیروؤں نے نہ صرف علم کی ان سب فروع کو وسعت و ترقی دی بلکہ علوم میں بھی ایک قابل قدر اضافہ کیا۔ یہ مسلمانوں ہی کا کام تھا کہ انہوں نے پرانی یونانی تصانیف کو جو کہ صفحہ ہستی سے نابود ہو چکی تھیں ان میں دوبارہ زندگی کی روح پھونک دی۔ یہ زبان عربی ہی کی بدولت تھا کہ یورپ کو بھی ٹولومی (جو ایک بہت بڑا مہندس گذرا ہے) کی تصانیف کا ترجمہ لاطینی زبان میں میسر ہوا۔ اور علم ہندسہ کا بھی یہی حال ہے۔ ارسطو کی تصانیف کا علم جو یورپ کو ملا تو اہل عرب کی بدولت ملا۔ کیونکہ انہوں نے اسکی حفاظت کی۔ اور اسکے اس اصول کی پیروی بھی کہ حالات کو عملی طور پر پرکھنا چاہیئے۔ عربوں نے تو الگزینڈرین سکول فلسفہ کی عملی تعلیم کو مان لیا۔ اور اس وقت کے عیسائیوں نے افلاطون اور ایتھنین سکول فلسفہ کی تعلیم کو وسعت اور مدد دی کیونکہ انکے اصول بھی انسان کو آزادانہ رائے کیطرف مائل کرتے تھے۔ ہم یہ دعویٰ بھی کر سکتے ہیں۔ کہ فصاحت اور بلاغت کی ابتدا بھی عرب ہی سے ہوئی اور مسلمانوں کے وسیلہ سے اہل یورپ کے ہاتھ لگی۔ مسلمانوں نے روحانی دولت کے تین خزانے کھولدیئے اوّل فلسفہ جس کو یونانیوں کے غرور نے بدنام اور اہل روما کی گندی عادات نے بالکل بیجان کر دیا تھا۔ دوم علم حساب اور اسکے فروع۔ سوم علم قدرت و تجربہ جس کی قدر نہ تو یونانیوں نے کی اور نہ اہل روما نے۔ لیکن جو ایک مشرقی عالم تھا اس نے اپنا فلسفہ عربوں سے سیکھا۔ پوپ سلوسٹر ثانی جس کو اس وقت کے جاہل اہل یورپ بوجہ ان کے علم کے ساحر قرار دیتے تھے۔ اس نے مسلم کالجوں میں تعلیم پائی تھی۔ یہ امر تو اب مسلم ہے کہ علم کیمیا کے موجد اہل عرب ہی ہیں جیسا کہ خود اس لفظ سے ظاہر ہے۔ علاج معالجہ اور دوائی کے استعمال کو مسلمانوں نے بہت توسیع دی۔ مسلم ممالک کے تمام بڑے بڑے شہروں میں ہسپتال یا دوا خانے بمعہ قابل دائیوں کے اور لائق حکیموں کے پائے جاتے

تھے سپین میں ایک جانوروں کے ہسپتال کی بنیاد رکھی گئی ۔ اہل یورپ جب بیمار ہو جاتے تو کسی ولی
یا بزرگ کے مزار پر شفا حاصل کرنے کیلئے جاتے لیکن ایک مسلم اپنے علاج کیلئے ہسپتال جایا
کرتا تھا ۔ صرف بغداد میں ہی ۸۶۰ سند یافتہ معالج تھے ۔ علم نجوم ۔ علم ہندسہ اور علم نباتات اور
علم بصارت ان سب علوم کی تاریخیں اس عظیم الشان کام کی زندہ شہادتیں ہیں جو کہ مسلمانوں نے کئے ۔
کاشتکاری میں جو ترقی اور اصلاحیں ہوئیں وہ بھی پہلے پہل کے مسلمانوں کی جدوجہد کا نتیجہ
تھیں ۔ جیسا کہ سپین میں ان کی آبپاشی کے انتظام کے نشانات صاف طور پر بتلا رہے ہیں ۔
مصر میں مسلمان خلیفوں کے ماتحت آج کل کی قابل زراعت زمین سے پانچ گنہ زیادہ زمین
قابل زراعت تھی مسلمانوں ہی نے روئی کا پودہ یورپ میں پہلے پہل لگایا ۔ اور اسی طرح
گنا بھی لگایا ۔ جو کہ بعد ازاں جزائر مشرقی تک پہنچ گیا ۔ ریشم و سوت کا تننا ۔ چھینٹ کا
چھاپنا ۔ کپڑوں اور دیگر اشیاء کا رنگنا ۔ شیشے کا تیار کرنا ۔ یہ سب ان بہت سی
دستکاریوں میں سے چند ہیں جن کو مسلمانوں نے کمال تک پہنچایا ۔ پہلے پہل کے مسلمانوں
نے ہوا میں پرواز کی کوشش بھی کی ۔ اور عبد القاسم شیشے کا موجد اس پرواز میں جزوی طور پر
کامیاب ہوا لیکن بد قسمتی سے نیچے گر پڑا اور مر گیا ۔ یہ تو میرے مضمون کی حدود سے باہر ہے کہ میں ان تمام
علوم کو بالتفصیل بیان کروں جن کی وسعت اور ترقی میں اسلام نے بہت بڑا حصہ لیا ۔ میرے
خیال میں میرا اتنا کہنا کافی ہوگا ۔ کہ اسلام نے دیگر مذاہب سے بہت بڑھ چڑھ کر علم و تعلیم کی وسعت
میں کوشش کی ۔

ایک مسلمان کیلئے علم اور تعلیم ایک مذہبی فرض ہے ہر ایک مسلم مرد اور عورت پر تعلیم حاصل
کرنا فرض ہے ۔ میں یہ بات بھی آپ کے ذہن نشین کرا دینی چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی ساری علمی ترقی
کا راز سوائے قرآن شریف کے اور کچھ نہیں ۔ میں صرف دو تین آیات قرآن شریف سے نقل کر دیتا ہوں
(اگرچہ اس قسم کی آیات سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے) جن سے نہ صرف یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ
جاوے گی کہ مسلمانوں کے دلوں کو کس طرح تعلیم حاصل کرنے کیلئے تحریص دلائی گئی ہے ۔ بلکہ یہ بھی معلوم
ہو جاوے گا کہ کس طریقے سے اس کو تعلیم حاصل کرنی چاہئے ۔ فرمایا ۔ ان فی خلق السموات والارض
واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعودا

علیٰ جنوبھم و یتفکرون فی خلق السمٰوات والارض۔ ربنا ما خلقت ھذا باطلا۔ سبحٰنک فقنا عذاب النار (سورہ ۳ آیت ۱۸۹-۱۹۰) آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں اور دن رات کے ردوبدل میں عقلمندوں کیلئے نشانیاں ہیں۔ جو کھڑے بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور کرتے ہیں (کہتے ہیں) اے ہمارے رب تو نے اسکو بیفائدہ تو پیدا نہیں کیا۔ تو پاک ہے ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچائیو +

بیشتر اس کے میں مندرجہ بالا آیات پر کوئی بحث کروں میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اسبات کو ضرور مدّنظر رکھیں لفظ الوالباب کے معنے ذی فہم انسان ہیں۔ اور یہ ایک بہترین مسلم کی لازمی اور ضروری صفت ہے۔ اور لفظ سمٰوات والارض (آسمانوں و زمین) سے مُراد وہ تمام چیزیں ہیں جو کہ آسمان اور زمین میں پائی جاتی ہیں +

اب تو آپ صاحبان پر واضح ہو گیا ہو گا۔ کہ قرآن کے رُو سے ایک اچھے اور نیکوکار مُسلم کیلئے ضروری ہے کہ وہ دنیا کی ہر چیز کی خلقت پر غور و خوض کرے۔ اس نیت سے کہ وہ کوئی سُود مند نتائج اس سے اخذ کرے۔ جیسا کہ مندرجہ بالا آیات کے آخری حصہ سے ثابت ہے۔ فرمایا۔ تُو نے یہ (دُنیا) بیفائدہ تو نہیں بنائی۔ اور اس سوال کے پہلے لفظ ربّنا رکھا ہے۔ عربی لفظ رب کا ترجمہ عموماً انگریزی میں Lord یعنی مالک کیا گیا ہے لیکن دراصل اس کے اندر بہت سی ایسی باتیں ہیں جو لفظ مالک یا لارڈ میں نہیں۔ اسکے اندر خالق۔ پرورش کنندہ اور ترقی دہندہ صفات آجاتی ہیں یعنی ایک ایسی ہستی جو نہ صرف پیدا کرے بلکہ مخلوق کی تربیت اس حد تک کرے۔ کہ اسکی تمام فطرتی قابلتیں ان سے کمال تک پہنچ جاویں۔ ایک مسلم کا قرآنی تعلیم کے ماتحت اس دُنیا پر غور کرنے سے یہ مطلب ہے کہ جب کبھی وہ ان نواح میں کوئی چیز دیکھے تو اسکو غور کرنا چاہئے کہ وہ چیز ضرور کسی ایسی غرض کیلئے پیدا کی گئی ہے جو کسی نہ کسی رنگ میں اسکی تربیت اور ترقی سے وابستہ ہے۔ اور وہ غرض کیا ہے۔ اب اگر اس قسم کی تحقیق ہر ایک مسلم کا سب اہم فرض ہے تو آپ صاحبان اس سے معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ قرآن نے اپنے پیروں کو تعلیم حاصل کرنے کا کیا طریقہ سکھایا ہے۔ قرآن تو یہ بات ان کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہے کہ تمام کائنات کو اپنی درسگاہ بناؤ اور ہر ذرّہ قدرت کو اپنی کتاب سمجھو۔ زیر بحث آیات کے حصے کے ماتحت تو یہ لازم

آسان ہے کہ ہم اپنی رُوحانی ترقی کا خوب خیال رکھیں لیکن پچھلے حصّے میں یہ فرمایا۔ کہ اپنی جسمانی فطرت اور ان تمام اشیاء پر جو ہمارے فائدے کیلئے بنائی گئی ہیں ان پر بھی غور و خوض کرنا چاہیئے۔ اس طرح پر اسلام کے خادموں میں رُوحانی قوانین اور جسمانی تعلیم دونوں پہلو بہ پہلو ترقی کرتے ہیں۔ اور اس امر کو مدِّنظر رکھنے سے اس ترقی کا راز جو اوائل کے مسلمانوں کے ذریعہ سے علم طبیعی و علم مادہ کو ہوئی بالکُل کھلجاتا ہے +

قرآن شریف مسلمانوں کو بار بار ان تاریخی وجوہات اور ذرائع پر غور کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے جو مختلف اقوام کے زوال کا باعث ہوئے۔ فرمایا "اُن سے کہدو کہ دُنیا کے چاروں کونے چھان ماریں اور دیکھیں کہ مجرموں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اور وہ جو خدا کی شریعت کی پرواہ نہیں کرتے ان سے کیا برتاؤ کیا جاتا ہے"۔ اِس طرح پر ایک مسلم کو اپنے پیشروؤں سے عبرت حاصل کرنا اور خدا کے قانون کی مخالفت نہ کرنا سکھایا گیا ہے۔ قرآنی اصطلاح میں الہامی قوانین سے اکثر قوانین قدرت مراد لیجاتی ہے۔ اور جب تک ایک انسان قوانینِ قدرت کا کافی اور شافی طور پر علم نہ رکھتا ہو تو وہ کس طرح ان کی مخالفت سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن شریف اپنے پڑھنے والوں کی توجہ اس طرف مبذول کرتا ہے کہ وہ یہ معلوم کریں کہ ان سے پہلے لوگ کن وجُوہ کے ماتحت رنج و محن میں گرفتار ہُوئے یعنی علم تاریخ کا مطالعہ ہر مسلم پر ضروری اور لازمی ہے +

قرآن شریف میں بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے۔ کہ تمام اشیائے دُنیا انسانی ضروریات کے پُورا کرنے کیلئے پیدا کی گئی ہیں۔ مَیں بطور حوالہ ایک آیت پیش کرتا ہوں فرمایا "تمام آسمان و زمین و مافیہا تمہاری خاطر پیدا کی گئی ہیں"۔ اس آیت سے ایک اور سربستہ راز مسلمانوں پر اور ان کی بدولت تمام دُنیا پر کھلگیا یعنی کہ کائنات کی ہر ایک چیز نہ صرف انسان کے استعمال کے لئے بنائی گئی ہے بلکہ یہ کہ انسان کو اپنی مرضی کے مطابق بھی چلا سکتا ہے بشرطیکہ وہ ان کو قابو میں لانے کے ذرائع کو عام کرنے کی کوشش کرے۔ اور اس طرح قرآن شریف کے ذریعہ سے ایک نئی خواہش حاصل کرنے کی پیدا ہُوئی۔ کیا ہی خوش کُن اور حوصلہ افزا یہ خوشخبری ہے کہ دُنیا نہ صرف میرے استعمال کے لئے بنائی گئی ہے۔ بلکہ میری مرضی کے ماتحت کام کرنے کیلئے بھی۔ جب سے یہ الہامی تعلیم دُنیا میں آئی اسی وقت سے مختلف اجزائے قدرت خروج میں انسان نے اس قدر ترقی حاصل کر لی کیا یہ خوشخبری

ایک سوچنے والے دل کو نہیں اکساتی کہ وہ اپنے تجربات جاری رکھے۔ اور کوشش کرے کہ علم کی مختلف شکلوں کی دیگر خصوصیات دریافت کرے۔ ہمارا علم اور تعلیم کبھی مکمل نہیں ہو سکتے۔ جب تک ہم خود اپنی قابلیت کا صحیح طور پر اندازہ نہ کر لیں۔ یا اپنی استعداد سے بڑھ کر خواہش کرنا فضول ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تعلیم کو ترقی اور وسعت دینے کیلئے ہم کو اپنی قابلیت کا اندازہ کرنا لابد ہے۔ اور کیا قرآن نے تمام نسل انسانی پر ایک بہت بڑا احسان نہیں کیا۔ جبکہ اس نے مندرجہ بالا آیت میں یہ بتلا دیا کہ تمام کائنات رضائے انسانی ہی کے ماتحت چلنے کیلئے بنائی گئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان قدرت پر حکومت کرنے کی استعداد تو ضرور رکھتا ہے۔ میرے خیال میں اس جگہ حضرت آدم کے باغ جنت والے قصہ کا حوالہ دینا بیجا نہ ہوگا۔ کہ کس طرح قرآن اور انجیل نے اسکو مختلف طریقوں سے پیش کیا ہے۔ بائبل پیدائش میں تو یہ لکھا ہے کہ شجر علم کو چکھنے ہی سے آدم کا زوال اور بطور نتیجہ تمام نسل انسانی کا ابدی ملعون ہونا واقع ہوا۔ اور مغربی فلسفہ بھی یہی بات عام طور پر تسلیم کرتی ہے لیکن قرآن کی رو سے علم ہی حاصل کرنے سے انسان نے اشرف المخلوقات ہونے کا درجہ حاصل کیا۔ فرمایا۔ "اور جب تمہارے مالک خدا نے فرشتوں کو کہا کہ زمین میں اپنا ایک خلیفہ بھیجنے والا ہوں" تو انہوں نے کہا "بھلا اس کو بھیجنے سے کیا فائدہ وہ تو وہاں فساد پیدا کریگا۔ اور خون بہائیگا۔ اور ہم تو تیری حمد کرتے ہیں۔ اور تیری ہی تسبیح کرتے ہیں" خدا تعالے نے فرمایا۔ یقیناً میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے" اور اس نے آدم کو تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا۔ اور پھر فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور کہا "اگر تم حق پر ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام بتاؤ"۔ انہوں نے کہا "تو بڑا احسان والا ہے۔ جو کچھ تو نے ہم کو سکھایا اسکے سوا ہم کچھ نہیں جانتے تحقیق تو علیم اور حکیم ہے"۔ اللہ تعالے نے فرمایا۔ "اے آدم ان کو نام بتا دو"۔ پھر جب آدم انکو نام بتا چکا تو اللہ تعالے نے فرمایا۔ "کیا ہم نے تم سے نہیں کہا تھا۔ کہ میں یقیناً آسمان اور زمین کی غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ اور جو کچھ تم ظاہر کرو یا چھپاؤ اسکو بھی جانتا ہوں۔ اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ تو انہوں نے سجدہ کیا"۔ اس قصے سے ہم کو نہ صرف انسان کا فرشتوں سے برتر ہونا معلوم ہوتا ہے نہ بلکہ یہ راز بھی کھل جاتا ہے۔ کہ وہ کس وجہ سے اپنی برتری پیش کر سکتا ہے یہ ہم کو بتلاتا ہے کہ انسان مادے کی مخفیہ اور پوشیدہ خواص کو ظاہر کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ میں طبیعات کیلئے تیار نہیں ہوں کہ اس کی تفصیل بھی بیان کروں کہ فرشتے کیا چیز ہیں۔ میرا یہ کہنا کافی ہوگا

کہ قرآن کی اصطلاح میں جہاں تک جسمانی دنیا کا تعلق ہے فرشتوں سے مراد وہ ہستیاں لی جاتی ہیں جو کہ ذی علم اور بالارادہ ہیں۔ اور مادہ پر قابو رکھتی ہیں۔ اور اسکے خواص کے ظہور کا باعث بنتی ہیں میرے خیال میں آپ صاحبان اب خوب سمجھ گئے ہونگے کہ مضمونِ زیر بحث کو آدم کے قصے سے کیا تعلق ہے۔ اگر فرشتوں کا یہ کام ہے کہ وہ مادے کے خواص ظاہر کریں تو ایک ایسے حکمران کی ضرورت ہے جو ان خواص کو ٹھیک طور پر استعمال کرے۔ خدا نے انسان کو اس غرض کیلئے پیدا کیا اور ان کے خواص کی جانچ پڑتال کرنے کی استعداد بھی اسمیں رکھ دی۔ اور اس رنگ میں فرشتوں یعنی عناصر کو قابو میں رکھنے والی ہستیوں نے اسکو سجدہ کیا۔ فرشتے اسکے ماتحت خادم ہیں۔ اور اُن کے احکام کی تکمیل کیلئے کمر بستہ حاضر ہیں بشرطیکہ وہ مطلوبہ علم بھی رکھتا ہو۔ قرآنی قصہ کے بموجب فرشتے اسباب کے سمجھنے سے قاصر تھے کہ انسان کی خلقت میں کیا مصلحت ہے لیکن جب اُن کو معلوم ہو گیا کہ وہ اس مشین کو چلائیگا جس کو وہ بناتے ہیں۔ تو انہوں نے فوراً سر تسلیم خم کر دیا۔ باب پیدائش میں جو قصہ درج ہے ممکن ہے کہ وہ ایک استعارے کا رنگ اپنے اندر رکھتا ہو اور جس کے معنے ان اصحاب کو معلوم ہوں جو کلیسیائی فقہ میں ماہر ہیں لیکن ایک مجھ جیسے دنیا دار کے نزدیک قرآن میں جو قصہ مرقوم ہے وہ زیادہ دلخوش اور طاقتور معلوم ہوتا ہے۔ اور ہم کو اکساتا ہے کہ ہم بہ حیثیت اپنے پہلے باپ کے وارث ہونے کے دُنیا و مافیہا کے علم رکھنے کا دعویٰ کریں ہم اس وراثت سے شرمندہ نہیں۔ اور اس علم سے ہم کو عار نہیں۔ یہ ہمارے زوال نہیں بلکہ اقبال کا باعث ہے۔ یہ گناہ نہیں بلکہ عین نیکی ہے +

معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی آخری کتاب کے دُنیا میں آنے کی اہم اغراض میں سے ایک یہ بھی تھی کہ انسان کو تعلیم دیجاوے۔ اور سچ بات تو یہ ہے کہ سب سے پہلی وحی جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر غارِ حرا میں نازل ہوئی۔ وہ اسبات کا کھلے لفظوں میں اعلان کرتی ہے۔ فرمایا "پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ کہ تیرا رب بڑی عزت والا ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا اور انسان کو وہ پڑھایا جس کا اسکو علم نہ تھا" یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ قلم کا اعتماد جو اس پہلی وحی میں مرقوم ہے ایک ایسے آدمی کو بتایا جس کی قوم قلم کے استعمال کی بےخبری میں ضرب المثل تھی۔ یہ تو اُس ترقی کی طرف اشارہ تھا جو قلم کے استعمال سے دُنیا

کو نصیب ہوئی تھی۔ اسمیں شک نہیں کہ قبل از اسلام زمانے میں بھی قلم کا استعمال بہت ضعیف طور پر جاری تھا لیکن جو کام آجکل قلم سے ہوتا ہے یعنی جیسا قرآن کی وحی ہی سے ہوئی۔ علاوہ ازیں کاغذ کے بغیر علم کی حفاظت کے لئے قلم ایک بالکل بے سُود آلہ ہو جاتی۔ اور یہ تو ہر ملک میں تسلیم ہو چکا ہے کہ کاغذ کے بنانے والے اہل عرب تھے۔ سب سے پرانی کاغذی نوشت جو کہ آج تک ہالینڈ کی یونیورسٹی میں موجود ہے عربی میں ہے +

اس پہلی وحی میں ان الفاظ کا ہونا کہ خود خدا نے پڑھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا نہ صرف اس بات کا اشارہ کرتا ہے کہ عنقریب تعلیم اور تدریس میں قلم کا استعمال ضروری ہوگا۔ اور اُس کا استعمال حفظ کرنے اور رٹ لینے کے پرانے طریقوں کی جگہ لے لیگا۔ بلکہ اس وحی نے تو علم میں ایک نیا پہلو رکھ دیا یعنی نامعلوم چیزوں کو معلوم کرنے کی کوشش کرنا۔ کیا ہم اس امر سے انکار کر سکتے ہیں کہ دُنیا میں جو کچھ بشکل علم موجود ہے۔ اور جو کچھ نامعلوم چیزوں کی بابت معلوم ہوا ہے وہ سب علم کے استعمال کی بدولت ہوا ہے۔ آپ صاحبان کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ وسلم کی سب سے پہلی وحی کا سب سے پہلا لفظ "پڑھ" ہے۔ اس لفظ کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کرکے نوشت وخواند کے اس دوران کی طرف اشارہ کیا۔ جس نے عنقریب دُنیا کی کایا پلٹ دینی تھی +

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اُجلا نکلا ۔ پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودہ ۔ ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفےٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اِک عالم ہے ۔ جو ضروری تھا وہ سب اُس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دُکانیں دیکھیں ۔ مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا
کس سے اُس نُور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ ۔ وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
پہلے سمجھے تھے کہ موسیٰ کا عصا ہے فرقاں ۔ پھر جو سوچا تو ہر اِک لفظ مسیحا نکلا
ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور ۔ ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضا نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دُنیا میں ۔ جن کا اِس نُور کے ہوتے بھی دلِ اعمیٰ نکلا
جلنے سے آگے ہی یہ لوگ تو جل جاتے ہیں ۔ جن کی ہر بات فقط جھوٹ کا پتلا نکلا

عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام

از قلم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی

تسلسل صفحہ ۱۳۵ اشاعت اسلام جلد ۳ نمبر ۱۱

کثیر الازدواجی

اسلامی مسئلہ نکاح کے پیش کرنے میں بہت بڑی غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ یہ دعوے کیا گیا ہے۔ کہ اسلام نے کثیر الازدواجی کی بنیاد رکھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہر ایک انسان جو مغربی تصانیف کا مطالعہ کریگا وہ اس نتیجہ پر پہنچ جاویگا۔ کہ یورپ میں اسلام کا ہر ایک پہلو پیش کرنے میں بڑی بدنیتی اور غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے عیسائی پادریوں نے اسباب کو خاص طور پر مد نظر رکھا کہ اصلی اور حقیقی اسلام ان کے گلوں کی پہنچ سے باہر ہے اور جو اسلام کو ایسی مکروہ شکل میں پیش کیا کہ جس کو دیکھتے ہی دل میں نفرت پیدا ہو جائے۔ انہوں نے حتے الوسع کوشش کی کہ وہ اسلام کی اظہر من الشمس محاسن پر بھی ایک پردہ ڈال دیں۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مسلمانوں نے کوئی اختراع نہیں کی۔ کوئی نئی چیز وہ دنیا میں نہیں لائے جو کچھ ترقی دنیا کو بعد لیو دیکھے ان کی بدولت نصیب ہوئی اس سب کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے پرانے یونانی علوم و تصانیف کو دوبارہ زندہ کر دیا اور بس۔ وہ اسباب کو ہرگز تسلیم نہ کرتے تھے کہ دلائل کا زمانہ اسلام ہی سے شروع ہوا۔ اور اسی وجہ سے عیسائی توہم پرستی کا شیرازہ منتشر ہو گیا مسلمانوں نے علم تعلیم کو وسعت دینے کیلئے سپین و سسلی میں کالج اور کتب خانے کھولے اور انہی کی پیروی کرتے ہوئے جب یورپ میں تعلیم کو ترقی ہوئی تو عیسائیوں نے اسلام کی مخالفت کا ایک دیا پہلو اختیار کر لیا یعنی اس کی تعلیم اور عقائد کے پیش کرنے میں غلط بیانی اور بد دیانتی سے کام لینا شروع کر دیا۔ انہوں نے یہ مشہور کر دیا کہ اسلام تو یہ سکھاتا ہے کہ جو لیکن جو قابل ہے قسمت سے ہوتا ہے انسان کو ذرہ بھر بھی اختیار نہیں دیا گیا۔ اور یہ کہ مسلمان تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بڑی نفرت اور حقارت

کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اسلام تو غلامی اور غلام رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔
یہ بھی دعویٰ کیا گیا تھا کہ اسلام کی رو سے زندگی بعد از موت شہوت رانی اور دیگر
خواہشات نفسانی کے پورا کرنے کا ذریعہ ہوگی اور دنیا میں عورتوں کو ذلیل کرنے کی نیت سے یہ کہا گیا
کہ مسلمان عورتوں کی سخت ہتک کرتے ہیں۔ اور اسلام میں کثیر الازدواجی یا عورتوں سے
قطع تعلقی غرض ہے۔ اس ساری غلط بیانی اور بے ایمانی کی وجہ یہ تھی۔ کہ پادری
صاحبان خوب جانتے تھے کہ اسلام کے چندھیا دینے والے نور کے سامنے عیسائیت ایک منٹ
بھی نہ ٹھہر سکتی تھی عیسائیت کی بنیاد قصوں اور مشتبہ کہانیوں پر تھی۔ حالانکہ اسلام کی بنیاد واقعات عالم
پر ہے عیسائی لوگوں نے صرف اس حالت میں ترقی کی جبکہ انہوں نے عیسائیت کو خیرباد کہا بخلاف اس کے مسلمانوں
نے اسی وقت تک ترقی کی جب تک وہ اسلام کی پوری پیروی کرتے رہے۔ اور ان پادری صاحبان
کو یقین کامل تھا کہ اگر اسلام کی کتاب اپنی اصلی شکل میں پیش کی گئی تو وہ یورپ میں غرور کا
سر کچل کر تمام یورپ پر پہلے کی طرح محیط ہو جاویگی۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے اس کتاب
مقدس کے پیش کرنے میں غلط بیانی سے کام لیا۔ ان کو یہ وہم و گمان بھی نہ تھا۔ یہ کتاب مقدس
لفظاً لفظاً اسی حالت میں محفوظ تھی اور ہے جس میں کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل
ہوئی تھی۔ اور اسی وجہ سے ان کی غلط بیانی کا بھانڈا کسی دن ضرور ٹوٹنا تھا۔ قرآن میں
انجیل و توریت کی طرح کوئی تحریف نہیں کی گئی۔ آج بھی ایک آدمی قرآن شریف کی
ورق گردانی کر سکتا ہے۔ تاکہ وہ اپنی آنکھ سے دیکھے کہ عورتوں کو کیا کیا حقوق اس نے دیئے
ہیں۔ بخلاف اس کے انجیل شریف یا نئے عہد نامے میں تو عورت اور اس کے حقوق کے سوال کو
چھیڑا تک نہیں گیا۔ اور باوجود اس کے کہ ان کتب مقدسہ میں بہت کچھ بعد میں داخل کیا گیا
کوئی آدمی آج تک ایک ایسی آیت انجیل سے پیش نہیں کر سکتا جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت مسیح
یا حضرت موسیٰ نے کبھی اپنے پیروؤں کو یہ تعلیم دی ہو کہ ایک سے زیادہ شادی نہ کرنا۔ مسیح نے
عورت کو بحیثیت عورت ہونے کے ایک بھی حق یا رعایت نہیں دی تھی۔ اور یہی وجہ ہے اگر حضرت مسیح
دنیا میں ہمیشہ ایسے ہی ہوتے تو اس سے عورتوں کے حقوق میں کوئی کمی واقع نہ ہوتی۔ بلکہ ان کو کچھ
فائدہ ہی ہوتا۔ اور وہ یہ کہ وہ ان الزامات سے مبرا رہتیں۔ جو کہ مسیح کے ان پاک حواریوں نے

ان پر لگائے جنہوں نے کوشش کی کہ وہ بھی مسیح کی طرح اکیلی زندگی بسر کریں اور عورت سے پرہیز کریں۔ اور جنہوں نے صلعت الموید کہا کہ عورت ہی کی وجہ سے ہمارے خداوند مسیح کو موت کی تکلیف اٹھانی پڑی۔ یعنی یہی مسلہ گناہ کا باعث ہوئی ۔

مسیح یا اس کے بعد آنے والے نے کبھی کثیر الازدواجی کو نہیں روکا۔ بلکہ اس کی کوئی حد بندی بھی نہیں کی۔ اور مسیح کے سالہا سال بعد تک عیسائی لوگوں میں کثیر الازدواجی رائج رہی حتیٰ ۱۴۰۰ سال ہوئے کہ نبی کریم اپنا مذہب لے کر دنیا میں تشریف لائے۔ اور اس وقت عیسائیت کی رو سے کثیر الازدواجی کو بُرا یا ملعون نہ سمجھا جاتا تھا۔ اب جو عیسائی ممالک اسبات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ صرف ایک شادی کرتے ہیں تو اسکی وجہ عیسائیت نہیں بلکہ تمدنی اصلاح ہے۔ مسیح سے قریباً ۶۰۰ سال بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اسلام کی شریعت لے کر آئے۔ اس وقت کثیر الازدواجی تمام ملکوں اور تمام مذہبوں میں رائج اور ٹھیک سمجھی جاتی تھی۔ اور اس کا رواج زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے۔ کسی مذہب یا تمدنی اصول نے اس کا رد نہیں کیا۔ ماسوا عیسائیت و یہودیوں کے۔ آج بھی ایسا کوئی مذہب نہیں جس نے اس کا رد کیا ہو یا کم از کم اس کو محدود کیا ہو۔ آریہ لوگوں میں جن کا مذہب سب سے پرانا ہے جن کی تاریخ سب سے قدیمی ہے جن کے اصول معاشرت سب سے پہلے کے ہیں لیکن وہ تو آج کل بھی ایک سے زیادہ بیبیاں رکھتے ہیں۔ ان کا مذہب اور قانون تو ان کو اجازت دیتا ہے کہ جتنی عورتیں چاہو بیاہ لو۔ پس صرف یہودی اور عیسائی ہی وہ قومیں ہیں جنہوں نے اپنے نبیوں اور بزرگ باپ دادا کے عملی نمونوں کو پس پشت ڈالکر اس قانون کو توڑ ڈالا ہے۔ کسی اور کا ذکر کیا کیا جائے خود حضرت موسیٰ کی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں۔ مسیح تو monk کے زمرہ میں شامل ہو گیا تھا۔ اس واسطے اس نے شادی نہیں کی لیکن اس نے کبھی کچھ اپنے پیغمبروں یعنے موسیٰ سلیمان یا خود اپنے باپ دادا کے عمل کے خلاف نہیں کہا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ خود مقدس مریم کی ایک سوتن تھی۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا کام تو یہ تھا کہ وہ تمام اخلاقی اور تمدنی نقائص کو دور کرتے اور ایسے قوانین بناتے جو لوگوں کیلئے تمام وقتوں اور ترقی کے تمام مدارج پر قائم و مفید ثابت ہوں آپ خاتم النبیین تھے۔ آپ کا پیغام تمام دنیا کیلئے تھا۔ اور تمام قانون جو آپ لائے

یعنی نسل انسانی کیلئے تھے یعنی ان میں فطرت انسانی کا لحاظ رکھا گیا تھا۔ انسان کو اخلاقی اور روحانی ترقی دینے کا یہی طریقہ ہے۔ تمام دیگر مذہبی اصلاح کنندوں اور نبیوں نے عورت اور اسکے حقوق کے سوال کو چھوا تک نہیں۔ گویا کہ عورتیں انسانیت ہی سے خارج تھیں یا یہ کہ ان کا پیغام آدمی سے زیادہ نسل انسانی (یعنی عورتوں) کیلئے نہ تھا لیکن محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک امر کو۔ جو عورت سے تعلق رکھتا تھا۔ اس طرح بیان کیا جس طرح مردوں کے متعلق امور کو بیان کیا۔ آپ جانتے تھے کہ عورت اور اسکے حقوق کا سوال آپ کو کس طرح نہ چھوڑنا چاہیئے تھا۔ لہذا آپنے نہیں چھوڑا۔ آپکو مسئلہ نکاح بیان کرنا پڑا اور اس کے ضمن میں یہ بھی بیان کرنا پڑا کہ بی بی ایک ہونی چاہیئے یا زیادہ۔ نبی کریم نے کسی رنگ میں دیگر مقدس نبیوں یا اُستادوں کی زندگیوں کو بُرا یا قابل اعتراض نہیں کہا اور بدیں وجہ آپ ان کی کثیر الازواجی کے رواج کو بُرا نہیں کہہ سکتے تھے اس معاملے میں اللہ تعالے سے وحی پاکر آپنے فرمایا۔ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمٰی فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربٰع۔ فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃً اوما ملکت ایمانکم ذٰلک ادنیٰ الا تعولوا" یہ سورۃ النساء کی تیسری آیت ہے اور اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے (حق میں) انصاف قائم نہ رکھ سکوگے۔ تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو تین تین چار چار عورتوں سے نکاح کرلو۔ لیکن اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ ان میں برابری نہ کر سکوگے تو ایک ہی (بی بی) کرنا۔ یا جو تمہارے قبضے میں ہو (اس پر قناعت کرنا) نامنصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لئے یہ سب سے بہترین طریق ہے" +

سارے قرآن شریف میں یہی ایک آیت ہے جس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اس پر کچھ بحث کیجائے سب سے زیادہ ضروری بات جس کو مد نظر رکھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ اس آیت سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ کثیر الازدواجی فرض ہے بلکہ اس میں تو صرف اجازت دی ہے کہ ایک سے زیادہ بیبیاں اگر چاہو تو کرلو اور وہ بھی ایک بڑی سخت شرط کے ماتحت اگر ایک آدمی ایک سے زیادہ بیبیاں اسی وقت رکھ سکتا ہے جب وہ ان میں کامل طور پر عدل و انصاف کر سکتا ہو۔ اور اگر وہ عدل نہ کر سکے تو ایسے آدمی کیلئے صاف طور پر حکم ہے کہ وہ صرف ایک کا نکاح کرے

کیا ہو لیکن تعجب ہی کچھ مناسب نہیں کیا گیا ہے۔ ۱۳۰۰ سال پہلے جبکہ کسی شخص کو ایک سے زیادہ شادی نہ کرنے کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ اس وقت ایک مذہبی پیغمبر کی ہی جرأت ہے کہ حکم دیتا ہے کہ فرداً حسن سلوک بس ایک ہی شادی کرو۔ اس میں شک نہیں کہ یہ حکم کوئی سخت اور لازمی نہیں مگر ہے تو سہی اور ہم آگے چلکر ایک اور آیت اسی سورۃ النساء سے پیش کریں گے۔ جس سے ثابت ہو جاویگا کہ یہ حکم اُس حد تک لازمی ہے جس حد تک انسان اس کو بغیر اپنے فطرتی تقاضا کی مخالفت کرتے ہوئے سہار سکتا ہے +

ناواقف اور جاہل مغربی مصنفوں نے کثیر الازدواجی کو نہ صرف اسلام کے سر تھوپا ہے گویا کہ وہ مسلمانوں ہی میں مخصوص تھی۔ بلکہ یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ ہر ایک مسلمان پر فرض ہے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرے۔ جاپان جو کہ ہر ایک بات میں مغرب کی تقلید اندھا دھند کر رہا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بھی اس مغربی جہالت کی پیروی کی ہے۔ اس مضمون کے لکھنے والے نے خود اپنی آنکھوں سے ایک جاپانی فرمان دیکھا ہے جو کہ ایک مسلم ترک واعظ کو دیا گیا تھا۔ اور جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ کثیر الازدواجی فرائض اسلام میں سے ہے +

ہر ایک کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کی تمام طرزِ معاشرت کا ماخذ قرآن شریف ہے کثیر الازدواجی کی اجازت مندرجہ بالا آیت میں دی گئی ہے ہمارے قرآن میں کوئی اور ایسی آیت نہیں جو یہ اجازت دے اور یہ بات تو بالکل صاف ہو چکی ہے کہ کثیر الازدواجی ہرگز ہرگز کسی مسلمان پر فرض اور لازمی نہیں بلکہ وہ مسلمان جو ایک سے زیادہ بیبیاں رکھتے ہیں۔ اور ان میں عدل نہیں کرتے تو وہ ایک گناہ کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہ قرآن کے اس حکم کی صریح مخالفت کر رہے ہیں۔ کہ اگر تم عدل نہ کر سکو صرف ایک عورت سے شادی کرو۔ کوئی ایسا مذہب پیش کرو جس میں بعض حالات کے ماتحت کثیر الازدواجی ایک گناہ ہو +

مغربی لوگ جو اس بات کو ناممکن خیال کرتے ہیں کہ دو بیویوں میں عدل ہو اگر ان میں سے کوئی مسلمان ہو جائے۔ اور ایک سے زیادہ شادیاں کرے تو قرآن کی رُو سے بلاشک و شبہ ایک گناہ کریگا اور وہ اسلام کے احکام نکاح کی اس وقت تک اطاعت کرینگے جبکہ وہ صرف ایک شادی کریں جو لوگ خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض حالات کے ماتحت کثیر الازدواجی

کی اجازت بھی کیوں دی۔ اس کا جواب یہ ہوگا۔ کہ وہ ہرگز ایک کامل نبی تمام زمانوں اور تمام لوگوں کیلئے بھی کامل نہیں کہلا سکتے۔ اگر وہ بعض حالات کے ماتحت ایک سے زیادہ شادی کی اجازت نہ دیتے وہ نہ صرف مغرب کے لیئے بلکہ مشرق اور شمال اور جنوب کی ہر ایک قوم اور ہر ایک زمانے کیلئے رسول بن کر آئے تھے +

جو آیت جسمیں ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت ہے ایک بڑی خونریز لڑائی کے بعد نازل ہوئی یعنی جنگ احد کے بعد بہت سے مسلمان مرد شہید ہو گئے۔ اور مسلمان مردوں کی تعداد میں ایک کمی واقعہ ہو گئی بہت سی کم عمر لڑکیاں یتیم رہ گئیں جن کی حفاظت کا کوئی نہ کوئی انتظام کرنا لازم تھا۔ قرآن میں یتیموں کی خبر گیری اور ان کے حقوق کی حفاظت کے لئے بڑے سخت احکام آئے ہیں۔ عربوں میں تو یہ دستور تھا کہ یتیم لڑکیوں کے والی اُن کی مرضی کے خلاف اُن سے شادی کر لیتے تھے تاکہ وہ اُن کی جائداد کے مالک بن جائیں۔ قرآن نے اس سے منع فرمایا اور کہا کہ اگر ایک یتیم لڑکی سے شادی کرنے میں بے انصافی یا اسکی حق تلفی کا احتمال ہو تو شادی شہید شدہ مسلمانوں کی بیواؤں میں سے یا دیگر نا کتخدا عورتوں میں سے کسی سے کر لو۔ اور یہ حدیث صحیح مسلم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے +

ان حالات کے ماتحت ایک ضرورت محسوس ہوئی۔ کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کیجائے۔ کیونکہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ تھی۔ انسانی معاشرت کی ساخت ہی اس طرح پر ہے کہ بعض خاص موقعوں پر مردوں کی تعداد ضائع ہو جائے۔ آج یورپ میں موجودہ جنگ نے اسی قسم کے حالات پیدا کر دیئے ہیں۔ نبی کریم ایک مذہبی پیشوا تھے اور ایک اخلاقی اُستاد تھے وہ کسی صورت میں نا کتخدا لڑکیوں کا حاملہ ہونا اور ماں بننا روا نہ کر سکتے تھے۔ وہ یہ تو اس بات کو پسند کر سکتے تھے کہ حرامی بچے پیدا ہوں۔ اور نہ ہی فطرت انسانی کے تقاضے کو رد کر سکتے تھے۔ ایک عورت کا مجردی زندگی بسر کرنا فطرت انسانی کے خلاف ہے۔ ایک عورت جس کی صحت اچھی ہو اور جس کا جسم تنومند ہو اگر اسکو مجبوراً مجرد رکھا جائے تو وہ بوجہ ایک فطرتی تقاضے کی مخالفت کرنے کے نقصان اٹھائیگی۔ اگر موجودہ تہذیب نیا زنا اور ناجائز تعلق پر چشم پوشی اور اسکو معاف کرتی ہے تو کرے لیکن نبی کریم یہ کبھی نہ کر سکتے تھے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم بعض حالات و شرائط کے ماتحت

کثیر الازدواجی کی اجازت نہ دیتے تو وہ ادب اور عزت جو تمام غیر متعصب اور منصف مزاج لوگ
آپ کا بحیثیت ایک نبی اور ایک اخلاقی و تمدنی اصلاح کنندہ کے مانتے ہیں۔ اس کے کبھی ہرگز
مستحق نہ ہوتے۔ کتاب و شریعت جو آپ لائے اسکی بابت آپ نے دعویٰ کیا کہ یہ کتاب قدرت
اور قوانین قدرت کے بنانے والے کی طرف سے لایا ہوں۔ اور جس طرح دیگر اسلامی قوانین اس دعویٰ
کی سچائی پر دلالت کرتے ہیں۔ اس طرح قانون کثیر الازدواجی بھی اس دعوے کی تائید کرتا
ہے ہم نے مانا کہ کثیر الازدواجی کوئی عمدہ بات نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے ایک آدمی کی دو بیویوں
میں باہمی نفاق اور حسد پیدا ہوتا ہے جس سے قوم پر بہت برا اثر پڑتا ہے لیکن اس حسد کی وجہ تو یہی ہو سکتی
ہے۔ کہ ان کا خاوند ان سے یکساں برتاؤ نہیں کرتا۔ اور قرآن تو صاف کہتا ہے کہ تم صرف
اس حالت میں ایک سے زیادہ بیویاں رکھ سکتے ہو جب کسی نہ کسی طریق سے تم کثیر الازدواجی کے بعض
نقصانِ عظیم سے پیچھا چھڑا لو۔ اور اگر اس برائی سے پیچھا چھڑانا ممکن ہو تو ایک ہی پر کفایت کرو +
اس آیت کے پچھلے حصے یعنی ذٰلک ادنیٰ الا تعولو کے معنی امام شافعی یوں کرتے ہیں۔ کہ
کثیر الازدواجی کو بڑی سختی سے روکنا چاہا ہے۔ اور ایک سے زیادہ بیبیاں نہ ہونی چاہئیں + امام رازی
بھی امام شافعی کی اس تشریح سے متفق ہیں۔ اور یہ دونوں مسلمانوں میں بڑے ولی اور محقق گذرے
ہیں۔ اور موجودہ یورپ کی تہذیب کے شروع ہونے سے بہت پیشتر ہوئے ہیں +

جناب مولوی عبدالقادر صاحب جو قرآن کے ایک مفسر ہیں اور جو یورپین زبانوں قانونوں دستوروں وغیرہ سے
بالکل ناواقف تھے انہوں نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی ہو تو
انمیں عدل اور انصاف ضرور برتنا چاہئے۔ قرآن شریف کثیر الازدواجی کے مسئلہ کو صاف کرنے کیلئے کسی
لطیف معانی یا تشریح کا محتاج نہیں۔ اسمیں تو صاف لکھا ہے۔ کہ بڑے سخت شرائط کے
ماتحت ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔ اور نیز قرآن کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ اسکے
پیرو اس کا ناجائز استعمال کریں۔ سورۃ النساء کے ۱۹ رکوع کی ۱۲۹ آیت میں فرمایا۔ "ولن
تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ
راڈویل نے جو ترجمہ اس آیت کا کیا ہے اس کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔ "ایسے موقع پر ایک عیسائی
مصنف کے ترجمے کا حوالہ دینا زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے +

لیے" اور یہ ہرگز تمہاری طاقت میں نہیں کہ تم اپنی بیویوں سے یکساں سلوک کرو خواہ تم ایسا کرنے کیلئے خوشی سے تیار بھی ہو لیکن ایسی شے یعنی کسی کی طرف بھی مائل نہ ہونا کہ نہیں ہے ایک کو حالت تذبذب میں چھوڑ دو" اس آیت کو اگر اس آیت سے ملا کر پڑھیں جسمیں بعض شرائط کے ماتحت ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت دیگئی ہے تو اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ اسلام کثیر الازدواجی کو ہرگز اچھا نہیں سمجھتا۔ اور ایسا کرنے میں وہ حسب معمول فطرت انسانی کی طرف متوجہ کراتا ہے۔

ایک آیت میں بیان ملتا کہ اگر ایک یتیم لڑکی کا والی اس سے شادی کرے تو غالب ہے کہ بد دیانتی سے کام لیا جاوے۔ اور لڑکی کی حق تلفی ہو۔ اس واسطے بہتر ہوگا کہ بجائے اس یتیم لڑکی کے جس کا والی وہ خود ہے وہ کسی اور عورت سے شادی کرے۔ اسلام نے جس طرح غلاموں کو آزاد کیا اسی طرح غلام عورتوں کی شادی بھی ایک آزاد انسان کے ساتھ جائز رکھی۔ اسکے بعد قرآن نے بعض انسانی ضروریات حالات اور شرائط کو مدنظر رکھ کر مرد کو اجازت دی کہ وہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرے۔ لیکن اسمیں بھی کثیر الازدواجی پر حدود اور شرائط لگا کر دوسرے مذاہب کی مخالفت کی۔ اور ان شرائط اور حدود لگانے پر بھی قناعت نہ کر کے قرآن کریم نے کثیر الازدواجی کے سب سے زیادہ تکلیف دہ پہلو کو دور کر دیا۔ اور حکم دیا کہ مسلم کو ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت تو دیجاتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تمام بیویوں سے یکساں سلوک کیا جاوے۔ اور کوئی بے انصافی یا حق تلفی نہ ہو اور باہمی حسد کے پیدا ہونے کا موقع ہی نہ دیا جائے۔ اگر ایک آدمی اپنی بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک نہیں کر سکتا تو اسکے لئے بڑے صاف اور کھلے لفظوں میں حکم ہے "فواحدۃ" کہ وہ صرف ایک پر کفایت کرے۔ علاوہ اس صورت میں ایک اور جگہ مرد کو متنبہ کیا کہ عورتوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنا کوئی آسان بات نہیں اور اگر ایک مرد انہیں میں سے کسی کو [illegible] کہیں وہ جان بوجھ کر ایک عورت کی تکلیف و رنج کا باعث ہوا۔ اور ایسا کرنا یقیناً گناہ میں شامل ہے۔

یہ سوال ہو سکتا ہے کہ خود حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ کبار نے کیوں نہ صرف ایک بیوی پر کفایت کی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت کے اہل عرب کی حالت اور تمام دنیا کے اس وقت کے حالات کے ماتحت ایک سے زیادہ شادی کسی صورت میں نہ کرنا ناممکن تھا اور اس سے چنداں کوئی فائدہ بھی نہ ہو سکتا تھا کیونکہ کثیر الازدواجی کو قریباً قریباً ایک مذہبی حکم سمجھا جاتا تھا جسپر تمام انبیاء اور بزرگوں نے عمل کیا تھا۔ اور یہی ایک ذریعہ تھا جس سے اس وقت کی عورتوں کے آرام اور حفاظت کا

کا مزخود ہی انتظام ہو سکتا تھا لیکن اس وقت کی عورتیں نہ ایسی تعلیم یافتہ ہو سکتی تھیں جو خود ہی اپنا
پیٹ پال سکتی تھیں۔ عورت اپنی گذران کیلئے ایک پیشہ کر سکتی تھی جب تک کہ اس کی
شادی نہ ہوتی تھی۔ اس وقت تک وہ اپنے باپ کی کمائی پر گذران کرتی تھی۔ اکثر اوقات باپ
لڑکیوں کی پرواہ نہ کرتے تھے اور ہندوستان اور عرب دونوں جگہ لڑکی کو بغیر خوراک کے بچپن کی
حالت میں مار دیتے تھے۔ اور اگر لڑکی جوان ہو جاتی تو باپ ہمیشہ اس کوشش میں رہتا کہ جلد ہی
اسکی شادی کہیں کر دے۔ اور وہ اس کے بوجھ سے آزاد ہو جائے۔ جب اسکی شادی ہو جاتی تو اس کا
خاوند اسکی تمام ضروریات کا متحمل ہو جاتا۔ اور اگر بد قسمتی سے وہ بیوہ ہو جاتی تو اسکی حالت از حد
قابلِ رحم ہو جاتی۔ اس بیچاری کا کوئی ٹھکانا نہ ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے ہندوستان میں اکثر
بیوائیں اپنے مرحوم خاوند کی لاش کے ساتھ ستی ہو جاتی تھیں۔ عرب اور دیگر ممالک میں
بیوائیں گذارہ حاصل کرنے کیلئے دوسری شادی کر لیا کرتی تھیں۔ اور اس حالت میں
جبکہ مردوں کی تعداد عام طور پر کم تھی وہ کبھی کسی سے شادی نہ کر سکتی۔ اگر ایک سے زیادہ شادی
کرنے کا رواج نہ ہوتا۔ اور اگر کثیر الازدواجی کی اجازت نہ ہوتی تو سوائے بازاری عورت بن جانے
کے اسکے پاس کیا چارہ تھا۔ اس طرح اگر تمدنی اور اخلاقی نقطۂ خیال سے دیکھا جاوے تو
کثیر الازدواجی ان حالات کے ماتحت ایک نعمتِ غیر مترقبہ تھی۔ اس نے عورت کو فسق و فجور سے
بچا لیا۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر فائدہ مند اور بر موقع الوقت طریق کو کس طرح رد
کر سکتے تھے۔ اور ان حالات کے ماتحت آپ کا فرض تھا کہ آپ ایک سے زیادہ شادی کرتے۔
بہت سی عورتوں کے خاوند نبی کریم کے مذہب کی خاطر شہید ہوئے تھے۔ اور نبی کریم کا فرض
منصبی تھا کہ وہ ان شہداء کی بیوائوں کی خبر گیری اور حفاظت کا پورا انتظام کرتے۔ آپ نے
تو بحیثیت شاہ عرب بھی بڑی سادہ زندگی بسر کی۔ آپ کی ذاتی آمدنی بہت قلیل تھی۔ اور آپ
کیلئے آسان نہ تھا کہ آپ چند اور محتاجوں کا بار اپنی قلیل آمد پر ڈالتے لیکن یہ مسلمان
لوگوں کی بیوائوں کی حفاظت جنہوں نے اپنی جانیں اسلام کی راہ میں قربان کر دی تھیں
آپ پر لازمی تھی۔ اور آپ کس طرح کسی دوسرے کو ان میں سے بعض کا بوجھ اٹھانے کیلئے
کہہ سکتے تھے۔ اگر خود آپ اس بوجھ سے گریز کرتے۔ اسی کا نتیجہ ہوا کہ آپ کو بعض بیوائوں سے

شادی کر دی گئی تھی۔ آنحضرت کی تمام بیویاں بیوائیں تھیں سوائے حضرت عائشہ کے جن کی شادی جوانی میں ہی ان کے والد نے نبی کریم کے ساتھ کر دی تھی۔ اور وہ نبی کریم کے ساتھیوں اور دوستوں میں آپ کا سب سے زیادہ سچا اور پکا دوست تھا۔ اور بعثت کے اوائل زمانے میں مسلمان ہوا تھا۔

کثیر الازدواجی کو شہوت رانی کا ایک ذریعہ کبھی بھی نہیں سمجھا گیا بڑے بڑے امیر اور معزز والدین اپنی لڑکیوں کی شادی ایسے آدمیوں سے کر دیتے تھے جن کے پاس بیویاں زندہ موجود ہوتی تھیں بلکہ اس کو فسق و فجور سے بچنے کی ایک راہ سمجھا گیا تھا۔ اور اس وجہ سے بڑے بڑے نیک آدمی اس پر عمل پیرا ہوتے تھے تمام پہلوؤں پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ کثیر الازدواجی آج بھی خفیہ یا کھلم کھلا زناکاری سے بدرجہا بہتر ہے۔ اور آج بھی دُنیا کے بعض طبقے ایسے ہیں کہ ان میں کثیر الازدواجی کا روکنا اول درجے کی بیوقوفی اور پاگل پن ثابت ہوگا۔ دُنیا کے بہت سے حصوں میں اگر آج کثیر الازدواجی روک دی جاوے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہاں کے لوگوں کی اخلاقی حالت بہت گندی اور گری ہوئی ہو جاویگی۔ اور خود عورت ذات آنکھوں سے گر جاویگی +

کثیر الازدواجی ایک نعمت ہے۔ اگر اسکی وجہ سے زنا اور بازاری خرافات کا خاتمہ ہو جاوے اور یہ ایک قوم کیلئے رحمت بن سکتی ہے۔ اگر یہ اس قوم کو بیماریوں سے بچاوے اور تعداد پیدائش کے کم ہونے کو روک دے۔ بفرض محال اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ یورپ کی عورتوں نے اس قدر ترقی کر لی ہے۔ کہ وہ خود اپنی خبر گیر ہو سکتی ہیں۔ اور وہ مجرد زندگی بسر کرنا بہتر سمجھتی ہیں لیکن یقیناً دُنیا میں علاوہ یورپ کے اور ممالک بھی ہیں۔ اور جب تک دُنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کو ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اشد ضرورت پیش آتی ہے۔ تو یہ ضروری ہے کہ وہ شریعت جو عالمگیر ہونے کا دعوےٰ کرے اسمیں ان کے لئے کسی نہ کسی رنگ میں ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت ہو۔ اسلام ہرگز یہ تعلیم نہیں دیتا کہ اگر تم ایک شادی پر اکتفا کروگے تو اسلام سے خارج ہو جاؤ گے۔ ایک شادی پر اکتفا کرنیوالا مسلمان ویسا ہی مسلمان ہے جیسا کہ ایک شادی کرنیوالا عیسائی دوسرے عیسائیوں کی مانند ہوتا ہے۔ ہاں فرق ہے تو اتنا کہ اگر کوئی

اتفاقی طور اور اہم ضرورت پیش آجائیں تو اسلام کی رو سے ایک مسلمان جائز طور پر ایک سے زیادہ
شادی کرنے کے بعد بھی مسلمان رہ سکتا اور کسی حالات کے ماتحت وہ کسی عورت سے ناجائز تعلق
نہیں رکھ سکتا۔ اور اس کے برخلاف عیسائی صاحبان یہ کہتے ہیں۔ کہ اگر ایک عیسائی ایک سے زیادہ
شادی کرے۔ تو وہ کسی صورت میں عیسائی نہیں رہ سکتا۔ ہاں اگر ضرورت ہو تو دو سو کے قریب بھی داشتہ
رکھے اور کھلم کھلا تعلق رکھے تو تب بھی وہ موجودہ زمانے کے عیسائی قانون سے محفوظ اور مبرا ہے +

ایسے تمام شہر جن میں مسلمان اور عیسائی قسطنطنیہ کی طرح شہر کے دو حصوں میں آباد ہیں وہ
سب اس بات کا زندہ ثبوت ہیں کہ تہذیب زمانہ کیلئے مسلم شریعت زیادہ سود مند ثابت ہوئی ہے۔ یاد
تہذیب جس کا ماخذ عیسائیت بتایا جاتا ہے جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے قسطنطنیہ کے اس حصے
میں جو عیسائی تہذیب کے زیر اثر ہے صرف اسمیں بازاری بداخلاقیاں زنا اور حرامیوں کا پیدا ہونا بکثرت پایا
جاتا ہے۔ قوانین اسلام کی خوبی دیکھئے کہ ایک طرف تو تمام بداخلاقیوں کو روک دیا اور قوم کو بالکل پاک
کر دیا۔ اور دوسری طرف کثیر الازدواجی کی ترغیب کہیں نہیں دی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد
تمام دیگر ممالک سے زیادہ ہے۔ لیکن اگر ایسے مسلمانوں کی اوسط لیجائے جنہوں نے ایک سے زیادہ
شادیاں کیں تو ہزار میں سے تین یا چار زیادہ نہ ملینگے۔ پس اب تو آپ کو یقین آگیا کہ صرف ہندوستان
نے تقریباً سات کروڑ ایسے مسلم پیدا کر دیئے جنہوں نے نہ صرف نام کیلئے ایک شادی پر اکتفا کیا جسطرح
کہ عیسائی یورپ کے باشندے کرتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے حقیقتاً اور صحیح طور سے ایک بیوی پر اکتفا کی
ہے۔ بفرض محال اگر انسان کو یہ حکم دیا جائے کہ یا تو علانیہ ایک سے زیادہ شادی کر لو یا مخفی زناکاری
کرو تو ہر ایک ذی عقل انسان جس کے دل میں ذرہ بھر بھی اخلاقی حس ہوگی تو وہ بالضرور پہلے پہلو کو
دوسرے پر ہزار درجہ ترجیح دیگا۔ اسمیں شک نہیں کہ بعض فرمانرواؤں۔ بادشاہوں شہزادوں اور
امیر عیش پرستوں نے ہندوستان میں دیگر ممالک کیطرح کثیر الازدواجی کی اجازت کو ناجائز طور پر استعمال کیا ہے
لیکن ایسے واقعات عیسائیوں میں بھی ہوئے ہیں۔ اور ہوتے ہیں۔ اور آجکل بھی ایک سے زیادہ شادی
نہ کرنے کے قانون کو بعض حالات میں بہت ناجائز طور پر استعمال کیا جاتا ہے اگر کبھی آدمی کے ایک سے زیادہ شادی نہ کرنے کے قانون
کو برے طور پر استعمال کئے جانے سے عیسائیت پر کوئی حرف نہیں آتا تو اسیطرح اسلام بھی کثیر الازدواجی کے ناجائز استعمال سے بے الزام اور مبرا ہے
ہم یہ بار بار کہہ سکتے ہیں کہ ہم بذات خود کثیر الازدواجی کو پسند نہیں کرتے اور اسلام ہرگز ہرگز

اسکی ترغیب نہیں دیتا بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اسلام تو ایک ہی شادی پر اکتفا کرنے کو بہت اچھا سمجھتا ہے اور اسکی تعلیم دیتا ہے۔ اور اگر کوئی ایسے اصحاب دائرہ اسلام میں داخل ہوں جو ایک سے زیادہ بیویوں سے یکساں سلوک نہ کر سکیں تو وہ ایک گناہ کے مرتکب ہونگے۔ اگر وہ ایک سے زیادہ شادی کریں۔ دُنیا میں ایسی قومیں موجود ہیں جن کے دل کھلے اور وسیع نہیں۔ اور جن کی عورتیں ایکدوسرے سے حسد کرنے میں بہت ترقی کر چکی ہیں ایسی اقوام کے لئے صرف ایک شادی پر اکتفا کرنا ہی بہترین قانون تمدن سمجھتا ہے لیکن صرف زبانی اکتفا نہیں بلکہ عملی اور صدق دل سے اسلام ایسے افراد کو ہرگز کثیر الازدواجی کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام اسبات میں بڑی سختی کرتا ہے کہ مرد اور عورت آپس میں کوئی ناجائز تعلق پیدا نہ کریں اور کسی حالت میں اسکی اجازت نہیں دی۔ اسلام نے اس محدود اور مشروط کثیر الازدواجی کی اجازت محض اسی گناہ اور بدکاری کے علاج کیلئے دی تھی۔ اسلام کے قوانین اسکے لئے باعث عار یا ننگ ہرگز نہیں ہوسکتے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی عیسائی مُقنن کی ضرورت نہیں۔ اسلامی قوانین بذات خود نسل انسانی اور تہذیب دنیا کیلئے کافی اور شافی ہیں بشرطیکہ پورے طور پر ان کی پیروی کیجائے +

ہاں ایک بات رہ گئی جو اس مضمون میں نظرانداز نہ ہونی چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ خود عورت ذات رواج کثیر الازدواجی کی ذمہ دار ہے۔ اگر تمام عورتیں اتفاق کرلیں کہ کسی ایسے آدمی کے ساتھ شادی نہ کرینگی جس کے پاس بیوی موجود ہے تو کثیر الازدواجی کا نام تک مٹ جاوے۔ ایک عورت کا ایک سے زیادہ خاوند رکھنا دنیا میں بالکل نابود ہوگیا ہے۔ اگر چہ بعض مذاہب اسکو جائز قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ کسی آدمی نے یہ گوارا نہ کیا کہ ایک عورت سے شادی کرے جو کسی اور مرد کی منکوحہ ہو۔ اور کثیر الازدواجی کا رائج ہونا ہی بتائے دیتا ہے کہ عورت ذات اسکو برداشت اور گوارا کرتی ہے +

. . . فطرت انسانی پر غور کرنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی ایک سے زیادہ شادی کرسکتا ہے۔ اور اسلام کا یہ اصول نہیں کہ فطرت انسانی کی مخالفت کیجائے۔ بلکہ اسکو روکنا اسکو راہ پر لانا اور اسکو بہتر بنانا سکھایا ہے بدھ مذہب ہندو مذہب اور اصلی عیسائیت ان تمام نے فطرت انسانی کو رد کرنا چاہا نفس کشی کی تعلیم دی انہوں نے دُنیا کی خوبصورتی اور دلربائی اسکی شان وشوکت اسکی عظمت اسکی طاقت ان سب کو بطور ایک فریب دھوکا دریا بیان کیا حضرت مسیح علیہ السلام تو ہر وقت آسمانی سلطنت کے خیالات میں ڈوبے رہتے تھے ان کو تو تمام دنیا بھی بیکار معلوم ہوتی آپ خود ایک مجرد زندگی بسر کی اور شادی اور ان کے بچوں سے

محروم رہے۔ ابن آدم کو تو اپنا سر چھپانے کیلئے جگہ نہ ملتی تھی اور موجودہ تہذیب کے مطابق تو وہ ایک مہذب انسان ہونے کا دعویٰ بھی نہیں کر سکتے۔ اور اگر آج کل کے لوگ انکی پیروی عملی طور پر کریں تو تہذیب کا نام و نشان بھی کہیں نہ ملے۔

(باقی آئندہ)

جناب میر زمان خان صاحب - ایبٹ آباد
" شیخ نور احمد صاحب "
" " حبیب اللہ صاحب بھمبر
" میر مدثر شاہ " پشاور
" میاں غلام رسول خان صاحب - فیروزپور
" محمد شاہ صاحب پیر سند کانی
" محمد ظفر " بلند شہر
" سید اکبر شاہ " سرگودھا
" مشتاق حسین " بارہ بنکی
" مطیع اللہ " گڑگاؤں
" محمد اسمٰعیل " مراد آباد
" سعد اللہ " عمرزئی
" عبدالعزیز " چاندپور
" غلام علی " کراچی
" علی احمد خان " عدن
" محمد صدیق " راولپنڈی
" عبدالقادر " کراچی
" بہرام خان " سانی بھمبر
" محمد یونس " سبرا
" ای - ایس قادری عدن
" عبدالکریم صاحب اورنگ آباد
" محمد نثار علی " بھوپال
" ابوالحسن " لکھنؤ
" محمد سلطان " ہزارہ
" عبدالوہاب " سندھ
" چھوٹے خان " بریلی
" عبدالسلام " جاورہ
" جان محمد " چنیوٹ
" محمد ناظر الحسن " خلیل آباد
" عبدالرشید " میسور
" رحیم الدین " سلہٹ
" عبدالعزیز " گوجرانوالہ
" محمد لطفی " مرزاپور
" اکبر حسین " راٹھ
" فیض محمد " گجرات

جناب حبیب الدین صاحب ٹیرا
" ظہور القیوم " چٹاگانگ
" ایم - ان خان " احمد نگر
" مقصود احمد " جانم پیٹ
" مقبول احمد " گونڈہ
" ایم حبیب - " لپو سیلون
" سید محمد " خرد پور
" سید سکندر علی صاحب سلہٹ
" فرید الحسن صاحب - نگینہ
" قاسم عبداللہ " عدن
" عبدالحنان " سکھر
" جلال الدین " جہان
" محمد اہل اللہ " سندور
" اکبر علی " جہلم
" محمد سمیع " گورکھپور
" مولوی شرف الدین " "
" غلام حسن صاحب - مرزاپور
" محمد عیسیٰ " نواب شاہ
" محمد ابراہیم " بیرزادہ
" انوار الزمان " گوداوری
" عبدالسلیمان " بنگلور
" عنایت اللہ صاحب - احمد نگر
" ابوالحسن " سمری
" تاج محمد " کامل پور
" فضل رحیم " سرہند
" خدابخش " لدھیانہ
" قادر خان " ٹانڈو داؤد شاہ
" عبدالجلیل " پورٹ بلیر
" عبدالرزاق " آسام
" عزیز اسلام " نسلانگ
" عبدالباری " اخلاص پور
" عبدالکریم " کالمبو
" چراغ دین " بابا تھال
" الیس حق " ٹانگوپ
" محمد غوث " بالم کوٹ

جناب عبدالغنی صاحب - ارکاٹ
" محمد غالب " بیرزادہ
" اکبر خان " بنیون
" عبدالغنی " کھموگہ
" ممتاز یار الدولہ " سلع انور
" عبدالکریم " پنچ محل
" افتخار احمد " ہرگام
" محمد نہال الدین " لکھنؤ
" عبدالرؤف " الہ آباد
" ایم اے ایچ مالک " پانچ محل
" سلطان جان " مہتم
" محمد عمر دراز " بغداد
" امتیاز علی " مہوبہ
" ٹیکا خان " بیسا ٹھیا
" محمد مرتضیٰ " مراد آباد
" محمد عبدالغفور " ناگپور
" محمد اسحاق " کوئٹہ
" رحیم بخش " سامانہ
" قمر علی " الہ آباد
" محمود اختر " بھاگلپور
" خلیل صاحب " ڈھاکہ
" محمد بشیر " بنارس
" سید محمد لطفی " مرزاپور
" قاضی مصباح الدین - بمبئی

نوٹ - اگر کسی بھی احباب کا اسم گرامی سہواً مندرجہ بالا فہرست سے رہ گیا ہو تو معاف فرمائیں +

ضروری نوٹ

خواجہ عبدالمجید صاحب ایجنٹ رسالہ لمحات کی توسیع اشاعت کے لئے اس ماہ کے اندر پنجاب و سندھ کی طرف دورہ پر نکلیں گے احباب پنجاب و سندھ کی خدمت میں مؤدبانہ التماس ہے کہ ان کی اعانت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور

رجسٹرڈ ایل ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی

مسلم مشنری

و مولوی صدرالدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ انہیں رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ۱/۴ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۴) بابت ماہ نومبر ۱۹۱۸ء نمبر (۱۱)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۴) بابت ماہ نومبر ۱۹۱۸ء نمبر (۱۱)

شذرات

قارئین کرام اس افسوسناک خبر سے یقیناً متاسف ہونگے۔ کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی کے فرزند اکبر خواجہ بشیر احمد صاحب بی اے گذشتہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو اپنی اہلیہ سمیت عین عنفوان شباب میں راہی عالم بقا ہوئے۔ خواجہ بشیر احمد اور انکی اہلیہ کی وفات نہ صرف اس وجہ سے ازحد افسوسناک ہے کہ آپ اس پہلوان اسلام کے فرزند تھے جو اس وقت اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں لئے ہوئے اپنے وطن۔ اپنے گھر بار۔ اپنے خویش و اقارب اور اس مرحوم فرزند سے کالے کوسوں دور پڑا ہے۔ نہ صرف اس صدمہ کے احساس کی وجہ سے جو اس غریب الوطنی میں حضرت خواجہ صاحب اپنے اس لخت جگر کی ہمیشہ کی جدائی سے ہوگا۔ نہ محض اس وجہ سے ہی کہ مرنیوالا ایک نوجوان لائق اور ہونہار انسان تھا۔ اور اسکی وفات اپنے خویش واقارب کے لئے ازحد صدمہ کا موجب ہے۔ بیشک یہ سب امور بھی دل کو ازحد صدمہ پہنچانیوالے اور افسوسناک باتیں ہیں لیکن یہ رنج و تاسف بہت بڑھ جاتا ہے جب ہم اس نقصان عظیم کو دیکھتے ہیں جو اس حسرتناک موت سے اشاعت اسلام کے کام کو پہنچا ہے۔ یوں تو دنیا میں سینکڑوں نوجوان عین عنفوان شباب میں ہی داعئے اجل کو لبیک کہکر اپنے والدین اور دیگر خویش واقارب کو داغ جدائی دے جاتے ہیں جن کا صدمہ انہیں تازیست رہتا ہے لیکن اس قحط الرجال کے زمانہ میں جبکہ اسلام کی اس نازک حالت کے باوجود بھی اسکی حفاظت اور تبلیغ کے بیش بہا فرض کو لوگوں نے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اور شاید لاکھوں میں دس پانچ ہی ایسے پیدا ہوتے ہوں۔ جو دل میں اسلام کا حقیقی درد لے کر اٹھتے اور اسکی تبلیغ میں

کو شامل کرتے ہیں۔ خواجہ بشیر احمد جیسے قابل۔ نیک خصال دیندار مذہبی واقفیت رکھتے تھے اور پھر دین کی خدمت کیلئے اپنے آپ کو وقف کرنے والے انسان کا اِس نوجوانی کے عالم میں فوت ہوجانا ازبس افسوسناک اور موجب ملال ہے +

خواجہ صاحب مرحوم باوجود اس اعلیٰ تعلیم کے جو انہیں حاصل تھی بوجہ خوش اخلاق خوش وضع طبع حلیم الطبیعت اور متواضع تھے جس کا احساس ان لوگوں کو ہی ہوسکتا ہے جنہیں کبھی ایک دفعہ بھی ان سے ملنے کا موقع ملا ہے ۱۹۱۶ء میں آپنے بی۔ اے میں نمایاں کامیابی حاصل کی جس کے بعد ایم۔ اے میں داخل ہوئے لیکن اس خیال سے کہ کچھ اسلامی اور عربی لٹریچر سے واقفیت حاصل ہوجائے اسے چھوڑ کر تحصیل عربی میں مصروف ہو گئے۔ اسی دوران میں مسلم ہائی سکول کھلگیا جہاں آپنے اپنی آنریری خدمات سے ثواب حاصل کیا۔ قریباً ڈیڑھ سال تک یعنی جب سے کہ مسلم ہائی سکول کھلا ہے آپ وہاں بغیر تنخواہ کے کام کرتے رہے ہیں۔ اور اس تن دہی اور محنت سے کام کرتے رہے ہیں کہ آپ کے زیر تعلیم طلبا کے آپ سے تسلی یاب ہونے کے ساتھ پرنسپل صاحب بھی آپکے مداح تھے اور ہیں +

ایک طرف آپ سکول میں پڑھاتے تھے۔ اور دوسری طرف اپنے فارغ اوقات میں عربی اور حدیث پڑھا کرتے تھے۔ بلکہ ایک موقعہ پر سکول میں عربی اُستاد کے موجود نہ ہونے پر آپ کو وہاں عربی پڑھانی بھی پڑی جس کی تعریف خود طلبا کی زبان سے انہی دنوں میں ہمارے سُننے میں آئی تھی۔ گذشتہ سال درس قرآن میں آپ برابر شریک رہے اور باوجود اسکے کہ چار ماہ میں قرآن ختم کرنے کیلئے نماز مغرب کے بعد رات کے دس بجے تک حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے درس دیتے تھے مگر آپ برابر ضروری نوٹ کرتے رہتے اور معقول سوالات سے اپنی ذہانت طبعی کی داد دیتے تھے۔ غرض عجب

بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

اور ان خوبیوں ہی کی وجہ سے یہ ایک دل خوش کن امید تھی۔ کہ آپکے وجود سے بھی آپکے محترم والد کی طرح اسلام کو عظیم الشان فوائد حاصل ہونگے۔ جن کی بنیاد اِس پاک ارادہ پر تھی جو اس وقت جب آپنے حضرت خواجہ کی واپسی انگلستان کے بعد ان کے دوران قیام لاہور میں ہی بی۔ اے پاس کیا۔ ظاہر ہو چکا تھا جس کے لئے آپ عملاً تیاری میں مصروف تھے۔ اور اُمید کی جاسکتی تھی کہ آپ سنہ ۱۹۱۹ء میں ولایت جاکر حضرت خواجہ صاحب کا ہاتھ بٹانے کے قابل ہوجائینگے۔ بلکہ مرحوم مغفور کو حضرت خواجہ صاحب سنہ ۱۹۱۹ء میں ہندوستان سے روانہ ہونے کیلئے لکھ بھی چکے تھے۔ فی الحال انگریزی دانی کی قابلیت اس اردو ترجمہ سے ظاہر ہے جو اشاعت اسلام میں اسلامک ریویو کے مضامین کا (مندرجات کو چھوڑ کر) آپ خود کرتے تھے۔ غرض مرحوم خواجہ صاحب گوناگون خوبیوں کے انسان تھے جن کی وجہ سے عالم جوانی میں آپ کی اس حسرتناک وفات کا ہمیں سخت صدمہ ہے۔ اور ہر ایک وہ شخص جس کے پہلو میں دل اور دل میں درد ہے اس صدمہ

کو محسوس کئے بدوں نہیں رہ سکتا۔ بلکہ یہ احساس اور دلی درد اور بھی بڑھ جاتا ہے جب اس نقصان کا اندازہ کیا جائے جو نہ صرف مرحوم خواجہ بشیر احمد صاحب بلکہ ان کی لائق اور انہی کی طرح دیندار بیوی کے بھی ان کے ساتھ ہی فوت ہو جانے سے ہوا۔

ہاں اس نقصان عظیم کے دوران ایک وجہ تسلی ہمارے لئے موجود ہے۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلعم کے وہ الفاظ جو اپنے پیارے فرزند ابراہیم کی وفات پر آپ کے منہ سے نکلے۔ لو عاش ابراھیم لکان نبیاً بتاتا ہے کہ یہ مقدر تھا کہ خاتم النبیین کے ہاں اولاد ذکور پیچھے رہتی مگر مصلحت خداوندی نے یہ چاہا کہ آپ کو بیٹے دیکر واپس بلا لئے جائیں تاکہ قضا و قدر کے ان صدمات کے وقت جن کا آنا اس دنیا میں ناگزیر ہے۔ آپکے پیروؤں کیلئے ایک عملی نمونہ ہادی عالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں موجود ہے۔ ایسے صدمات کے وقت دل کا پرغم اور آنکھوں کا پرنم ہونا عین فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ وہ محبت جو خود خدا کے ہاتھ نے انسان میں ودیعت کی ہے۔ اسی کا یہ تقاضا ہے کہ جب انسان کا کوئی محبوب اس سے الگ ہو تو اس کے دل کو غم پہنچے۔ اور اسکی آنکھوں میں آنسو بھر آئیں۔ اگر یہ باتیں حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے اندر نہ ہوتیں تو آپ ہمارے لئے نمونہ نہ بن سکتے۔ اگر جذبۂ محبت اس قلب صافی میں نہ ہوتا تو اور کہاں ہوتا۔ ہاں آپ کی فطرت تو ایسی صحیح ایسی صراط مستقیم پر واقع ہے کہ اس کے تمام ترین جذبات ایک مکمل رنگ میں آپکے اندر پائے جاتے ہیں۔ پس اولاد کی محبت جو فطرت انسانی کا ایک نہایت ہی صحیح جذبہ ہے ضرور تھا کہ آپکے اندر پایا جاتا۔ اور اس محبت کا تقاضا اولاد کی علیحدگی پر قلب حزین اور چشم پرنم کا ہونا اس محبت سے علیحدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ پس فرمایا القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی ربنا۔ دل پرغم ضرور ہے۔ آنکھوں میں آنسو ضرور ہیں یہاں تک ہی انسانی محبت اور انسانی فرائض تھے لیکن اس سے آگے اس سے بالاتر ایک فرض اور اپنے مالک حقیقی کا تھا۔ اور وہ یہ کہ اولاد ہو یا مال یا صحت یہ سب کچھ اللہ تعالے کی نعمتیں ہیں جو انسان کو ایک وقت تک بطور امانت دیجاتی ہیں۔ اس کا حق نہیں کہ ہمیشہ کیلئے ان کا مدعی بنے۔ وہ ان باتوں میں سے جس قدر چاہتا ہے اور جب تک چاہتا ہے کسی کو دیتا ہے۔ اور جس طرح محض رحمانیت سے دیتا ہے کسی کے حق کے طور پر نہیں دیتا۔ اسی طرح اسی صفت مالکیت کے ماتحت جب چاہتا ہے اور جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے۔ اور جو کوئی دیتا ہے وہ خدا کی امانت اسکو واپس کرتا ہے پس شکایت کے کیا معنی۔ خدا نے کیوں ایسا کیا کہ ہم سے ایک اپنی امانت کو واپس لے لیا۔ یہ سوال وہ نادان کر سکتا ہے جو صفات الٰہی سے ناواقف ہے۔ کیوں یہ سوال اس کے دل میں اس وقت پیدا نہیں ہوتا جب اسکو وہ نعمت ملتی ہے۔ کیونکر وہ اس وقت یہ نہیں سوچتا کہ ہزاروں اس نعمت سے محروم ہیں مجھے یہ کیوں ملگئی؟ جو دیتا ہے وہی لیتا ہے نہ اسکے دینے پر سوال ہو سکتا ہے نہ اسکے لینے پر۔ پس جب یہ بتایا کہ تقاضائے محبت سے جو بشر کی فطرت میں ودیعت ہے دل غمگین ہے اور آنکھ پرنم۔ تو دوسرے پہلو کو بھی ساتھ ہی بتا دیا۔ کہ ہم کوئی حرف شکایت زبان پر

نہیں لاتے جو لا نقول الا ما یرضی ربنا۔ کیا ہی پاک نقشہ کہ ایک طرف فطرت انسانی کا کھینچا ہے تو دوسری طرف اللہ حقیقی کی طرف جھکایا ہے۔ اور وہ بھی درحقیقت فطرت انسانی ہی کا تقاضا ہے کیونکہ مالک کی طرف جھکنا بھی فطرت انسانی میں ودیعت کیا گیا ہے۔ ہاں زیادہ خوشی اور زیادہ غم کے وقت میں بعض دفعہ اس تقاضائے فطرت کو انسان بھول جاتا ہے۔ اسلئے ان جامع الفاظ میں کہ دل پُرغم ہو اور آنکھ پُرنم مگر شکایت کا حرف زبان پر نہیں لاتے بلکہ خدا کی قضا پر راضی ہیں صدمہ کے وقت فطرت کے ان دونوں تقاضوں کو اپنے کمال میں ظاہر کر دیا ہے یہی وہ باتیں ہیں جو تمام صحیح فطرتوں کو آہستہ آہستہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور غلامی کی طرف کھینچ کر لاتی رہیں گی۔ اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلی اصحابہ اجمعین۔

آج خواجہ بشیر احمد کی وفات پر ہم بھی یہی الفاظ دہراتے ہیں جو ہمارے پیارے ہادی صلعم نے ہمیں سکھائے ہیں القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی بہ ربنا۔ اُسکی حکمت کاملہ نے ہی جو چاہا عطا فرمایا۔ اور اس نے اپنی حکمت کاملہ سے جس کو چاہا اور جب چاہا اپنی طرف واپس بلا لیا۔ مرحوم کی خوبیوں اُسکی سعادت اُسکی فرمانبرداری نے بہت دلوں میں گھر کر لیا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس نے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں لگانے کا پورا تہیہ کر لیا تھا پس جو نیت اُسنے کی اس کا پھل وہ پائیگا۔ فقد وقع اجرہ علی اللہ ہماری ترقیات اس دنیا کی ہی زندگی کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتیں اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں اور مصالح کو خوب جانتا ہے وہ جہاں تک چاہتا ہے اور جب تک چاہتا ہے کسی سے یہاں کام لیتا ہے اور جب اسکی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے وہ اپنے حضور بلا لیتا ہے۔ اس سے اسکی ترقی میں کوئی رُکاوٹ پیدا نہیں ہوتی ہاں یہ سچ ہے کہ قضا و قدر کے ایسے صدمات جو انسان کو پہنچتے ہیں۔ اور وہ تکالیف جو اس پر وارد ہوتی ہیں وہ ایک مومن کے لئے اسکی ترقیات کا موجب ہوتی ہیں یقین ہے کہ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ صاحب کے لئے مزید ترقیات کا موجب کر لیگا۔ آج سے چھ سال پیشتر آپ کی بی بی کا انتقال ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ ہی آپ کی زندگی میں ایک ایسی تبدیلی پیدا کر دی جس کا اثر آج ایک دُنیا محسوس کر رہی ہے اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت پر صبر کا یہ اجر آپ کو دیا کہ اپنی خدمت کیلئے آپ کو چُن لیا۔ اب یہ دوسرا صدمہ ہے۔ اور خدا نے چاہا تو اس پر صبر کا اجر مزید ترقیات کے رنگ میں نمودار ہوگا +

یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب مومن ان ابتلاؤں پر جو قضا و قدر الٰہی سے اس پر وارد کئے جاتے ہیں صبر کرتا ہے تو صلوٰۃ من ربھم ورحمۃ کا حقدار ہو جاتا ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو اعلیٰ سے اعلیٰ ترقیات کے مقام قضا و قدر کی مشکلات اور مصائب میں سے گذرنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔ ایک وہ ترقیاں ہیں جو انسان اپنے اختیار سے کرتا ہے۔ ایک وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے جو انسان خوشی دل کے ساتھ اللہ کی طرف

قدم بڑھاتا ہے لیکن اس سے بلند تر مقام وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قضا و قدر کے ذریعہ سے اس سے قربانی چاہتا ہے
یعنے اسکو کوئی دکھ اور تکلیف پہنچتی ہے۔ اور وہ اس کی قضا پر راضی ہو جاتا ہے۔ اور جان لیتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ کی حکمت نے اسی میں بھی اسکی بہتری ہی رکھی ہے۔ اور خوشدلی کی اطاعت سے بڑھ کر وہ طاعت ہے
جو قلب حزین اور چشم گریاں کے وقت انسان اختیار کرتا ہے۔ آسائش و راحت اور آرام کے وقت
ہر شخص اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کو تیار ہو سکتا ہے مگر دکھ تکلیف اور غم کے وقت با خدا انسان ہی دل سے
الحمد للہ رب العالمین کہیگا۔ دل میں قوت ہو خوشی ہو۔ بڑی سے بڑی مشکلات کو طے کرنے کے لئے
انسان تیار ہو سکتا ہے۔ مگر غم سے بھرے ہوئے دل کے وقت ایسا قدم اُٹھانا عارفان الٰہی ہی کا کام ہے
حضرت ابراہیم علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ نے کیسا عجیب واقعہ بیٹے کی قربانی کا رکھا ہے کہ باپ اپنے
بیٹے کو خدا کے حکم کے ماتحت قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی
تو ایک کامل نمونہ ہے۔ کیا وہ ایسے واقعات سے خالی ہے؟ ہرگز نہیں۔ جہانتک اپنے اختیار سے قربانی
کرنے کا سوال ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس مقام بلند پر پہنچایا قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی
للہ رب العلمین حضور کا سب کچھ ہی اللہ تعالیٰ کیلئے تھا مگر بیٹے کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بڑھ کر
واقعہ دکھایا ہے۔ آپ کا فرزند ابراہیم آپ کے سامنے وفات پاتا ہے۔ اور وہ کام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام
اپنے اختیار سے کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ ہمارے نبی کریمؐ پر قضا و قدر کے ذریعہ سے وارد کر دیا جاتا ہے۔ اور
اس وقت آپکے یہ الفاظ القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی بہ ربنا حضرت
ابراہیمؑ کی تیاری سے بھی بڑھ کر ہیں۔ آج اگر ہم یہی لفظ باتباع سُنّت نبی کریمؐ کہتے ہیں۔ اور اپنے قلب
کے اندر ایک سکون اور ٹھنڈک کی کیفیت پاتے ہیں۔ تو کس قدر سکون اور ٹھنڈک سے وہ قلب پُر ہوگا
جس سے پہلے یہ لفظ پھوٹ کر نکلے ہیں۔ اور عین اس حالت میں نکلے ہیں جب اس کا دل حزیں ہے
جب اسکی آنکھوں میں پیارے بیٹے کی جُدائیگی کے لئے آنسو بھر آئے ہیں۔ اس وقت ولا نقول
الا یرضی بہ ربنا کے الفاظ کا جوش سے پھوٹ کر نکلنا بتاتا ہے کہ باوجود حزن قلب کے اللہ تعالیٰ
کی رضا پر کس قدر سکون اس قلب صافی کو حاصل ہے۔ اللھم صل وسلم وبارک علیہ۔
جہانتک غور کیا جائے حضرت ابراہیمؑ کے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کی تیاری سے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی زندگی کا یہ واقعہ ہے کہ اپنے بیٹے کی وفات پر جب محبت پدری سے فی الواقع دل میں غم اور آنکھوں
میں آنسو ہیں وہ یہ اُٹھتا ہے کہ اے خدا تیری قضا پر ہم راضی ہیں حضرت ابراہیمؑ اپنے اختیار
سے ایک قربانی کرنے کو راضی ہوتے ہیں ہمارے نبی کریمؐ پر قضا سے ایک قربانی وارد کرتی ہے تو آپکا قلب

میں پھر بھی راضی ہے۔ یہ مقام اس سے بڑھ کر ہونے کے علاوہ ہر ایک متبع کیلئے ایک نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔
فی الواقع قضاء قدر کی مشکلات میں خدا کی قضا پر راضی رہنا ایک ارفع مقام ہے اور خود حضرت ابراہیم
علیہ السلام کی زندگی سے بھی یہی سبق ہم کو ملتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے کی قربانی کیلئے تیار ہی
کر چکے اپنے اختیار میں جس قدر بائیں ہیں ان پر اسلمت لرب العلمین ہیں اپنے قلب کی کیفیت
کو بیان کر چکے ہیں یعنی ہر ایک امر میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر تیار ہو چکے ہیں۔ مگر پھر بھی ان پر
قضاء و قدر کی تکلیفات وارد کی جاتی ہیں۔ اور ان کو طرح طرح کے مشکلات میں ڈالا جاتا ہے۔ تاکہ
وہ اسلمت سے بھی ایک بلند مقام پر پہنچیں۔ بلا شبہ فرمانبرداری احکام بڑا اعظیم الشان مرتبہ ہے۔ مگر
قضاء قدر کی مشکلات میں قضائے الٰہی پر راضی رہنا اور غم کے وقت خوشدلی سے خدا کی اطاعت
میں لگے رہنا اس سے بھی بلند مرتبہ ہے۔ غور کیا جائے تو ہر ایک نبی اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری
اختیار کرتا ہے۔ مگر ہر ایک کو ہی طرح طرح کے دکھوں اور مشکلات میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ اعلےٰ درجہ کی
غمگسار بی بی سخت سے سخت مشکلات کے وقت تسکین دینے والی بی بی آپ سے الگ کی جاتی ہے چچا جو سخت سے
سخت مخالفتوں میں آپ کی حمایت پر رہے فوت ہو جاتے ہیں۔ سارا قبیلہ شہر کے ایک گوشہ میں مقید ہے۔
کھانے تک کا سامان نہیں ملتا۔ مگر کیا آپ کی زبان پر کبھی حرف شکایت آتا ہے۔ کہ اے خدا یہ کیا معاملہ تو
میرے ساتھ کر رہا ہے نہیں بلکہ ان تمام مشکلات پر جب ایک اور تاریکی کا بادل چھا جاتا ہے۔ اور آپ طائف
کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مگر وہاں سے بھی زخموں سے چور ہو کر واپس آتے ہیں۔ تو پھر بھی یہی لفظ آپ کے
مُنہ سے نکلتے ہیں۔ کہ اے خدا اگر تیری رضا مجھے حاصل ہے۔ تو یہ سب کچھ ہیچ ہے۔ خدا تعالیٰ اگر چاہتا۔ تو
اپنے انبیاء کیلئے ایسے سامان پیدا کر دیتا کہ ان کو کوئی دکھ نہ دے سکتا۔ مگر نہیں اس دن سے گذرنے بغیر
انسان کمال حقیقی کو حاصل نہیں کر سکتا اور انبیاء و اولیا کی تکمیل کیلئے سب کو قضاء قدر کی مشکلات میں
سے گذارا جاتا ہے۔ اور شاید دوسرے لوگوں سے بڑھ کر یہ مشکلات ان پر وارد کیجاتی ہیں۔ ان تمام مشکلات
میں جو ایک معمولی انسان کو کچل دینے کیلئے اور اسکو پاگل بنا دینے کیلئے کافی ہوں۔ ان لوگوں کا اللہ تعالیٰ پر
ایمان اسی جوش سے قائم رہنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایک بڑی دلیل ہوتی ہے +

مسلمانوں نے یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے کس قدر قربانیاں خدا کی راہ میں اپنے اختیار سے کیں۔
وطن چھوڑے۔ جائدادیں چھوڑیں۔ رشتہ دار عزیز و اقارب چھوڑے۔ مگر کیا اسی پر بس ہو گئی نہیں بلکہ
ان تمام قربانیوں کے بعد اللہ تعالیٰ ان کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع

ونقص من الاموال والانفس والثمرات ابھی کچھ اور امتحان تمہارا باقی ہے ابھی تمہیں انعام دینے کے لئے تمہارے کمالات ظاہر کرنے کیلئے تم پر کچھ خوف اور بھوک اور کچھ مالوں اور کچھ جانوں اور پھلوں کا نقصان وارد کرنا ضروری ہے۔ اسمیں درحقیقت زیادہ تر قضاء وقدر کے نقصانات کی طرف ہی اشارہ ہے جیساکہ وبشر الصٰبرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ سے ظاہر ہے۔ اور جب اس حالت پر پہنچ جائیں کہ جب ان کو مصائب پہنچیں۔ تو بجائے اسکے کہ ان پر گھبرائیں ان کے دلوں میں کوئی شکایت پیدا ہو۔ اُن کے دلوں سے یہ آواز نکلکر زبان پر آتی ہے۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون یہ مصیبتیں کیا چیز ہیں۔ اگر کچھ مال کا نقصان ہوگیا۔ اگر کوئی عزیز بچہ مرگیا۔ اگر کوئی عزیز دوست فوت ہوگیا۔ اگر کسی محنت کا ثمرہ ہاتھ نہیں آیا۔ اور کی کرائی کوشش یونہی گئی تو بات ہی کیا ہے۔ ہماری زندگی محض اللہ کیلئے ہے۔ اور اسی کی طرف ہم لوٹ کر جانے والے ہیں۔ مال یا اولاد کا ہونا کوئی حقیقی مقصد ہی کی زندگی کا نہیں بلکہ اللہ تعالٰے کو پالینا۔ اللہ کے لئے اپنے آپ کو کردینا یہ بات مصائب کے وارد ہونے پر ہی انسان کی سمجھ میں آتی ہے۔ اور یہی بات ان کو اللہ تعالٰے کی طرف سے بڑی بڑی برکات بڑی بڑی رحمتوں کا وارث بنادیتی ہے۔ یہ تمام امور اسبات پر شاہد ہیں کہ قضاء قدر کی طرف سے جو صدمات انسان پر وارد ہوتے ہیں۔ وہی درحقیقت اسکی تکمیل کا موجب ہوتے ہیں۔ اور وہی بات جو دوسروں کیلئے دکھ کا موجب ہوتی ہے مومن کے قلب کی حالت کی وجہ سے وہی رحمت وبرکت کا موجب ہو جاتی ہے اللہ تعالٰے حضرت خواجہ صاحب اور اُنکے جملہ متعلقین کو انہی برکات اور رحمتوں کا وارث بنائے جن کا وعدہ اس نے اپنے صابر بندوں کیلئے یہاں دیا ہے +

دنیا پر اس وقت ایک بلائے عظیم نازل ہوئی ہے۔ اور طرح طرح کے مصائب وارد ہورہے ہیں قحط جنگیں اور سب سے بڑھکر وبائیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالٰے کا غضب جوش میں ہے۔ مگر وہ ذات تو رحمت ہے اس کا غضب بھی ارحم کیلئے ہی ہے۔ قرآن کریم نے اس حکمت امر کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالبأساء والضراء لعلھم یضرعون۔ اصل غرض تو یہ ہے کہ لوگ کچھ خدا کیطرف بھی توجہ کریں۔ کچھ دنیا کی محبت کو کم کریں۔ نرے زمینی نہ رہیں۔ بلکہ کچھ نظر انکی خدا کی طرف بھی ہو۔ پس وہی رحیم کو مصیبت نظر آتی ہے رحمت کا کام کرجاتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالٰے ایک نبی کو بھیجکر دنیا کو متنبہ کرتا ہے اسیطرح جب لوگ بہت سو جاتے ہیں تو ان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کیلئے بعض مصائب دنیا پر بھیج دیتا ہے جن سے عام طور پر لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ واقعی کوئی بالاتر ہستی ہے جس کے قبضۂ قدرت میں سب باتیں ہیں

اور انسان کا علم اور انسان کی طاقت اسکے سامنے بالکل محدود ہے۔ ہاں جس طرح سوتے ہوئے آدمی کو جگانیوالا برا معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ وہ اسکے آرام و آسائش میں مخل ہوتا ہے اسیطرح چونکہ ادبار تکلیفیں نظر آتی ہیں۔ ہاں یہ سوال کہ ایسی تکلیفات میں نیک و بد کیوں شامل ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو قحط پڑا اسمیں مسلمانوں کو بھی تکلیف ہوئی چنانچہ اسی قسم کے عذاب کے متعلق اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:- واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ اس فتنہ یا عذاب سے ڈرو جو خصوصیت سے تم میں ظلم کرنیوالوں کو نہیں پہنچتا یعنی اس کا اثر نیک و بد دونوں پر ہوتا ہے سو اس پر اعتراض کرنا فضول ہے ظاہر ہے کہ اس قسم کے عذابوں میں اگر نیک و بد کو الگ کردیا جائے۔ اور کسی پر کوئی تکلیف نہ آئے۔ تو ایمان بالغیب باقی نہیں رہتا اور دوسرے یہ کہ درحقیقت تضرع اور عاجزی کے بد اور نیک اپنے اپنے حالات کے مطابق دونوں محتاج ہیں جب تک عزیز و اقارب پر تکلیف نہیں آتی۔ اس وقت تک انسان کے دل سے دنیا کی محبت سرد نہیں ہوتی +

ہاں تضرع یہ خدا کی طرف جھکنا اپنے اپنے حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ ایک دہریہ کیلئے بھی تضرع ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی قدرت کے نشانات کو دیکھ کر اور انسان کی بےبسی اور عاجزی کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ کی ہستی کا قائل ہو جائے۔ مومن اس سے اور زیادہ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور خدا کی راہ میں بڑی بڑی ترقیات کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں دنیا کی محبت کی آگ بجھا کر محبت الٰہی کی آگ جلا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ تضرع دونوں میں پیدا کرتا ہے۔ گو ایک کا تضرع دوسرے سے بہت بلند مقام رکھتا ہے۔ ہاں مسلمانوں کو اس بات کو سمجھ کر اپنی ہمتوں کو دوبالا کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ دنیا تو ایک فنا کا مقام ہے بڑے بڑے نوجوان عین جوانی کی اُمنگوں میں اُٹھائے گئے۔ یہ نظارہ ہماری سستی کو دور کرنے کیلئے کافی ہے۔ یہ بات کو ہماری آنکھوں کے سامنے لے آتا ہے۔ کہ ہم اپنی ساری ہمت دنیا پر ہی صرف کردیں بلکہ کچھ کام خدا کی راہ میں بھی کرکے دکھائیں۔ اور اس مقصد کو بھول نہ جائیں جس کے حصول کیلئے ہمیں مسلمان بنایا گیا ہے یہی وہ سبق ہے جو ان بڑے بڑے مصائب پر ملتا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو اس سبق سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق دے۔ اور مادی دنیا کیلئے بھی یہ تازیانہ کافی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اس سے بھی سخت تر تنبیہ کی ضرورت ہو +

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مرحوم خواجہ بشیر اور اُنکی بی بی کو جن کے ایک ہی دن فوت ہونے نے اس نظارہ کو اور بھی دردانگیز بنا دیا اپنی جوار رحمت میں جگہ دیوے۔ اللّٰھم اغفرھما وارحمھما وعافھما واعف عنھما۔ اللھم اکرم نزلھما ووسع مدخلھما وارفع درجتھما فی الجنۃ اور حضرت خواجہ صاحب اور دیگر پسماندگان کے قلب حزین کو اپنے فضل سے سکون و صبر عطا فرمائے +

خواجہ بشیر احمد صاحب نے ایک بچہ چار ماہ کی عمر میں پیچھے چھوڑا تھا افسوس کہ وہ بھی تھوڑے دنوں بعد فوت ہو گیا انا للہ و انا الیہ راجعون

ضروری نوٹ:- یہ رسالہ اپنی تاریخ اشاعت سے بہت تاخیر کے بعد ناظرین کرام کے ہاتھ میں پہونچتا ہے۔ جسکی وجہ میری اور سٹاف کی

ہستی باری تعالیٰ

(تسلسل صفحہ ۲۸۰ جلد ۱۳ نمبر ۱)

کیا یہ تدبیر و ارادہ ہے یا محض ظہورِ اتفاق

کیا فوٹوگراف کا کیمرہ اتفاقاً پیدا ہوا ہے۔ یہ جو اسمیں محدب شیشہ لگا ہوتا ہے پھر اسکے اندر جو عکس کو جذب کرنیوالا کاغذ ہوتا ہے پھر اسمیں خاص تجویز سے خارجی روشنی کو کم و بیش کیا جاتا ہے اور اسی طرح اسکے دیگر اجزا یہ سب کے سب اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ سب کا سب انتظام کسی دل و دماغ کی تدبیر اور فکر کا نتیجہ ہے۔ لیکن یہ فوٹوگراف کا کیمرہ تو ایک بہت ادنےٰ درجہ کی نقل چشم انسانی کی ہے۔ جو تمہارے خیال میں اتفاقاً بن گئی ہے۔ بخدا اسکی ساخت کو دیکھو تو تمہیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ اسکے بنانے والے نے روشنی اور رنگوں کے تمام علوم چھان مارے ہیں۔ فوٹوگراف میں تو صرف ایک محدب شیشہ ہوتا ہے لیکن یہاں لنیز* اور علاوہ ان کے کئی ایک پردے اس خوبصورتی سے ترتیب دیئے گئے ہیں کہ جو مشاہدہ کی ہوئی چیز کی ایک کامل تصویر کا عکس آنکھ میں پیدا کر دیتے ہیں۔ آئرس کو دیکھو کس طرح خوردبین کے خاص پرزہ کی طرح آنکھ کے اندر سے فالتو اور پراگندہ روشنی کو نکال کر حسب ضرورت مقدار روشنی کو لے لیتا ہے۔ شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ فوٹوگراف میں جو عکس جذب کرنیوالا کاغذ استعمال ہوتا ہے اسکی ساخت بھی انسانی آنکھ کے پردوں کے مطابق بنائی گئی ہے آنکھ کی پتلی کے لنیز ایک پردہ ہے جو فوراً ایک عکس کو جذب کر لیتا ہے۔ اور اسی قسم کے مصالح سے فوٹو کا جاذبِ عکس کاغذ بنایا گیا ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ فوٹو کا کاغذ ایک عکس لے کر دوسرا عکس لینے کے قابل نہیں رہتا۔ اور قدرتی صنعت کو دیکھئے کہ ہماری آنکھ پر لحظہ بلحظہ نئے سے نیا عکس پڑتا ہے لیکن اس کا مصالحہ کبھی خراب نہیں ہوتا۔ پھر بھی ہم احسان میں بھی ہم کیا یہ عجیب و غریب چیزیں دلیل اعلیٰ انتظام دل و دماغ میں پیدا کرتی ہیں

* یہ سب آنکھ کے مختلف حصص اور پردوں کے اصطلاحی نام ہیں۔

یا فوٹو کا کیمرہ عکس تو لیلیگا لیکن وہ عجیب و غریب احساسات اور جذبات کی تحریک ہرگز نہیں کر سکتا
برخلاف اسکے آنکھ نہ صرف مناظر [illegible] انسانی کے سامنے پیش کرتی ہے
بلکہ عجیب و غریب کیفیات قلبی کی محرک ہوتی ہے۔ ایک خوبصورت اور بھلی چیز کے دیکھنے سے
دل میں ایک عجیب لذت اور روح کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ پھر آنکھ پر ہی کیا منحصر ہے۔ دیگر
حواس خمسہ بھی خارجی اشیا سے متاثر ہو کر دل میں طرح طرح کے ولولے پیدا کرتے ہیں کیا یہ
سب تاثرات متقابلہ جو جسم میں پیدا ہوتے ہیں سب اتفاق ہی اتفاق ہے ۔

حق تو یہ ہے کہ انسان بڑا ہی تنگدل اور مجموعہ تناقضات ہے خصوصاً جب اسے دوسروں کی
خوبی کا معترف ہونا پڑے۔ اگر کبھی شاذ و نادر ہم کوئی معمولی سی بات کر گذریں تو اس بات کے
منتظر رہتے ہیں کہ اس نکمی بات کو ہمارے اعلیٰ درجہ کے تفکر اور تدبر کا نتیجہ سمجھا جاوے
لیکن اگر وہی بات کوئی دوسرا خواہ کسی بہتر طریق سے ہی کرے تو ہم فوراً کہہ دیتے ہیں کیا ہوا
یہ بات تو اس سے اتفاقاً سرزد ہو گئی ہے

نگاہ باشد کہ کودکے ناداں ۔ بغلط بر ہدف زند تیرے

والی بات ہے کوئی ارادے یا فکر سے تھوڑی ہی کی ہے ۔ اور صانع کائنات کے عجائب ہاتھ
سے انکار کرنا تو درکنار ہم تو اپنے بھائی دوسرے انسانوں کے کاموں کو بھی اتفاق کا نتیجہ قرار
دے دیتے ہیں۔ اور اپنی حاسدانہ طبیعت کا رنگ اظہار نفرت سے دکھا دیتے ہیں کسی ہم جنس
کی قابلیت کے معترف ہم ہرگز نہیں ہونا چاہتے اور خواہ کتنی جگر سوزی اور دماغ سے وہ
کوئی کام کرے ہم فوراً کہہ دیتے ہیں کہ بھولے سے یا اتفاق سے ہو گئی ہوگی۔ لیکن ہماری اپنی
ادنےٰ سے ادنےٰ اور نکمی سی نکمی بات بھی ہم غور و خوض کا نتیجہ یقین کرتے ہیں ۔

آپ کو تو یہ معلوم ہوگا کہ یہ تمام ٹیلیفونی پیغام رسانی (تار کے ذریعے سے لیکر دوسرے سے بات
کرنا اور سننا) دفتر تبادلہ (Exchange Office) سے وابستہ ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص
کسی اور سے بات کرنے لگتا ہے۔ تو وہ دفتر تبادلہ کو اطلاع دیتا ہے کہ اسکی تار فلاں نمبر
کی تار سے ملا دی جائے۔ جب دفتر تبادلہ دو تاروں کو ملا دیتا ہے تو پھر وہ دونوں شخص ٹیلیفون میں
بات کر سکتے ہیں۔ اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ دفتر تبادلہ کی ہستی اپنی تجویز اور تدبیر کا ایک حصہ ہے

جس کے ماتحت ٹیلیفون ایجاد ہوا تم اس کا نام اتفاق نہیں رکھ سکتے تو پھر ان خارجی اور داخلی رگوں کا براعضا جُثہ سے لیکر دماغ تک پہنچانا اور پھر دماغ کے ذریعہ ان کا آپس میں ملنا تمہارے نزدیک کیوں اتفاق سے پیدا ہوا کیوں جسم انسانی کا یہ سب اندرونی انتظام کسی تدبیر و تجویز کے ماتحت نہیں ہوا۔ تم جس وقت سورج کی طرف دیکھتے ہو اسی وقت تمہاری پلکیں آپ سے آپ جھپک کر آنکھ کو تمازت آفتاب سے بچا لیتی ہیں۔ چندھیانے کی کیفیت جو آنکھ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ تم کو تو شاید یہ اتفاق کا نتیجہ نظر آئے لیکن حقیقت میں کئی ایک قوانین کے ماتحت یہ معمولی اور روزمرہ کا فعل واقع ہوتا ہے۔ سورج کی تیز شعاعوں نے جو ناپسندیدہ اثر آنکھ کی پُتلی پر کیا تو داخلی رگوں کے ذریعہ اس کا علم فوراً دماغ تک پہنچا پھر قوت حفاظت خود اختیاری نے اپنا کام کیا۔ دماغ نے فوراً فیصلہ کیا کہ ایسی ناپسندیدہ چیز کو اندر نہیں رکھنا چاہیے اسی واسطے خارجی رگوں کے ذریعے سے دماغ نے پلکوں اور پپوٹوں کو حکم دیا کہ حرکت کرو۔ اور اس طرح آنکھ جھپنی شروع ہو گئی۔ ذرا ان خارجی اور داخلی رگوں میں سے ایک کو کاٹ دو یا دماغ کے اس حصہ کو جہاں ان رگوں کا جوڑ ہے کوئی خرابی لاحق ہو تو فی الفور آنکھ کی بصارت جاتی رہیگی۔ کیونکہ آنکھ پر سورج کی تیز روشنی کا احساس دماغ نے رگوں کے احساس کے ذریعہ سے کیا تھا۔ اب جو وہ ضائع ہو چکیں۔ اور اگر وہ ضائع نہیں ہوئیں تو احساس نہیں رہا۔ تو پھر آنکھ کس طرح بند ہو سکتی ہے۔ اور نتیجہ یہی ہوگا کہ سورج کی شعاعیں آنکھ کو خراب اور بیکار کر دیں۔ اسی طرح اگر ٹیلیفون کی کسی دونوں تاروں میں سے کوئی تار ٹوٹ جائے یا دفتر تبادلہ کا جوڑنیوالا موجود نہ ہو تو ٹیلیفون کے ذریعہ سلسلہ پیغام رسانی ختم ہو جاتا ہے۔ کیسی حیرتناک بات ہے کہ تم ٹیلیفون کے کل انتظام کو عقل و فکر کا نتیجہ قرار دو اور یہ زبردست دفتر جو دماغ میں بنا ہے۔ یہ تمہاری اندھی نیچر کا اتفاقی کرشمہ ہو۔ انسانی دماغ کی مثال میں مجھے ایک اور بات یاد آ گئی ہے۔ جس پر فوجی مہم کی کامیابی کا انحصار رہتا ہے ہر فوج کے ساتھ ایک مرکزی دفتر ہوتا ہے جسے انگریزی میں "فوج کا دماغ" کہتے ہیں۔ فوج کے مختلف محکموں اور حصوں میں جس جس قسم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس دفتر میں اسکی اطلاع دیجاتی ہے۔ اور اسی دفتر کے کارکن ان ضروریات کو بہم پہنچاتے ہیں۔ بھلا سوچو تو سہی کہ اس دفتر کا نام "فوج کا دماغ" کیوں رکھا

گیا دراصل دماغ حیوانی کے افعال کو سامنے رکھ کر یہ نام تجویز کیا گیا ہے۔ خوراک اور پانی کے محتاج اعضا کا تعلق دماغ سے بذریعہ رگوں کے ہے اور ایسا ہی وہ اعضا اور جوارح جو ان اشتہاؤں کو دفع کرنے کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ ان کا تعلق بھی مختلف رگوں سے دماغ کے ساتھ ہے۔ اور جونہی معدہ خالی ہوا اس نے داخلی رگوں کے ذریعے دماغ کو اطلاع دی کہ مجھے بھوک ہے کھانا چاہیئے دماغ نے فوراً قیام زندگی کو مدنظر رکھ کر خارجی رگوں کے ساتھ ہاتھ پاؤں کو حکم دیا کہ خوراک مہیا کرو۔ پس ہم فوراً چلکر اس جگہ پہنچے جہاں کھانا موجود ہے۔ اور ہاتھوں نے لقمے منہ میں ڈالدیئے۔ اور اس طرح معدہ کی طلب کو پورا کیا۔ علےٰ ہٰذالقیاس دیگر اشتہاؤں اور خواہشوں کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن حیف ہے کہ اس دفتر کو جسکو نقلی طور پر "فوج کا دماغ" کہا جاتا ہے ایک اعلےٰ تدبیر اور فکر کا نتیجہ قرار دیتے ہیں لیکن جب خود دماغ اور اسکے کارناموں کا ذکر ہو تو فوراً اتفاق اور واقعہ کا حیلہ پیش کر دیا جاتا ہے۔

اچھا آؤ ذرا ریل کے انجن کو دیکھیں اسمیں ایک سو سے زیادہ نالیاں ہیں لیکن انمیں سے کوئی نالی بھی بیکار نہیں بنانے والے نے ہر ایک نالی ایک ضرورت کیلئے رکھی ہے۔ اور یہاں عقل تدبیر اور ارادہ کا وجود مانتے وقت ہم ذرا بھی نہیں جھجکتے۔ لیکن وہ لکھوکھا نالیاں جو جسم کے اندر رگوں اور پٹھوں کی شکل میں کام کر رہی ہیں۔ اور ان میں ایک بھی بیکار نہیں۔ ان سب کی سب تو ہم اندھا دھند پیدا ہوئی ہوئی مانتے ہیں۔ واہ کیا اچھا استدلال ہے۔ پھر ایک اور بات دیکھو ان مشینوں کو جو رات دن کام کرتی ہیں! اور اس خیال سے کہ جلدی گھس نہ جائیں ہم اسکے خاص خاص حصوں میں جہاں رگڑ پیدا ہوتی ہے یا دو پرزے جوڑ کھاتے ہیں۔ اور ہمارے تجربہ نے ہم کو اس تجویز اور تدبیر کیطرف رہنمائی کی۔ کہ وہاں تیل دیا کریں۔ لیکن کیا آپ حضرات میں سے کسی نے بھی اس عجیب و غریب انتظام پر غور کیا۔ جس کے ماتحت تمہارے جسم کے ہر ایک جوڑ کی ہڈی کو ایک قسم کی چربی سے تیل دیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ تمہاری انگلی کے تین جوڑ جس وقت تم ان کو حرکت دیتے ہو یا انگلی کو موڑتے ہو تو اس حرکت سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ اس چربی کو پگھلاتی ہے جو تمہاری انگلی میں ہوتی ہے۔ اور یہ پگھلی ہوئی چربی جوڑ کے قریب آکر ہڈیوں کو تیل دیتی ہے

اور انکو گھسنے سے محفوظ رکھتی ہے۔ یہ کیفیت تمہارے جسم کے ہر حصے میں ہر جوڑ پر ہر حرکت کے وقت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور اس طرح تمہاری ہڈیاں خراب ہونے سے محفوظ ہیں۔ کیا اب بھی کہوگے کہ یہ سب اتفاق ہے۔ اور کسی مُدبر بالارادہ کے حسن تدبیر کا نتیجہ نہیں۔ جب جسم کے ہر حصے ہر رگ ہر جوڑ میں ایک تدبیر اور تجویز کا پتہ چلتا ہے تو باوجود اسقدر علم و ترقی کے کیوں تم خدا کے مُدبر بالارادہ ہونے سے منکر ہو۔ اگر بقول شخصے اب بھی نہیں سمجھتے۔ تو پھر تم سے خدا سمجھے +

ممنُوع خُوراک

قرآن کریم کے پارہ دوم سورہ بقرہ آیت ۱۷۳ میں ہم یہ الفاظ پاتے ہیں تحقیق حرام کیا گیا تم پر مُردار اور خون اور سُوّر کا گوشت اور وہ جس پر خدا کے بغیر کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ مگر وہ جو کہ مُضطر ہو نہ خواہش کرنیوالا اور نہ حد سے بڑھنے والا اس پر کوئی گناہ نہیں (کہ ان شرائط کے ماتحت ان کو استعمال کرلے) تحقیق اللہ غفر کرنیوالا اور رحم کرنیوالا ہے +

میرا مُدعا اس آیت کے تمام پہلوؤں پر بحث کرنے کا نہیں۔ ہاں اس میں جو خون کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس پر کچھ بیان کرونگا۔ خدا کی کتاب ہمیں خون کے استعمال سے روکتی ہے جس سے بتصریح یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ تمام جانور جن کو ذبح کرنے پر ان کی موت اخراج خون سے واقع نہیں ہوتی ممنوع ہیں۔ بظاہر بعض اصحاب کو قرآن کریم کی یہ حرمت یہودیوں کی رسم کی ایک حقیر متابعت معلوم ہوتی ہے۔ مگر قرآن کریم کو دنیا کی کتب مقدسہ پر جو بڑی فضیلت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اسکے احکام بحکمانہ نہیں۔ بلاشبہ مسلمان یہودیوں کی طرح جانوروں کو خوراک کیلئے گردن کی شاہ رگ کاٹ کر ذبح کرتے ہیں۔ مگر ایک یہودی اس فعل کی صحت پر صرف باب استثناء کا حوالہ دیتا ہے۔ اور صرف یہی بات پیش کرتا ہے۔ کہ خدا کی کتاب میں اس کیلئے اسی طرح لکھا گیا ہے۔ مگر قرآن کریم ایسی رسومات تجویز نہیں کرتا۔ بلکہ محولہ بالا آیت میں اس فعل پر دلیل بھی پیش کرتا ہے۔ کہ ذبح کرنے میں جانور کی شاہ رگ کاٹنے کی اصل غرض یہ ہے کہ اس کا گوشت مس [illegible] سے پاک ہوجائے جس کا استعمال ممنوع ہے۔ اسلامی نقطہ خیال سے اس شے کے سوا جو

کسی نہ کسی رنگ میں انسانی بہبودی کے مخالف ہو کوئی امر گناہ میں داخل نہیں قرآن کا خدا اس بادشاہ کی مانند نہیں جو کہ اپنی مرضی پوری ہوتی دیکھ کر خوش ہوتا اور بدیں غرض تحکمانہ حکم و احکام صادر کرتا ہے۔ قرآن کریم نے تو صرف وہی اشیاء محرمات کی فہرست میں شامل کی ہیں جو کہ انسانی صحت اخلاق اور جسم کیلئے مضر ہیں۔ پس امر زیر بحث میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ خون کا بطور خوراک استعمال کسی رنگ میں مضر ہے یا نہیں۔ مغربی دنیا کے قلوب میں عام طور پر یہ خیال جاگزین ہے۔ کہ اگر گوشت میں سے خون بتمام و کمال نکالدیا جائے۔ تو اسکی غذائی طاقت مفقود ہو جاتی ہے۔ یہ وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ اس خیال سے بڑھکر کوئی اور بات نہی از صداقت نہیں۔ اور اس غلطی کو واضح کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ خون کی بحیثیت خوراک غذائی طاقت اور اسکے ذاتی خواص اور افعال پر غور کیا جائے۔ خون کو جب خوردبین سے ملاحظہ کیا جائے تو اسمیں دو قسم کے کارپسکلز یعنی خون کے کیسے ایک ہلکے زرد رنگ کی سیال رطوبت میں جس کو پلازمہ یعنی آب خون کہتے ہیں تیرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ خون کے کیسے سفید و سرخ رنگ کے ہوتے ہیں۔ اور اول الذکر موخر الذکر سے۔ ایک اور پانسو کی نسبت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ خون میں اور اجسام بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کو بلڈ پلیٹیٹز کہتے ہیں لیکن موجودہ تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ یہ صرف بہائے خون میں ہی پائی جاتی ہیں۔ اور خون کے بیرونی ہوا سے مس کرنے پر پیدا ہوتی ہیں سرخ کیسوں کا کام جسم کے رگ و ریشہ کو خوراک بہم پہنچانا ہے۔ اور سفید کیسوں کا منصب کسی زہر یا خارجی مادہ کو تباہ کرنا اور بواسطہ خون ان کے رگ و ریشہ تک پہنچنے کو روکنا ہے۔

سفید کیسے ان سمیات کو اپنے وجود میں جذب کرکے اس وقت تک لئے پھرتے ہیں جب تک کہ اُن کو ان کے اخراج کا موقع نہ ملے۔ سرخ کیسے رگ و ریشہ کو خوراک اکثر بشکل آکسیجن پہنچاتے ہیں۔ اور اسکے عوض میں ان سے وہ تمام فضول مادے جو جسم کیلئے مضر ہیں جذب کرتے ہیں۔ تحقیقات نے یہ بھی ثابت کیا ہے۔ کہ آب خون میں سمیات کو تباہ کرنے کی خاصیت ہے۔ اور یہ کہ بلڈ پلیٹیلیٹز وہ جراثیم ہیں جو کہ خون کو منجمد ہونے میں مدد دیتے ہیں۔ اور جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے خون کے بیرونی ہوا سے مس کرنے پر ہی پائے

پائے جاتے ہیں +

آؤ اب ہم خون کے ملاحظہ سے اسکی غذائی طاقت کا اندازہ لگائیں۔ زندگی کے بقا کے لئے ایک انسان کے لئے ضروری ہے کہ بطور خوراک اس مرکب کو استعمال کرے جسمیں کہ مندرجہ ذیل تین اشیاء موجود ہوں :-

(۱) پروٹین (یہ گوشت کا جزو اعظم ہے)

(۲) کاربوہائیڈریز یعنی شکر وغیرہ وغیرہ (یہ نباتات کا جزو اعظم ہے)

(۳) روغن۔ معدنیات و پانی

اگر یومیہ خوراک کا بصورت فہرست اندازہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل ہوگی۔

پروٹین	۱۲۰ گرینز
کاربوہائیڈریٹز	۵۰۰ "
روغن	۶۰ "
معدنیات	۳۰ "

فرض کرو کہ ایک آدمی ایک وقت میں ایک پونڈ گوشت کھاتا ہے۔ اب اگر اس میں سے خون بالکل خارج نہ ہوا ہو تو قریباً نصف اونس تو اس میں خون ہوگا اور خون کی ترکیب مندرجہ ذیل ہے:

پانی	۹۲ فیصدی
پروٹین	۶ "
شکر	۰۱۵ "
روغن	نہایت خفیف

یوریا (۰۰۲ فیصدی)

لیستھین۔ کولسٹرول۔ لیکٹک ایسڈ وغیرہ وغیرہ

معدنیات	نہایت خفیف

رنگ و خوشبودار اشیاء

آکسیجن۔ کاربونک ایسڈ و نائیٹروجن ...

گیسوں میں سے آکسیجن کی غذائی طاقت صفر ہے۔ کاربونک ایسڈ ایک زہر ہے۔ اور
نائٹروجن محض بے تاثیر۔ بلکہ اگر حد سے زیادہ استعمال کی جائے تو زہر ہے۔ پس اس ترکیب سے
واضح ہے کہ خون کی غذائی طاقت نہایت ہی خفیف ہے۔ علاوہ ازیں خوراک تو کھانے
پر ہضم ہوتی ہے۔ اور جُزو بدن بنتی ہے۔ مگر برخلاف اسکے سمیات جب بدن میں داخل ہوتی ہیں
تو فوراً ہی خارج نہیں ہو جاتیں۔ بلکہ جیسا کہ بارہا وقوع میں آتا ہے جمع ہوتی رہتی ہیں۔ اور
جب ایک خاص مقدار میں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ تو اچانک جسم کی ہلاکت کا موجب ہو جاتی ہیں۔
جنوبی افریقہ کے ساحر اس طرز زہر خورانی کا عموماً کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ وہ اپنے
شکار کو سمیات مثلاً قلعی یا کوئی اور خطرناک چیز تھوڑی تھوڑی مقدار میں دیتے رہتے
ہیں۔ اور اس عمل کو ایک خاص مُدت تک جاری رکھتے۔ یہانتک کہ زہر برداشت سے زیادہ
جسم میں جمع ہو کر موت واقع کر دیتی۔ مندرجہ بالا ترکیب شریانی یعنی مصفیٰ خون کی ہے
مگر وہ خون جو بعد از موت ایک جانور میں پایا جاتا ہے وریدی اور گندہ ہوتا ہے۔ اور
اسمیں سمیات اس سے بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ شریانی خون کے دل سے نکلکر
رگ و ریشہ تک پہنچنے میں اسکی آکسیجن کا مُضر مادوں سے تبادلہ ہو جاتا ہے۔ پھر موت
وارد ہونے پر دل کی حرکت فوراً بند نہیں ہو جاتی۔ انسانوں میں روح کی مفارقت کے
بعد دو تین دفعہ اور مینڈک میں ۲۴ گھنٹے تک دل حرکت کرتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
شریانیں بعد از موت خالی پائی جاتی ہیں۔ اور ان کے مقابل پر وریدیں خون سے بھرپور
ہوتی ہیں۔ اور کثیر حصہ سمیات کا اسمیں (یعنی خون میں) موجود ہوتا ہے۔ ان امور کو
مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم اسلامی طرز ذبح میں شاہ رگ کے قطع کرنے پر نظر ڈالتے
ہیں تو بیساختہ اس پُرحکمت فعل پر تحسین کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور گرم ملکوں میں
جہاں خون بہت ہی جلد سڑ جاتا ہے۔ خصوصاً اسکی شان اور بھی دوبالا نظر آتی ہے علاوہ ازیں
کہ خون میں سمیات موجود ہیں ہمیں ابھی اسبات پر بھی غور کرنا ہے کہ خارج میں ان سمیات
کا کیا اثر ہے۔ اور جسم کے اس رجحان کو بھی دیکھنا ہے۔ جو کہ وہ ایسے مضر مادوں کے
قبول کرنے میں دکھلاتا ہے۔ مثلاً یہ بات ثابت ہے کہ خون آکسیجن کو چھوڑ کر کاربانک

السڈ گیس کو جذب کرلیتا ہے۔ اسی طرح کتّی اور زہروں میں خون کا کوئلے کی گیس سے علاقہ بخوبی واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ زمین دوز کوئلے کی کانوں میں کام کرنیوالوں میں ان کے خون کے مشاہدے سے ثابت ہے کہ اس گیس کی خفیف سے خفیف مقدار فوراً خون میں جذب ہو جاتی ہے۔ اور موخرالذکر اس کے بدلے میں آکسیجن چھوڑ دیتا ہے۔ لہذا وہ لوگ جو خون کے اس رجحان سے جو اس کو کوئلے کی گیس سے ہے واقف ہوتے ہیں۔ خودکشی کرنے میں اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور آہستہ سے گیس کے پیچ کو پھیر کر خاموشی سے اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں +

پس سمیات کا بآسانی اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ خون بسبب ان سمیات کے جو اس میں موجود ہیں انسانی خوراک کیلئے کس قدر خطرناک ہے۔ اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے:

خون کی غذائی طاقت کے لحاظ سے اس میں جو پروٹین۔ چربی و کاربو ہائیڈریٹس ہیں خفیف ہیں کہ بطور خوراک درحقیقت کسی کام کے ہی نہیں۔ آکسیجن بیشک جسم کا ایک جزو لاینفک ہے۔ مگر جب خون کے ہمراہ جسم میں داخل نہیں تو جسم اسکو استعمال نہیں کرتا کیونکہ وہ تمام آکسیجن جو کہ زندگی کی بقا کے لئے ضروری ہے پھیپھڑوں کے ذریعہ بیرونی ہوا سے حاصل کی جاتی ہے۔ بلکہ اگر ضرورت سے زائد خوراک کے ہمراہ لیجائے تو مضر ثابت ہونے کا احتمال ہے +

پچھلے زمانہ میں جیسا کہ بعض اشخاص آج کل بھی کرتے ہیں۔ لوگ جب باہر شکار کو جاتے تو گوشت کو خشک کر کے ہمراہ لیجاتے۔ یہ ایک نہایت ہی مفید طریقہ ہے۔ کیونکہ اس سے خون بالکل خارج ہو جاتا ہے۔ اور پروٹین منجمد ہو جاتے ہیں۔ لیکن شکاری کی فطری تحریک نہ کہ اس کا علم اس کو اس ضرر سے محفوظ رکھنے کا باعث ہوا۔ مگر قرآن کریم نے خون کا بحیثیت خوراک استعمال ممنوع ٹھیرایا۔ اور جنہوں نے اس پر عمل کیا بیحد فائدہ اٹھایا۔ جنوبی افریقیہ کے زولو (وہاں کے باشندوں کا نام ہے) جن کے وجود کا مقابلہ کم لوگ کر سکتے ہیں۔ موجودہ لوگوں سے بھی زیادہ گوشت کے استعمال سے زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر وہ خون کبھی نہ کھاتے تھے۔ جب کبھی ان کو خوراک کیلئے کسی جانور کی ضرورت ہوتی تو وہ

شکار کو نکلتے اور جانور کو زخمی کر کے اس کا تعاقب کرتے یہاں تک کہ خون کے ضائع ہونے سے وہ درماندہ ہو کر گر کر مر جاتا۔ اس بات کا اثر ہم سب بڑے بڑے شکاریوں میں بھی دیکھتے ہیں کہ وہ سب کے سب جسیم انسان تھے۔ اور اسکی وجہ ہی یہ تھی کہ وہ زولو کی طرح جانوروں کا شکار کرتے تھے۔ میں ان لوگوں کی عمدہ بدنی حالت کو بکلی اس طرز خوراک پر ہی موقوف نہیں سمجھتا۔ تاہم مجھے یقین کامل ہے کہ انکی جسامت کی یہ بھی ایک وجہ تھی۔ کوئی صاحب یہ نہ سمجھ لیں کہ میرے نزدیک خون کی کچھ قدر و قیمت ہی نہیں۔ دُنیا میں ہر چیز کسی نہ کسی رنگ میں مفید ہے۔ لیکن ہم اسی حالت میں ایک چیز کو مبسود قرار دیتے ہیں جبکہ اس کا نقصان اس کے نفع پر سبقت لیجائے۔ خون بھی بہت مفید ثابت ہؤا ہے بہت سی زندگیاں ایک شخص سے دوسرے میں خون پہنچانے سے بچائی گئی ہیں۔ مگر اس حالت میں اس کا فعل بالکل مختلف ہے۔ جسم زہر کی ایک خاص مقدار کو برداشت کر سکتا ہے۔ اور وہ مقدار عموماً ایک تندرست انسان کے خون میں موجود ہوتی ہے۔ لہذا ایک انسان سے دوسرے انسان میں خون پہنچانے میں اس امر کا خصوصیت سے خیال رکھا جاتا ہے کہ اسمیں خون کی مقدار قدرتی اندازے سے زائد نہ ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عمل سے کسی قسم کی زہر نہیں چڑھتی۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ خون کو جہاں زہر ملے اسکو جذب کرتا ہے اور آکسیجن کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسکی غذائی طاقت قریباً صفر ہے۔ اور بحیثیت خوراک سوائے اسکے کہ معدے میں بوجھ زائد کرنے کے کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ علاوہ ازیں گوشت کو پکانے کی بڑی وجہ ہی یہ ہے کہ وہ جراثیم جن سے خون مملو ہوتا ہے ہلاک ہو جائیں۔ لہذا جب ہم خدا کی کتاب میں یہ پڑھتے ہیں کہ خون انسان کیلئے ممنوع ہے تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ہمیں ان خطرات سے بھی محفوظ رکھتا ہے جن کا ہم کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا +

جملہ خریداران از راہ کرم خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا ضروری حوالہ فرمایا کریں۔ اور نیز اپنے حلقہء اثر میں رسالہ کی توسیع اشاعت فرما کر داخل حسنات ہوں کیونکہ کاغذ کی گرانی روز افزوں ترقی پر ہے + منیجر

پنج ارکانِ اسلام

اِسلام سلامتی و راہ سلامتی

اسلام بحیثیت مذہب پانچ اصولوں پر مشتمل ہے:- (۱) نسخہ عقائد یعنی کلمہ طیبہ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ اور (۵) حج +

اسلام جیسا کہ اس کے لغوی معنوں سے ظاہر ہے ایک سلامتی و امن کا مذہب ہے۔ اور مندرجہ بالا پانچ اصولوں کے ذریعہ دنیا و آخرت میں سلامتی و امن قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور یہی ایک آلہی دین کا مطمح نظر ہو سکتا ہے +

مندرجہ بالا مقصد کے حصول کے لئے دُنیا کے مختلف مذاہب نے مختلف قوانین منضبط کئے ہیں۔ مگر وہ مذہب جس کو محمد صلعم نے بیان فرمایا اسلئے قابل توصیف ہے کہ وہ عقل انسانی کو اس کے فیوض کا معیار ٹھیراتا ہے "مبارک ہیں وے جو کہ امن پسند ہیں" الفاظ میں نہایت موثر و دلفریب معلوم ہوتا ہے۔ مگر صرف اتنا کہدینا سخن دیگر ہے۔ اور ان اسباب و ذرائع کا ایسا خاکہ کھینچنا کہ جس سے امن اور باہمی میل و ملاپ انسانی زندگی کا دستور العمل بن جائے شئے دیگر ہے۔ اسلام اُن تمام مشکلات کا جو کہ دُنیا میں کسی مفید اصول کی نشو و نما میں سدِّ راہ ہوتی ہیں حل کرتے ہوئے فطرت انسانی کا کما حقہٗ پاس کرتا ہے۔ لہذا اگر ہم امن چاہتے ہیں۔ تو ہمیں اوّل ان اسباب پر غور کرنا چاہئے جو اسکی تباہی کا مُوجب ہوتے ہیں جنگیں خانجگی یا قومی رقابتیں۔ جرائیم بدنظمی۔ عدم امن کے ہی مُترادف ہیں +

تیرے اور میرے کا "گورکھ دھندا" یہ سب کے سب ایک مشترکہ ماخذ سے جو ان سب کی جڑھ ہے پیدا ہوئے ہیں یعنی "یہ تیرا ہے اور وہ میرا ہے" شاید ایک کنبے کی زندگی کے تدریجی حالات کی مثال میرے مضمون کیلئے نہایت موزون ہوگی۔ ایک وقت ہوتا ہے جبتک کہ ایک گھر کے سارے بچے ایک مجلس منتظمہ کے مختلف اجزا کی مانند ہوتے ہیں جو الدین انکی

تمام ضروریات کے متکفل ہوتے ہیں۔ اور ان کی باہمی محبت کی مشترکہ رسن اُن کو یکجا متحد رکھتی ہے۔ مگر جب ان کے افعال و اقوال میں تیرے اور میرے کا سوال پیدا ہوتا ہے تو اس اتحاد کی استواری میں فرق آنے لگتا ہے۔ اور اس امر کی بنیاد پڑتی ہے۔ جو نہ صرف ایک گھرانے بلکہ اس سے بھی بڑے سوشل اجتماع یعنی ایک قوم یا جمہور بلکہ اس کے اس سے بھی بڑھکر یعنی کل نسل انسانی کے شیرازے کو بکھیر دیتا ہے۔ ایک قوم کی دوسری قوم سے جنگیں ایک گھرانے کے دو افراد کی باہمی رقابت ہی کا اعلےٰ پیمانے پر ایک نقشہ ہے جس طرف نظر اُٹھاؤ تیرے اور میرے کی تحریک ہی ذمہ دار نظر آتی ہے۔

اسی طرح یہ تیرے اور میرے کا خیال ہی تمام جرائم کا محرک ہے۔ ہم ناجائز وسائل سے دوسروں کے مال و متاع پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ اور یہ خواہش ہی ہم سے جرم کا ارتکاب کرا دیتی ہے۔ غصب۔ چوری۔ دغا ان ناجائز وسائل ہی کے مختلف خط و خال ہیں جن کے ذریعہ ہم کسی کے مال کو اپنا مال بنانا چاہتے ہیں۔ اگر ہم اپنے نقطۂ نظر کو وسیع کر کے اس روشنی میں ایک قوم کے افعال کا مطالعہ کریں تو تمام جنگوں اور بین الاقوامی رقابتوں کا اصل مقصد اس لالچ میں ہی پنہاں نظر آئیگا۔ جس کے باعث ایک قوم دوسری کو اس کے بہترین معاد سے محروم کر دینا چاہتی ہے خواہ وہ غیر مزروعہ زمین کا قطعہ عظیم ہو یا تجارتی حقوق ہوں۔ یا ازیں قسم کوئی اور چیز۔ اس حرص کی تحریک خواہ کتنی ہی ہیچ کیوں نہ ہو۔ مگر جو کشت و خون و تباہی اس سے وقوع میں آتی ہے۔ وہ بسا اوقات نہایت ہی مہیب ہوتی ہے۔ لہذا ایسی انسٹیٹیوشن کا جس کا مقصد دنیا میں امن قائم کرنا ہو فرض اولین ہونا چاہئے۔ کہ وہ تیرے اور میرے کے معمہ کو نہایت غور و تدبر سے حل کرے۔ کیونکہ جہاں ہم اسکے ناجائز پہلو سے لڑائی و جھگڑوں کا ظہور دیکھتے ہیں۔ وہاں اُسکو اپنی تمام نیک کوششوں کا سرچشمہ بھی پاتے ہیں۔ یہ ہر دو رحمت و لعنت کا موجب ہے لیکن ان راہوں کا محقق و مشرح کرنا جن سے یہ ہمیشہ رحمت ہی ثابت ہو اور کبھی لعنت کا موجب نہ ہو ایک منجانب اللہ دین کا فرض و منصب ہے۔ یہ تیرے اور میرے کا خیال خالی از مطلب نہیں۔ یہ فی الحقیقت اس طبعی تحریک کو جنبش میں لاکر انسانوں کو اس امید پر جنبش کرتا ہے

کہ وہ اپنی کوششوں کے ثمرہ سے بہرہ ور ہونگے۔ اگر کوئی ایسا قانون ہوتا جس کے ذریعہ ہر کی محنت کا پھل اُسکو ملجاتا تو تہذیب کے خاتمہ میں کوئی شک نہ رہتا۔ اور نیز اس تیرے اور میرے کے ذاتی خیال کو بکلی معدوم کرنے کے لئے اگر کوئی کوشش کیجائیگی۔ تو یقیناً ناکامیاب ثابت ہوگی۔ اور جنہوں نے اس امر کا بیڑا اُٹھایا انکو اپنی کوششوں میں بجز ناکامی کا مُنہ دیکھنے کے کچھ نصیب نہ ہؤا۔ ایسی کوشش سے گویا وہ اس تحریص کا ہی خاتمہ کرنا چاہتے ہیں جو نوع انسانی کو کام کرنے کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ مغرب میں سوشلزم کی یہ خلافِ فطرت جھلک اس کے لئے پیام اجل ثابت ہوئی۔ یہی بات ہم یسوع مسیح کے متعلق پڑھتے ہیں وہ خدا کا سچا نبی تھا اور اسباب پر کامل یقین رکھتا تھا کہ دنیا میں تمام کشت و خون کی جڑ تیرے اور میرے کا سوال ہے اور اس نے جتنے الوسع اسباب کا وعظ بھی کیا۔ مگر وہ اپنے مشن میں کامیاب نہ ہؤا۔ شاید اس زمانے کے لوگ اس کی بات سمجھنے کے اہل نہ تھے۔ خود اسکی قوم نے اسکو مفسد و باغی اور موجودہ حالت سکون میں تلاطم پیدا کرنے والا ٹھیرایا۔ اگر ہم ان باتوں کو جو کہ انجیل میں پائی جاتی ہیں یسُوع کے اقوال و افعال کا صحیح نقشہ متصوّر کریں تو بشرط انصاف ہم اسکے ہمعصروں کو اگر وہ اس نرے خوابیں کی خیالی باتوں سے اتفاق رائے ظاہر نہ کر سکے چنداں ملزم نہیں ٹھیرا سکتے۔ اوروں کو چھوڑو کیا وہ جنہوں نے اس کے ریوڑ کی نگہبانی کا ٹھیکہ لیا ہے۔ اسکے مندرجہ ذیل اقوال پر عمل کرتے ہیں۔

"یہ اُن سے کہا کہ راہ کے لئے کچھ نہ لینا نہ لاٹھی نہ جھولی نہ روپیہ۔ نہ دو دو کُرتے رکھنا۔ اور جس کسی گھر میں داخل ہو وہیں رہنا اور وہیں سے روانہ ہونا۔ اور جس کسی شہر کے لوگ تمہیں قبول نہ کریں۔ اس شہر سے نکلتے وقت اپنے پاؤں کی گرد جھاڑ دو تاکہ اُن پر گواہی ہو" +

دنیا در اصل ایک مجمل و موہوم نمونے کی محتاج ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف ایسے عملی قوانین و ہدایات کو چاہتی ہے۔ جو کہ ہماری روزانہ زندگی کا دستور العمل بن کر ہمیں اس قابل بنا دے کہ ہم تخیلات کو حقیقت کا جامہ پہنے ہوئے دیکھیں۔ ایک واعظ یا مصلح کا کام اس بات کے کہہ دینے پر ہی ختم نہ ہونا چاہئے کہ "مبارک ہیں وے جو کہ امن پسند ہیں"۔ بلکہ اسکو ممکنات و حقیقت کے میدان میں گامزن

ہونا چاہیئے اسکو چاہیئے کہ بیّن طور پر بتا دے کہ یہ امن کس طرح قائم ہو سکتا ہے اور اس کے اسباب کس طرح پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسباب کیلئے کہ "یہ تیرے اور میرے" کا خودغرضانہ اصول مناسب حدود میں کام کرے اور نفس الواقع ایک عملی قانون وجود میں لایا جائے۔ یہ ضروری ہے کہ ایسے عملی طریقے سوجھائے جائیں جس سے کہ انسانی زندگی کی تگ ودو کی روک تھام ہو سکے۔ بجائے اس کے کہ ہم جبر سے لوگوں میں مساوات قائم کریں۔ یہ بہت بہتر ہوگا۔ کہ ہم انمیں سخاوت و ایثار کی روح پیدا کریں۔ لوگونکو ان کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے محروم کرنا نہ صرف خلاف فطرت و لغو ہوگا۔ بلکہ ان میں کام کرنے کی قوت کو ہی زائل کر دیگا۔ اور تہذیب کی چلتی ہوئی گاڑی کو ساکن کر دیگا۔ اگر ہر ایک کو اپنی محنت سے پورا فائدہ اٹھانے کی اجازت دیجائے۔ اور ان میں اپنی کمائی کو برضا و رغبت مفلوک الحال و مصیبت زدگان کی اعانت میں خرچ کرنے کا زبردست احساس پیدا کیا جائے۔ تو دنیا اپنی موجودہ حالت سے بھی بدرجہا خوشحال و پُرامن ہو جائیگی۔ اور "یہ تیرے اور میرے" کا ولولہ اپنے بُرے پہلو سے پاک ہو کر رحمت میں مُبدّل ہو جائے گا +

واقعی یہ ایک اہم عقدہ تھا اور نبی آخر الزمان اس کو حل کرنے کیلئے آئے۔ اُنھوں نے "تیرے اور میرے" کے طبعی میلان کا جو کہ انسانی خودی کا خلاصہ ہے خون کیئے بغیر ان پنج ارکان اسلام کے ذریعے زندگی کے اُن ضوابط کی بُنیاد ڈالی جو کہ اس کے بُرے نتائج کا قلع قمع کر دیتے ہیں +

ہمیں اپنے محبوب کی خاطر اور اُسکی رضاجوئی میں اپنے جان و مال خرچ کرنے سے کوئی چیز باز نہیں رکھ سکتی۔ اسلام ہمیں بتاتا ہے۔ کہ وہ محبوب اللہ ہے اور اپنے پرستاروں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اس واحد آلی رضاجوئی کیلئے جو کہ سب سے اعلےٰ سب سے مقدس اور ہر پہلو سے تمام انسانی عبادات کیلئے نہایت موزوں ہے۔ اپنے اموال سے کوئی چیز بھی اٹھا نہ رکھیں چنانچہ قرآن کریم میں لکھا ہے کہ "تم ہرگز ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے۔ تاوقتیکہ اُن چیزوں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہیں" +

آؤ اب میں آپ کو چند ان اشیاء سے دکھاؤں جنہیں ہم محبوب رکھتے ہیں۔ اور جن کے حصول

میں "یہ تیرے اور میرے" کا رہنمائی اصول ہمارے لئے زحمت کا موجب ہو جاتا ہے یوں ہمیں لامحدود برائیوں کا مرتکب بنا دیتا ہے۔ روپیہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں دُنیا میں ہر چیز کے تبادلے کا ذریعہ ہے۔ اور اپنے وقت کے بہترین مصرف سے حاصل کیا جاتا ہے۔ وقت بذاتِ خود روپیہ ہے تمام اہم امور کی تکمیل کے لئے ہم وقت کے محتاج ہیں۔ ہمارے اہم قومی کاموں میں سے ایک بھی پورا نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہم اُن کی پیروی میں دل کھول کر وقت صرف نہ کریں۔ وقت سے دوسرے درجے پر وہ ذرائع ہیں جو کہ ہماری جسمانی خواہشات کو پورا کرتے ہیں یعنی وہ اسباب جو زندگی کے قیام و بقا کے لئے ضروری ہیں۔ اس کے بعد ہمارا جسم لباس کا محتاج ہے۔ پھر اسی سلسلے میں ہمیں متاہل زندگی کی ضرورت ہے۔ آخر ہم حیوان ناطق ہی ہیں اور ہماری فطری حالت جب ہم بلوغت کو پہنچ جائیں ہمارے طبعی میلان کی مناسب حدود میں تسلی چاہتی ہے اور متاہل زندگی ہمیں ایک راحت و سکینت کی زندگی کا پتہ دیتی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ضرورت پیش کر دیتا ہے۔ کہ ہم اپنے بچوں کو کامیابی سے پرورش کریں اور اسکی آیندہ خوشی کے سارے سامانوں کو مُہیا کریں۔ بالآخر سب سے بڑھ کر ہماری محبت و لگن کا منتہائے نظر ہماری قوم اور مُلک ہے۔ یہ سب امور براہ راست کم و بیش ہماری دنیاوی کوششوں کے محرک ہوتے ہیں۔ اور ان اغراض کے مطابق جن کے ماتحت یہ کئے جاتے ہیں۔ دوسرے بنی نوع انسانوں کیلئے مفید یا مضر ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ جوش جو ہم اپنے وطن کے لئے رکھتے ہیں۔ اور جسے ہم حب الوطنی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب کبھی حد اعتدال سے بڑھ گیا تو بے انداز تباہی و کشت و خون کا موجب ہوا۔ اس سے یہ نتیجہ نہ نکال لینا چاہئے کہ اپنے نفس مال و متاع بیوی بچوں اور ملک کی محبت سب کے سب معیوب ہیں حاشا وکلا میرا یہ مطلب نہیں بلکہ اس کے برخلاف انسان کیلئے ایک ملنسار مخلوق ہونے کے باعث اپنی ہستی کو با ضابطہ بنانے اور ترقی دینے کیلئے یہ کوششیں اشد ضروری ہیں۔ نقص تو اس امر میں ہے کہ ان میں اس حد تک منہمک نہ ہو جائے کہ دوسروں کے حقوق کو پائمال کر ڈالے۔ ایک ایسا مذہب جسمیں ایک امیر آدمی خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لئے اونٹ کے ناکے میں سے گذرنے کی لا ینحل مشکل میں پھنسنا پڑا ہو۔ کبھی فطرت انسانی کو اپیل نہیں کرتا۔

اس کا لازمی نتیجہ سستی و کاہلی ہوگا جیسا کہ یورپ میں آٹھویں سے پندرھویں صدی تک ظہور میں آیا ہم کو
ایک ایسے دین آلٰہی کی ضرورت ہے۔ جو کہ خوشگوار ذرائع پیدا کرے۔ اور افراط و تفریط کے نقصانات سے
ہمیں بچائے۔ جو مذہب یہ امور حل نہیں کرتا۔ وہ محض قصہ کہانی اور نوع انسانی کے لئے لاشئے ہے۔
صرف دنیا کی تاریخ کے چند واقعات پر ایمان رکھنا بشکل دیگر بت پرستی کرنا ہے۔ ایک سچے مذہب کو
ہم میں وہ روح پیدا کرنی چاہئے۔ جو ایک طرف تو ہمیں دنیا کی حسنات کو حاصل کرنے کیلئے بہ آن کوشش
کرنے اور دوسری طرف اوروں کے آرام و راحت کیلئے انہیں خرچ کرنے کیلئے ہمیں تیار کر دے۔ اس کا
فرض ہے کہ ہم میں ایثار کا وہ روح پیدا کردے۔ کہ ہماری نظر میں اپنے اندوختے کو دوسروں کیلئے صرف
کرنا محبوب ہو جائے۔ انسان ایک عبادت کرنیوالا حیوان ہے۔ اس نے ہمیشہ خدا کی پرستش کی ہے
اور اسکو راضی کرنے کیلئے ہمیشہ اپنا جان و مال دینے کیلئے تیار رہا ہے۔ اسی لئے اسلام نے ایک طرف
تو ایک ایسا ضابطہ تربیت مقرر کیا جس کے ماتحت ایک مسلم اپنے مال کھانا پینا۔ اہل وعیال اور وطن کی
محبت کو خدا کے رستے میں ترک کرنا سیکھے۔ اور دوسری طرف خدا کا دین اپنے پرستاروں کے قلوب پر یہ بات
منقش کرتا ہے۔ کہ اللہ کی نصرت بنی نوع انسان کی نصرت کا ہی دوسرا نام ہے +

نماز سب سے اول اسلام مجھ پر فرض کرتا ہے۔ کہ اپنے خدا کی عبادت کے وقت تمام دنیاوی
کاموں سے خواہ وہ کس قدر منہمک کرنے والے کیوں نہ ہوں دست بردار ہو جاؤں۔ مجھے حکم ہے کہ میں
صبح سویرے اٹھوں اور وضو کر کے اپنے خالق کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ اسی طرح مجھے حکم ہے کہ ہر روز
پانچ مرتبہ نماز پڑھوں تاکہ مجھے سبق ملتا رہے۔ کہ یہ میرا فرض ہے کہ اپنی اغراض کے علاوہ دوسروں
کے لئے اپنا وقت صرف کروں۔ اگر یہ پاک بے غرضانہ اور بے لوث کوششیں میری زندگی کا دستور العمل
بن جائیں تو مجھے اپنا وقت اپنے کام کاج کو چھوڑ کر دوسروں کی بہبودی کیلئے صرف کرنا چنداں
مشکل نہ ہوگا +

روزہ فی الحقیقت اسلام نے اپنی معقول تعلیم کے ذریعہ اپنے پرستاروں کو تحریک کی ہے کہ وہ صرف
ناجائز کو ہی ترک نہ کریں۔ بلکہ دوسروں کی بہبودی و خوشی کی خاطر اپنے جائز املاک کو بھی خرچ کریں
کیونکہ ایسے شخص کو جو کہ اسلامی تلقین کے ماتحت اپنے دنیاوی تعلقات اور مال و متاع کا اپنے سے
مندرجہ بالا علاقہ رکھتا ہے۔ خدا کے لئے کامل ایثار کا پہلو دکھانے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی

لہذا ایسے شخص کیلئے بالکل ناممکن ہے کہ وہ ناجائز وسائل سے اس چیز کو حاصل کرے جو کہ از روئے حق و انصاف اس کی ہے۔ اور جس کو وہ بطیب خاطر دوسروں کی خدمت میں صرف کرتا ہے پس یہ رستہ ہے جس کے ذریعہ اسلام اس معمہ کو حل کرتا ہے۔ ایک شخص کیلئے اسکی وسعت کے مطابق خورونوش بالکل جائز ہے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہی کھانا و پینا صرف خدا ہی کی محبت کے لئے ایک وقت تک چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تو ایسے شخص کیلئے یقیناً نہایت مشکل ہوگا۔ کہ وہ معمولی حالات میں ان میں حد سے زیادہ مبتلا ہو۔ اسی طرح ہر ایک کا حق ہے کہ وہ اپنی بیوی کی صحبت کا حظ اٹھائے۔ مگر جبکہ وہ رمضان کے مہینے میں بغیر کسی چیز کے ایک مقررہ وقت تک اس سے دستکش ہو جاتا ہے۔ تو گویا اس نے فی الواقع دوسرے اوقات میں ایک نامحرم عورت پر شہوانی نگاہ نہ ڈالنے کی خاصیت اپنے اندر پیدا کرلی نماز و روزہ اس سیڑھی کا پہلا زینہ ہے جس کے ذریعہ ایک سچا پرستار اعلےٰ مدارج کی طرف چڑھتا ہے۔ اپنی سوسائٹی کے تیرہ تار کرنیوالے ۹۰ فیصدی گناہوں پر نظر ڈالو اور ان سب کا علاج آپ کو محمد صلعم کے اس سادہ فقرہ میں ملیگا۔ فرمایا "جو کوئی گوشت کے دو ٹکڑوں (ایک جو اس کے دانتوں اور دوسرا رانوں کے درمیان ہے) کے جائز استعمال کا ذمہ اٹھاتا ہے میں اسکی جنت کا ذمہ دار ہوں" اسلام اس کا علاج ہمیں روزہ میں بتاتا ہے۔ جس کا مطلب اپنے جسم کو تکلیف دینا نہیں بلکہ خدا کی محبت میں جائز خواہشات کو ترک کر کے ناجائز خواہشوں سے پرہیز کی عادت ڈالنا ہے +

زکوٰۃ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ سالانہ اپنی بچت کا جائزہ لے۔ اور اس میں سے ۲½ فیصدی بطور خیرات خرچ کرے۔ خیرات کی اسلام میں دو مختلف اقسام ہیں۔ ایک تو اختیاری ہے۔ اور دوسری لازمی موخر الذکر زکوٰۃ کہلاتی ہے۔ اور اس کا خرچ کرنا معطی کے اختیار میں نہیں۔ زکوٰۃ بیت المال میں ادا ہونی چاہئے جو ایک کمیٹی کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور جو کہ بموجب مندرجہ ذیل حکم قرآنی اسکو آٹھ مدوں میں خرچ کرتی ہے۔

"تحقیق خیرات کا مال حق ہے فقیروں کا اور محتاجوں کا اور اُن عاملوں کا جو اس پر (مقرر ہیں) اور اُن کے لئے جن کے دل حق کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ اور یہ کہ خرچ کیا جائے گردن آزاد کرنے میں اور قرضداروں کیلئے اور خدا کے رستے میں اور مسافروں کے لئے .... الخ" +

مندرجہ بالا آیت میں "خدا کے رستے میں" سے جو کہ فی سبیل اللہ کا ترجمہ ہے مُراد اسلام اور اُس کی سچائیوں کو غیر مسلموں تک پہنچانا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے مصرف کی چوتھی مد اشاعت اسلام کے ایک اور پہلو کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ مُؤلّفۃُ القُلُوب وہ ہیں جو اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ اور اُن کی تبدیلئے مذہب ان کے لئے باعثِ فتنہ بن جاتی ہے۔ اور بعض اوقات اُن کو اُن احتیاج سے محروم کردیتی ہے جن کے وہ عادی تھے۔ اسلئے وہ ایک حصّہ زکوٰۃ مسلم برادری کے ان نئے ممبروں کے حقوق کی نگہداشت اور ان کی آسائش کے سامان مُہیّا کرنے میں صرف ہونا ضروری ہے۔ لہذا مندرجہ بالا آیت ہر مسلمان پر فرض ٹھیراتی ہے۔ کہ وہ اپنی زکوٰۃ کا ۱/۴ حصہ اشاعت اسلام کے لئے وقف کرے۔ زکوٰۃ کے سوا اور خیراتوں کی وضاحت مشکل ہے۔ رسُول پاک صلعم کے کلمات طیبات میں ایک مصیبت زدہ کی طرف تشفی دہ نگاہ سے دیکھنے سے لے کر اپنی ہر ایک پیاری چیز بنی نوع انسان کے لئے وقف کرنے تک اختیاری خیرات ہے" +

"بڑھاپے کی پنشن اور محلے کی اعانتی مد اور ہمچو دیگر وسائل جو کہ ایک سوسائٹی کے مفلوک الحال ممبرونکو مفلسی کی بلا سے آزاد کرنے کیلئے تجویز کئے گئے ہیں اسلامی قانون غُربا کے ہی مختلف خط وخال ہیں +

دُنیا کے مذاہب میں اسلام ہی پہلا مذہب ہے جس نے خیرات کو با قاعدہ کر کے اسکو قانون کا لباس پہنایا۔ جب رسُول پاک محمد صلعم سے سوال کیا گیا۔ کہ زکوٰۃ کی کیا غرض ہے فرمایا۔ کہ یہ ایک وسیلہ ہے جس کے ذریعہ امرا اپنے اموال سے غریبوں کی امداد کریں۔ لہذا نماز روزہ و زکوٰۃ وہ ذرائع ہیں جن سے ایک مسلم اپنا مال ومتاع غریبوں کی امداد میں خرچ کر کے محرمات سے بچنے کا سبق سیکھتا ہے۔ بلا شک اسلام اس رنگ میں ایک نادر قانون ہے +

میں اوپر بتا چکا ہوں کہ لوگوں کی دُنیاوی اموال۔ عزیز و اقارب اور دوسری اشیاء سے ناجائز محبت ہی ہر ایک دنیاوی بد نظمی کی جڑ ہے۔ لہذا اس نقص کا تدارک واقعی انسداد کرنے کے لئے حج کا حکم نافذ فرمایا۔ اس حکم کے ماتحت ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ایک مرتبہ مکّہ کا سفر کرے۔ اس لمبے اور دشوار گذار سفر کی صعُوبت برداشت کرنے سے اسے سمجھ آجاتی ہے کہ عزیز و اقارب اور محبوب اشیاء کی مفارقت کیا شے ہے۔ خدا کے پاک گھر سے کچھ فاصلہ پر تمام حاجیوں کو اپنی روزمرہ

کی پوشاک اُتار کر ایک ہی قسم کا لباس پہننا پڑتا ہے۔ ایک چادر جسم کے اوپر کے حصہ کے لئے اور دوسری نیچے کیلئے۔ خواہ عبادت کنندہ کی حیثیت کچھ بھی ہو۔ یہ ہم وضعی ان سب کو ایک ہمرتبہ بنادیتی ہے (حج کی دیگر خصوصیات کو میں کسی آیندہ آرٹیکل میں بیان کرونگا) مجھے یہاں یہ دکھانا منظور تھا۔ کہ ہماری موجودہ تنگ حب وطنی مسلم قانون کے ماتحت بہت سے قبیح شعبوں سے پاک ہوجاتی ہے۔ اور ہمارا حب وطنی کا احساس مصفا ہوکر مناسب حدود میں آجاتا ہے۔ پھر میں اپنے اصل مضمون کی طرف عود کرکے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ اسلام کی غرض دُنیا میں حقیقی امن قائم کرنا اور تمام ان اسباب کو جو کہ اس مقصد کے حصول میں حارج ہوں نیست نابود کرتا ہے۔ اسلام نہ صرف دکھاتا ہے کہ حقیقی امن کیا شے ہے بلکہ اس کے ظہور و قیام کے اسباب بھی بتلاتا ہے "تیرے اور میرے" کی حقیقت جو کہ راحت و خوشی کو وجود میں لاتی ہے ان کے مناسب استعمال میں بھی حارج تھی۔ اور ایسے نسخہ کی ضرورت تھی جو اسکو ارفع بنادے۔ اور اسکے نقائص کو دور کردے۔

عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام

(از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی)

تسلسل صفحہ ۵۰۴ جلد ۴ نمبر ۹

انسانوں کے اخلاق سُدھارنے کے لئے ضروری ہے کہ خود خدا تعالیٰ کوئی احکام نازل کرے انسانی قوانین ضمیر انسان پر چنداں اثر نہیں کرتے۔ پارلیمنٹ کے مقنن پبلک اور کھلم کھلا فسق و فجور کو تو کسی حد تک روک سکتے ہیں۔ لیکن یہ کافی نہیں۔ ان قوانین سے مخصوصہ بیماریاں کم نہیں ہوسکتیں۔ اور نہ ہی انسانوں کے اخلاق صحیح اور حقیقی طور سے ٹھیک ہوسکتے ہیں۔ انسانوں کو پاکدامن اور عفیف بنانے کے لئے اور مخصوصہ بیماریوں کو روکنے کیلئے ایک ایسے عنصر کی ضرورت ہے جو پوشیدہ ترین فسق و فجور کو روک سکے جسمیں ہر ایک انسان کے لئے ایک ایسا محافظ جاسوس مقرر ہو جن کا تقرر سی۔ آئی۔ ڈی کے محکمہ سے نہیں۔ بلکہ خود قلب انسانی

سے ہو۔ جب تک کسی انسان کا اپنا ضمیر بدی سے بچانے کی کوشش نہ کرے بد اخلاقی کبھی بھی کافی اور شافی طور پر نیست و نابود نہیں کیجا سکتی +

وہ ذرائع اور قواعد بھی جن پر عمل کرنا انسانی طاقت میں ہے ہم انکو بھی زبردستی منوا نہیں سکتے۔ ہمیں کچھ کلام نہیں کہ وہ شہوت ران جوان جو کسی برے ارادے سے یکجا ہونا چاہیں اُن کو الگ کرنے کا طریقہ اسکے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ کہ غیر مرد و عورت ایکدوسرے سے بالکل الگ رہیں لیکن کیا یورپ کا کوئی مقنن آج اس قانون پر عمل کرا سکتا ہے۔ کیا کوئی گورنمنٹ زبردستی مرد اور عورت کو جدا رکھ سکتی ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ ذریعہ حفاظت اخلاق کیلئے بڑا مفید ہے لیکن آج تو اس پر عمل کرنا بالکل ناممکن ہے۔ اور اسی کی وجہ ہے کہ عیسائیت نے خود اخلاق کی حد بندی کرنے کی بجائے سینسر کے سپرد یہ کام کیا اور اس مذہبی فرض کو ایک معمولی دنیوی بادشاہ کے ہاتھ دیکر نسل انسانی کے ایک حصہ کثیر کو بد اخلاقی سے بچانے کا کوئی قابل عمل طریقہ نہ بنایا +

ہاں آج سے تیرہ سو سال پہلے ایک آسمانی کتاب یعنی القران نے زنا وغیرہ کو روکنے کا انسداد کیا اور چونکہ اس کا ماخذ ایک علیم خبیر خدا تھا۔ وہ طریقہ بڑا ہی کامیاب ثابت ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں نے اخلاق کسی قانون ساز کے ماتحت نہیں ہر پہلو سے قرآن کریم ان کے لئے ایک کافی راہنما ہے۔ قرآن شریف اخلاقی قوانین اور زمینی فوائد سے بھرا پڑا ہے اور یہ قوانین اور قواعد شہوت و فجور کے روکنے میں بڑے ہی مفید اور کامیاب ثابت ہوتے ہیں۔ اور اس کامیابی کی وجہ یہی ہے کہ اُن کو ساخت کرتے وقت فطرت انسانی کا خوب لحاظ رکھا گیا ہے۔ تمام انسانوں میں یہ شرف نبی کریم محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہوا کہ آپ نے تمام نسل انسانی کو بد اخلاقیوں سے بچنے کے طریقے بتائے۔ اور تمام نبیوں میں یہ فضیلت آپ ہی کو نصیب ہوئی۔ کہ آپ کے دیئے ہوئے قوانین کی پیروی کرنا دنیا کا ایک تہائی حصہ اپنا فخر سمجھتا ہے +

آج اسلامی ممالک شراب خوری کی لعنت عظمٰے سے اس قدر محفوظ ہیں جس طرح قمار بازی زنا اور دیگر افعال قبیحہ سے پاک ہیں۔ ہر ایک خوب جانتا ہے کہ تمام دُنیا نبی کریم کے زیر احسان ہے۔ آپ نے وہ عالمگیر اور مستقل قانون بتائے جن کی خوبی اور فائدہ دن بدن زیادہ نظر آتا ہے اور جُوں جُوں دُنیا ترقی کرتی ہے۔ آپ کا مرتبہ محققین کی نظروں میں بلند ہوتا جاتا ہے۔ اللھم

صل علی محمد و آل محمد و بارک وسلم۔ اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم
وجعلنا منھم۔ سورہ نور میں فرمایا:۔
قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم
ان اللہ خبیر بما یصنعون ٭ وقل للمؤمنٰت یغضضن من ابصارھن و
یحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا و لیضربن بخمرھن علی
جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اٰبآئھن او اٰباء بعولتھن او ابنآئھن
او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسائھن او ما ملکت
ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا
علی عورات النساء ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن و
توبوا الی اللہ جمیعا ایہ المومنون لعلکم تفلحون ترجمہ مسلمانوں سے کہو کہ اپنی نظریں
نیچی رکھیں۔ اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اسمیں ان کے لئے زیادہ صفائی ہے۔ جو کچھ بھی
وہ کرتے ہیں اللہ کو سب خبر ہے مسلمان عورتوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں
کی حفاظت کریں۔ اور اپنی زینت (کے مقامات) کو ظاہر نہ کریں مگر جو اسمیں سے کھلا رہتا ہے
اپنے سینوں پر دوپٹوں کے بکل مارے ہیں۔ اور اپنی زینت کسی پر ظاہر نہ ہونے دیں۔ مگر اپنے
شوہروں پر یا باپ پر یا خاوند کے باپ پر۔ یا اپنے بیٹوں پر یا شوہر کے بیٹوں پر یا بھائیوں
پر یا بھتیجوں پر یا بھانجوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال پر یا گھر کے لگے ہوئے نوکروں
پر جو مرد تو ہیں لیکن عورتوں سے غرض نہیں (خواجہ سرا یا بڈھے) یا لڑکوں پر جو عورتوں کے پردے
کی بات سے آگاہ نہیں۔ اور اپنے پاؤں ایسے زور سے نہ رکھیں کہ لوگ ان کے اندرونی زیور کی
خبر ہو۔ اور مسلمانوں تم سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ +

وہ اصحاب جن کو یورپ کے مہذب اور نام نہاد کے عیسائیوں سے پالا پڑا ہے۔ وہ قرآن شریف کے
ان احکام کی صداقت اور عقلمندی کے ضرور قائل ہونگے اور ان کو تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ قرآن کریم نے تمام
انسانی کمزوریوں کا لحاظ کرنے کے بعد احکام نافذ فرماتا ہے۔ قرآن تو شہوت انگیز طریقوں کی جڑ ہی
کاٹ دیتا ہے۔ اور تمام قسم کی امراض کا علاج زنا اور بدمعاشی کے موقعوں کو نیست و نابود کر کے کرتا ہے

اس میں مرد و عورت کو بڑے ہی مفید اور اعلےٰ طریق سے الگ کیا گیا ہے۔ اور دونوں کے لئے علیحدٰہ قوانین دیئے ہیں۔ یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ قرآن کا مدعا مرد و عورت کو بالکل الگ اور علیحدہ کرنا نہیں صرف حد سے زیادہ میل جول اور غیر موزوں آزادی اور خلط ملط سے منع فرمایا ہے۔ اور کوئی ذی فہم انسان اس کی صداقت سے انکار نہیں کر سکتا +

قانون ساز کمیٹی زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتی ہے کہ غریب طبقے کے لوگوں کو جبراً فسق وفجور سے روک دے۔ اور ہم یہ بھی دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ خفیہ حرامکاری تو درکنار اس قسم کی کھلم کھلا بداخلاقی کا کامل انسداد کرنا بھی انکے امکان سے باہر ہے اور اس قسم کے قوانین بجائے فائدے کے نقصان دہ ثابت ہونگے +

زندگی بسر کرنے کے چند قوانین مرتب کر دینا کافی نہیں نسل انسانی کو صراط مستقیم پر چلانے کے لئے ایک نیک اور تندرست زندگی کے حصول کے طریقے بتانا ازحد لازمی اور ضروری ہے۔ اور یہی کافی نہیں بلکہ یہ طریقے اور راستے انسانی طاقت اور دسترس سے باہر نہیں ہونے چاہئیں ورنہ ایسے علاج کا بتانا جو ہماری طاقت سے باہر ہے بالکل فضول ہے۔ موسم اور آب و ہوا کی تبدیلی کی وجہ سے مرد و عورت کے باہمی میل ملاپ کے قواعد کا ہونا مشرق میں بہ نسبت مغرب کے بہت زیادہ ضروری ہے۔ اہل مشرق بہت جلدی سن بلوغت کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور نفسانی خواہشات بہت جلدی اپنا اظہار چاہتی ہیں۔ مشرقی لوگوں کی طبیعت میں بہت جوش ہوتا ہے۔ عشق و محبت کی آگ۔ عزت اور غیرت کا خیال دشمنی اور کینہ کی خواہش ایک مشرقی دل میں بہت تیز ہوتی ہے۔ اور عالمگیر الہامی قانون وہی ہو سکتا ہے جو مشرقی اور مغربی دونوں قسم کی طبیعتوں کو مدنظر رکھ کر بنایا جائے۔ اسی واسطے اسلام نے مرد و عورت کے تعلقات پر اس قدر زور دیا اور اس کا مدعا نہ صرف جسمانی صفائی اور تندرستی تھی۔ بلکہ دل کو پاکیزہ اور نیک بنانا اس کی اصلی اور حقیقی غرض و غایت تھی +

خوبصورتی اور خصوصاً حسین عورت کی طرف میلان کرنا فطرت انسانی ہے ہر ایک حسین اور دلکش چیز محبت اور الفت کی آگ سلگاتی ہے۔ اور اس پر قبضہ پانے کی خواہش ہر ایک زندہ دل محسوس کرتا ہے۔ ذرا خیال تو کیجیے کہ اگر ایک نوعمر جوان لڑکا ایک حسین عورت کی طرف مائل ہو جائے۔ اور پھر حصول مطلب ناممکن ہو تو وہ اس کے حصول کے لئے کیا کیا نہ کریگا

خصوصاً جبکہ یہ عاشق مزاج نوجوان اہل مشرق کی سی گرم طبیعت رکھتا ہو۔ عمر رسیدہ اور تجربہ کار لوگوں کے لئے اس قسم کی خواہشات کا روکنا تو ممکن ہے لیکن ایک کم عمر نوجوان سے یہ توقع کرنا کہ اس معاملہ میں وہ عقل و فہم سے کام لیگا بالکل فضول اور لاحاصل ہے + ع

ممکن نہیں کہ آگ لگے اور دھواں نہ ہو

ایک مقنن کا فرض ہے کہ قوانین مرتب کرتے وقت اس قسم کی طبائع کا خوب لحاظ کرے۔ اور قواعد نافذ کرتے وقت نہ صرف بوڑھوں بلکہ نوجوان گرم طبیعتوں کو بھی مدنظر رکھے آخر انسان بھی تو ایک حیوان ہے اور جوانی کے ایام میں خواہشات حیوانی اپنے پورے زور میں ہوتی ہیں اور اگر اس عمر کے مرد و عورت ایکدوسرے سے بلا روک ٹوک آزادانہ اکیلے ملیں تو ناپسندیدہ نتائج ہی کا نکلنا اغلب ہے۔ یورپ کی اخلاقی حالت ہمارے اس بیان کی خوب تصدیق کرتی ہے۔ اسلام چاہتا ہے۔ کہ عورتوں میں حیا اور عفت خوب پیدا ہو جائے بازاروں میں چلتے وقت مردوں کی طرح وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔ اور اپنے زیور و لباس کو غیروں کی نظروں سے پوشیدہ رکھیں۔ اور اپنا دوپٹہ سر سے لیکر چھاتی کے نیچے تک تمام اعضا ڈھانک لیں +

سورۂ احزاب میں فرمایا:- یا ایھا النبی قل لازواجک وبنٰتک ونساء المؤمنین یدنین علیھن من جلا بیبھن ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین وکان اللہ غفوراً رحیما۔ ترجمہ۔ اے پیغمبر اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہدو کہ اپنی چادروں کے گھونگٹ نکال لیا کریں اس سے غالباً یہ پہچان پڑیگی۔ اور کوئی نہ چھیڑیگا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے +

پھر سورۂ النور میں ایک جگہ فرمایا۔ یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتیٰ تستانسوا وتسلموا علیٰ اھلھا ذٰلکم خیر لکم لعلکم تذکرون فان لم تجدوا فیھا احداً فلا تدخلوھا حتیٰ یوذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکیٰ لکم واللہ بما تعملون علیم۔ ترجمہ مسلمانو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں گھر والوں سے پوچھنے اور ان سے علیک کئے بغیر نہ جایا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے تاکہ تم خیال رکھو۔ پھر اگر تم کو معلوم ہو کہ گھر میں کوئی آدمی موجود نہیں تو جب تک تمہیں اجازت نہ ہو ان میں

نہ جاؤ اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس جائے تو بلا تامل لوٹ جاؤ۔ یہ تمہارے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے اور جو کچھ بھی تم کرو اللہ خوب جانتا ہے +

اسی سورت میں ایک اور جگہ یہ قانون مقرر کیا اور فرمایا ان الذین یرمون المحصنٰت الغٰفلٰت المومنٰت لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولھم عذاب عظیم یوم یشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانوا یعملون ۲۲ ۔ رکوع ۳۔ ترجمہ۔ جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں جو بے خبر ہیں اور ایمان رکھتی ہیں ایسے لوگوں پر دُنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔ اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔ جب کہ ان کے مقابلے میں ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں ان کے عملوں کی گواہی دینگے +

اِس آخری آیت میں پوشیدہ بدظنیوں اور کارروائیوں سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ خدائے علیم پر کوئی چیز پوشیدہ اور چھپی ہوئی نہیں +

جتنا زیادہ کوئی محقق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اخلاقی سیاسی تمدنی مذہبی اور پرائیویٹ پہلوؤں پر غور کرے۔ اتنا ہی آپ کا رُتبہ اعلےٰ اور ارفع نظر آئیگا اور آپ کو دنیا کا بہترین مصلح ماننا پڑیگا۔ آپنے اپنے ہمعصروں کی کایا پلٹ دی۔ اور اخلاق انسانی کے پاک کرنے کے لئے ایسے قوانین مرتب کئے جو انسانی کمزوریوں پر فتح پانے کے بہترین ذرائع ہو سکتے ہیں۔ وہ مقنن جو انگلستان سے شراب وغیرہ کا استعمال دُور کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا ان امراض مخصوصہ سے تعلیمیافتہ یوروپ کو پاک کرنا چاہتے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اس عظیم الشان انقلاب کی داد دیں جو ایک محض اُمّی نے آج سے تیرہ سو برس پہلے عرب جیسی جاہل اور اکھڑ قوم میں کر دکھایا۔ یہ انقلاب کوئی کم معجزہ نہیں۔ بلکہ معمولی امراض کو شفا دینے سے کہیں بڑھ کر ہے گا۔ کیونکہ اس کا اثر آج تک موجود ہے اور ہمیشہ تک آپ کی صداقت کی ایک زندہ شہادت ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ ہر ایک قوم اور ملک کا طرزِ معاشرت مختلف اور مخصوص ہوتا ہے اور تمام تمدنی خصوصیات آب وہوا اور ملکی ضروریات کے موافق لوگوں کی حاجات کا نتیجہ ہوا کرتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب جو خاص قوموں اور ملکوں کی ہدایت کیلئے آئے وہ دیگر ممالک اور اقوام کی ضروریات کو پورا نہ کرسکنے کے باعث

ناکامیاب ثابت ہوئے لیکن قربان جائیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ ایسا مذہب ہمارے سامنے پیش کیا جو کسی ملک قوم یا زمانے کے لئے مخصوص نہیں جس کے قواعد عالمگیر ہیں۔ اس وقت اسلام دُنیا کے قریباً ہر کونے میں پہنچ چکا ہے۔ اور باوجودیکہ ان تمام ممالک کا طرز معاشرت اور درجہ تہذیب و ترقی مختلف تھے۔ لیکن سب کو ایک ہی خزانہ یعنی قرآن شریف سے ہدایت دی۔ اور صراط مستقیم پر چلنا سکھا دیا۔ گویا کہ دنیا کے اکثر حصےّ میں ایک نمایاں تبدیلی یعنی یگانگت کا ایک رنگ پیدا کر دیا۔ دُنیا کی آبادی کے اکثر حصے کو مساوی اور برابر کر دیا۔ تمام دُنیا کے مسلمانوں کے دلوں میں اخوت اور الفت پیدا کر کے ایک حد تک اُن کے رسم و رواج اور آداب کو بھی یگانگت کا رنگ دے دیا۔ جہاں کہیں بھی مسلمان گئے اُنھوں نے اپنے ہی قوانین اور رسموں کو مروّج کیا۔ اس میں کلام نہیں کہ یہ لوگ جب اپنے وطن مالوف عرب سے ہجرت کر کے دیگر ممالک میں جا بسے تو وہاں کے رسم و رواج کا کچھ نہ کچھ ان پر اثر ضرور رہا۔ چین کے مسلمانوں نے بہت سی عادات اور رسمیں چینیوں کی لے لیں۔ ہند کے مسلمانوں نے ہندوؤں کے رسم و رواج سے متاثر ہو کر انکی عادتیں ڈال لیں۔ پس اگر کوئی طالب حق چاہے کہ وہ اسلامی طرز معاشرت کو اسکی اعلےٰ اور حقیقی حالت میں دیکھے تو قرآن شریف کو پڑھے سیرت نبوی اور اخلاق رسُول اللہ پر غور کرے لیکن نبی کریم کی سوانح پڑھتے وقت عرب کے حالات اور زمانے کو ضرور مدنظر رکھ کر جانچے۔ اگر کسی ملک کے مسلمانوں میں کوئی رسم یا عادت خلاف اسلام بوجہ ملکی اثر کے آجاوے تو اس کا الزام مذہب اسلام پر نہیں ایسے مُعترضین کو چاہئیے کہ اس قسم کے رسم و رواج کی اصل تاریخ کو معلوم کریں۔ اور دیکھیں کہ اس خاص رسم و عادات کا منبع اسلام اور قرآن ہے یا ملکی تاثرات اب ہم پھر پردہ اور حرم کے سوال کو لیتے ہیں۔ اس امر میں اسلام کی غرض صرف اسقدر ہے کہ غیر مرد و عورت آپس میں بلا روک ٹوک بالکل آزادانہ نہ ملیں تاکہ سوسائٹی میں عفت اور پاکبازی زیادہ ہو۔ اسلام ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ مرد و عورت ایکدوسرے کے رقیب بنیں یہ قابت کہاں کی یہاں تو عورت ہی کا رتبہ زیادہ بلند اور اُسکے فرائض زیادہ اہم رکھے گئے ہیں۔ اس اسلامی مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر ایک مُلک اور قوم کے مُقنن اور مصلح مُلکی اور تمدنی حالات کے موافق قانون بنا سکتے ہیں۔ حالات زمانہ تو بدلتے رہتے ہیں لیکن فطرت انسانی کبھی متغیر نہیں ہوئی اور نہ ہو گی۔ اور اسی وجہ سے اصول ہمیشہ ایک ہی رہتے ہیں ۔

رجن دنوں ہندوستان امن و سکون کی حالت میں نہ تھا ان دنوں پردہ اور ستر
سخت ضروری اور لابد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے بے امن اور ہلچل کے زمانوں میں بھی ہندوستان
کی عورتیں محفوظ اور عفیف رہیں۔ مردوں کے اخلاق میں تو کچھ تنزل ہوا۔ لیکن عورتیں ہمیشہ سی پاکیاز
اور عفیف رہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہی ہوا کہ دوسری نسل کے اخلاق پھر سنور گئے۔ اور قوم تباہی سی بچ گئی
اب بھی اگرچہ اس سخت پردے کی ضرورت تو نہیں لیکن حالات زمانہ کے ماتحت پردے کا یکدم ہٹانا بجائے کسی
فائدے کے نقصان دہ ثابت ہوگا۔ خصوصاً جبکہ ہندوستان میں مختلف اقوام بستی ہیں۔ انگلستان میں اس
حجاب اور ستر کی چنداں ضرورت نہیں جو ہندوستان میں مروج ہے۔ اس سے تو وہاں کی سوسائٹی کا شیرازہ
ہی بکھر جاویگا۔ عورتیں بھوکی مرنے لگجاویں گی۔ انگلستان اور ہندوستان کے حالات میں بڑا فرق ہے
طرز معاشرت اور رسوم خیالات و ضروریات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ انگلستان میں سوسائٹی کو پاکباز اور باعصمت
بنانے کیلئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اسلامی اصول پردہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ غیر مرد و عورت
سے بالکل آزادانہ ملنے کو روک دیا جائے۔ بعض معترضین کہیں گے۔ کہ آج اگر یورپ میں عورتوں کو کامل
آزادی نہ ہوتی یعنی اگر وہ غیر مردوں سے بلا روک ٹوک نہ ملتیں۔ تو آج انگلستان کو بڑی ہی مشکلات پیش آتیں
اگر آج عورتیں اسلحہ بنانے کے کارخانوں میں مردوں کی جگہ کام نہ کرتیں تو کس طرح ان کارخانوں میں کام
کرنیوالے مرد ملک و قوم کی خاطر سینہ سپر ہوتے یعنی کہ آج پردہ نہ ہونے کی ہی وجہ سے انگلستان کے لکھو کھا
مرد میدان جنگ میں دشمن سے لڑ رہے ہیں۔ ورنہ ان کی بہت سی تعداد کارخانوں وغیرہ میں کام کرتی
نظر آتی۔ ہاں یہ بھی ایک پہلو اس جنگ کا ہے لیکن اگر ذرا نظر کو وسیع کر کے دیکھا جائے۔ کہ اگر آج
تمام یورپ اسلامی طرز معاشرت پر عمل پیرا ہوتا یعنی ہر جگہ عورتیں غیر مردوں سے الگ رہتیں تو اس قدر
کُشت و خون نہ ہوتا۔ اگر انگریز سپاہیوں کی تعداد کم ہوتی تو ساتھ ہی دشمن کے سپاہی بھی کم ہو جاتے اور
ممکن تھا کہ یہی آدمیوں کی قلت دشمن کو جنگ ختم کرنے پر مجبور کر دیتی +

اس تباہ کن جنگ کے بعد تو عورتوں کیلئے اور بھی ضروری ہو جائیگا۔ کہ وہ اپنی ساری توجہ خانگی
امور کی طرف مبذول کریں۔ اولاد کی تربیت اور تعلیم اپنا سب سے پہلا فرض سمجھیں۔ اور قوم کو مرد و عورت
کی رقابت کے عظیم الشان خطرے سے بچالیں + جنگ سے پہلے بھی یورپ کے انسانوں کے لئے زندگی
دوبھر ہو رہی تھی۔ کمسن لڑکے تو کیا کم سن لڑکیوں کو بھی سکول وغیرہ کی تربیت سے محروم کر کے سخت

مشقت کرائی جاتی تھی۔ تاکہ کسی طرح قوت لایموت حاصل ہو۔ شادی کے بعد لڑکیوں کو امور خانگی کی طرف رجوع کرنے کا کچھ موقع دیا جاتا تھا لیکن جن بچاری نے بچپن سے کبھی ان کاموں میں دخل ہی نہیں دیا۔ وہ کس طرح ایک کامیاب منتظمہ ثابت ہو سکتی ہے۔ اور اگر یہی قلت روزی اور بڑھ گئی جیسا کہ حالات زمانہ بتا رہے ہیں تو مجبوراً شادی شدہ عورتوں کو بھی اپنی اولاد کی تربیت پس پشت ڈالکر مشقت کرنی پڑیگی۔ اور آئندہ نسل جس پر ایک ملک قوم اور ساری دنیا کی ترقی منحصر ہے بالکل ناکام اور ناقابل عمل ثابت ہوگی +

جنگ سے پہلے بھی مرد و عورت کی رقابت دن بدن بڑھ رہی تھی۔ اور سوسائٹی کی گاڑی کے دو پہیے ایک دوسرے سے دور ہوتے نظر آتے تھے۔ اور جنگ کے بعد تو عورتوں کی تعداد اور بھی زیادہ ہوگی۔ اور یہ رقابت اور بھی ترقی کریگی۔ اور ممکن ہے کہ یہ دونوں پہیے ایکدوسرے سے بالکل الگ ہو کر سوسائٹی کی گاڑی کو چکنا چور کر دیں۔ اب وقت ہے کہ اس رقابت کی روک تھام کی جائے۔ اور ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اس رقابت کو روکنے کیلئے سب سے بہترین ذریعہ اسلامی طرز معاشرت کو رواج دینا ہے +

عورت کے رتبہ کو حقیقی طور پر بلند کرنا چاہئے۔ اسکو گھر کی ملکہ اور مرد سے بہتر سمجھنا چاہئے اور یہ بات اچھی طرح اسکے ذہن نشین کرنا چاہئے کہ مردوں کے برابر ہونیکی خواہش کا اظہار کرنا تو اپنے آپ کو اپنے عالی رتبے سے گرانا ہے۔ تمام قسم کے سخت اور پُر مشقت کام صرف مردوں کیلئے مخصوص ہونے چاہئیں۔ جس طرح آدمی تمام قسم کے مشقت والے کام ادنے درجے کے آدمیوں کیلئے مخصوص سمجھتے ہیں۔ عورتیں نازک اندام ہوتی ہیں۔ اسکی صفات عفت عصمت حسن اور نزاکت ہے۔ ان کا ہر وقت لحاظ رکھنا چاہئے۔ اور جیسا کہ مسلمانوں کا ایمان ہے بہشت بھی انہی عورتوں کے پاؤں تلے ملتا ہے والدہ ہونے کا مقدس رتبہ اسی کا حصہ ہے +

ہندوستان کی مسلمان عورتیں دنیا میں بہترین عورتیں ہیں۔ اور بجائے اسکے کہ ہندوستانی مسلمان عورتیں یورپین لیڈیز کی نقل کریں یورپین لیڈیز کو چاہئے کہ وہ ہندوستانی مسلمان شریف عورتوں کی تقلید کریں۔ پردے سے مشرقی عورتوں کا رتبہ اور شان اور بھی دوبالا ہو گیا ہے۔ حیا جیسا حسن معنوی پردہ ہی کی بدولت ان کو ملا ہے۔ اور ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ حیا کے کامل معنی بیان کرنے کے لئے کوئی انگریزی لفظ مترادف نہیں۔ مشرقی طبقہ نسواں میں جو شرافت خوبی ہمدردی۔ حیا نفس کشی

اور اخلاق پسندین ہیں وہ سب بلا شک وشبہ مردوں کی دنیاوی لالچ بھری پُرفریب زندگی سے الگ رہنے کا نتیجہ ہے۔ مرد ہی چوری ڈاکہ اور خُفیہ کارروائیوں کے بانی اور موجد ہوتے ہیں۔ اور نہ صرف کمزور آدمیوں کو بلکہ سلطنتوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ اسی قسم کے کام کرتے کرتے مردوں کے دل سخت ہو گئے۔ اور وہ اول درجہ کے خود غرض بن گئے ہیں۔ اور تو اور اپنے بھائی بند انسانوں کو قتل کرنے پر وہ فخر کرنے لگے زہریلی گیس اور بڑے بڑے خوفناک بم بنانا مایۂ عزّت اور ناز سمجھنے لگے۔ اور اگر طبقۂ نسوان کی فرشتہ خصال عادات آڑے نہ آتیں اور وہ بھی ان خونریز کاموں میں حصہ لینے لگ جاتی تو انسانوں کی حالت جنگلی جانوروں سے بھی بدتر ہوتی۔ کیونکہ انسان وحشی درندوں سے زیادہ عقلمند ہے اور اپنی خداداد عقل کو اس بُرے طریق سے استعمال کر کے وہ دُنیا کیلئے کہیں زیادہ باعثِ ضرر ثابت ہو سکتا ہے +

ایک دُوربین آدمی موجودہ یورپین زندگی کو ایک ایسی سڑک پر قدم مارتے دیکھتا ہے۔ جس کا خاتمہ ایک غارِ عمیق اور قعر تاریک میں ہے۔ یورپ میں اب گھریلو زندگی کوئی نہیں۔ عام طور پر یہ اصحاب دُوسروں کے گھروں میں جانا اپنے گھر میں رہنے سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور کلب گھر میں تاش کی بازی اس کے لئے اپنی بیوی سے گفتگو کرنے اور بچّوں سے پیار کرنے سے کہیں زیادہ دلپذیر اور پسندیدہ ہے +

حقیقی گھریلو زندگی صرف مشرق میں ہی ہے۔ اہل مشرق عموماً اپنے مملوکہ گھروں میں رہتے ہیں۔ کلب وغیرہ جانے کا رواج نہیں حُسن کی تعریف یا عورت کی طرف رغبت وہ صرف اپنی منکوحہ بیوی کیلئے مخصُوص سمجھتے ہیں۔ اور سوائے رشتہ کی عورتوں کے وہ کسی سے بات تک بھی نہیں کرتے وہ اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے کہ انکی بیویاں غیر مردوں کی توجہ اور تعریف کا مرکز بنیں۔ کوئی مشرقی عورت سوائے اپنے کُنبہ کے مردوں سے کسی غیر سے آزادانہ میل ملاقات یا گفتگو نہیں کر سکتی +

مشرقی عورتوں کے اخلاق اس قدر پسندیدہ اور حمیدہ ہوتے ہیں۔ اور وہ خاوند کی اس طرح دلجوئی اور خاطر کرتی ہیں۔ کہ ایک بدصورت عورت بھی اپنے خاوند کو اپنا گرویدہ اور دلدادہ بنا لیتی ہے۔ اگر ان کے گھر کوئی اجنبی عورت یا مہمان آ جاوے۔ تو انکی تواضع کرنا اور ان سے خوش اخلاقی اور الفت سے پیش آنا وہ اپنا فرض اولین سمجھتی ہیں مشرق کے معمولی گھرانوں کی عورتوں کے اخلاق اور اوصاف اس قدر اعلےٰ اور دلپذیر ہوتے ہیں۔ کہ وہ مغرب کی اعلیٰ سے اعلےٰ سوسائٹی میں بڑی کامیابی سے مل سکتی ہیں۔ جہاں کہیں بھی وہ جائیں حیا اور نرمی ان کا شیوہ نظر آتا ہے۔ ایک غریب مشرقی کنواری لڑکی کسی نامحرم سے گفتگو کرنا معیوب سمجھتی

ہے ۔ حالانکہ اکی مغربی بہنیں اس سے ایک بہت ہی معمولی بات خیال کرتی ہیں مشرق کی عورتوں کا لباس اور سنگار صرف اپنے خاوند کو خوش کرنے کیلئے ہوتے ہیں ۔ اور غیر مردوں کی توجہ مبذول کرنے کیلئے نہیں +

لیڈی ڈفرن نے اپنی تصنیف انیسویں صدی میں ہندوستانی عورتوں کی زندگی کا کچھ نقشہ کھینچا ہے وہ لکھتی ہیں +

"جو اثر مجھ پر زنانخانہ در حرم کی سیر سے ہوئے وہ سب کے سب بڑے ہی خوشکن اور دلپذیر ہیں میں نے دُنیا کے کسی حصّے میں بھی عورتوں کو اس قدر ہمدرد اور مہماں نواز نہیں پایا جس قدر کہ پردہ نشین ہندوستانی عورتوں میں دیکھا ۔ اجنبی کو خوش آمدید کہنا اور اس کی تکلیف کو دُور کرنا انہی کا حصہ ہے ۔ اور باوجود بہترین ترجمان نہ ملنے اور خود گفتگو کرنے کے ناقابل ہونے کے میں نے ہمیشہ ان کو بامذاق اور مہربان پایا" +

ان کی حیا اور فہم کی تعریف کرتے ہوئے وہ لکھتی ہیں :-

"میرا خیال ہے کہ میں کم از کم ایک دفعہ تو ایک ایسی بات کہوں جو عالمگیر طور پر سچ ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ ہندوستانی لڑکیاں بڑی زُود فہم اور ذہین ہوتی ہیں ۔ بہت ہی تھوڑے عرصے میں لکھنا پڑھنا سیکھ جاتی ہیں ۔ اور انگریزی لڑکیوں سے کہیں زیادہ محنتی ہوتی ہیں ۔ میں نے تعلیمیافتہ عورتوں سے بھی ملاقات کی ۔ اور میں نے دیکھا کہ ایک بہترین عورت کے تمام اوصاف ان میں موجود تھے ۔ انکی گفتگو ان کا انداز ہمیشہ پُر حیا تھا ۔ اور میں نے کبھی نہ آنکھ سے دیکھا اور نہ کان سے سُنا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی راہ راست سے بھٹک گئی ہو" ۔ یورپ میں جو غلط فہمیاں ہندوستانی عورتونکی زندگی کی بابت مشہور ہیں اُن کا رد کرتے ہوئے وہ تحریر فرماتی ہیں :-

"انگلستان میں جو نقشہ ہندوستانی عورتوں کی زندگی کا پیش کیا جاتا ہے ۔ اور اگرچہ بعض متعدد حالتوں میں تو قدرے ٹھیک ہی لیکن بہت حد تک اسمیں مبالغہ اور غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے ۔ اور ایک ایسا انسان جس نے ہندوستانی زندگی کا خوب مطالعہ کیا ہو وہ ضرور میری تصدیق کریگا ۔ انگلستان میں جو حالت ہندوستانی عورت کی پیش کیجاتی ہے وہ ہمیشہ ایک بدبخت مجبور بیوی یا ایک مظلوم بیوہ یا ایک کس مپرس دائم المریض یا حرم سرا میں مقید لونڈی کی ہوتی ہے" میں اس بات پر بحث نہیں کرتی کہ اسمیں کہاں تک

سنبھالتی ہی لیکن میں یہ ضرور کہونگی کہ اس میں ان لکھو کھا عورتوں کو بالکل چھوڑ دیا گیا ہے جو بڑے چین سے زندگی بسر کرتی ہے۔ جو اپنے خاوند کی محبوبہ بیوی ہوتی ہیں۔ گھر کی مالکہ اور کُنبے کا سرتاج ہوتی ہیں۔ کم درجہ کی عورتیں تو روزمرہ کے کام کاج کرتی مردوں سے گفتگو اور لین دین کرتی ہیں لیکن اعلیٰ طبقہ کی عورتیں گھر کے اندر پردے ہی میں بیٹھ کر نہ صرف گھر کا بلکہ ریاست اور سلطنت کا انتظام بھی بخوبی کر لیتی ہیں" +

اس کتاب میں لیڈی ڈفرن ایک اور جگہ لکھتی ہیں :-

"میرے ذہن میں ایسی بہت سی عورتیں ہیں جو دن رات سخت مشقت کرنے کی بجائے زنانخانہ یا پردے میں بیٹھنے کو ترجیح دینگی"۔

"اور اب میں اس قوم کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہوں کیونکہ میں نے بہت سی بیویوں کو خوش و خرم اور ماؤں کو چین سے زندگی بسر کرتے پایا۔ اور چونکہ میں نے ہندوستانی گھروں کو بڑا آرام دہ اور فرحت کی جگہ دیکھا" +

"اس میں شک نہیں کہ دنیا کے ہر حصے میں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی لیکن عام طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان عورتوں جیسی عفیف۔ مہربان۔ شریف۔ وفاشعار۔ نیک پاکدامن۔ عمدہ اور پسندیدہ اخلاق والی۔ خاوند اور بچوں کے واسطے جان تک دے دینے والی عورتیں ہم کو کہیں نہیں مل سکتیں اور ان اوصافِ حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ بنانے میں پردہ اور حجاب ایک بڑا عنصر ہے" +

ضروری التماس

امید ہے کہ ناظرین کرام رسالہ ہذا کی اہمیت کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے اسکی توسیع اشاعت کے لئے ہمہ تن ساعی ہونگے۔ کاغذ کی گرانی حد سے تجاوز کر گئی ہے اسلئے ملتجی ہیں کہ معزز خریداران رسالہ فرداً فرداً اپنے حلقہ اثر میں سے ایک ایک جدید خریدار فراہم فرما کر عند اللہ ماجور ہوں +

رسالہ دسمبر ۱۹۱۸ء میں ہم انشاء اللہ تعالیٰ ووکنگ مسلم مشن کی اجمالی کیفیت اور اس کا حساب آمد و خرچ شائع کرینگے جو انشاءاللہ ناظرین کرام کی دلچسپی کا موجب ہوگا + مینیجر

باطنیات اسلام

(بہ تسلسل صفحہ ۳۶۹ جلد ۱۴ نمبر ۸)

مگر آخر یہ محبت چیز کیا ہے؟ یہ ایک لفظ ہے جو ہر ایک کے نوک زبان ہے۔ ایک ایسے جذبہ کا نام ہے جس کی گرمی کا مزا کم و بیش ہر ایک فرد بشر نے چکھا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے ساتھ محبت کا جہاں تک تعلق ہو سکتا ہے اسکی کیفیت کو کما حقہ سمجھنا بہت ہی مشکل امر ہے۔ زبان عربی کی بیشمار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے الفاظ اس چیز کی جس کیلئے وہ وضع ہوئے ہیں۔ اصل کیفیت اور مفہوم کو پورے طور سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ عربی زبان میں دو الفاظ "خلت" اور "حب" جو دوستی اور محبت پر بولے جاتے ہیں۔ ان میں سے "خلت" کے معنے خالی کرنا اور "حب" کے پُر کرنے کے ہیں۔ ان ہر دو الفاظ کے ان معنوں پر ایک ذرا سا غور کرنے سے محبت کی اصل حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ کسی چیز کی محبت اس بات کی متقاضی ہے کہ دل کو کسی اور چیز سے خالی کر دیا جائے۔ اور اس محبوب شئے کو اس کے اندر جگہ دے دیجائے اگر آپ کی روح پہلے ہی سے کسی کی محبت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ تو پھر اس کے اندر کسی دوسرے معبود و مطلوب کو جگہ ملنی مشکل ہے۔ آپ اللہ تعالےٰ سے محبت کیونکر کر سکتے ہیں۔ بحالیکہ آپ کا قلب غیر اللہ کی محبت سے معمور ہو۔ اس حقیقت کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں واضع کیا ہے:-

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً۔ یحبونھم کحب اللہ والذین امنوا اشد حباً للہ۔ ترجمہ۔ لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا (اوروں کو بھی خدا کے ساتھ) شریک ٹھیراتے (اور) جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہئے ویسی ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اور جو ایمان والے ہیں۔ ان کو (تو سب سے) بڑھ کر خدا ہی کی محبت ہے ÷ سورۃ البقرہ آیت ۱۶۵

ان الفاظ میں انسان کے اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے کو جو اسلام کی اصل، روح رواں اور بنیاد ہے۔ اور جسے اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت کہنا چاہئے۔ دوستی اور محبت کے دیگر تمام

رشتوں سے زیادہ تر مضبوط قرار دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ اس محبت سے بھی اسے بہت زیادہ فوقیت دیگئی ہے۔ جو کسی انسان کو اس شئے سے ہو سکتی ہے۔ جس کو وہ اپنے نزدیک قابل عزت و پرستش سمجھتا ہے۔ ہمارے دل اور روح کو محبّت آلہی سے بکلی معمور ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہم انہیں تمام غیر اللہ اشیاء کی محبتوں سے خالی کر دیں اور صرف اسی محبّت کی جگہ ہمارے قلب کے اندر ہو جس کا تعلق اس معبود حقیقی سے ہی ہو۔ تا وقتیکہ ہمارا دل محبّت آلہی میں ہمہ تن محو نہ ہو جائے۔ ہم ان افضال و برکات کو جذب نہیں کر سکتے۔ جو اس محبت آلہی کے ذریعہ سے انسان کو میسر آسکتے ہیں۔ اس موقعہ پر بطور مثال میں آپ کی ذات کو لیتا ہوں۔ کیا آپ نے حقیقتاً کسی سے لو لگائی ہے۔ اگر واقعی آپ نے کبھی محبت کا مزا چکھا ہے تو اس وقت کو یاد کیجئے جبکہ آپ کے جذبات اپنے محبوب کی محویت میں انتہائی جوش کی حالت میں ہونگے۔ اس وقت کو یاد کرو جب آپ کا محبوب یا محبوبہ (جو بھی ہو) نے آپ کی تمام تر توجہات کو اپنی ہی طرف منعطف کر لیا ہو۔ اسی عالم محویت میں آپ خود بخود ہی اپنے محبوب کو اپنے پاس بیٹھا ہوا تصور کرتے اور اس خیالی وقیاسی تصویر کے ساتھ باتیں بھی شروع کر دیتے ہیں۔ اس وقت آپ کو لوگ دیوانہ سمجھتے ہیں لیکن در اصل آپ دیوانے نہیں ہوتے۔ یہ حالت محویت ہی بات کا اظہار ہے کہ آپ کا وجود خیالات محبت میں بکلی محو ہو گیا ہے۔ اور آپ کے محبوب کی تصویر ہر وقت آپ کے دل کی آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔ ایک فانی چیز کی محبّت میں تو اس انتہائی درجہ کی محویت تک آپ پہنچ گئے لیکن کیا اللہ تعالےٰ کی محبّت بھی آپکے قلب میں اس انتہائی درجہ تک موجزن ہوتی ہے۔ اگر نہیں تو پھر آپ کس طرح توقع کر سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کی آنکھیں آپکے ہاتھ اور دیگر اعضاء و جوارح بنجائیگا۔ جب آپ کو یہ سمجھ آجائے کہ ایک فانی انسان کی جو محض ایک زمینی چیز ہے محبت میں آپ بالکل فنا ہو چکے ہیں۔ تو اس وقت آپ بڑی آسانی سے معلوم کر لیں گے۔ کہ اس اعلیٰ و برتر ہستی کی محبت آپ کے قلب میں کہاں تک موجزن ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ محبوب کی خوشنودی کا بہترین طریق یہی ہے کہ ہم اپنے طریق و خیالات کو چھوڑ کر محض اسی کے طرز خیالات کو کلیتہً اختیار کریں۔ یہی وہ آخری مرحلہ محبت کا ہے جس پر

محبت کرنے والا اپنے محبوب کی محبت کے مذبح پر اپنے آپ کو قربان کر دیتا اور اسکی خاطر اپنے آپ کو بالکل مٹا دیتا ہے +

جناب مسیح نے بھی باپ کی محبت میں اسی انتہائی اور آخری درجہ پر اپنے آپ کو پہنچایا۔ آپنے ہر ایک قسم کے مصائب کو جو آپکے رستہ میں حائل ہوئیں بخوشی برداشت کیا۔ یہانتک کہ صلیب پر بھی چڑھنے سے ذرا نہ ہچکچائے۔ کیا ہم بھی ایسی ہی حیرت انگیز قربانی کیلئے تیار ہیں۔ کیا ہم بھی اسکی تقلید کرنے اور اپنی صلیب آپ اٹھانے کیلئے تیار ہیں جیسا کہ آپنے اپنی صلیب کو آپ اٹھایا۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ ایسا کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اور ہم اس قسم کے مصائب و تکالیف برداشت کرنے کیلئے قطعی طور پر تیار ہیں۔ مگر با این "خداوند خدا" کے جاہ و جلال اور محبت کی تعریف میں بڑے بڑے گیت ہماری زبانوں پر ہر وقت چڑھے رہتے ہیں۔ ہماری کم ہمتی ہر لمحہ ہم پر مستولی رہتی ہے اور ہر ایک خفیف سے خفیف تکلیف یا سختی کو ہمارے آگے سے ہٹانے میں مساعی بھی وجہ ہے کہ "وسیلہ گناہوں سے مخلصی" اور "کفارہ" کے نام سے ہمنے ناجائز حیلے تراش رکھے ہیں۔ ان اختراعات حیلوں اور تدابیر سے ایک مہمل سی کوشش نجات کی منزل مقصود تک آسانی سے پہنچنے کیلئے کی گئی ہے کیا محبت کا یہی طریق ہے۔ اگر نہیں تو پھر کس منہ سے آپ اللہ تعالےٰ سے اپنے ساتھ محبت کی توقع کرتے ہیں۔ جب آپ اسکے کبھی مستحق ہی نہیں ہوئے۔ انسان کے محنت و مشقت سے جی چرانے کے متعلق میں ایک اور مثال آپ کو سناتا ہوں۔ آپنے غالباً اس پارس کے پتھر کے متعلق سنا ہوگا۔ جس کی تلاش و جستجو میں زمانہ وسطی کے مشرقی و مغربی لوگوں کی کئی نسلیں ضائع ہوئیں محض اس لئے کہ اسکے متعلق یہ خیال جم گیا تھا۔ کہ ہر ایک ردی سے ردی دھات بھی معاً اس سے چھونے کے ساتھ ہی خالص سونا ہو جاتی ہے۔ مگر آخر کار ناکامیوں پر ناکامیاں جب ہوئیں تو انہوں نے اسبار میں ہمارے یقین کی بیہودگی کا پردہ فاش کر دیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ پارس پتھر کا دھاتوں کو سونا بنا دینے کا خیال محض بیہودہ خیال تھا۔ لیکن دیگر معاملات میں ہم ابھی تک اسی دھوکے میں ہیں۔ اور روحانیت کے بارہ میں بھی اس پارس پتھر کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ ہماری کم ہمتی ہمیں محنت سے روکتی ہے لیکن باوجود محنت نہ کرنے کے ہم پکی پکائی لہلہاتی ہوئی سرسبز کھیتی کے خواہشمند ہیں بغیر اس کے کہ اپنے ہاتھ سے اسکی قلبہ رانی تک بھی کریں۔ ہماری نامردی ایک اور پارس

پتھر کی تلاش میں ہے جس کو اس "نے کفارہ" کی شکل میں پالیا ہے۔ یہ کہنا کہ "اعمال" کبھی بھی نیک نہیں ہو سکتے۔ شریعت لعنت ہے۔ مگر صلیب پر ایمان لے آنے سے ایک ذلیل ترین ہستی بھی نہایت پاک شریف اور نیک طینت شخصیت کی شکل میں اعجازی طور پر تبدیل ہو جاتی ہے وہی پرانی کہانی ہے۔ کہ انسان کچھ کرکے اور ہاتھ پاؤں ہلا کر اپنا استحقاق پیدا کرنا نہیں چاہتا! ور آسائش کے دلدادگان کی نری خواہش ہے۔ کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے ہوئے بیٹھے رہیں۔ اور یونہی بغیر مشقت اُٹھائے ہر ایک چیز میسر آ جائے۔ اپنی بد کرداریوں کے نتائج کو بھگتنے سے انسان بچنا چاہتا ہے۔ اور پھر بھی وہ سب کچھ کر گذرتا ہے جس کے کرنے کے لئے اسکی سفلی خواہشات اسے آمادہ کرتی ہیں لیکن جہانتک کفارہ پر ایمان کا سوال ہے۔ وہ گویا ان بد اعمالیوں کی سزا کو دوسروں کے گلے مڑھنا چاہتا ہے۔ پارس پتھر اگر زمانہ وسطی کا ایک لغو افسانہ ہے۔ تو اس قسم کا اعتقاد بھی جو کفارہ کے متعلق ہے۔ اس سے بیہودہ قصہ ہی کا نتیجہ ہے لیکن جہانتک کسی چیز کو سونا بنا دینے کا سوال ہے۔ ہمیں ہم اسی مشقت کو ہی سنہری نتائج میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ جو ہم پوری دیانتداری کے ساتھ کریں۔ اسیطرح سے روحانی فرحت اور رضائے الٰہی کو حاصل کرنے کیلئے اللہ تو نے پوری پوری استعدادیں ہمیں عطا فرمائی ہیں۔ بشرطیکہ ہم اسکے حصول کیلئے کوشش سے کام لینا چاہیں۔ ہماری عقل سبات کو کبھی نہیں مان سکتی۔ کہ پارس پتھر بھی کوئی چیز ہے۔ اور یہ بھی ہمیں یقین کر لینا چاہیئے۔ کہ روحانیت کے معاملہ میں بھی کفارہ وغیرہ کا خیال کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر ہم "خدا کی بادشاہت" میں داخل ہونے کے سچے دل سے خواہشمند ہیں۔ تو جناب مسیح کی ہدایات کے مطابق شریعت پر ہمیں عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ کیا ہم مدلل طور پر جناب مسیح کا کوئی ایک ہی قول ایسا پیش کر سکتے ہیں جس میں آپ نے ہمیں گناہوں کے نتائج سے نجات دلانے کیلئے خود صلیب اُٹھانے کا اقرار کیا ہو نہیں بلکہ اس کے بالکل برخلاف آپکے یہ کھلے الفاظ ہمیں ملتے ہیں کہ "میرے نام لیوا اگر بننا چاہتے ہو۔ تو اپنی صلیب آپ اُٹھاؤ"۔

آپ نے مصلوب ہو کر ذاتی مجاہدہ وعبادت کا سبق ہمارے لئے چھوڑا۔ یہی وہ محبت الٰہی کا اعلیٰ مقام ہے۔ جہاں ایک عاشق صادق کا اپنے محبوب کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے جان تک دیدینا کوئی بڑی بات نہیں یہی الفاظ سے دھوکا نہ کھاؤ۔ الفاظ کو غلط طور پر سمجھنا ہی خدائی نعم

پر انسانی قربانی کی شکل میں جو مذاہب قدیمہ کا ایک عام دستور تھا۔ بہت سی زندگیوں کے بے فائدہ تلف کا موجب ہوا ہے۔ گوشت اور خون کی قربانی محض اس روح اور نفسانی خواہشات کی قربانی کی ایک علامت ہے۔ جو کہ ہمارے گوشت و خون (جسم) پر حکمران ہیں۔ اپنے تمام دنی جذبات و خود غرضانہ خواہشات کا قلع قمع کر دو۔ ہماری زندگی اور موت دونوں خدا کی مرضی کے ماتحت ہوں۔ ان تمام جذبات بہیمیہ اور سفلی خواہشات کو مار ڈالو جو گوشت و خون سے پیدا ہوتی ہیں اپنی تمام آراے اور خیالات کو ایک خالق اکبر ہی کی مرضی کے ماتحت کر دو "میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی" کا قول تمہاری زندگی کا زریں اصول ہو۔ اس کامل اطاعت کے رویہ کو جس وقت آپ اختیار کرلیں گے۔ اسی وقت محبت الٰہی کی منزل مقصود کو آپ پالیں گے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کس خوبصورتی کے ساتھ اس صداقت کا اظہار "موتو قبل ان تموتو" (مرنے سے پہلے مرجاؤ) کے الفاظ میں کیا ہے۔ اس فقرہ میں آپ نے ہدایت کی ہے۔ کہ ان تمام چیزوں سے جن کی خواہش تمہاری روح اور جسم ملکر کرتے ہیں علیحدہ ہو جاؤ پیشتر اسکے تمہاری روح تمہارے جسم سے جدا ہو۔ کیونکہ تمہاری روح کے لئے تمام چیزیں در اصل غیر مانوس ہیں + یہی وہ حق و صداقت اور وہ زبردست اصول ہے جس کو یوحنا اصطباغی نے یوں بیان فرمایا ہے۔ کہ

"میں تو تمہیں توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دیگا"۔ متی باب ۳۔ آیت ۱۱ +

یہ الفاظ کس قدر صحیح اور حقیقت پر مبنی ہیں لیکن شومئی قسمت سے ہماری کم ہمتی و نامردی نے ان الفاظ کا صحیح مفہوم سمجھنے سے ہمیں معذور ہی رکھا۔ اس کو بعض لوگوں نے نہ صرف خیال ہی کیا بلکہ اس کو اپنے ایمان و اعتقاد میں سے قرار دے لیا۔ کہ پانی میں ایک غوطہ لگا کر انسان گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور گویا اسکی فطرت ہی بدل کر اور کی اور ہو جاتی ہے۔ پانی اور آگ سے بپتسمہ لینے کی ماہیت کو وہ قطعاً سمجھ نہ سکے۔ ان تصویری* مذاہب کے ماننے والوں کے اعتقاد و اعمال ایک جیسے نہیں ہوتے۔ وہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ اگر بپتسمہ آتشیں سے وہ جناب مسیح پر ایمان لانا مراد لیتے

*معبود کی جگہ کوئی قائمقام تصویر یا نشان رکھ کر اس نشان کی عزت یا پرستش کرنا اسکا نام تصویری مذہب یا سمبلزم ہے۔ ایسا ہی مذہبی رسوم میں بعض اشیاء کو بعض اعمال یا عقائد کا قائمقام بنانا بھی سمبلزم ہے +

ہیں۔ تو ان کو پانی میں بپتسمہ لینے کی بجائے آگ میں بپتسمہ لینا چاہیئے۔ انہیں اپنے سروں پر پانی کی بجائے جلتے ہوئے انگارے ڈالنے چاہئیں لیکن یہ تمام خود تراشیدہ باتیں ہیں۔ جناب یوحنا نے ان الفاظ میں استعارۃً ایک حقیقت نفس الامری کا اظہار کیا تھا۔ اسکی مخاطب قوم چونکہ پختہ دماغ اور عقل کی مالک نہ تھی۔ اسلئے آپ نے تمثیلوں اور استعاروں میں کلام کیا۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کے الفاظ اِس پرانے علم کلام میں بہت کچھ اصلاح اور ترقی کا موجب ہوئے ہیں۔ اور ان میں نہایت سلیس و سادہ فقرات میں اس صداقت پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن خود اسکو بیان کرتا اور اپنی سلاست زبان کا ثبوت ان الفاظ میں دیتا ہے:۔

صبغۃ اللّٰہ ومن احسن من اللّٰہ صبغۃ۔ اللہ کے رنگ میں رنگین ہو جاؤ۔ اور اللہ کے دیئے ہوئے رنگ (بپتسمہ) سے اور اُس کا رنگ بہتر ہوگا۔

جب کبھی آپ کسی کپڑے کو رنگنا چاہتے ہیں۔ تو پہلے اسے تمام دھبّوں اور آلودگیوں سے صاف ستھرا کرنے کیلئے آپ اچھی طرح سے دھوتے ہیں۔ اِسی طرح اپنے دل کو اللہ تعالےٰ کے رنگ میں رنگین کرنے کیلئے آپ کو اسے ان تمام گندوں اور آلائشوں سے پاک کرنا ہوگا۔ جو عالم رُوحانیت سے دُور تر لیجانیوالی ہیں۔ ورنہ اسمیں کامیابی ناممکن ہے۔ ان گندوں کو دھونے کیلئے آپ کو وافر او کھلے پانی کی ضرورت ہے۔ اور یہ پانی "توبہ" کا پانی ہے۔ یوحنا اصطباغی کے الفاظ پر غور کرو اس کا بپتسمہ پانی کا بپتسمہ ہے یعنی توبہ کا جو صبغۃ اللہ (اللہ کے رنگ میں رنگین ہونے) کی در اصل تیاری ہے لیکن بعد میں آنیوالے کا بپتسمہ رنگ یا آگ کا بپتسمہ تھا۔ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ اور دونوں اس تسلّی دہندہ کیطرف اشارہ کرتے ہیں۔ جو جنابِ مسیح کے بعد آنیوالا تھا۔ ہم کپڑے کے کسی ٹکڑے کو رنگتے ہیں۔ تو وہ اپنے اصل رنگ کو کھو دیتا ہے۔ ایسا ہی ہر ایک چیز جو آگ میں ڈالی جاتی ہے۔ آگ ہی کی خاصیت اور شکل کو اختیار کر لیتی ہیں +

رُوح القدس میں بپتسمہ لینے سے بھی یہی مُراد ہے اپنے سابقہ گناہوں کی آلودگیوں سے پاک ہونے کیلئے ہمیں کسی کے خون سے اپنے آپ کو دھونے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ پانی سے پہلے اپنے کپڑے کو دھونے اور پھر رنگ میں اُسے ڈال دینے کی ضرورت ہے۔ آگ میں اس کا ایک حصہ بننے کیلئے اس وقت تک ہم کود نہیں سکتے۔ جب تک کہ پہلے ہماری تمام آلائشیں ملکر راکھ نہ ہو جائیں

اگر محض اسبات پر ایمان ہو۔ کہ آگ کو یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ سونے کو میل سے پاک کر دیتی ہے تو یہ ایمان اس وقت تک فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ سونے کو آگ میں نہ ڈالا جائے ہمارا بھی کسی عقیدے کو محض مان لینا ہی فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہمیں بھی اپنے آپ کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دینا پڑیگا بپتسمہ آتشیں یا رنگ کا بپتسمہ لینا جو بھی چاہیں آپ اس کا نام رکھ لیں لیکن یہ محض ایک استعارہ ہے جو دل کو تمام گندوں اور آلائشوں سے پاک کر کے اسکے ہر ایک رگ و ریشہ کو خدا تعالےٰ کے رنگ میں رنگین کر دینے پر بولا گیا ہے۔ بت پرستی اور پتھر کی مورتیں قدیم زمانہ کی چیزیں ہیں۔ گو مغرب میں کلیسیاؤں کے اندر بعض دوسری اشیاء نے انکی جگہ لے لی ہے۔ لیکن ہم ان سے بھی بدتر چیزوں کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ ہم اپنی نہایت کمینہ اور سفلی خواہشات اور کئی قسم کے بیہودہ جذبات کو معبود بنائے ہوئے ہیں۔ ہم نے اپنی کمینہ خواہشات کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔ ہماری نفسانی خواہشات جن کی ایک گونہ تسلی کرنی اسلئے ضروری تھی کہ جسم اور روح کا باہمی تعلق قائم رہکر اُن ترقیات کا موجب ہو جو خالق اکبر نے اس زندگی میں ہمارے اُوپر رکھی ہیں بہت بڑھ کر ہم سے فائدہ اُٹھا رہی ہیں۔ اور ہمیں اپنے ماتحت کر لیا ہے۔ رات دن ہم انکی پرستش کرتے اور اس کے پیچھے لگے ہوتے ہیں۔ اپنے اندرون قلب کا مطالعہ کرو اور دیکھو کہ تمہارا قلب ان سے آزاد ہے۔ اگر واقعہ ہی ایسا ہے۔ تو یقیناً تم نے رُوح القدس کو اپنے اندر لیلیا۔ تمہارا دل اس کا تختگاہ بن گیا ہے۔ اور تمہارا جسم اسکی عبادتگاہ ہے۔ جہاں محض اسکی عبادت تمہارا مقصود اور نصب العین ہے۔ یہ وہ حالت ہے جسے حقیقتاً محبت الٰہی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ یُوں کہنا چاہیئے کہ اس وقت اللہ تعالےٰ آپسے محبت کرتا ہے اُس وقت بیشک وہ تمہارے ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہے فنا فی اللہ کے اس انتہائی مقام پر پہنچکر معجزات کا صادر ہونا ایک معمولی بات ہے لیکن وہ معجزات تو اس بات کی علامت ہیں کہ خود خداوند خدا تم میں موجود ہے لیکن تم خود ان معجزات سے خدا نہیں ٹھیر سکتے +

انسانی زندگی کے کمال کو آپنے حاصل کر لیا۔ اور ایک ربانی قلب کو حاصل کیا انسانی جامہ کے اندر ربانی صفات کو آپنے پیدا کیا لیکن پھر بھی آپ انسان ہی ہیں اس سے بڑھ کر نہیں۔ اللہ تعالےٰ کیا ہے ؟ قرآن کریم کا ارشاد ہے لیس کمثلہ شئی۔ اسکی مثل کی مانند

بھی کوئی چیز نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس قدر بلند اور بالاتر ہے اور تمام مادی تصورات اور خیالات سے بھی اسقدر ارفع ہے کہ اسکی کوئی مثال استعارہ اور تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ کیونکہ نہ صرف اس جیسی ہی کوئی چیز نہیں ۔ بلکہ جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے لیس کمثلہ شئی اسکی مثال کی مانند بھی کوئی چیز نہیں ۔ ذات باری کے متعلق اس قدر عالیشان خیال اسلام میں پایا جاتا ہے ۔ اور اسکی تعلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف تمام مادی حدود سے ہی بڑھ کر نہیں بلکہ استعارات و تشبیہات کی حدود سے بھی وہ باہر ہے معجزات کا دکھانا کسی کو خدا نہیں بنا دیتا ۔ اسکے لئے محض اپنے آپ کو فنا کر دینا اور تزکیہ نفس درکار ہے ۔ اسلئے اپنی خواہشات کو مٹا ڈالو ۔ جناب مسیح نے صرف اپنی ہی خاطر خود اپنی صلیب کو اُٹھایا ۔ اور کسی بھی دوسرے کی صلیب آپ نے نہیں اُٹھائی ۔ مصائب و تکالیف کو برداشت کر کے باپ کی خوشنودی آپ نے حاصل کی ۔ اور اُس کے برگزیدوں و مقربوں میں سے ہو گئے ۔ اسمیں شک نہیں کہ آپ ہمارے لیئے ایک بڑا ہی عجیب سبق چھوڑ گئے ۔ آپ نے اپنے نمونہ سے ہمیں بتایا ۔ کہ قرب اور محبت الٰہی یونہی حاصل ہو سکتی ہے ۔ کہ اپنی صلیب کو خود ہی ہم اُٹھائیں اپنے جسم کی قربانی بلاشبہ ایک بہت ہی مشکل امر ہے لیکن اس سے بھی محال تر خدا کی راہ میں نفسانی خواہشات کو دبانا ہے ۔ اسلئے اپنے تمام جسم اپنی رُوح اور تمام کمینہ خواہشات کی تحریکات کو آپ بالکل ترک کر ڈالیں ۔ اس وقت آپ اس بلندی پر پہنچ جائیں گے ۔ جہاں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا " قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین بذالک امرت وانا اول المسلمین ۔ کہدے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کیلئے ہے ۔ جو تمام جہانوں کا مالک سب کو پیدا کرنے اور دینے والا ہے ۔ اس کا مجھے حکم دیا گیا ہے ۔ اور میں سب سے پہلا مسلمان (اطاعت گذار) ہوں +

آنحضرت صلعم اور صحابہ کبار

(ماخوذ از اسلامک ریویو و مسلم انڈیا مجریہ ستمبر ۱۳ ۱۹ء)

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی قدسی طاقت و زبردست مقناطیسی اثر نے صحابہ کرامؓ کے نفوس کا یہاں تک تزکیہ کیا۔ کہ انھوں نے نہ صرف بُت پرستی و دیگر عناصر پرستی کو چھوڑ کر ابدی و ازلی خدا کے جلال کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور اپنے باطلہ مذاہب کو چھوڑ کر دین حق کو قبول کر لیا بلکہ ساتھ ہی ان میں وہ رُوح پھونکی گئی۔ جس نے ان میں سے دُنیوی منفعت و مفاد کے حاصل کرنے کے جذبات کو بالکل کالعدم کر دیا۔ انھوں نے اللہ تعالےٰ کے جاہ و جلال کو دیکھ لیا۔ اور اسکی راہ میں سرگرمی سے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ اور اپنی مرضی کو اُس خالق اکبر کی مرضی کے ماتحت یہانتک کلیتہً کر دیا۔ کہ ان میں ہر ایک قربانی و ایثار میں اللہ تعالیٰ کے حضور ابراہیمی رُتبہ حاصل کرنے کا حقدار ہو گیا۔ سب سے عظیم الشان و احسن خدمت جو صحابہ کرام نے انجام دی۔ اور جس کی مثال تاریخ عالم میں بعید ہی و بینظیر ہے یہ ہے کہ انھوں نے لوگوں کے دلوں سے اصنام پرستی کی باطل توقیر و عزت کو مٹا کر اسکی جگہ ذات واحد ہی خدا کی عزت و عظمت۔ جاہ و جلال جاگزین کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ ملکی فتوحات عطا فرمائیں۔ جو کہ تیر و تفنگ سے بھی میسر آنی مشکل ہیں۔ ایک طرف ہم جب اس ظلمت و تاریکی پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ جو آپ کی بعثت سے پہلے ملک عرب پر چھائی ہوئی تھی۔ اور کفر و بُت پرستی نے تمام ملک کو رسوا کیا تھا۔ اور دوسری طرف جب اس حیرت انگیز تبدیلی پر نظر ڈالتے ہیں۔ جو کہ جزیرہ نما عرب میں صحابہ کرام نے رسُول اکرم کے اُسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر اپنے مُلک میں پیدا کی۔ تو ہم اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ ان میں صدق و صفا کی ایک نئی رُوح پھونکی گئی تھی +

رسُول اکرم کے تقدس و پارسائی نے اپنا رُوحانی اثر ان لوگوں پر اس قدر ڈالا۔ کہ وہ ہر ایک قسم کی بدی کو ایسی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ گویا کہ خدائے ذوالجلال کے حضور میں کھڑے ہیں۔ ان سب کا مطمح النظر ایکدوسرے سے نیکی میں سبقت لیجانا تھا۔ تاریخ ایک بھی اس قسم

کی مثال پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔ کہ جہاں کسی ایک معلّم نے خواہ اس کا دعویٰ کچھ بھی ہو اس قدر حیرت انگیز اثر اپنے پیرووں میں پیدا کیا ہو +

محمد علی (ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی)

نظم

بیکسِ شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست — ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست

ہر طرف سیلِ ضلالت صد ہزاراں تن ربود — حیف در چشمِ کسے اکنوں نیز ہم ہشیار نیست

اے خداوندانِ نعمت ایں چنیں غفلت چراست — بیخود از خوابید یا خود بختِ دیں بیدار نیست

اے مسلماناں خدارا یک نظر بر حالِ دیں — آنچہ مے بینم بلاہا حاجتِ اظہار نیست

آتشِ آفت داست در خرمنِ بخیریدیلاں — دیدنش از دور کارِ مردمِ دیندار نیست

ہر زماں از بہرِ دینِ خود دلِ من می تپد — محرمِ ایں دردِ ما جز عالمِ اسرار نیست

آنچہ بر ما میرود از غم کرداند جز خدا — زہر مینوشیم لیکن زہرۂ گفتار نیست

ہر کسے غمخوارئے اہل و اقارب مے کند — اے دریغ ایں بیکسے را ہیچکس غمخوار نیست

خونِ دیں بینیم رواں چوں کشتگانِ کربلا — اے عجب ایں مردماں را مہرِ آں دلدار نیست

حیرتم آید چو بینیم بذلِ شاں در کارِ نفس — کایں ہمہ جود و سخاوت در رہِ دادار نیست

ایکہ داری مقدرت ہم عزم تائیداتِ دیں — لطف کن ما را نظر بر اندک و بسیار نیست

بیں کہ چوں در خاک مے غلطد زجورِ ناکساں — آنکہ مثلِ او بزیرِ گنبدِ دوّار نیست

اندریں وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکساں — جز دعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست

ایخدا ہرگز مکن شاداں دلِ تاریک را — آنکہ او را فکرِ دینِ احمدِ مختار نیست

اے برادر پنج روزِ ایامِ عشرت ہا بود — دائماً عیش و بہارِ گلشن و گلزار نیست

[illegible]

بیبیوں اور بچوں کے پڑھنے کی دلچسپ کتابوں کا نچوڑ

ان کتابوں کے پڑھنے سے عورتوں میں اخلاق تہذیب اور روشن خیالی کا اضافہ ہوتا ہے

رسول عربی	رسول اکرم کی سوانحعمری خاص بیبیوں کے مطالعہ کے قابل	۸/
بنت رسول	خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرہؓ کے متبرک حالات	۵/
حسنین	حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے ذکر خیر قابل دید	۴/
جام کوثر	نہایت مؤثر نعتیہ کلام کا مجموعہ مقبول عام	۴/
آداب نسوان جدید	زنانہ آداب و اخلاق کی نہایت مفید کتاب	۶/
جمیلہ خاتون	ایک ضدی اور ناسمجھ خاتون کا راہ راست اختیار کرنا ..	۳/
عقیلہ بیگم	بیبیوں کو انتہا درجہ کا کفایت شعار اور دوراندیش بنانیوالی کتاب	۳/
زنانہ حساب کتاب مجلد	گھر کا روزانہ حساب لکھنے کی بہتر اور آسان کتاب بہت مدت تک کافی ہے	۱۰/
نیا باورچیخانہ	قصہ کی صورت میں تمام کھانے پکانے کی ترکیبیں ...	۶/
مناجات بیوہ	حالی مرحوم کی مقبول عام نظم نہایت پُردرد ...	۲/
زنانہ خطوط	عورتوں کو خطوط نویسی کا طریقہ بتلانیوالی کتاب	۵/
صبر کی دیوی	سوتیاڈاہ کی دردناک داستان موثر پیرایہ میں بیان کی گئی ہے	۳/
اصلاح الرسوم	بُری رسموں کے دور کرنے کے لئے مفید طریقے بڑے کام کی کتاب	۳/
قومی گیت	بچے اور بچیوں کے یاد کرنے کے قابل دلچسپ قومی گیت ..	۵/
لیکچر اسلام	مسز اینی بیسنٹ صاحبہ کا لیکچر اسلام کے متعلق ..	۳/
راہِ جنت	نیک اور پاکباز مرد و عورتوں کے نتیجہ خیز قصے ...	۳/
چڑے چڑیا کی کہانی	انسان کی بیمروتی کے قصے دو بیزبانوں کی زبان سے .	۳/
چُپ کی داد	نہایت دلچسپ نظم مصنفہ مولانا حالی صاحب ...	۲/
نالائق ماں کا لائق بیٹا	تعلیم یافتہ اور جاہل ماں کا مقابلہ ...	۳/
ناصح مشفق	نصیحت کے پورے ایک سو سچے موتی نہایت قابل دید کتاب ہے ..	۳/

(رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸)

نام کتاب	کیفیت	قیمت
تاثیر صحبت	نوجوانوں کی اصلاح دلچسپ پیرایہ میں - - - - - - -	۱؍
مجموعۂ وظائف	مجرب و نادر وظائف - - - - - - - - -	۲؍
خوش انجام	یہ ایک موثر کہانی بیفکر شوہروں پر بیوں کی بیکسی کا اثر - - -	۲؍
رباعیات حالی	مولانا حالی مرحوم کی قابل دید مطبوعہ یعنی جدید رباعیات کا خوشنما گلدستہ ہے	
مناجات بیوہ	ہندوستان کی مجبور بیواوں کی آہ و زاری بیوہ کے دل کی سچی باتیں پڑھنے جاؤ اور روتے جاؤ نظم کیا ہے نیبر و نشتر ہے - پر درد اور سچے عاشق قوم کے دل سے نکلے ہوئے شعر ہیں ٹھیٹھ ہندوستانی اُردو زنانہ محاورات - -	۲؍
تربیت النساء	تہذیب و اخلاق حاصل کرنے کیلئے طرز عمل قصہ کے پیرایہ میں - -	۵؍
ایک شریف خاتون کی جمع کی ہوئی سو دلچسپ اور مزیدار کہانیاں	یہ کہانیاں خاص کر لڑکیوں اور شریف پردہ نشین بیبیوں کے مطالعہ کے واسطے حال ہی میں چھاپی گئی ہیں - ہر کہانی اپنے سبق آموز مضمون اور عمدہ نتیجہ کے لحاظ سے لاجواب ہے - ان دلچسپ کہانیوں نے زنانہ اردو کے پاکیزہ لٹریچر میں قابل قدر اضافہ کیا ہے صرف ایک کہانی پڑھ کر پوری سو کہانیوں کی قیمت وصول ہو جاتی ہے - فی کہانی ایک آنہ پورا سو کہانیوں کا سٹ	عہ؍
مسدس حالی	مسلمانوں کی گذشتہ اور موجودہ حالت کا فوٹو اگر دیکھنا منظور ہو تو اسے دیکھو موجودہ حالت کی پر درد کہانی - مولانا حالی کا زندہ جاوید تصنیف مدوجزر اسلام جس نے مسلمانوں میں نئی زندگی پیدا کی - - - -	۸؍
انشائے نسوان	جسمیں مستورات کو لکھنا بتانے کے قواعد - طرز تحریر و رسم الخط کی اصلاح زنانہ محاورات کے القاب و طریقہ خطوط نویسی معہ خطوط بتائے گئے ہیں قیمت صرف	۴؍
ادیب النسوان	اسمیں طبقۂ نسوان کی پردہ نشین مستورات کی قابلیت بڑھانے کیلئے عظمت - اتباع خاوند - پردہ - حیا - انتظام خانہ داری - تہذیب - تعلیم اولاد - گھر کے کام و کاج و ہنر آموزی کے تمام مضامین درج ہیں -	
اخلاقی کہانیاں	بچے بچیوں کے پاک دل نرم دلوں میں رحم و انصاف و دینداری پیدا کرنیوالی نصیحت آمیز کہانیاں	۴؍

المشتہر محمد احمد عبد الغنی مینیجر اشاعت اسلام بک ڈپو عزیز منزل نولکھا لاہور

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئک هم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اِسلامک رِیوِیو اینڈ مسلم اِنڈیا مجریہ لندن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی

مسلم مشنری

مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

یہ کارِ ثواب ہے کہ آپ انہیں رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے کل اخراجات کی ذمہ دار ہوسکتی ہے

جلد (۴) بابت ماہ نومبر ۱۹۱۸ء نمبر (۱۱)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

جلد (۲) — بابت ماہ نومبر ۱۹۱۸ء — نمبر (۱۱)

شذرات

ناظرین کرام اس افسوسناک خبر سے یقیناً متاسف ہونگے۔ کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی کے فرزند اکبر خواجہ بشیر احمد صاحب بی اے گذشتہ ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو اپنی اہلیہ سمیت عین عنفوان شباب میں اپنے عالم بقا ہوئے خواجہ بشیر احمد اور انکی اہلیہ کی وفات نہ صرف اس وجہ سے ازحد افسوسناک ہے کہ آپ اس پہلوان اسلام کے فرزند تھے جو اس وقت اسلام کا جھنڈا ہاتھ میں لئے ہوئے اپنے وطن ... اپنے خویش واقارب اور اہل و عیال سے ہزاروں کوس دور پڑا ہے۔ نہ صرف اس ... اس غریب الوطنی میں حضرت خواجہ صاحب کے لئے اس لخت جگر کی ہمیشہ کی جدائی سے ہوگا۔ نہ صرف اس وجہ سے ... ایک نوجوان لائق اور ہونہار انسان تھا۔ اور اسکی وفات اپنے خویش واقارب کے لئے ... بیشک یہ سب امور بھی دل کو ازحد صدمہ پہنچانیوالے اور افسوسناک باتیں ہیں لیکن یہ رنج و تاسف بہت بڑھ جاتا ہے جب ہم اس نقصان عظیم کو دیکھتے ہیں جو اس حسرتناک موت سے اشاعت اسلام کے کام کو پہنچا ہے۔ یوں تو دنیا میں سینکڑوں نوجوان عین عنفوان شباب میں ہی داعی اجل کو لبیک کہکر اپنے والدین اور دیگر خویش واقارب کو داغ جدائی دے جاتے ہیں جن کا صدمہ انہیں تازیست رہتا ہے لیکن اس قحط الرجال کے زمانہ میں جبکہ اسلام کی اس زار و نزار حالت کے باوجود بھی اسکی حفاظت اور تبلیغ کے بیش بہا فرض کو لوگوں نے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ اور شاید لاکھوں میں دو ہی چار ہی ایسے پیدا ہوتے ہوں۔ جو دل میں اسلام کا حقیقی درد لے کر اٹھے اور اسکی تبلیغ میں

کوشاں ہوتے ہیں۔ خواجہ بشیر احمد جیسے قابل۔ نیک خصال دیندار مذہبی واقفیت رکھتے تھے اور پھر دین کی خدمت کیلیے اپنے آپ کو وقف کرنے والے انسان کا اِس نوجوانی کے عالم میں فوت ہو جانا ازبس افسوسناک اور موجب ملال ہے +

خواجہ صاحب مرحوم باوجود اس اعلیٰ تعلیم کے جو انہیں حاصل تھی جس درجہ خوش اخلاق خوش طبع حلیم طبیعت متواضع تھے اِس کا احساس ان لوگوں کو ہی ہو سکتا ہے جنہیں کبھی ایکدفعہ بھی ان سے ملنے کا موقع ملا ہے سنہ ۱۹۱۶ء میں آپنے بی۔ اے میں نمایاں کامیابی حاصل کی جس کے بعد ایم اے میں داخل ہوئے لیکن اس خیال سے کہ کچھ اسلامی اور عربی لٹریچر سے واقفیت حاصل ہو جائے اسے چھوڑ کر تحصیل عربی میں مصروف ہو گئے۔ اسی دوران میں مسلم ہائی سکول کھلگیا جہاں آپنے اپنی آنریری خدمات سے ثواب حاصل کیا۔ قریباً ڈیڑھ سال تک یعنی جب سے کہ مسلم ہائی سکول کھلا ہے آپ وہاں بغیر تنخواہ کے کام کرتے رہے ہیں۔ اور اس تن دہی اور محنت سے کام کرتے رہے ہیں کہ آپ کے زیر تعلیم طلبا کے آپ سے تسلی یاب ہونے کے ساتھ پرنسپل صاحب بھی آپکے مداح تھے اور ہیں +

ایک طرف آپ سکول میں پڑھاتے تھے۔ اور دوسری طرف اپنے فارغ اوقات میں عربی اور حدیث پڑھا کرتے تھے بلکہ ایک موقعہ پر سکول میں عربی اُستاد کے موجود نہ ہونے پر آپ کو وہاں عربی پڑھانی بھی پڑی جس کی تعریف خود طلبا کی زبان سے انہی دنوں میں ہمارے سُننے میں آئی تھی۔ گذشتہ سال درس قرآن میں آپ برابر شریک رہے اور باوجود اسکے کہ چار ماہ میں قرآن ختم کرنے کیلیئے نماز مغرب کے بعد رات کے دس بجے تک حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے درس دیتے تھے مگر آپ برابر ضروری نوٹ کرتے رہتے اور معقول سوالات سے اپنی ذہانت طبعی کی داد دیتے تھے غرض

بہت سی خُوبیاں تھیں مرنے والے میں

اور ان خوبیوں ہی کی وجہ سے یہ ایک دل خوش کُن امید تھی کہ آپکے وجود سے بھی آپکے محترم والد کی طرح اسلام کو عظیم الشان فوائد حاصل ہونگے۔ جن کی بُنیاد اِس پاک ارادہ پر تھی جو اس وقت جب آپنے حضرت خواجہ کی واپسی انگلستان کے بعد ان کے دوران قیام لاہور میں بی۔اے پاس کیا۔ ظاہر ہو چکا تھا جس کے لئے آپ عملاً تیاری میں مصروف تھے۔ اور اُمید کی جا سکتی تھی کہ آپ سنہ ۱۹۱۹ء میں ولایت جا کر حضرت خواجہ صاحب کا ہاتھ بٹانے کے قابل ہو جائینگے۔ بلکہ مرحوم مغفور کو حضرت خواجہ صاحب سنہ ۱۹۱۶ء میں ہندوستان سے روانہ ہونے کیلئے لکھ بھی چکے تھے۔ فی الحال انگریزی دانی کی قابلیت اس اردو ترجمہ سے ظاہر ہے جو اشاعت اسلام میں اسلامک ریویو کے مضامین کا شذرات کو چھوڑ کر آپ خود کرتے تھے غرض مرحوم خواجہ صاحب گوناگون خوبیوں کے انسان تھے جن کی وجہ سے عالم جوانی میں آپکی اس سرزمین کی وفات کا ہمیں سخت صدمہ ہے! ور ہر ایک وہ شخص جس کے پہلو میں دل اور دل میں درد ہے اس صدمہ

سکو محسوس کئے بدون نہیں رہ سکتا ۔ بلکہ یہ احساس اور دلی درد اور بھی بڑھ جاتا ہے جب اس نقصان کا اندازہ کیا جائے جو نہ صرف مرحوم خواجہ بشیر احمد صاحب بلکہ ان کی لائق اور انہی کی طرح دیندار بیوی کے بھی ان کے ساتھ ہی فوت ہو جانے سے ہوا۔

ہاں اس نقصان عظیم کے وقت ایک وجہ تسلی ہمارے لئے موجود ہے۔ اور وہ حضرت نبی کریم صلعم کے وہ الفاظ جو اپنے پیارے فرزند ابراہیم کی وفات پر آپ کے مُنہ سے نکلے ۔ لو عاش ابراھیم لکان نبیاً بتاتا ہے کہ یہ مقدر ہی تھا کہ خاتم النبیین کے ہاں اولاد ذکور پیچھے رہتی ۔ مگر مصلحت خداوندی نے یہ چاہا کہ آپ کو بیٹے دیکر واپس بُلا لئے جائیں تاکہ قضا و قدر کے ان صدمات کے وقت جن کا آنا اس دُنیا میں ناگزیر ہے آپ کے پیروؤں کیلئے ایک عملی نمونہ ہادی عالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں موجود رہے ۔ ایسے صدمات کے وقت دل کا پُرغم اور آنکھوں کا پُرنم ہونا عین فطرت انسانی کے مطابق ہے ۔ وہ محبت جو خود خدا کے ہاتھ نے انسان میں ودیعت کی ہے۔ اسی کا یہ تقاضا ہے کہ جب انسان کا کوئی محبوب اس سے الگ ہو تو اس کے دل کو غم پہنچے ۔ اور اسکی آنکھوں میں آنسو بھر آئیں ۔ اگر یہ باتیں حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے اندر نہیں تو آپ ہمارے لئے نمونہ نہ بن سکتے ۔ اگر جذبہ محبت اُس قلب صافی میں نہ ہوتا تو اور کہاں ہوتا ۔ ہاں آپ کی فطرت تو ایسی صحیح ایسی صراط مستقیم پر واقع ہے کہ اس کے تمام ترین جذبات ایک مکمل رنگ میں آپ کے اندر پائے جاتے ہیں پس اولاد کی محبت جو فطرت انسانی کا ایک نہایت ہی صحیح جذبہ ہے ضرور تھا کہ آپ کے اندر پایا جاتا ۔ اور اس محبت کا تقاضا اولاد کی علیحدگی پر قلب حزین اور چشم پُرنم کا ہونا اس محبت سے علیحدہ نہیں ہو سکتا تھا ۔ پس فرمایا القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی ربنا ۔ دل پُرغم ضرور ہے ۔ آنکھوں میں آنسو ضرور ہیں یہاں تک ہی انسانی محبت اور انسانی فرائض تھے لیکن اس سے آگے اس سے بالاتر ایک فرض اور اپنے مالک حقیقی کا تھا ۔ اور وہ یہ کہ اولاد ہو یا مال یا صحت یہ سب کچھ اللہ تعالے کی نعمتیں ہیں جو انسان کو ایک وقت تک بطور امانت دیجاتی ہیں اس کا حق نہیں کہ ہمیشہ کیلئے ان کا مدعی بنے ۔ وہ ان باتوں میں سے جس قدر چاہتا ہے اور جب تک چاہتا ہے کسی کو دیتا ہے اور جس طرح محض رحمانیت سے دیتا ہے کسی کے حق کے طور پر نہیں دیتا ۔ اسی طرح اسی صفت مالکیت کے ماتحت جب چاہتا ہے اور جس سے چاہتا ہے لے لیتا ہے ۔ اور جو کوئی دیتا ہے وہ خدا کی امانت اسکو واپس کرتا ہے پس شکایت کے کیا معنی ۔ خدا نے کیوں ایسا کیا کہ ہم سے ایک اپنی امانت کو واپس لے لیا ۔ یہ سوال وہ نادان کر سکتا ہے جو صفات الٰہی سے ناواقف ہے ۔ کیوں یہ سوال اس کے دل میں اس وقت پیدا نہیں ہوتا جب اسکو وہ نعمت ملتی ہے ۔ کیونکہ وہ اس وقت یہ نہیں سوچتا کہ ہزاروں اس نعمت سے محروم ہیں مجھے یہ کیوں ملگئی ؟ جو دیتا ہے وہی لیتا ہے نہ اسکے دینے پر سوال ہو سکتا ہے نہ اسکے لینے پر ۔ پس جب یہ بتایا کہ تقاضائے محبت سے جو بشر کی فطرت میں ودیعت ہے دل غمگین ہے اور آنکھ پُرنم ۔ تو دوسرے پہلو کو بھی ساتھ ہی بتا دیا ۔ کہ ہم کوئی حرف شکایت زبان پر

نہیں لاتے بلکہ نقول الا ما یرضی ربنا۔ کیا ہی پاک نقشہ ہے کہ ایک طرف فطرت انسانی کا کھینچا ہے تو دوسری طرف مالک حقیقی
کی طرف جھکایا ہے۔ اور وہ بھی درحقیقت فطرت انسانی ہی کا تقاضہ ہے کیونکہ مالک کی طرف جھکنا بھی فطرت انسانی میں
ودیعت کیا گیا ہے۔ لیکن زیادہ خوشی اور زیادہ غم کے وقت میں بعض وقت اس تقاضائے فطرت کو انسان بھول جاتا ہے۔ اسلئے
ان جامع الفاظ میں کہ دل پُرغم ہے اور آنکھ پُرنم لیکن شکایت کا حرف زبان پر نہیں لاتے بلکہ خدا کی قضا پر راضی ہیں صدمہ کے
وقت فطرت کے ان دونوں تقاضوں کو آپ نے ظاہر کر دیا ہے یہی وہ باتیں ہیں جو تمام صحیح فطرتوں کو آہستہ آہستہ
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عقیدت کی طرف کھینچ کر لاتی رہینگی۔ اللھم صل وسلم وبارک علیہ وعلی اصحابہ وآلہ اجمعین

آج خواجہ بشیر احمد کی وفات پر ہم بھی یہی الفاظ دہراتے ہیں جو ہمارے پیارے ہادی صلعم نے ہمیں سکھائے ہیں ان القلب یحزن
والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی به ربنا۔ اُسکی حکمت کاملہ نے ہی جو چاہا عطا فرمایا۔ اور اس نے اپنی حکمت کاملہ
سے جس کو چاہا اور جب چاہا اپنی طرف واپس بلا لیا مرحوم کی خوبیوں اُسکی سعادت اُسکی فرمانبرداری نے بہت دلوں میں گھر
کر لیا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اُس نے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں لگانے کا پورا تہیہ کر لیا تھا پس جو نیت اُسنے کی اس کا پھل
وہ پائیگا۔ فقد وقع اجرہ علی اللہ ہماری ترقیات اس دنیا کی اسی زندگی کے ساتھ ختم نہیں ہو جاتیں لیکن اللہ تعالے
اپنی حکمتوں اور مصالح کو خوب جانتا ہے وہ جہاں تک چاہتا ہے اور جب تک چاہتا ہے کسی سے یہاں کام لیتا ہے اور جب
اسکی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے وہ اپنے حضور بلا لیتا ہے۔ اس سے اسکی ترقی میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی لیکن یہ
نتیجہ ہے کہ قضا و قدر کے ایسے صدمات جو انسان کو پہنچتے ہیں۔ اور وہ تکالیف جو اس پر وارد ہوتی ہیں
وہ ایک مومن کے لئے اسکی ترقیات کا موجب ہوتی ہیں یقین ہے کہ یہ واقعہ اللہ تعالے نے حضرت خواجہ صاحب کے لئے
مزید ترقیات کا موجب کر دیگا۔ آج سے چھ سال پیشتر آپ کی بی بی کا انتقال ہؤا۔ اور اللہ تعالے نے اس کے
ساتھ ہی آپ کی زندگی میں ایک ایسی تبدیلی پیدا کر دی جس کا اثر آج ایک دنیا محسوس کر رہی ہے اللہ تعالے
نے اس مصیبت پر صبر کا یہ اجر آپ کو دیا کہ اپنی خدمت کیلئے آپ کو چن لیا۔ اب یہ دوسرا صدمہ ہے۔ اور خدا نے چاہا
تو اس پر صبر کا اجر مزید ترقیات کے رنگ میں نمودار ہوگا۔

یہ اللہ تعالے کا وعدہ ہے کہ جب مومن ان ابتلاؤں پر جو قضا و قدر الٰہی سے اس پر وارد کئے جاتے ہیں
صبر کرتا ہے تو صلوٰۃ من ربھم و رحمۃ کا حقدار ہو جاتا ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو اعلےٰ سے اعلےٰ ترقیات کے
مقام قضا و قدر کی مشکلات اور مصائب ہی سے گذرنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔ ایک وہ قربانیاں ہیں
جو انسان اپنے اختیار سے کرتا ہے۔ ایک وہ اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری ہے جو انسان خوش دلی کے ساتھ اسکی طرف

قدم بڑھاتا ہے لیکن اس سے بلند تر مقام وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قضا و قدر کے ذریعہ سے اس سے قربانی چاہتا ہے یعنے اسکو کوئی دکھ اور تکلیف پہنچتی ہے۔ اور وہ اس کی قضا پر راضی ہو جاتا ہے۔ اور جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت نے اسمیں بھی اسکی بہتری ہی رکھی ہے۔ اور خوشدلی کی اطاعت سے بڑھکر وہ اطاعت ہے جو قلب حزین اور تسلیم کریاں کے وقت انسان اختیار کرتا ہے۔ آسائش و راحت اور آرام کے وقت ہر شخص اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کو تیار ہو سکتا ہے دکھ تکلیف اور غم کے وقت باخدا انسان ہی دل سے الحمد للہ رب العالمین کہیگا۔ دل میں قوت ہو خوشی ہو بڑی سے بڑی مشکلات کو طے کرنے کے لئے انسان تیار ہو سکتا ہے۔ مگر غم سے بھرے ہوئے دل کے وقت ایسا قدم اُٹھانا عارفان الٰہی ہی کا کام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام میں اللہ تعالےٰ نے کیسا عجیب واقعہ بیٹے کی قربانی کا رکھا ہے۔ کہ باپ اپنے بیٹے کو خدا کے حکم کے ماتحت قربان کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی تو ایک کامل نمونہ ہے۔ کیا وہ ایسے واقعات سے خالی ہے؟ ہرگز نہیں۔ جہانتک اپنے اختیار سے قربانی کرنے کا سوال ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے اس مقام بلند پر پہنچایا قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین حضور کا سب کچھ ہی اللہ تعالےٰ کیلئے تھا مگر بیٹے کے معاملہ میں اللہ تعالےٰ نے اس سے بھی بڑھ کر واقعہ دکھایا ہے۔ آپ کا فرزند ابراہیم آپ کے سامنے وفات پاتا ہے۔ اور وہ کام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اختیار سے کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ ہمارے نبی کریمؐ پر قضا و قدر کے ذریعہ سے وارد کر دیا جاتا ہے۔ اور اس وقت آپکے یہ الفاظ القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی به ربنا حضرت ابراہیمؑ کی تیاری سے بھی بڑھ کر ہیں۔ آج اگر ہم یہی لفظ باتباع سنت نبی کریمؐ کہتے ہیں۔ اور اپنے قلب کے اندر ایک سکون اور ٹھنڈک کی کیفیت پاتے ہیں۔ تو کس قدر سکون اور ٹھنڈک سے وہ قلب پر ہوگا جس سے پہلے یہ لفظ چھوٹ کر نکلے ہیں۔ اور عین اس حالت میں نکلے ہیں جب اس کا دل حزین ہے جب اسکی آنکھوں میں ہمارے بیٹے کی جدائیگی کے لئے آنسو بھر آئے ہیں۔ اس وقت ولا نقول الا یرضی به ربنا کے الفاظ کا جوش سے پھوٹ کر نکلنا بتاتا ہے کہ باوجود حزن قلب کے اللہ تعالےٰ کی رضا پر کس قدر سکون اس قلب صافی کو حاصل ہے۔ اللھم صل وسلم و بارک علیہ۔

جہانتک غور کیا جاتا ہے حضرت ابراہیمؑ کے اپنے بیٹے کو قربان کرنے کی تیاری سے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہ واقعہ ہے۔ کہ اپنے بیٹے کی وفات پر جب محبت پدری سے فی الواقع دل میں غم اور آنکھوں میں آنسو ہیں وہ چلا اٹھتا ہے۔ کہ اے خدا تیری قضا پر ہم راضی ہیں حضرت ابراہیمؑ اپنے اختیار سے ایک قربانی کرنے کو راضی ہوتے ہیں ہمارے نبی کریمؐ پر قضاء و قدر ایک قربانی وارد کرتی ہے۔ تو آپ کا قلب

حزیں پھر بھی راضی ہے ۔ یہ مقام اس سے بڑھ کر ہونے کے علاوہ ہر ایک متبع کیلئے ایک نمونہ کا کام دے سکتا ہے۔ فی الواقع قضا و قدر کی مشکلات میں خدا کی قضا پر راضی رہنا ایک ارفع مقام ہے اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی سے بھی یہی سبق ہم کو ملتا ہے ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے کی قربانی کیلئے تیار ہی کر چکے اپنے اختیار میں جس قدر باتیں ہیں ان پر اسلمت لرب العلمین میں اپنے قلب کی کیفیت کو بیان کر چکے ہیں یعنی ہر ایک امر میں اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری پر تیار ہو چکے ہیں ۔مگر پھر بھی ان پر قضاء و قدر کی تکلیفات وارد کی جاتی ہیں ۔اور ان کو طرح طرح کے مشکلات میں ڈالا جاتا ہے ۔تاکہ وہ اسلمت سے بھی ایک بلند مقام پر پہنچیں ۔بلا شُبہ فرمانبرداری احکام بڑا اعظیم الشان مرتبہ ہے ۔مگر قضا ، قدر کی مشکلات میں قضائے الٰہی پر راضی رہنا اور غم کے وقت خوشدلی سے خدا کی اطاعت میں لگے رہنا اس سے بھی بلند مرتبہ ہے ۔غور کیا جائے تو ہر ایک نبی اپنی زندگی میں اللہ تعالےٰ کی کامل فرمانبرداری اختیار کرتا ہے ۔مگر ہر ایک کو ہی طرح طرح کے دکھوں اور مشکلات میں سے گذرنا پڑتا ہے ۔اعلےٰ درجہ کی غمگساری بی بی سخت سے سخت مشکلات کے وقت تسکین دینے والی بی بی آپ سے الگ کی جاتی ہے چچا جو سخت سے سخت مخالفتوں میں آپ کی حمایت پر رہے فوت ہو جاتے ہیں ۔سارا قبیلہ شہر کے ایک گوشہ میں مقید ہے کھانے تک کا سامان نہیں ملتا ۔مگر کیا آپ کی زبان پر کبھی حرف شکایت آتا ہے ۔کہ اے خدا یہ کیا معاملہ میرے ساتھ کر رہا ہے نہیں بلکہ ان تمام مشکلات پر جب ایک اور تاریکی کا بادل چھا جاتا ہے ۔اور آپ طائف کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔مگر وہاں سے بھی زخموں سے چور ہو کر واپس آتے ہیں ۔تو پھر بھی یہی لفظ آپ کے مُنہ سے نکلتے ہیں ۔کہ اے خدا اگر تیری رضا مجھے حاصل ہے ۔تو یہ سب کچھ ہیچ ہے ۔خدا تعالےٰ اگر چاہتا ۔تو اپنے انبیاء کیلئے ایسے سامان پیدا کر دیتا کہ ان کو کوئی دکھ نہ دے سکتا ۔مگر نہیں اس دن سے گذرنے بغیر انسان کمال حقیقی کو حاصل نہیں کر سکتا اور انبیاء و اولیا کی تکمیل کیلئے سب کو قضاء قدر کی مشکلات میں سے گذارا جاتا ہے ۔اور شاید دوسرے لوگوں سے بڑھ کر یہ مشکلات ان پر وارد کیجاتی ہیں ۔ان تمام مشکلات میں جو ایک معمولی انسان کو کچل دینے کیلئے اور اسکو پاگل بنا دینے کیلئے کافی ہوں ۔ان لوگوں کا اللہ تعالےٰ پر ایمان اسی جوش سے قائم رہنا در حقیقت اللہ تعالےٰ کی ہستی پر ایک بڑی دلیل ہوتی ہے +

مسلمانوں نے یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے کس قدر قربانیاں خدا کی راہ میں اپنے اختیار سے کیں ۔ وطن چھوڑے ۔جائدادیں چھوڑیں ۔رشتہ دار عزیز و اقارب چھوڑے ۔مگر کیا اسی پر بس ہو گئی نہیں بلکہ ان تمام قربانیوں کے بعد اللہ تعالےٰ ان کو مخاطب کر کے فرماتا ہے ۔ ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع

و نقص من الاموال والانفس والثمرات ابھی کچھ اور امتحان تمہارا باقی ہے۔ ابھی تمہیں انعام دینے کے لئے تمہارے کمالات ظاہر کرنے کیلئے تم پر کچھ خوف اور بھوک اور کچھ مالوں اور کچھ جانوں اور پھلوں کا نقصان وارد کرنا ضروری ہے۔ اسمیں درحقیقت زیادہ تر قضاء وقدر کے نقصانات کی طرف ہی اشارہ ہے جیسا کہ لفظ المصٰبرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ سے ظاہر ہے۔ اور جب اس حالت پر پہنچ جائیں کہ جب ان کو مصائب پہنچیں۔ تو بجائے اسکے کہ ان پر گھبرائیں ان کے دلوں میں کوئی شکایت پیدا ہو۔ اُن کے دلوں سے یہ آواز نکلکر زبان پر آتی ہے۔ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون یہ مصیبتیں کیا چیز ہیں۔ اگر کچھ مال کا نقصان ہوگیا۔ اگر کوئی عزیز بچہ مرگیا۔ اگر کوئی عزیز دوست فوت ہوگیا۔ اگر کسی محنت کا ثمرہ ہاتھ نہیں آیا۔ اور کی کرائی کوشش یونہی گئی تو بات ہی کیا ہے۔ ہماری زندگی محض اللہ کیلئے ہے۔ اور اسی کی طرف ہم لوٹ کر جانے والے ہیں۔ مال یا اولاد کا ہونا کوئی حقیقی مقصد ان کی زندگی کا نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کو پالینا۔ اللہ کے لئے اپنے آپ کو کردینا یہ بات مصائب کے وارد ہونے پر ہی انسان کی سمجھ میں آتی ہے۔ اور یہی بات ان کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بڑی بڑی برکات بڑی بڑی رحمتوں کا وارث بنادیتی ہے۔ یہ تمام امور اسبات پر شاہد ہیں کہ قضاء قدر کی طرف سے جو صدمات انسان پر وارد ہوتے ہیں۔ وہی درحقیقت اسکی تکمیل کا موجب ہوتے ہیں۔ اور وہی بات جو دوسروں کیلئے دکھ کا موجب ہوتی ہے مومن کے قلب کی حالت کی وجہ سے وہی رحمت وبرکت کا موجب ہو جاتی ہے اللہ تعالےٰ حضرت خواجہ صاحب اور اُنکے جملہ متعلقین کو انہی برکات اور رحمتوں کا وارث بنائے جنکا وعدہ اس نے اپنے صابر بندوں کیلئے یہاں دیا ہے +

دنیا پر اس وقت ایک بلائے عظیم نازل ہوئی ہے۔ اور طرح طرح کے مصائب وارد ہورہے ہیں۔ قحط جنگیں اور سب سے بڑھ کر وبائیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کا غضب جوش میں ہے۔ مگر وہ ذات تو رحمت ہے اس کا غضب بھی ارحم کیلئے ہی ہے۔ قرآن کریم نے اس پُر حکمت امر کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ وما ارسلنا فی قریۃ من نبی الا اخذنا اھلھا بالباساء والضراء لعلھم یضرعون اصل غرض تو یہ ہے کہ لوگ کچھ خدا کیطرف بھی توجہ کریں۔ کچھ دنیا کی محبّت کو کم کریں۔ نرے زمینی نہ رہیں۔ بلکہ کچھ نظر انکی خدا کی طرف بھی ہو۔ بس ہی جو ہم کو مصیبت نظر آتی ہے رحمت کا کام کرجاتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالےٰ ایک نبی کو بھیج کر دنیا کو متنبہ کرتا ہے اسیطرح جب لوگ بہت سوجاتے ہیں تو ان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کیلئے بعض مصائب دنیا پر بھیج دیتا ہے جن سے عام طور پر لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ واقعی کوئی بالاتر ہستی ہے جس کے قبضۂ قدرت میں سب باتیں ہیں

ہو اور انسان کا علم اور انسان کی طاقت اسکے سامنے بالکل محدود ہے۔ ہاں جس طرح سوتے ہوئے آدمی کو جگانا ہوا الا برا معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ وہ اسکے آرام و آسائش میں مخل ہوتا ہے۔ اسی طرح دیکھنے والوں کو تکلیفیں نظر آتی ہیں۔ رہا یہ سوال کہ ایسی تکلیفات میں نیک و بد دونو کیوں شامل ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو قحط پڑا اس میں مسلمانوں کو بھی تکلیف ہوئی چنانچہ اسی قسم کے عذاب کے متعلق اللہ تعالے نے فرمایا ہے:۔ واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة اس فتنہ یا عذاب سے ڈرو جو خصوصیت سے تم میں ظلم کرنیوالوں کو نہیں پہنچتا یعنی اس کا اثر نیک و بد دونوں پر ہوتا ہے۔ اس پر اعتراض کرنا فضول ہے ظاہر ہے کہ اس قسم کے عذابوں میں اگر نیک و بد کو الگ کر دیا جائے اور نیکوں پر کوئی تکلیف نہ آئے تو ایمان بالغیب باقی نہیں رہتا اور دوسرے یہ کہ درحقیقت تضرع اور عاجزی کے بد اور نیک اپنے اپنے حالات کے مطابق دونو محتاج ہیں جب تک عزیز و اقارب پر تکلیف نہیں آتی اس وقت تک انسان کے دل سے دنیا کی محبت دور نہیں ہو سکتی ❊

ہاں یہ تضرع یہ خدا کی طرف جھکنا اپنے اپنے حالات کے مطابق ہوتا ہے ایک دہریہ کیلئے بھی تضرع ہے کہ وہ اللہ تعالے کی قدرت کے نشانات کو دیکھ کر اور انسان کی بے بسی اور عاجزی کو دیکھ کر اللہ تعالے کی ہستی کا قائل ہو جائے۔ مومن اس سے اور زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور خدا کی راہ میں بڑی بڑی ترقیات کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں دنیا کی محبت کی آگ بجھا کر محبت الٰہی کی آگ جلا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالے تضرع دونوں میں پیدا کرتا ہے مگر مومن کا تضرع دوسرے سے بہت بلند مقام رکھتا ہے۔ ہاں مسلمانوں کو اس بات کو سمجھ کر اپنی ہمتوں کو دوبالا کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ دنیا تو ایک فنا کا مقام ہے بڑے بڑے نوجوان عین جوانی کی امنگوں میں اٹھائے گئے۔ یہ نظارہ ہماری غفلتوں کو دور کرنے کیلئے کافی ہے۔ یہ بات کو ہماری آنکھوں کے سامنے لے آتا ہے۔ کہ ہم اپنی ساری ہمت دنیا پر ہی صرف کر دیں بلکہ کچھ کام خدا کی راہ میں بھی کر کے دکھائیں۔ اور اس مقصد کو بھول نہ جائیں جس [illegible] کیلئے ہمیں مسلمان بنایا گیا ہے یہی وہ سبق ہے جو ان بڑے بڑے مصائب پر ملتا ہے دعا ہے کہ اللہ تعالے مسلمانوں کو اس سبق سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے۔ اور مادی دنیا کیلئے بھی یہ تازیانہ کافی ہو لیکن [illegible] سخت ترتازیانہ کی ضرورت ہے ✦

آخر میں [illegible] اللہ تعالے مرحوم خواجہ بشیر اور انکی بی بی کو جن کے بچے بھی [illegible] فوت ہوئے [illegible] اور بھی درد انگیز بنا دیا اپنی جوار رحمت میں جگہ دیوے۔ اللهم اغفرهما وارحمهما و[illegible] عنهما [illegible] اكرم نزلهما ووسع مدخلهما وارفع درجتهما في الجنة اور حضرت خواجہ صاحب اور دیگر [illegible] کان کے قلب حزیں کو اپنے فضل سے سکون و صبر عطا فرمائے ✦

خواجہ بشیر احمد صاحب نے ایک بچہ چار ماہ کی عمر میں پیچھے چھوڑا تھا افسوس کہ وہ بھی تھوڑے دنوں بعد فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ضروری نوٹ:۔ یہ رسالہ اپنی تاریخ اشاعت سے بہت تاخیر کے بعد ناظرین کرام کے ہاتھ میں پہونچتا ہے [illegible] اور رسالہ کی

ہستی باریتعالےٰ

بسلسلہ صفحہ ۴۸۰ جلد ۴ نمبر ۱۰

کیا یہ تدبیر و ارادہ ہے یا محض ظہورِ اتفاق

کیا فوٹوگراف کا کیمرہ اتفاقاً پیدا ہوا ہے۔ یہ جو اسمیں محدب شیشہ لگا ہوتا ہے پھر اسکے اندر جو عکس کو جذب کرنیوالا کاغذ ہوتا ہے پھر اسمیں خاص تجویز سے خارجی روشنی کو کم و بیش کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح اسکے دیگر اجزا یہ سب کے سب اِس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ سب کا سب انتظام کسی دل و دماغ کی تدبیر اور فکر کا نتیجہ ہے۔ لیکن یہ فوٹوگراف کا کیمرہ تو ایک نہایت ادنےٰ درجہ کی نقل چشم انسانی کی ہے۔ جو تمہارے خیال میں اتفاقاً بن گئی ہے۔ ذرا اسکی ساخت کو دیکھو تو تمھیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ اسکے بنانے والے نے روشنی اور رنگوں کے تمام علوم چھان مارے ہیں۔ فوٹوگراف میں تو صرف ایک محدب شیشہ ہوتا ہے۔ لیکن یہاں لینز* اور علاوہ ان کے کئی ایک پردے اس خوبصورتی سے ترتیب دیئے گئے ہیں کہ جو مشاہدہ کی ہوئی چیز کی ایک کامل تصویر کا عکس آنکھ میں پیدا کر دیتے ہیں۔ آئی رِس کو دیکھو کس طرح خوردبین کے خاص پُرزہ کی طرح آنکھ کے اندر سے فالتو اور پراگندہ روشنی کو نکال کر حسب ضرورت مقدار روشنی کو لے لیتا ہے۔ شاید آپ کو معلوم ہوگا کہ فوٹوگراف میں جو عکس جذب کرنیوالا کاغذ مستعمل ہوتا ہے اسکی ساخت بھی انسانی آنکھ کے پردوں کے مطابق بنائی گئی ہے آنکھ کی پتلی کے اندر ایک پردہ ہے جو ہر ایک عکس کو جذب کر لیتا ہے۔ اور اسی قسم کے مصالح سے فوٹو کا جاذب عکس کاغذ بنایا گیا ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ فوٹو کا کاغذ ایک عکس لے کر دوسرا عکس لینے کے قابل نہیں رہتا۔ اور خدائی صنعت کو دیکھئے کہ ہماری آنکھ پر لحظہ بلحظہ نئے سے نیا عکس پڑتا ہے لیکن اس کا مصالحہ کبھی خراب نہیں ہوتا۔ پھر کبھی اس احساس پر بھی غور کیا ہے جو بیرونی چیزیں ہمارے دل و دماغ میں پیدا کرتی ہیں دُوربین

*۔ یہ سب آنکھ کے مختلف حصوں اور پردوں کے اصطلاحی نام ہیں +

فوٹو کا کیمرہ عکس تو لیلیگا لیکن وہ عجیب و غریب احساسات اور جذبات کی تحریک ہرگز نہیں کرسکتا برخلاف اسکے آنکھ نہ صرف مختلف مناظر کی تصویر ہی قلب انسانی کے سامنے پیش کرتی ہے بلکہ عجیب و غریب کیفیات قلبی کی محرک ہوتی ہے۔ ایک خوبصورت اور بھلی چیز کے دیکھنے سے دل میں ایک عجیب لذت اور روح کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ پھر آنکھ پر ہی کیا منحصر ہے دیگر حواس خمسہ بھی خارجی اشیا سے متاثر ہو کر دل میں طرح طرح کے ولولے پیدا کر دیتے ہیں کیا یہ سب تاثرات متقابلہ جو جسم میں پیدا ہوتے ہیں سب اتفاق ہی اتفاق ہے +

حق تو یہ ہے کہ انسان بڑا ہی تنگدل اور مجموعہ متناقضات ہے خصوصاً جب اسے دوسروں کی خوبی کا معترف ہونا پڑے۔ اگر کبھی شاذ و نادر ہم کوئی معمولی سی بات کرگذریں تو اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اس نکمی بات کو ہمارے اعلیٰ درجہ کے تفکر اور تدبر کا نتیجہ سمجھا جاوے لیکن اگر وہی بات کوئی دوسرا خواہ کسی بہتر طریق سے ہی کردے تو ہم فوراً کہدیتے ہیں۔ کیا ہوا یہ بات تو اس سے اتفاقاً سرزد ہوگئی ہے

گاہ باشد کہ کودکے ناداں بہ غلط برہدف زند تیرے

والی بات ہے کوئی ارادے یا فکر سے تھوڑی ہی کی ہے۔ اور صانع کائنات کے عجائب ہاتھ سے انکار کرنا تو درکنار ہم تو اپنے بھائی دوسرے انسانوں کے کاموں کو بھی اتفاق کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ اور اپنی حاسدانہ طبیعت کا رنگ اظہار نفرت سے دکھا دیتے ہیں کسی ہم پیشہ کی قابلیت کے معترف ہم ہرگز نہیں ہونا چاہتے اور خواہ کتنی جگر سوزی اور دماغ سے وہ کوئی کام کرے ہم فوراً کہدیتے ہیں کہ بھولے سے یا اتفاق سے ہوگئی ہوگی۔ لیکن ہماری اپنی ادنےٰ سے ادنےٰ اور نکمی سی نکمی بات بھی ہم غور و خوض کا نتیجہ یقین کرتے ہیں +

آپ کو تو یہ معلوم ہوگا کہ یہ تمام ٹیلیفونی پیغام رسانی (تار کے ذریعہ سے ایکدوسرے سے بات کرنا اور سننا) دفتر تبادلہ (Exchange Office) سے وابستہ ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص کسی اور سے بات کرنے لگتا ہے۔ تو وہ دفتر تبادلہ کو اطلاع دیتا ہے کہ اسکی تار فلاں نمبر کی تار سے ملا دیجائے۔ جب دفتر تبادلہ دو تاروں کو ملا دیتا ہے تو پھر وہ دونوں ٹیلیفون میں بات کرسکتے ہیں۔ اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ دفتر تبادلہ کی ہستی اس تجویز اور تدبیر کا ایک حصہ ہے

جس کے ماتحت یہ ٹیلیفون ایجاد ہوا تم اس کا نام اتفاق نہیں رکھ سکتے تو پھر ان خارجی اور داخلی رگوں کا ہر اعضاء جسم سے لیکر دماغ تک پہنچانا اور پھر دماغ کے ذریعہ ان کا آپس میں ملنا تمہارے نزدیک کیوں اتفاق سے پیدا ہو گیا ہے جسم انسانی کا یہ سب اندرونی انتظام کسی تدبیر و تجویز کے ماتحت نہیں ہوا۔ تم جس وقت سورج کی طرف دیکھتے ہو اسی وقت تمہاری پلکیں آن واحد میں جھپک کر آنکھ کو تمازت آفتاب سے بچا لیتی ہیں چندھیانے کی کیفیت جو آنکھ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ تم کو تو شاید یہ اتفاق کا نتیجہ نظر آوے۔ لیکن حقیقت میں کئی ایک قوانین کے ماتحت یہ معمولی اور روزمرہ کا فعل واقع ہوتا ہے سورج کی تیز شعاعوں نے جو ناپسندیدہ اثر آنکھ کی پتلی پر کیا تو داخلی رگوں کے ذریعہ اس کا علم فوراً دماغ تک پہنچا۔ پھر قوت حفاظت خود اختیاری نے اپنا کام کیا۔ دماغ نے فوراً فیصلہ کیا کہ ایسی ناپسندیدہ چیز کو اندر نہیں رکھنا چاہیئے۔ اسی واسطے خارجی رگوں کے ذریعے سے دماغ نے پلکوں اور پپوٹوں کو حکم دیا کہ حرکت کرو۔ اور اس طرح آنکھ بند ہونی شروع ہو گئی۔ ذرا ان خارجی اور داخلی رگوں میں سے ایک کو کاٹ دو یا دماغ کے اس حصہ کو جہاں ان رگوں کا جوڑ ہے کوئی خرابی کر دو تو فی الفور آنکھ کی بصارت جاتی رہیگی۔ کیونکہ آنکھ پر سورج کی تیز روشنی کا احساس دماغ نے رگوں کے احساس کے ذریعہ سے کیا تھا۔ اب جو وہ ضائع ہو چکیں۔ اور اگر وہ ضائع نہیں ہوئیں تو احساس نہیں رہا۔ تو پھر آنکھ کس طرح بند ہو سکتی ہے اور نتیجہ یہی ہوگا کہ سورج کی شعاعیں آنکھ کو خراب اور بیکار کر دیں۔ اسی طرح اگر ٹیلیفون کی کسی دونوں تاروں میں سے کوئی تار ٹوٹ جائے یا دفتر تبادلہ کا جوڑنیوالا موجود نہ ہو تو ٹیلیفون کے ذریعہ سلسلہ پیغام رسانی ختم ہو جاتا ہے کیسی حیرتناک بات ہے کہ تم ٹیلیفون کے کل انتظام کو عقل و فکر کا نتیجہ قرار دو اور یہ زبردست دفتر جو دماغ میں بنا ہوا ہے۔ یہ تمہاری اندھی نیچر کا اتفاقی کرشمہ ہو۔ انسانی دماغ کی مثال میں مجھے ایک اور بات یاد آگئی ہے جس پر فوجی مہم کی کامیابی کا انحصار ہوتا ہے۔ ہر فوج کے ساتھ ایک مرکزی دفتر ہوتا ہے جسے انگریزی میں "فوج کا دماغ" کہتے ہیں۔ فوج کے مختلف محکموں اور حصوں میں جس جس قسم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس دفتر میں اسکی اطلاع دیجاتی ہے۔ اور اسی دفتر کے کارکن ان ضروریات کو بہم پہنچاتے ہیں۔ بھلا سوچو تو سہی کہ اس دفتر کا نام "فوج کا دماغ" کیوں رکھا

گیا دراصل دماغ حیوانی کے افعال کو سامنے رکھ کر یہ تمام تجویز کیا گیا ہے۔ خوراک اور پانی کے
محتاج اعضا کا تعلق دماغ سے بذریعہ رگوں کے ہے اور ایسا ہی وہ اعضا اور جوارح
جو ان اشتہاؤں کو دفع کرنے کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ ان کا تعلق بھی مختلف رگوں سے دماغ
کے ساتھ ہے۔ اور جونہی معدہ خالی ہوا اس نے داخلی رگوں کے ذریعے دماغ کو اطلاع
دی کہ مجھے بھوک ہے کھانا چاہیئے دماغ نے فوراً قیام زندگی کو مدنظر رکھ کر خارجی رگوں کے
ساتھ ہاتھ پاؤں کو حکم دیا کہ خوراک مہیا کرو۔ پس ہم فوراً چلکر اس جگہ پہنچے جہاں کھانا موجود
ہے۔ اور ہاتھوں نے لقمے منہ میں ڈالدیئے۔ اور اس طرح معدہ کی طلب کو پورا کیا۔ علےٰ
ہذا القیاس دیگر اشتہاؤں اور خواہشوں کا بھی یہی حال ہے۔ لیکن حیف ہے کہ اس دفتر کو جسکو
نقلی طور پر "خوج کا دماغ" کہا جاتا ہے ایک اعلےٰ تدبیر اور فکر کا نتیجہ قرار دیتے ہیں لیکن جب
خود دماغ اور اسکے کارناموں کا ذکر ہو تو فوراً اتفاق اور واقعہ کا حیلہ پیش کر دیا جاتا ہے۔
اچھا آؤ ذرا ریل کے انجن کو دیکھیں اسمیں ایک سو سے زیادہ نالیاں ہیں لیکن انمیں سے
کوئی نالی بھی بیکار نہیں بنانے والے نے ہر ایک نالی ایک ضرورت کیلئے رکھی ہے۔
اور یہاں عقل تدبیر اور ارادہ کا وجود مانتے وقت ہم ذرا بھی نہیں جھجکتے۔ لیکن وہ لکھو کھا
نالیاں جو جسم کے اندر رگوں اور پٹھوں کی شکل میں کام کر رہی ہیں۔ اور ان میں ایک بھی بیکار
نہیں۔ ان سب کی سب کو ہم اندھادھند پیدا ہوئی ہوئی مانتے ہیں۔ واہ کیا اچھا
استدلال ہے۔ پھر ایک اور بات دیکھو ان مشینوں کو جو رات دن کام کرتی ہیں! اور
اس خیال سے کہ جلدی گھس نہ جائیں ہم اسکے خاص خاص حصوں میں جہاں رگڑ پیدا
ہوتی ہے یا دو پرزے جوڑ کھاتے ہیں۔ اور ہمارے تجربہ نے ہم کو اس تجویز اور تدبیر کیطرف
رہنمائی کی۔ کہ وہاں تیل دیا کریں۔ لیکن کیا آپ حضرات میں سے کسی نے بھی اس عجیب و
غریب انتظام پر غور کیا۔ جس کے ماتحت تمہارے جسم کے ہر ایک جوڑ کی ہڈی کو ایک قسم کی چربی
سے تیل دیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ تمہاری انگلی کے تین جوڑ۔ جس وقت تم ان کو حرکت دیتے ہو
یا انگلی کو موڑتے ہو تو اس حرکت سے جو حرارت پیدا ہوتی ہے وہ اس چربی کو پگھلاتی ہے جو
تمہاری انگلی میں رہتی ہے۔ اور یہ پگھلی ہوئی چربی جوڑ کے قریب آکر ہڈیوں کو تیل دیتی ہے

اور انکو گھسنے سے محفوظ رکھتی ہے۔ یہ کیفیت تمہارے جسم کے ہر حصے میں ہر جوڑ پر ہر حرکت کے وقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح تمہاری ہڈیاں خراب ہونے سے محفوظ ہیں۔ کیا اب بھی کہو گے کہ یہ سب اتفاق ہے۔ اور کسی مدبر بالارادہ کے حسن تدبیر کا نتیجہ نہیں۔ جب جسم کے ہر حصے ہر رگ ہر جوڑ میں ایک تدبیر اور تجویز کا پتہ چلتا ہے تو باوجود اسقدر علم و ترقی کے کیوں تم خدا کے مدبر بالارادہ ہونے سے منکر ہو۔ اگر بقول شخصے اب بھی نہیں سمجھتے۔ تو پھر تم سے خدا سمجھے ✦

ممنوع خوراک

قرآن کریم کے پارہ دوم سورہ بقرہ آیت ۱۷۳ میں ہم یہ الفاظ پاتے ہیں "تحقیق حرام کیا گیا تم پر مردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جس پر خدا کے بغیر کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ مگر وہ جو کہ مضطر ہو نہ خواہش کرنیوالا اور نہ حد سے بڑھنے والا اس پر کوئی گناہ نہیں (کہ ان شرائط کے ماتحت ان کو استعمال کرلے) تحقیق اللہ غفور کرنیوالا اور رحم کرنیوالا ہے ✦

میرا مدعا اس آیت کے تمام پہلوؤں پر بحث کرنے کا نہیں۔ ہاں اسمیں جو خون کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس پر کچھ بیان کرونگا۔ خدا کی کتاب ہمیں خون کے استعمال سے روکتی ہے جس سے ضمنی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ تمام جانور جن کو ذبح کرنے پر ان کی موت اخراج خون سے واقع نہیں ہوتی ممنوع ہیں۔ بظاہر بعض اصحاب کو قرآن کریم کی یہ حرمت یہودیوں کی رسم کی ایک حقیر متابعت معلوم ہوتی ہے۔ مگر قرآن کریم کو دنیا کی کتب مقدسہ پر جو بڑی فضیلت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اسکے احکام حکیمانہ ہیں۔ بلاشبہ مسلمان یہودیوں کی طرح جانوروں کو خوراک کیلئے گردن کی شاہ رگ کاٹ کر ذبح کرتے ہیں۔ مگر ایک یہودی اس فعل کی صحت پر صرف باب استثناء کا حوالہ دیتا ہے۔ اور صرف یہی بات پیش کرتا ہے۔ کہ خدا کی کتاب میں اس کیلئے اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔ مگر قرآن کریم ایسی رسومات تجویز نہیں کرتا۔ بلکہ محولہ بالا آیت میں اس فعل پر دلیل بھی پیش کرتا ہے۔ کہ ذبح کرتے میں جانور کی شاہ رگ کاٹنے کی اصل غرض یہ ہے کہ اس کا گوشت اس خون سے پاک ہو جائے جس کا استعمال ممنوع ہے اسلامی نقطۂ خیال سے اس شئے کے سوا جو

کسی نہ کسی رنگ میں انسانی بہبودی کے مخالف ہو کوئی امر گناہ میں داخل نہیں قرآن کا خدا اس بادشاہ کی مانند نہیں جو کہ اپنی مرضی پوری ہوتی دیکھ کر خوش ہوتا اور بدیں غرض تحکمانہ حکم و احکام صادر کرتا ہے۔ قرآن کریم نے تو صرف وہی اشیاء محرمات کی فہرست میں شامل کی ہیں جو کہ انسانی صحت اخلاق اور جسم کیلئے مضر ہیں۔ پس امر زیر بحث میں ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ خون کا بطور خوراک استعمال کسی رنگ میں مضر ہے یا نہیں مغربی دنیا کے قلوب میں عام طور پر یہ خیال جاگزین ہے۔ کہ اگر گوشت میں سے خون بتمام و کمال نکالدیا جائے۔ تو اسکی غذائی طاقت مفقود ہو جاتی ہے۔ یہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ اس خیال سے بڑھ کر کوئی اور بات تہی از صداقت نہیں۔ اور اس غلطی کو واضح کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ خون کی بحیثیت خوراک غذائی طاقت اور اسکے ذاتی خواص اور افعال پر غور کیا جائے۔ خون کو جب خوردبین سے ملاحظہ کیا جائے تو اسمیں دو قسم کے کارپسکلز یعنی خون کے کیسے ایک ہلکے زرد رنگ کی سیال رطوبت میں جس کو پلازمہ یعنی آب خون کہتے ہیں تیرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ خون کے کیسے سفید و سرخ رنگ کے ہوتے ہیں۔ اور اول الذکر موخر الذکر سے ۱ ایک اور ۵۰۰ کی نسبت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ خون میں اور اجسام بھی پائے جاتے ہیں۔ جن کو بلڈ پلیٹیٹس کہتے ہیں۔ لیکن موجودہ تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ یہ صرف بہائے خون میں ہی پائی جاتی ہیں۔ اور خون کے بیرونی ہوا سے مس کرنے پر پیدا ہوتی ہیں سرخ کیسوں کا کام جسم کے رگ و ریشہ کو خوراک بہم پہنچانا ہے۔ اور سفید کیسوں کا منصب کسی زہر یا خارجی مادہ کو تباہ کرنا اور بواسطہ خون ان کے رگ و ریشہ تک پہنچنے کو روکنا ہے +

سفید کیسے ان سمیات کو اپنے وجود میں جذب کر کے اس وقت تک لئے پھرتے ہیں جب تک کہ ان کو ان کے اخراج کا موقع نہ ملے۔ سرخ کیسے رگ و ریشہ کو خوراک اکثر بشکل آکسیجن پہنچاتے ہیں۔ اور اسکے عوض میں ان سے وہ تمام فضول مادے جو جسم کیلئے مضر ہیں جذب کرتے ہیں۔ تحقیقات نے یہ بھی ثابت کیا ہے۔ کہ آب خون میں سمیات کو تباہ کرنے کی خاصیت ہے۔ اور یہ کہ بلڈ پلیٹیلٹس وہ جراثیم ہیں جو کہ خون کو منجمد ہونے میں مدد دیتے ہیں۔ اور جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے خون کے بیرونی ہوا سے مس کرنے پر ہی پائے

پائے جاتے ہیں +

آؤ اب ہم خون کے ملاحظہ سے اسکی غذائی طاقت کا اندازہ لگائیں۔ زندگی کے بقا کے لئے ایک انسان کے لئے ضروری ہے کہ بطور خوراک اس مرکب کو استعمال کرے جسمیں کہ مندرجہ ذیل تین اشیاء موجود ہوں:۔

(۱) پروٹین (یہ گوشت کا جزو اعظم ہے)

(۲) کاربو ہائیڈریز یعنی شکر وغیرہ وغیرہ (یہ نباتات کا جزو اعظم ہے)

(۳) روغن۔ معدنیات و پانی

اگر یومیہ خوراک کا بصورت فہرست اندازہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل ہوگی۔

پروٹین .... ۱۲۰ گرام
کاربو ہائیڈریٹز ... ۵۰۰ "
روغن .... ۶۰ "
معدنیات ...... ۳۰ "

فرض کرو کہ ایک آدمی ایک وقت میں ایک پونڈ گوشت کھاتا ہے۔ اب اگر اس میں سے خون بالکل خارج نہ ہوا ہو تو قریباً نصف اونس تو اس میں خون ہوگا اور خون کی ترکیب مندرجہ ذیل ہے

پانی .... ۹۲ فیصدی
پروٹین .... ۶ "
شکر .... ۱۵ء "
روغن .... نہایت خفیف

یوریا (۰۲ء فیصدی)
لیسیتھین۔ کولسٹرول۔ لیکٹک ایسڈ وغیرہ وغیرہ
معدنیات .... نہایت خفیف

رنگ وخوشبودار اشیاء
آکسیجن۔ کاربونک ایسڈ و نائیٹروجن

گیسوں میں سے آکسیجن کی غذائی طاقت صفر ہے۔ کاربونک ایسڈ ایک زہر ہے۔ اور نائٹروجن محض بے تاثیر۔ بلکہ اگر حد سے زیادہ استعمال کی جائے تو زہر ہے۔ پس اس ترکیب سے واضح ہے کہ خون کی غذائی طاقت نہایت ہی خفیف ہے۔ علاوہ ازیں خوراک تو کھانے پر ہضم ہوتی ہے۔ اور جزو بدن بنتی ہے۔ مگر برخلاف اسکے سمیات جب بدن میں داخل ہوتی ہیں تو فوراً ہی خارج نہیں ہوجاتیں۔ بلکہ جیسا کہ بارہا وقوع میں آتا ہے جمع ہوتی رہتی ہیں۔ اور جب ایک خاص مقدار میں اکٹھی ہوجاتی ہیں۔ تو اچانک جسم کی ہلاکت کا موجب ہوجاتی ہیں۔ جنوبی افریقہ کے ساحر اس طرز زہر خورانی کا عموماً کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ وہ اپنے شکار کو سمیات مثلاً قلعی یا کوئی اور خطرناک چیز تھوڑی تھوڑی مقدار میں دیتے رہتے ہیں۔ اور اس عمل کو ایک خاص مدت تک جاری رکھتے۔ یہانتک کہ زہر برداشت سے زیادہ جسم میں جمع ہوکر موت واقع کر دیتی۔ مندرجہ بالا ترکیب شریانی یعنی مصفی خون کی ہے مگر وہ خون جو بعد از موت ایک جانور میں پایا جاتا ہے وریدی اور گندہ ہوتا ہے۔ اور اسمیں سمیات اس سے بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ شریانی خون کے دل سے نکلکر رگ و ریشہ تک پہنچنے میں اسکی آکسیجن کا مضر مادوں سے تبادلہ ہوجاتا ہے۔ پھر موت وارد ہونے پر دل کی حرکت فوراً بند نہیں ہوجاتی۔ انسانوں میں روح کی مفارقت کے بعد دو تین دقعہ اور مینڈک میں ۲۴ گھنٹے تک دل حرکت کرتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریانیں بعد از موت خالی پائی جاتی ہیں۔ اور ان کے مقابل پر وریدیں خون سے بھرپور ہوتی ہیں۔ اور کثیر حصہ سمیات کا اسمیں (یعنی خون میں) موجود ہوتا ہے۔ ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہم اسلامی طرز ذبح میں شاہ رگ کے قطع کرنے پر نظر ڈالتے ہیں تو بیساختہ اس پُرحکمت فعل پر تحسین کیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور گرم ملکوں میں جہاں خون بہت ہی جلد سڑ جاتا ہے خصوصاً اسکی شان اور بھی دوبالا نظر آتی ہے علاوہ ازیں کہ خون میں سمیات موجود ہیں ہمیں ابھی اسبات پر بھی غور کرنا ہے کہ خارج میں ان سمیات کا کیا اثر ہے۔ اور جسم کے اس رجحان کو بھی دیکھنا ہے۔ جو کہ وہ ایسے مضر مادوں کے قبول کرنے میں دکھلاتا ہے۔ مثلاً یہ بات ثابت ہے کہ خون آکسیجن کو چھوڑ کر کاربانک

ایسڈ گیس کو جذب کرلیتا ہے۔ اسی طرح کثی اور زہروں میں خون کا کوئلے کی گیس سے علاقہ بخوبی واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ زمین دوز کوئلے کی کانوں میں کام کرنیوالوں میں ان کے خون کے مشاہدے سے ثابت ہے کہ اس گیس کی خفیف سے خفیف مقدار فوراً خون میں جذب ہو جاتی ہے۔ اور موخر الذکر اس کے بدلے میں آکسیجن چھوڑ دیتا ہے۔ لہذا وہ لوگ جو خون کے اس رجحان سے جو اس کو کوئلے کی گیس سے ہے واقف ہوتے ہیں۔ خودکشی کرنے میں اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور آہستہ سے گیس کے پیچ کو پھیر کر خاموشی سے اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں +

پس سمیات کا بآسانی اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ خون بسبب ان سمیات کے جو اس میں موجود ہیں انسانی خوراک کیلئے کس قدر خطرناک ہے + اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ خون کی غذائی طاقت کے لحاظ سے اس میں جو پروٹین۔ چربی و کاربو ہائیڈریٹس ہیں وہ اسقدر خفیف ہیں کہ بطور خوراک درحقیقت کسی کام کے ہی نہیں۔ آکسیجن بیشک جسم کا ایک جزو لاینفک ہے۔ مگر جب خون کے ہمراہ جسم میں داخل نہیں تو جسم اسکو استعمال نہیں کرتا کیونکہ وہ تمام آکسیجن جو کہ زندگی کی بقا کے لئے ضروری ہے پھیپھڑوں کے ذریعہ بیرونی ہوا سے حاصل کی جاتی ہے۔ بلکہ اگر ضرورت سے زائد خوراک کے ہمراہ لیجائے تو مضر ثابت ہونے کا احتمال ہے +

پچھلے زمانہ میں جیسا کہ بعض اشخاص آج کل بھی کرتے ہیں۔ لوگ جب باہر شکار کو جاتے تو گوشت کو خشک کر کے ہمراہ لیجاتے۔ یہ ایک نہایت ہی مفید طریقہ ہے۔ کیونکہ اس سے خون بالکل خارج ہو جاتا ہے۔ اور پروٹین منجمد ہو جاتے ہیں۔ لیکن شکاری کی فطری تحریک نہ کہ اس کا علم اس کو اس ضرر سے محفوظ رکھنے کا باعث ہوا۔ مگر قرآن کریم نے خون کا بحیثیت خوراک استعمال ممنوع ٹھیرایا۔ اور جنہوں نے اس پر عمل کیا بیحد فائدہ اٹھایا۔ جنوبی افریقہ کے زولو (وہاں کے باشندوں کا نام ہے) جن کے وجود کا مقابلہ کم لوگ کر سکتے ہیں۔ موجودہ لوگوں سے بھی زیادہ گوشت کے استعمال سے زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر وہ خون کبھی نہ کھاتے تھے جب کبھی ان کو خوراک کیلئے کسی جانور کی ضرورت ہوتی تو وہ

شکار کو نکلتے اور جانور کو زخمی کرکے اس کا تعاقب کرتے یہاں تک کہ خون کے ضائع ہونے سے وہ درماندہ ہوکر گرکر مرجاتا۔ اس بات کا اثر ہم سب بڑے بڑے شکاریوں میں بھی دیکھتے ہیں کہ وہ سب کے سب جسیم انسان تھے۔ اور اسکی وجہ بھی یہی تھی کہ وہ زولو کی طرح جانوروں کا شکار کرتے تھے۔ میں ان لوگوں کی عمدہ بدنی حالت کو بکلی اس طرز خوراک پر ہی موقوف نہیں سمجھتا۔ تاہم مجھے یقین کامل ہے کہ انکی جسامت کی یہ بھی ایک وجہ تھی۔ کوئی صاحب یہ نہ سمجھ لیں کہ میرے نزدیک خون کی کچھ قدر و قیمت ہی نہیں۔ دنیا میں ہر چیز کسی نہ کسی رنگ میں مفید ہے۔ لیکن ہم اسی حالت میں ایک چیز کو بیسود قرار دیتے ہیں جبکہ اس کا نقصان اس کے نفع پر سبقت لیجائے۔ خون بھی بہت مفید ثابت ہوا ہے بہت سی زندگیاں ایک شخص سے دوسرے میں خون پہنچانے سے بچائی گئی ہیں۔ مگر اس حالت میں اس کا فعل بالکل مختلف ہے جسم زہر کی ایک خاص مقدار کو برداشت کرسکتا ہے۔ اور وہ مقدار عموماً ایک تندرست انسان کے خون میں موجود ہوتی ہے۔ لہذا ایک انسان سے دوسرے انسان میں خون پہنچانے میں اس امر کا خصوصیت سے خیال رکھا جاتا ہے کہ اس میں خون کی مقدار قدرتی اندازے سے زائد نہ ہوجائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس عمل سے کسی قسم کی زہر نہیں چڑھتی۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ خون کو جہاں زہر ملے اسکو جذب کرتا ہے اور آکسیجن کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسکی غذائی طاقت قریباً صفر ہے۔ اور بحیثیت خوراک سوائے اسکے کہ معدے میں بوجھ زائد کرے کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ علاوہ ازیں گوشت کو بچانے کی بڑی وجہ بھی یہ ہے کہ وہ جراثیم جن سے خون مملو ہوتا ہے ہلاک ہوجائیں۔ لہذا جب ہم خدا کی کتاب میں یہ پڑھتے ہیں کہ خون انسان کیلئے ممنوع ہے تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ہمیں ان خطرات سے بھی محفوظ رکھتا ہے جن کا ہم کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا +

پنج ارکانِ اسلام

اسلام سلامتی و راہ سلامتی

اسلام بحیثیت مذہب پانچ اصولوں پر مشتمل ہے :- (۱) نسخہ عقائد یعنی کلمہ طیبہ (۲) نماز (۳) روزہ (۴) زکوٰۃ اور (۵) حج +

اسلام جیسا کہ اس کے لغوی معنوں سے ظاہر ہے ایک سلامتی و امن کا مذہب ہے۔ اور مندرجہ بالا پانچ اصولوں کے ذریعہ دنیا و آخرت میں سلامتی و امن قائم کرنا چاہتا ہے۔ اور یہی ایک آلہی دین کا مطمح نظر ہو سکتا ہے +

مندرجہ بالا مقصد کے حصول کے لئے دنیا کے مختلف مذاہب نے مختلف قوانین منضبط کئے ہیں۔ مگر وہ مذہب جس کو محمد صلعم نے بیان فرمایا اسلئے قابل توصیف ہے کہ وہ عقل انسانی کو اس کے فیوض کا معیار ٹھیراتا ہے۔ مبارک ہیں وے جو کہ امن پسند ہیں" الفاظ میں نہایت موثر و دلفریب معلوم ہوتا ہے۔ مگر صرف اتنا کہدینا سخن دیگر ہے۔ اور ان اسباب و ذرائع کا ایسا خاکہ کھینچنا کہ جس سے امن اور باہمی میل و ملاپ انسانی زندگی کا دستور العمل بن جائے شئے دیگر ہے۔ اسلام اُن تمام مشکلات کا جو کہ دنیا میں کسی مفید اصول کی نشو و نما میں سدِ راہ ہوتی ہیں حل کرتے ہوئے فطرت انسانی کا کما حقہٗ پاس کرتا ہے۔ لہٰذا اگر ہم امن چاہتے ہیں۔ تو ہمیں اوّل ان اسباب پر غور کرنا چاہئے جو اسکی تباہی کا موجب ہوتے ہیں جنگیں خانگی یا قومی رقابتیں - جرائم بد نظمی۔ عدم امن کے ہی مترادف ہیں +

تیرے اور میرے کا "گورکھ دھندا" یہ سب کے سب ایک منتر نہ نفرت جو انسان کی جڑ ہے پیدا ہوئے ہیں یعنی یہ تیرا ہے اور وہ میرا ہے تھا یہ ایک کنبے کی زندگی کے تدریجی حالات کی مثال میرے مضمون کیلئے نہایت موزون ہوگی۔ ایک وقت ہوتا ہے جبتک کہ ایک گھر کے سارے بچے ایک مجلس منتظمہ کے مختلف اجزا کی مانند ہوتے ہیں جو الدین کی

تمام ضروریات کے متکفل ہوتے ہیں۔ اور ان کی باہمی محبت کی مشترکہ رسن اُن کو یکجا متحد رکھتی ہے۔ مگر جب ان کے افعال و اقوال میں "تیرے اور میرے" کا سوال پیدا ہوتا ہے تو اس اتحاد کی استواری میں فرق آنے لگتا ہے۔ اور اس امر کی بنیاد پڑتی ہے۔ جو نہ صرف ایک گھرانے بلکہ اس سے بھی بڑے سوشل اجتماع یعنی ایک قوم یا جمہور بلکہ اس کے اس سے بھی بڑھکر یعنی کل نسل انسانی کے شیرازے کو بکھیر دیتا ہے۔ ایک قوم کی دوسری قوم سے جنگیں ایک گھرانے کے دو افراد کی باہمی رقابت ہی کا اعلے پیمانے پر ایک نقشہ ہے جس طرف نظر اُٹھاؤ "تیرے اور میرے" کی تحریک ہی ذمہ وار نظر آتی ہے +

اسی طرح "یہ تیرے اور میرے" کا خیال ہی تمام جرائم کا محرک ہے۔ ہم ناجائز وسائل سے دوسروں کے مال و متاع پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ اور یہ خواہش ہی ہم سے جرم کا ارتکاب کرا دیتی ہے۔ غصب۔ چوری۔ دغا ان ناجائز وسائل ہی کے مختلف خط و خال ہیں جن کے ذریعہ ہم کسی کے مال کو اپنا مال بنانا چاہتے ہیں۔ اگر ہم اپنے نقطۂ نظر کو وسیع کر کے اس روشنی میں ایک قوم کے افعال کا مطالعہ کریں تو تمام جنگوں اور بین الاقوامی رقابتوں کا اصل مقصد اس لالچ میں ہی پنہاں نظر آئیگا۔ جس کے باعث ایک قوم دوسری کو اس کے بہترین معناد سے محروم کر دینا چاہتی ہے خواہ وہ غیر مزروعہ زمین کا قطع عظیم ہو یا تجارتی حقوق ہوں۔ یا ازیں قسم کوئی اور چیز۔ اس حرص کی تحریک خواہ کتنی ہی ہیچ کیوں نہ ہو۔ مگر جو کُشت و خون و تباہی اس سے وقوع میں آتی ہے۔ وہ بسا اوقات نہایت ہی مُہیب ہوتی ہے۔ لہذا ایسی انسٹیٹیوشن کا جس کا مقصد دنیا میں امن قائم کرنا ہو فرض اولین ہونا چاہئے۔ کہ وہ "تیرے اور میرے" کے معمہ کو نہایت غور و تدبر سے حل کرے۔ کیونکہ جہاں ہم اسکے ناجائز پہلو سے لڑائی وجھگڑوں کا ظہور دیکھتے ہیں۔ وہاں اُسکو اپنی تمام نیک کوششوں کا سرچشمہ بھی پاتے ہیں۔ یہ ہر دو رحمت و لعنت کا موجب ہے لیکن ان راہوں کا محقق و مشرح کرنا جن سے یہ ہمیشہ رحمت ہی ثابت ہو اور کبھی لعنت کا موجب نہ ہو ایک منجانب اللہ دین کا فرض و منصب ہے۔ "یہ تیرے اور میرے" کا خیال خالی از مطلب نہیں۔ یہ فی الحقیقت اس طبعی تحریک کو جنبش میں لاکر انسانوں کو اس امر پر جسپٹ کرتا ہے

کہ وہ اپنی کوششوں کے ثمرہ سے بہرہ ور ہونگے۔ اگر کوئی ایسا قانون ہوتا جس کے ذریعہ ہر
کی محنت کا پھل بکر کو ملجاتا تو تہذیب کے خاتمہ میں کوئی شک نہ رہتا۔ اور نیز اس تیرے اور
میرے کے ذاتی خیال کو بکلی معدوم کرنے کے لئے اگر کوئی کوشش کیجائیگی۔ تو یقیناً ناکامیاب
ثابت ہوگی۔ اور جنہوں نے اس امر کا بیڑا اُٹھایا انکو اپنی کوششوں میں بجز ناکامی کا مُنہ
دیکھنے کے کچھ نصیب نہ ہؤا۔ ایسی کوشش سے گویا وہ اس تحریص کا ہی خاتمہ کرنا چاہتے
ہیں جو نوع انسانی کو کام کرنے کی طرف متوجہ کرتی ہے مغرب میں سوشلزم کی یہ خلاف فطرت
جھلک اس کے لئے پیام اجل ثابت ہوئی۔ یہی بات ہم یسوع مسیح کے متعلق پڑھتے ہیں وہ
خدا کا سچا نبی تھا اور اسباب پر کامل یقین رکھتا تھا کہ دنیا میں تمام کُشت وخون کی جڑ
تیرے اور میرے کا سوال ہے اور اس نے جتنے الوسع اسباب کا وعظ بھی کیا۔ مگر وہ اپنے
مشن میں کامیاب نہ ہؤا۔ شاید اس زمانے کے لوگ اس کی بات سمجھنے کے اہل نہ تھے۔
خود اسکی قوم نے اسکو مفسد و باغی اور موجودہ حالت سکون میں تلاطم پیدا کرنے والا ٹھیرایا۔
اگر ہم ان باتوں کو جوکہ انجیل میں پائی جاتی ہیں۔ یسوع کے اقوال و افعال کا صحیح نقشہ
متصور کریں تو بشرط انصاف ہم اسکے ہمعصروں کو اگر وہ اس نرے خوابیں کی خیالی باتوں
سے اتفاق رائے ظاہر نہ کرسکے چنداں ملزم نہیں ٹھیرا سکتے۔ اوروں کو چھوڑ دو کیا وہ
جنہوں نے اس کے ریوڑ کی نگہبانی کا ٹھیکہ لیا ہے۔ اسکے مندرجہ ذیل اقوال پر عمل
کرینگے:-

"یہ اُن سے کہا کہ راہ کے لئے کچھ نہ لینا نہ لاٹھی نہ جھولی نہ روپیہ۔ نہ دو دو کُرتے رکھنا۔ اور
جس کسی گھر میں داخل ہو وہیں رہنا اور وہیں سے روانہ ہونا۔ اور جس کسی شہر کے لوگ تمہیں قبول
نہ کریں۔ اس شہر سے نکلتے وقت اپنے پاؤں کی گرد جھاڑ دو تاکہ اُن پر گواہی ہو" +

دنیا در اصل ایک مجمل و مبہم نمونے کی محتاج ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف ایسے عملی قوانین و
ہدایات کو چاہتی ہے۔ جوکہ ہماری روزانہ زندگی کا دستور العمل بن کر ہمیں اس قابل بنادے کہ ہم
تخیلات کو حقیقت کا جامہ پہنے ہوئے دیکھیں۔ ایک واعظ یا مصلح کا کام اس بات کے کہ دینے پر
ہی ختم ہونا چاہئے کہ "مبارک ہیں وے جو کہ امن پسند ہیں"۔ بلکہ اسکو ممکنات و حقیقت کے میدان میں گامزن

ہونا چاہیئے اسکو چاہیئے کہ بیّن طور پر بتادے کہ یہ امن کس طرح قائم ہوسکتا ہے اور اس کے اسباب کس طرح پیدا ہوسکتے ہیں۔ اسبات کیلئے کہ "یہ تیرے اور میرے" کا خودغرضانہ اصول مناسب حدود میں کام کرے اور نفس الواقع ایک عملی قانون وجود میں لایا جائے۔ یہ ضروری ہے کہ ایسے عملی طریقے سوجھائے جائیں جس سے کہ انسانی زندگی کی تگ و دو کی روک تھام ہوسکے۔ بجائے اس کے کہ ہم جبریہ لوگوں میں مساوات قائم کریں۔ یہ بہت بہتر ہوگا۔ کہ ہم انہیں سخاوت و ایثار کی رُوح پیدا کریں۔ لوگونکو ان کے گاڑھے پسینے کی کمائی سے محروم کرنا نہ صرف خلاف فطرت و لغو ہوگا۔ بلکہ ان میں کام کرنے کی قوّت کو ہی زائل کردیگا۔ اور تہذیب کی چلتی ہُوئی گاڑی کو ساکن کر دیگا۔ اگر ہر ایک کو اپنی محنت سے پُورا فائدہ اُٹھانے کی اجازت دیجائے۔ اور ان میں اپنی کمائی کو برضا و رغبت مفلوک الحال و مصیبت زدگان کی اعانت میں خرچ کرنے کا زبردست احساس پیدا کیا جائے۔ تو دُنیا اپنی موجودہ حالت سے بھی بدرجہا خوشحال و پُرامن ہو جائیگی۔ اور "یہ تیرے اور میرے" کا دلولہ اپنے بُرے پہلو سے پاک ہوکر رحمت میں مُبدّل ہو جائے گا +

واقعی یہ ایک اہم عُقدہ تھا اور نبی آخرالزّمان اس کو حل کرنے کیلئے آئے۔ اُنہوں نے "تیرے اور میرے" کے طبعی میلان کا جو کہ انسانی خودی کا خُلاصہ ہے۔ خُون کیئے بغیر ان پنج ارکان اسلام کے ذریعے زندگی کے اُن ضوابط کی بُنیاد ڈالی جو کہ اس کے بُرے نتائج کا قلع قمع کردیتے ہیں +

ہمیں اپنے محبُوب کی خاطر اور اُسکی رضاجوئی میں اپنے جان و مال خرچ کرنے سے کوئی چیز باز نہیں رکھ سکتی۔ اسلام ہمیں بتاتا ہے۔ کہ وہ محبوب اللہ ہے اور اپنے پرستاروں سے توقع رکھتا ہے۔ کہ وہ اُس واحد خدا کی رضاجوئی کیلئے جو کہ سب سے اعلےٰ سب سے مقدس اور ہر پہلو سے تمام انسانی عبادات کیلئے نہایت موزُوں ہے۔ اپنے اموال سے کوئی چیز بھی اٹھا نہ رکھیں چنانچہ قرآن کریم میں لکھا ہے "کہ تم ہرگز ہرگز نیکی کو نہیں پاسکتے۔ تاوقتیکہ اُن چیزوں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں محبُوب ہیں" +

آؤ اب میں آپکو چندان اشیاء سے دکھاؤں جنہیں ہم محبُوب رکھتے ہیں۔ اور جن کے حصُول

میں یہ "تیرے" اور "میرے" کا رہنمائی اصول ہمارے لئے زحمت کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور ہمیں
لامحدود برائیوں کا مرتکب بنا دیتا ہے۔ روپیہ جیسا کہ ہم جانتے ہیں دنیا میں ہر چیز کے تبادلے
کا ذریعہ ہے۔ اور اپنے وقت کے بہترین مصرف سے حاصل کیا جاتا ہے۔ وقت بذاتہٖ
خود روپیہ ہے تمام اہم امور کی تکمیل کے لئے ہم وقت کے محتاج ہیں۔ ہمارے اہم قومی کاموں
میں سے ایک بھی پورا نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہم اُن کی پیروی میں دل کھول کر وقت صرف
نہ کریں۔ وقت سے دوسرے درجے پر وہ ذرائع ہیں جو کہ ہماری جسمانی خواہشات کو پورا کرتے ہیں
یعنی وہ اسباب جو زندگی کے قیام و بقا کے لئے ضروری ہیں۔ اس کے بعد ہمارا جسم لباس کا محتاج
ہے۔ پھر اسی سلسلے میں ہمیں متاہل زندگی کی ضرورت ہے۔ آخر ہم حیوان ناطق ہی ہیں اور
ہماری فطری حالت جب ہم بلوغت کو پہنچ جائیں ہمارے طبعی میلان کی مناسب حدود میں
تسلی چاہتی ہے اور متاہل زندگی ہمیں ایک راحت و سکینت کی زندگی کا پتہ دیتی ہے۔
جس کا لازمی نتیجہ یہ ضرورت پیش کر دیتا ہے۔ کہ ہم اپنے بچوں کو کامیابی سے پرورش کریں
اور اُنکی آیندہ خوشی کے سارے سامانوں کو مُہیا کریں۔ بالآخر سب سے بڑھ کر ہماری محبت و لگن کا
منتہائے نظر ہماری قوم اور ملک ہے۔ یہ سب امور براہ راست کم و بیش ہماری دنیاوی کوششوں کے
مُحرک ہوتے ہیں۔ اور ان اغراض کے مطابق جن کے ماتحت یہ کئے جاتے ہیں۔ دوسرے بنی نوع
انسانوں کیلئے مفید یا مضر ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ جوش جو ہم اپنے وطن کے لئے رکھتے
ہیں۔ اور جسے ہم حب الوطنی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ جب کبھی حد اعتدال سے بڑھ گیا تو
بے انداز تباہی و کشت و خون کا موجب ہوا۔ اس سے یہ نتیجہ نکال لینا چاہئے کہ اپنے
نفس مال و متاع بیوی بچوں اور ملک کی محبت سب کے سب معیوب ہیں حاشا وکلا میرا یہ مطلب
نہیں بلکہ اس کے برخلاف انسان کیلئے ایک ملنسار مخلوق ہونے کے باعث اپنی ہستی کو
باضابطہ بنانے اور ترقی دینے کیلئے یہ کوششیں اشد ضروری ہیں۔ نقص تو اس امر میں ہے
کہ ان میں اس حد تک منہمک نہ ہو جائے کہ دوسروں کے حقوق کو پائمال کر ڈالے۔ ایک ایسا
مذہب جسمیں ایک امیر آدمی خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے لئے اونٹ کے ناکے
میں سے گذرنے کی لاینحل مشکل میں پھنسنا ہوا ہو کبھی فطرت انسانی کو اپیل نہیں کرتا۔

اس کا لازمی نتیجہ سستی و کاہلی ہوگا جیسا کہ یورپ میں آٹھویں سے پندرھویں صدی تک ظہور میں آیا ہم کو ایک ایسے دین الٰہی کی ضرورت ہے۔ جو کہ خوشگوار ذرائع پیدا کرے۔ اور افراط و تفریط کے نقصانات سے ہمیں بچائے۔ جو مذہب یہ امور حل نہیں کرتا۔ وہ محض قصہ کہانی اور نوع انسانی کے لئے لاشئے ہے۔ صرف دنیا کی تاریخ کے چند واقعات پر ایمان رکھنا بشکل دیگر بت پرستی کرنا ہے۔ ایک سچے مذہب کو ہم میں وہ روح پیدا کرنی چاہیئے۔ جو ایک طرف تو ہمیں دنیا کی حسنات کو حاصل کرنے کیلئے ہر آن کمربستہ کرنے اور دوسری طرف اوروں کے آرام و راحت کیلئے انہیں خرچ کرنے کیلئے ہمیں تیار کرے۔ اس کا فرض ہے کہ ہم میں ایثار کا وہ روح پیدا کرے۔ کہ ہماری نظر میں اپنے اندوختے کو دوسروں کیلئے صرف کرنا محبوب ہو جائے۔ انسان ایک عبادت کرنیوالا حیوان ہے۔ اس نے ہمیشہ خدا کی پرستش کی ہے اور اسکو راضی کرنے کیلئے ہمیشہ اپنا جان و مال دینے کیلئے تیار رہا ہے۔ اسی لئے اسلام نے ایک طرف تو ایک ایسا ضابطہ تربیت مقرر کیا جس کے ماتحت ایک مسلم اپنے مال کھانا پینا اہل و عیال اور وطن کی محبت کو خدا کے رستے میں ترک کرنا سیکھے۔ اور دوسری طرف خدا کا دین اپنے پرستاروں کے قلوب پر یہ بات منقش کرتا ہے۔ کہ اللہ کی نصرت بنی نوع انسان کی نصرت کا ہی دوسرا نام ہے ؛

نماز سب سے اول اسلام مجھ پر فرض کرتا ہے۔ کہ اپنے خدا کی عبادت کے وقت تمام دنیاوی کاموں سے خواہ وہ کس قدر منہمک کرنے والے کیوں نہ ہوں دست بردار ہو جاؤں۔ مجھے حکم ہے کہ میں صبح سویرے اٹھوں اور وضو کر کے اپنے خالق کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ اسی طرح مجھے حکم ہے کہ ہر روز پانچ مرتبہ نماز پڑھوں تا کہ مجھے سبق ملتا رہے۔ کہ یہ میرا فرض ہے کہ اپنی اغراض کے علاوہ دوسروں کے لئے اپنا وقت صرف کروں۔ اگر یہ پاک سبز ضابطہ اور بے لوث کوششیں میری زندگی کا دستور العمل بن جائیں تو مجھے اپنا وقت اپنے کام کاج کو چھوڑ کر دوسروں کی بہبودی کیلئے صرف کرنا چنداں مشکل نہ ہوگا +

روزہ نے الخفیف اسلام نے اپنی معقول تعلیم کے ذریعہ اپنے پرستاروں کو تحریک کی ہے کہ وہ صرف ناجائز کو ہی ترک نہ کریں۔ بلکہ دوسروں کی بہبودی و خوشی کی خاطر اپنے جائز املاک کو بھی خرچ کریں کیونکہ ایسے شخص کو جو کہ اسلامی تلقین کے ماتحت اپنے دنیاوی تعلقات اور مال و متاع کا اپنے سے مندرجہ بالا علاقہ رکھتا ہے۔ خدا کے لئے کامل ایثار کا پہلو دکھانے میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

لہٰذا ایسے شخص کیلئے بالکل ناممکن ہے کہ وہ ناجائز وسائل سے اس چیز کو حاصل کرے جو کہ [illegible]
حق المہمان اس کی ہے۔ اور جس کو وہ بطیب خاطر دوسروں کی خدمت میں صرف کرتا ہے پس یہ وہ
رستہ ہے جس کے ذریعہ اسلام اس نعمت کو حاصل کرتا ہے۔ ایک شخص کیلئے اسکی وسعت کے مطابق خورونوش
بالکل جائز ہے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہی کھانا و پینا صرف خدا ہی کی محبت کے لئے ایک وقت تک
چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تو ایسے شخص کیلئے یقیناً نہایت مشکل ہوگا۔ کہ وہ معمولی حالات میں ان میں
حد سے زیادہ مبتلا ہو۔ اسی طرح ہر ایک کا حق ہے کہ وہ اپنی بیوی کی صحبت کا حظ اُٹھائے۔ مگر جبکہ
وہ رمضان کے مہینے میں بغیر کسی چیز کے ایک مقررہ وقت تک اس سے منکش ہو جاتا ہے۔ تو گویا
اس نے فی الواقع دوسرے اوقات میں ایک نامحرم عورت پر [illegible]
اندر سے ایک کامل نمونہ ہوا۔ روزہ اس سیڑھی کا پہلا زینہ ہے جس کے ذریعہ ایک سچا پرست اعلیٰ مدارج
کی طرف چڑھتا ہے۔ اپنی سوسائٹی کے تیرہ تار کرنیوالے ۹۰ فیصدی گناہوں پر نظر ڈالو اور
ان سب کا علاج آپ کو محمد صلعم کے اس سادہ فقرہ میں ملیگا۔ فرمایا "جو کوئی گوشت کے دو ٹکڑے یا
(ایک جو اس کے دانتوں اور دوسرا رانوں کے درمیان ہے) کے جائز استعمال کا ذمہ اُٹھاتا ہے میں
اسکی جنت کا ذمہ دار ہوں" اسلام اس کا علاج ہمیں روزہ میں بتاتا ہے۔ جس کا مطلب اپنے جسم کو تکلیف
دینا نہیں بلکہ خدا کی محبت میں جائز خواہشات کو ترک کرکے ناجائز خواہشوں سے پرہیز کی عادت
ڈالنا ہے +

زکوٰۃ

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ سالانہ اپنی بچت کا جائزہ لے۔ اور اس میں سے ۲½ فیصدی
بطور خیرات خرچ کرے۔ خیرات کی اسلام میں دو مختلف اقسام ہیں۔ ایک تو اختیاری ہے۔ اور
دوسری لازمی موخر الذکر زکوٰۃ کہلاتی ہے اور اس کا خرچ کرنا معطی کے اختیار میں نہیں۔ زکوٰۃ
بیت المال میں ادا ہونی چاہئے جو ایک کمیٹی کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور جو کہ بموجب مندرجہ ذیل حکم
قرآنی اسکو آٹھ مدوں میں خرچ کرتی ہے۔

"تحقیق خیرات کا مال حق ہے فقیروں کا اور محتاجوں کا اور [illegible]
اور اُن کے لئے جن کے دل حق کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ [illegible]
میں اور قرضداروں کیلئے اور خدا کے رستے میں اور مسافروں [illegible]

مندرجہ بالا آیت میں "خدا کے رستے میں" سے جو کہ فی سبیل اللہ کا ترجمہ ہے مُراد اسلام اور اسکی سچائیوں کو غیر مسلموں تک پہنچانا ہے۔ اِسی طرح زکوٰۃ کے مصرف کی چوتھی مد اشاعت اسلام کے ایک اور پہلو کی طرف اشارہ کرتی ہے مُؤلّفۃ القلوب وہ ہیں جو اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ اور اُن کی تبدیلئے مذہب ان کے لئے باعثِ فتنہ بن جاتی ہے۔ اور بعض اوقات اُن کو اُن امور سے محروم کر دیتی ہے جن کے وہ عادی تھے۔ اسلئے وہ ایک حصہ زکوٰۃ مسلم برادری کے ان نئے ممبروں کے حقوق کی نگہداشت اور ان کی آسائش کے سامان مُہیا کرنے میں صرف ہونا ضروری ہے۔ لہذا مندرجہ بالا آیت ہر مسلمان پر فرض ٹھیراتی ہے۔ کہ وہ اپنی زکوٰۃ کا ایک حصہ اشاعت اسلام کے لئے وقف کرے۔ زکوٰۃ کے سوا اور خیراتوں کی وضاحت مشکل ہے۔ رسُول پاک صلعم کے کلمات طیبات میں ایک مصیبت زدہ کی طرف تشفی دہ نگاہ سے دیکھنے سے لے کر اپنی ہر ایک پیاری چیز بنی نوع انسان کے لئے وقف کرنے تک اختیاری خیرات ہے" +

"بڑھاپے کی پنشن اور محلے کی اعانتی مد اور بیمہ وغیرہ وسائل جو کہ ایک سوسائٹی کے مفلوک الحال ممبروں کو مفلسی کی بلا سے آزاد کرنے کیلئے تجویز کئے گئے ہیں اسلامی قانون غُرباء کے ہی مختلف خط و خال ہیں +

دُنیا کے مذاہب میں اسلام ہی پہلا مذہب ہے جس نے خیرات کو باقاعدہ کر کے اسکو قانون کا لباس پہنایا۔ جب رسُول پاک محمد صلعم سے سوال کیا گیا۔ کہ زکوٰۃ کی کیا غرض ہے فرمایا۔ کہ یہ ایک وسیلہ ہے جس کے ذریعہ امرا اپنے اموال سے غریبوں کی امداد کریں۔ لہذا نماز روزہ و زکوٰۃ وہ ذرائع ہیں جن سے ایک مسلم اپنا مال و متاع غریبوں کی امداد میں خرچ کر کے محرمات سے بچنے کا سبق سیکھتا ہے۔ بلاشک اسلام اس رنگ میں ایک نادر قانون ہے +

میں اوپر بتا چکا ہوں کہ لوگوں کی دُنیاوی اموال۔ عزیز و اقارب اور دوسری اشیاء سے ناجائز محبت ہی ہر ایک دنیاوی بدنظمی کی جڑ ہے۔ لہذا اس نقص کا قرار واقعی انسداد کرنے کے لئے حج کا حکم نافذ فرمایا۔ اس حکم کے ماتحت ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ایک مرتبہ مکّہ کا سفر کرے۔ اس لیے اور دشوار گذار سفر کی صعُوبت برداشت کرنے سے اسے سمجھ آجاتی ہے کہ عزیز و اقارب اور محبوب اشیاء کی مفارقت کیا شئے ہے۔ خدا کے پاک گھر سے کچھ فاصلہ پر تمام حاجیوں کو اپنی روزمرہ

کی پوشاک اُتار کر ایک ہی قسم کا لباس پہننا پڑتا ہے۔ ایک چادر جسم کے اوپر کے حصہ کے لئے اور دوسری نیچے کیلئے۔ خواہ عبادت کنندہ کی حیثیت کچھ بھی ہو۔ یہ ہم وضعی ان سب کو ایک ہمرتبہ بنا دیتی ہے (حج کی دیگر خصوصیات کو میں کسی آئندہ آرٹیکل میں بیان کرونگا) مجھے یہاں یہ دکھانا منظور تھا۔ کہ ہماری موجودہ تنگ حب وطنی مسلم قانون کے ماتحت بہت سے قبیح شعبوں سے پاک ہو جاتی ہے۔ اور ہمارا حب وطنی کا احساس مصفا ہو کر مناسب حدود میں آجاتا ہے۔ پھر میں اپنے اصل مضمون کی طرف عود کر کے مختصراً عرض کرتا ہوں کہ اسلام کی غرض دُنیا میں حقیقی امن قائم کرنا اور تمام ان اسباب کو جو کہ اس مقصد کے حصول میں حارج ہوں نیست و نابود کرنا ہے۔ اسلام نہ صرف دکھاتا ہے کہ حقیقی امن کیا شے ہے بلکہ اس کے ظہور و قیام کے اسباب بھی بتلاتا ہے۔ تیرے اور میرے کی حقیقت جو کہ راحت و خوشی کو وجود میں لاتی ہے ان کے مناسب استعمال میں بھی حارج تھی۔ اور ایسے نسخہ کی ضرورت تھی جو اسکو رفع بنا دے اور اسکے نقائص کو دور کر دے +

عورت اور عورت کے حقوق پر اسلام

(از قلم جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی)

تسلسل صفحہ ۵۰۴ جلد ۱۱ نمبر ۹

اِنسانوں کے اخلاق سُدھارنے کے لئے ضروری ہے کہ خود خدا تعالےٰ کوئی احکام نازل کرے۔ انسانی قوانین ضمیر انسان پر چنداں اثر نہیں کرتے۔ پارلیمنٹ کے مقنن پبلک اور کھلم کھلا فسق و فجور کو تو کسی حد تک روک سکتے ہیں لیکن یہ کافی نہیں۔ ان قوانین سے مخصوصہ بیماریاں کم نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ ہی انسانوں کے اخلاق صحیح اور حقیقی طور سے ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ انسانوں کو پاکدامن اور عفیف بنانے کے لئے اور مخصوصہ بیماریوں کو روکنے کیلئے ایک ایسے عنصر کی ضرورت ہے جو پوشیدہ ترین فسق و فجور کو روک سکے جنمیں ہر ایک انسان کے لئے ایک ایسا محافظ جاسوس مقرر ہو جن کا تقرر سی۔ آئی۔ ڈی سے محکمہ سے نہیں۔ بلکہ خود قلب انسانی

سے ہو۔ جب تک کسی انسان کا اپنا ضمیر بدی سے بچانے کی کوشش نہ کرے بداخلاقی کبھی بھی کافی اور شافی طور پر نیست و نابود نہیں کیجا سکتی +

وہ ذرائع اور قواعد بھی جن پر عمل کرنا انسانی طاقت میں ہے ہم انکو بھی زبردستی منوا نہیں سکتے۔ اسمیں کچھ کلام نہیں کہ وہ شہوت ران جوان جو کسی بُرے ارادے سے یکجا ہونا چاہیں اُن کو الگ کرنے کا طریقہ اسکے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ کہ غیر مرد و عورت ایکدوسرے بالکل الگ رہیں لیکن کیا یورپ کا کوئی مقنن آج اس قانون پر عمل کرا سکتا ہے۔ کیا کوئی گورنمنٹ زبردستی مرد اور عورت کو جدا رکھ سکتی ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ ذریعہ حفاظت اخلاق کیلئے بڑا مفید ہے لیکن آج تو اس پر عمل کرنا بالکل ناممکن ہے۔ اور اسی کی وجہ ہے کہ عیسائیت نے خود اخلاق کی حدبندی کرنے کی بجائے سیزر کے سپرد یہ کام کیا اور یاس مذہبی فرض کو ایک معمولی دنیوی بادشاہ کے ہاتھ دیکر نسل انسانی کے ایک حصہ کثیر کو بداخلاقی سے بچانے کا کوئی قابل عمل طریقہ نہ بنایا +

ہاں آج سے تیرہ سو سال پہلے ایک آسمانی کتاب یعنی القرآن نے زنا وغیرہ کو روکنے کا انسداد کیا اور چونکہ اس کا ماخذ ایک علیم خبیر خدا تھا۔ وہ طریقہ بڑا ہی کامیاب ثابت ہوا۔ خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں کے اخلاق کسی قانون ساز کے ماتحت نہیں۔ یہ پہلو سے قرآن کریم ان کے لئے ایک کافی رہنما ہے۔ قرآن شریف اخلاقی قوانین اور تمدنی فوائد سے بھرا ہوا ہے۔ اور یہ قوانین اور قواعد فسق و فجور کے روکنے میں بڑے ہی مفید اور کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔ اور اس کامیابی کی وجہ یہی ہے کہ اُن کو ساخت کرتے وقت فطرت انسانی کا خوب لحاظ رکھا گیا ہے۔ تمام انسانوں میں یہ شرف نبی کریم محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہوا کہ آپ نے تمام نسل انسانی کو بداخلاقیوں سے بچنے کے صحیح طریقے بتائے۔ اور تمام نبیوں میں یہ فضیلت آپ ہی کو نصیب ہوئی۔ کہ آپ کے دیئے ہوئے [illegible] تھوڑی حصہ اپنا فخر سمجھتا ہے +

آج [illegible] لعنت عظمے سے اس قدر محفوظ ہیں جس طرح قمار بازی [illegible] ایک خوب جانتا ہے کہ تمام دنیا نبی کریم کے زیر احسان ہے [illegible] بنائے جن کی خوبی اور فائدہ دن بدن زیادہ نظر آتا ہے اور جوں جوں [illegible] کا مرتبہ محققین کی نظروں میں بلند ہوتا جاتا ہے۔ ال ع م

صل علی محمد و ال محمد و بارک وسلم اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم
وجعلنا منھم۔ سورہ نور میں فرمایا:۔

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم
ان اللہ خبیر بما یصنعون ۰ وقل للمؤمنٰت یغضضن من ابصارھن و
یحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی
جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او اٰبآئھن او اٰباء بعولتھن او ابنآئھن
او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسآئھن او ما ملکت
ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا
علی عورات النسآء ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن و
توبوا الی اللہ جمیعا ایہ المومنون لعلکم تفلحون ترجمہ مسلمانوں سے کہو کہ اپنی نظریں
نیچی رکھیں۔ اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اسمیں ان کے لئے زیادہ صفائی ہے۔ جو کچھ بھی
وہ کرتے ہیں اللہ کو سب خبر ہے مسلمان عورتوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں
کی حفاظت کریں۔ اور اپنی زینت (کے مقامات) کو ظاہر نہ کریں مگر جو اسمیں سے کھلا رہتا ہے
اپنے سینوں پر دوپٹوں کے بُکل مارے رہیں۔ اور اپنی زینت کسی پر ظاہر ہونے نہ دیں۔ مگر اپنے
شوہروں پر یا باپ پر یا خاوند کے باپ پر۔ یا اپنے بیٹوں پر یا شوہر کے بیٹوں پر یا بھائیوں
پر یا بھتیجوں پر یا بھانجوں پر یا اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال پر یا گھر کے لگے ہوئے نوکروں
پر جو مرد تو ہیں لیکن عورتوں سے غرض نہیں (خواجہ سرا یا بڈھے) یا لڑکوں پر جو عورتوں کے پردے
کی بات سے آگاہ نہیں۔ اور اپنے پاؤں ایسے زور سے نہ رکھیں کہ لوگ ان کے اندرونی زیور کی
خبر ہو۔ اور مسلمانوں تم سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ +

وہ اصحاب جن کو یورپ کے مہذب اور نام نہاد کے عیسائیوں سے پالا پڑا ہے۔ وہ قرآن شریف کے
ان احکام کی صداقت اور عقلمندی کے ضرور قائل ہونگے اور ان کو تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ قرآن کریم تمام
انسانی کمزوریوں کا لحاظ کرنے کے بعد احکام نافذ فرماتا ہے۔ قرآن تو شہوت انگیز طریقوں کی جڑ ہی
کاٹ دیتا ہے۔ اور تمام قسم کی امراض کا علاج زنا اور بدمعاشی کے موقعوں کو نیست نابود کر کے کرتا ہے

اس میں مرد و عورت کو بڑے ہی مفید اور اعلیٰ طریق سے الگ کیا گیا ہے۔ اور دونوں کے لئے علیحدہ قوانین دیئے ہیں۔ یہ بات بھی غور کرنے کے قابل ہے کہ قرآن کا مدعا مرد و عورت کو بالکل الگ اور علیحدہ کرنا نہیں صرف حد سے زیادہ میل جول اور غیر موزون آزادی اور خلط ملط سے منع فرمایا ہے۔ اور کوئی ذی فہم انسان اس کی صداقت سے انکار نہیں کر سکتا۔

قانون ساز کمیٹی زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتی ہے کہ غریب طبقے کے لوگوں کو جبراً فسق و فجور سے روک دے اور ہم یہ بھی دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ خفیہ حرامکاری تو درکنار اس قسم کی کھلم کھلا بد اخلاقی کا کامل انسداد کرنا بھی انکے امکان سے باہر ہے اور اس قسم کے قوانین بجائے فائدے کے نقصان دہ ثابت ہونگے۔

زندگی بسر کرنے کے چند قوانین مرتب کر دینا کافی نہیں بنی نوع انسانی کو صراط مستقیم پر چلانے کے لئے ایک نیک اور تندرست زندگی کے حصول کے طریقے بتانا ازحد لازمی اور ضروری ہے۔ اور یہی کافی نہیں بلکہ یہ طریقے اور راستے انسانی طاقت اور دسترس سے باہر نہیں ہونے چاہئیں ورنہ ایسے علاج کا بتانا جو ہماری طاقت سے باہر ہے بالکل فضول ہے۔ موسم اور آب و ہوا کی تبدیلی کی وجہ سے مرد و عورت کے باہمی میل ملاپ کے قواعد کا ہونا مشرق میں بہ نسبت مغرب کے بہت زیادہ ضروری ہے۔ اہل مشرق بہت جلدی سن بلوغت کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور نفسانی خواہشات بہت جلدی اپنا اظہار چاہتی ہیں۔ مشرقی لوگوں کی طبیعت میں بہت جوش ہوتا ہے۔ عشق و محبت کی آگ۔ عزت اور غیرت کا خیال دشمنی اور کینہ کی خواہش ایک مشرقی دل میں بہت تیز ہوتی ہے۔ اور عالمگیر الہامی قانون وہی ہو سکتا ہے جو مشرقی اور مغربی دونوں قسم کی طبیعتوں کو مدنظر رکھ کر بنایا جائے۔ اسی واسطے اسلام نے مرد و عورت کے تعلقات پر اس قدر زور دیا اور اس کا مدعا نہ صرف جسمانی صفائی اور تندرستی تھی۔ بلکہ دل کو پاکیزہ اور نیک بنانا اس کی اصلی اور حقیقی غرض و غایت تھی۔

خوبصورتی اور خصوصاً حسین عورت کی طرف میلان کرنا فطرت انسانی ہے ہر ایک حسین اور دلکش چیز محبت اور الفت کی آگ سلگاتی ہے۔ اور اس پر قبضہ پانے کی خواہش ہر ایک زندہ دل محسوس کرتا ہے۔ ذرا خیال تو کیجئے کہ اگر ایک نوعمر جوان لڑکا ایک حسین عورت کی طرف مائل ہو جائے۔ اور پھر حصول مطلب ناممکن ہو تو وہ اس کے حصول کے ملئے کیا کیا نہ کریگا

خصوصاً جبکہ یہ عاشق مزاج نوجوان اہل مشرق کی سی گرم طبیعت رکھتا ہو۔ عمر رسیدہ اور تجربہ کار لوگوں کے لئے اس قسم کی خواہشات کا روکنا تو ممکن ہے لیکن ایک کم عمر نوجوان سے یہ توقع کرنا کہ اس معاملہ میں وہ عقل و فہم سے کام لیگا بالکل فضول اور لاحاصل ہے + ؏

ممکن نہیں کہ آگ لگے اور دُھواں نہ ہو

ایک مُقنّن کا فرض ہے کہ قوانین مُرتب کرتے وقت اس قسم کی طبائع کا خوب لحاظ کرے۔ اور قواعد نافذ کرتے وقت نہ صرف بُوڑھوں کو بلکہ نوجوان گرم طبیعتوں کو بھی مدنظر رکھے آخر انسان بھی تو ایک حیوان ہے اور جوانی کے ایام میں خواہشات حیوانی اپنے پورے زور میں ہوتی ہیں اور اگر اس عمر کے مرد و عورت ایکدوسرے سے بلا روک ٹوک آزادانہ اکیلے ملیں تو ناپسندیدہ نتائج ہی کا نکلنا اغلب ہے۔ یورپ کی اخلاقی حالت ہمارے اس بیان کی خوب تصدیق کرتی ہے۔

اسلام چاہتا ہے۔ کہ عورتوں میں حیا اور عفت خوب پیدا ہو جائے بازاروں میں چلتے وقت مردوں کی طرح وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔ اور اپنے زیور و لباس کو غیروں کی نظروں سے پوشیدہ رکھیں۔ اور اپنا دوپٹہ سر سے لیکر چھاتی کے نیچے تک تمام اعضا ڈھانک لیں +

سورۂ احزاب میں فرمایا:- یا ایھا النبی قل لازواجک وبنٰتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلا بیبھنّ ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین وکان اللّٰہ غفوراً رحیماً۔ ترجمہ۔ اے پیغمبر اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہدو کہ اپنی چادروں کے گھونگٹ نکال لیا کریں اس سے غالباً یہ پہچان پڑیگی۔ اور کوئی نہ چھیڑیگا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے +

پھر سورۂ النور میں ایک جگہ فرمایا۔ یا ایھا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتّیٰ تستانسوا وتسلموا علیٰ اھلھا ذٰلکم خیر لکم لعلکم تذکرون فان لم تجدوا فیھا احداً فلا تدخلوھا حتّیٰ یوذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکیٰ لکم واللّٰہ بما تعملون علیم۔ ترجمہ مسلمانو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں گھر والوں سے پوچھنے اور ان سے علیک سلیک کئے بغیر نہ جایا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے تاکہ تم خیال رکھو۔ پھر اگر تم کو معلوم ہو کہ گھر میں کوئی آدمی موجود نہیں تو جب تک تمہیں اجازت نہ ہو۔ ان میں

نہ جاؤ اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس جائے تو بلا تامل لوٹ جاؤ۔ یہ تمہارے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے اور جو کچھ بھی تم کرو اللہ خوب جانتا ہے +

اسی سورت میں ایک اور جگہ یہ قانون مقرر کیا اور فرمایا ان الذین یرمون المحصنٰت الغٰفلٰت المومنٰت لعنوا فی الدنیا و الاخرۃ ولھم عذاب عظیم یوم یشھد علیھم السنتھم و ایدیھم و ارجلھم بما کانوا یعملون ۲۲۔ رکوع ۳ ترجمہ۔ جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں جو بے خبر ہیں اور ایمان رکھتی ہیں ایسے لوگوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے۔ اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔ جب کہ ان کے مقابلے میں ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے عملوں کی گواہی دینگے +

اِس آخری آیت میں پوشیدہ بدظنیوں اور کارروائیوں سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ خدائے علیم پر کوئی چیز پوشیدہ او چھپی ہوئی نہیں +

جتنا زیادہ کوئی محقق نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اخلاقی سیاسی تمدنی مذہبی اور پرائیویٹ پہلوؤں پر غور کرے۔ اتنا ہی آپ کا رتبہ اعلےٰ اور ارفع نظر آئیگا اور آپ کو دنیا کا بہترین مصلح ماننا پڑیگا۔ آپنے اپنے ہمعصروں کی کایا پلٹ دی۔ اور اخلاق انسانی کے پاک کرنے کے لئے ایسے قوانین مرتب کئے جو انسانی کمزوریوں پر فتح پانے کے بہترین ذرائع ہوسکتے ہیں۔ وہ مقنن جو انگلستان سے شراب وغیرہ کا استعمال دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں یا ان امراض مخصوصہ سے تعلیمیافتہ یوروپ کو پاک کرنا چاہتے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اس عظیم الشان انقلاب کی داد دیں جو ایک محض اُمّی نے آج سے تیرہ سو برس پہلے عرب جیسی جاہل اور اکھڑ قوم میں کر دکھایا۔ یہ انقلاب کوئی کم معجزہ نہیں۔ بلکہ معمولی امراض کو شفا دینے سے کہیں بڑھ کر رہیگا۔ کیونکہ اس کا اثر آج تک موجود ہے۔ اور ہمیشہ تک آپ کی صداقت کی ایک زندہ شہادت۔ اسمیں شک نہیں کہ ہر ایک قوم اور ملک کا طرز معاشرت مختلف اور مخصوص ہوتا ہے اور تمام تمدنی خصوصیات آب وہوا اور ملکی ضروریات کے موافق لوگوں کی حاجات کا نتیجہ ہوا کرتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب جو خاص قوموں اور ملکوں کی ہدایت کیلئے آئے وہ دیگر ممالک اور اقوام کی ضروریات کو پورا نہ کر سکنے کے باعث

ناکامیاب ثابت ہوئے لیکن قربان جائیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ ایسا مذہب ہمارے سامنے پیش کیا جو کسی ملک قوم یا زمانے کے لئے مخصوص نہیں جس کے قواعد عالمگیر ہیں۔ اس وقت اسلام دنیا کے قریباً ہر کونے میں پہنچ چکا ہے۔ اور باوجودیکہ ان تمام ممالک کا طرز معاشرت اور درجہ تہذیب ترقی مختلف تھے۔ لیکن سب کو ایک ہی خزانہ یعنی قرآن شریف سے ہدایت دی۔ اور صراط مستقیم پر چلنا سکھا دیا۔ گویا کہ دنیا کے اکثر حصے میں ایک نمایاں تبدیلی یعنی یگانگت کا ایک رنگ پیدا کر دیا۔ دنیا کی آبادی کے اکثر حصے کو مساوی اور برابر کر دیا۔ تمام دنیا کے مسلمانوں کے دلوں میں اخوت اور الفت پیدا کر کے ایک حد تک اُن کے رسم و رواج اور آداب کو بھی یگانگت کا رنگ دے دیا۔ جہاں کہیں بھی مسلمان گئے اُنہوں نے اپنے ہی قوانین اور رسموں کو مروج کیا۔ اس میں کلام نہیں کہ یہ لوگ جب اپنے وطن مالوف عرب سے ہجرت کر کے دیگر ممالک میں جا بسے تو وہاں کے رسم و رواج کا کچھ نہ کچھ ان پر اثر ضرور ہوا۔ چین کے مسلمانوں نے بہت سی عادات اور رسمیں چینیوں کی لے لیں۔ ہند کے مسلمانوں نے ہندوؤں کے رسم و رواج سے متاثر ہو کر انکی عادتیں ڈال لیں۔ پس اگر کوئی طالب حق چاہے کہ وہ اسلامی طرز معاشرت کو اسکی اعلےٰ اور حقیقی حالت میں دیکھے تو قرآن شریف کو پڑھے سیرت نبوی اور اخلاق رسول اللہ پر غور کرے لیکن نبی کریم کی سوانح پڑھتے وقت عرب کے حالات اور زمانے کو ضرور مدنظر رکھ کر جانچے۔ اگر کسی ملک کے مسلمانوں میں کوئی رسم یا عادت خلاف اسلام بوجہ ملکی اثر کے آجائے تو اس کا الزام مذہب اسلام پر نہیں ایسے معترضین کو چاہیئے کہ اس قسم کے رسم و رواج کی اصل تاریخ کو معلوم کریں۔ اور دیکھیں کہ یہ خاص رسم و عادات کا منبع اسلام اور قرآن ہے یا ملکی تاثرات اب ہم پھر پردہ اور حرم کے سوال کو لیتے ہیں۔ اس امر میں اسلام کی غرض صرف اسقدر ہے کہ غیر مرد و عورت آپس میں بلا روک ٹوک بالکل آزادانہ نہ ملیں تاکہ سوسائٹی میں عفت اور پاکبازی زیادہ ہو۔ اسلام ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ مرد و عورت ایک دوسرے کے رقیب بنیں یہ قابت کہاں کی یہاں تو عورت ہی کا رتبہ زیادہ بلند اور اُسکے فرائض زیادہ اہم رکھے گئے ہیں۔ اس اسلامی مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر ایک ملک اور قوم کے مقنن اور مصلح ملکی اور تمدنی حالات کے موافق قانون بنا سکتے ہیں۔ حالات زمانہ تو بدلتے رہتے ہیں لیکن فطرت انسانی کبھی متغیر نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ اور اسی وجہ سے اصول ہمیشہ ایک ہی رہتے ہیں +

جن دنوں ہندوستان امن و سکون کی حالت میں نہ تھا ان دنوں پردہ اور ستر سخت ضروری اور لابد تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے امن اور ہل چل کے زمانوں میں بھی ہندوستان کی عورتیں محفوظ رہا اور عفیف رہیں۔ مردوں کے اخلاق میں تو کچھ تنزل ہوا لیکن عورتیں ہمیشہ سے پاکباز اور عفیف رہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہی ہوا کہ دوسری نسل کے اخلاق پھر سنور گئے۔ اور قوم تباہی سے بچ گئی اب بھی اگرچہ اس سخت پردے کی ضرورت تو نہیں لیکن حالات زمانہ کے ماتحت پردے کا یکدم ہٹانا بجائے کسی فائدہ کے نقصان دہ ثابت ہوگا خصوصاً جبکہ ہندوستان میں مختلف اقوام بستی ہیں۔ انگلستان میں اس حجاب اور ستر کی چنداں ضرورت نہیں جو ہندوستان میں مروج ہے۔ اس سے تو وہاں کی سوسائٹی کا شیرازہ ہی بکھر جاویگا۔ عورتیں بھوکی مرنے لگجاوینگی۔ انگلستان اور ہندوستان کے حالات میں بڑا فرق ہے طرز معاشرت اور رسوم حالات و ضروریات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ انگلستان میں سوسائٹی کو پاکباز اور باعصمت بنانے کیلئے اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اسلامی اصول پردہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ غیر مرد و عورت کے بالکل آزادانہ ملنے کو روک دیا جائے۔ بعض معترضین کہیں گے۔ کہ آج اگر یورپ میں عورتوں کو کامل آزادی نہ ہوتی۔ یعنی اگر وہ غیر مردوں سے بلا روک ٹوک نہ ملتیں۔ تو آج انگلستان کو بڑی ہی مشکلات پیش آتیں اگر آج عورتیں اسلحہ بنانے کے کارخانوں میں مردوں کی جگہ کام نہ کرتیں تو کس طرح ان کارخانوں میں کام کرنیوالے مرد ملک و قوم کی خاطر سینہ سپر ہوتے۔ یعنی کہ آج پردہ نہ ہونے کی ہی وجہ سے انگلستان کے لکھوکھا مرد میدان جنگ میں دشمن سے لڑ رہے ہیں۔ ورنہ ان کی بہت سی تعداد کارخانوں وغیرہ میں کام کرتی نظر آتی۔ ہاں یہ بھی ایک پہلو اس جنگ کا ہے۔ لیکن اگر ذرا النظر کو وسیع کر کے دیکھا جائے۔ کہ اگر آج تمام یورپ اسلامی طرز معاشرت پر عمل پیرا ہوتا یعنی ہر جگہ عورتیں غیر مردوں سے الگ رہتیں تو اس قدر کشت و خون نہ ہوتا۔ اگر انگریز سپاہیوں کی تعداد کم ہوتی تو ساتھ ہی دشمن کے سپاہی بھی کم ہو جاتے اور ممکن تھا کہ یہی آدمیوں کی قلت دشمن کو جنگ ختم کرنے پر مجبور کر دیتی +

اس تباہ کن جنگ کے بعد تو عورتوں کیلئے اور بھی ضروری ہو جائیگا۔ کہ وہ اپنی ساری توجہ خانگی امور کی طرف مبذول کریں۔ اولاد کی تربیت اور تعلیم اپنا سب سے پہلا فرض سمجھیں۔ اور قوم کو مرد و عورت کی رقابت کے عظیم الشان خطرے سے بچا لیں + جنگ سے پہلے بھی یورپ کے انسانوں کے لئے زندگی دوبھر ہو رہی تھی۔ کم سن لڑکے تو کیا کم سن لڑکیوں کو بھی سکول وغیرہ کی تربیت سے محروم کر کے سخت

مشقت کرائی جاتی تھی۔ تاکہ کسی طرح قوت لایموت حاصل ہو۔ شادی کے بعد لڑکیوں کو امور خانگی کی طرف رجوع کرنے کا کچھ موقع دیا جاتا تھا۔ لیکن جن بیچاریوں نے بچپن سے کبھی ان کاموں میں دخل ہی نہیں دیا۔ وہ کس طرح ایک کامیاب منتظمہ ثابت ہو سکتی ہے۔ اور اگر یہی قلت روزی آور بڑھ گئی جیسا کہ حالات زمانہ بتا رہے ہیں تو مجبوراً شادی شدہ عورتوں کو بھی اپنی اولاد کی تربیت پس پشت ڈالکر مشقت کرنی پڑیگی۔ اور آئندہ نسل جس پر ایک ملک قوم اور ساری دنیا کی ترقی منحصر ہے بالکل ناکام اور ناقابل عمل ثابت ہوگی +

جنگ سے پہلے بھی مرد و عورت کی رقابت دن بدن بڑھ رہی تھی۔ اور سوسائٹی کی گاڑی کے دو پیے ایک دوسرے سے دور ہوتے نظر آتے تھے۔ اور جنگ کے بعد تو عورتوں کی تعداد اور بھی زیادہ ہوگی۔ اور یہ رقابت اور بھی ترقی کریگی۔ اور ممکن ہے کہ یہ دونوں پیے ایکدوسرے سے بالکل الگ ہو کر سوسائٹی کی گاڑی کو چکنا چور کر دیں۔ اب وقت ہے کہ اس رقابت کی روک تھام کی جائے۔ اور ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ اس رقابت کو روکنے کیلئے سب سے بہترین ذریعہ اسلامی طرز معاشرت کو رواج دینا ہے +

عورت کے رتبہ کو حقیقی طور پر بلند کرنا چاہئے۔ اسکو گھر کی ملکہ اور مرد سے بہتر سمجھنا چاہئے اور یہ بات اچھی طرح اسکے ذہن نشین کرانا چاہئے کہ مردوں کے برابر ہونے کی خواہش کا اظہار کرنا تو اپنے آپ کو اپنے عالی مرتبے سے گرانا ہے۔ تمام قسم کے سخت اور پُر مشقت کام صرف مردوں کیلئے مخصوص ہونے چاہئیں۔ جس طرح آدمی تمام قسم کے مشقت والے کام ادنےٰ درجہ کے آدمیوں کیلئے مخصوص سمجھتے ہیں۔ عورتیں نازک اندام ہوتی ہیں۔ اسکی صفات عفت عصمت حسن اور نزاکت ہے۔ ان کا ہر وقت لحاظ رکھنا چاہئے۔ اور جیسا کہ مسلمانوں کا ایمان ہے بہشت بھی انہی عورتوں کے پاؤں تلے ملتا ہے والدہ ہونے کا مقدس رتبہ انہی کا حصہ ہے +

ہندوستان کی مسلمان عورتیں دنیا میں بہترین عورتیں ہیں۔ اور بجائے اسکے کہ ہندوستانی مسلمان عورتیں یورپین لیڈیز کی نقل کریں یورپین لیڈیز کو چاہئے کہ وہ ہندوستانی مسلمان شریف عورتوں کی تقلید کریں۔ پردے سے مشرقی عورتوں کا رتبہ اور شان اور بھی دوبالا ہو گیا ہے۔ حیا جیسا حسن معنوی پردہ ہی کی بدولت ان کو ملا ہے۔ اور ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ حیا کے کامل معنی بیان کرنے کے لئے کوئی انگریزی لفظ مترادف نہیں۔ مشرقی طبقہ نسوان میں جو شرافت خوبی ہمدردی۔ حیا نفس کشی

اور اخلاق پسندیدہ ہیں وہ سب بلاشبہ مردوں کی دنیاوی لالچ بھری پُرفریب زندگی سے الگ رہنے کا نتیجہ ہے۔ یہ مرد ہی چوری ڈاکہ اور خُفیہ کارروائیوں کے بانی اور موجد ہوتے ہیں۔ اور نہ صرف کمزور آدمیوں کو بلکہ سلطنتوں کو برباد کر دیتے ہیں۔ اسی قسم کے کام کرتے کرتے مردوں کے دل سخت ہو گئے۔ اور وہ اول درجہ کے خود غرض بن گئے ہیں۔ اور تو اور اپنے بھائی بند انسانوں کو قتل کرنے پر وہ فخر کرنے لگے زہریلی گیس اور بڑے بڑے خوفناک بمب بنانا مایہ عزت اور ناز سمجھنے لگے۔ اور اگر طبقۂ نسوان کی فرشتہ خصال عادات آڑے نہ آتیں اور وہ بھی ان خونریز کاموں میں حصہ لینے لگ جاتی تو انسانوں کی حالت جنگلی جانوروں سے بھی بدتر ہوتی۔ کیونکہ انسان وحشی درندوں سے زیادہ عقلمند ہے اور اپنی خداداد عقل کو اس بُرے طریق سے استعمال کر کے وہ دُنیا کیلئے کہیں زیادہ باعثِ ضرر ثابت ہوسکتا ہے +

ایک دُوربین آدمی موجودہ یورپین زندگی کو ایک ایسی سڑک پر قدم مارتے دیکھتا ہے۔ جس کا خاتمہ ایک غارِ عمیق اور قعر تاریک میں ہے۔ یورپ میں اب گھرالو زندگی کوئی نہیں۔ عام طور پر اصحاب دوسروں کے گھروں میں جانا اپنے گھر میں رہنے سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور کلب گھر میں تاش کی بازی اس کے لئے اپنی بیوی سے گفتگو کرنے اور بچوں سے پیار کرنے سے کہیں زیادہ دلپذیر اور پسندیدہ ہے +

حقیقی گھرالو زندگی صرف مشرق میں ہی ہے۔ اہل مشرق عموماً اپنے مملوکہ گھروں میں رہتے ہیں۔ کلب وغیرہ جانے کا رواج نہیں حُسن کی تعریف یا عورت کی طرف رغبت وہ صرف اپنی منکوحہ بیوی کیلئے مخصُوص سمجھتے ہیں۔ اور سوائے رشتہ کی عورتوں کے وہ کسی سے بات تک بھی نہیں کرتے وہ اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتے کہ انکی بیویاں غیر مردوں کی توجہ اور تعریف کا مرکز بنیں۔ کوئی مشرقی عورت سوائے اپنے کُنبہ کے مردوں سے کسی غیر سے آزادانہ میل ملاقات یا گفتگو نہیں کرسکتی +

مشرقی عورتوں کے اخلاق اس قدر پسندیدہ اور حمیدہ ہوتے ہیں۔ اور وہ خاوند کی اس طرح دلجوئی اور خاطر کرتی ہیں۔ کہ ایک بدصورت عورت بھی اپنے خاوند کو اپنا گرویدہ اور دلدادہ بنا لیتی ہے۔ اگر ان کے گھر کوئی اجنبی عورت یا مہمان آجاوے۔ تو انکی تواضع کرنا اور ان سے خوش اخلاقی اور الفت سے پیش آنا وہ اپنا فرض اولین سمجھتی ہیں مشرق کے معمولی گھرانوں کی عورتوں کے اخلاق اور اوصاف اس قدر اعلےٰ اور دلپذیر ہوتے ہیں۔ کہ وہ مغرب کی اعلیٰ سے اعلےٰ سوسائٹی میں بڑی کامیابی سے مل سکتی ہیں۔ جہاں کہیں بھی وہ جائیں حیا اور نرمی ان کا شیوہ نظر آتا ہے۔ ایک غریب مشرقی کنواری لڑکی کسی نامحرم سے گفتگو کرنا معیوب سمجھتی

ہے۔ حالانکہ اسکی مغربی بہنیں اسے ایک بہت ہی معمولی بات خیال کرتی ہیں مشرق کی عورتوں کا لباس اور سنگار صرف اپنے خاوند کو خوش کرنے کیلئے ہوتے ہیں۔ اور غیر مردوں کی توجہ مبذول کرنے کیلئے نہیں +

لیڈی ڈفرن نے اپنی تصنیف انیسویں صدی میں ہندوستانی عورتوں کی زندگی کا کچھ نقشہ کھینچا ہے وہ لکھتی ہیں +

"جو اثر مجھ پر زنانخانہ اور حرم کی سیر سے ہوئے وہ سب کے سب بڑے ہی خوشکن اور دلپذیر ہیں میں نے دُنیا کے کسی حصے میں بھی عورتوں کو اس قدر ہمدرد اور مہمان نواز نہیں پایا جس قدر کہ پردہ نشین ہندوستانی عورتوں میں دیکھا۔ اجنبی کو خوش آمدید کہنا اور اس کی تکلیف کو دُور کرنا انہی کا حصہ ہے۔ اور باوجود بہترین ترجمان نہ ملنے اور خود گفتگو کرنے کے ناقابل ہونے کے میں نے ہمیشہ ان کو با مذاق اور مہربان پایا"+

ان کی حیا اور فہم کی تعریف کرتے ہوئے وہ لکھتی ہیں :-

"میرا خیال ہے کہ میں کم از کم ایک دفعہ تو ایک ایسی بات کہوں جو عالمگیر طور پر سچ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہندوستانی لڑکیاں بڑی زُود فہم اور ذہین ہوتی ہیں۔ بہت ہی تھوڑے عرصے میں لکھنا پڑھنا سیکھ جاتی ہیں۔ اور انگریزی لڑکیوں سے کہیں زیادہ محنتی ہوتی ہیں۔ میں نے تعلیمیافتہ عورتوں سے بھی ملاقات کی۔ اور میں نے دیکھا کہ ایک بہترین عورت کے تمام اوصاف ان میں موجود تھے۔ انکی گفتگو ان کا انداز ہمیشہ پُرحیا تھا۔ اور میں نے کبھی نہ آنکھ سے دیکھا اور نہ کان سے سُنا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی راہ راست سے بھٹک گئی ہو"۔ یورپ میں جو غلط فہمیاں ہندوستانی عورتوں کی زندگی کی بابت مشہور ہیں اُن کا رد کرتے ہوئے وہ تحریر فرماتی ہیں :-

"انگلستان میں جو نقشہ ہندوستانی عورتوں کی زندگی کا پیش کیا جاتا ہے۔ اور اگرچہ بعض متعدد حالتوں میں تو قدرے ٹھیک ہے۔ لیکن بہت حد تک اسمیں مبالغہ اور غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ اور ایک ایسا انسان جس نے ہندوستانی زندگی کا خوب مطالعہ کیا ہو وہ ضرور میری تصدیق کریگا۔ انگلستان میں جو حالت ہندوستانی عورت کی پیش کیجاتی ہے وہ ہمیشہ ایک بدبخت مہجور بیوی یا ایک مظلوم بیوہ یا ایک کس مپرس دائم المریض یا حرم سرا میں مقید لونڈی کی ہوتی ہے"۔ میں اس بات پر بحث نہیں کرتی کہ اسمیں کہاں تک

سنبھالتی ہیں لیکن میں یہ ضرور کہونگی کہ اس میں اُن لاکھوں عورتوں کو بالکل چھوڑ دیا گیا ہے جو بڑے چین سے زندگی بسر کرتی ہے۔ جو اپنے خاوند کی محبوبہ بیوی ہوتی ہیں۔ گھر کی مالکہ اور کنبے کا سرتاج ہوتی ہیں۔ کم درجہ کی عورتیں تو روزمرہ کے کام کاج کرتی مردوں سے گفتگو اور لین دین کرتی ہیں لیکن اعلیٰ طبقہ کی عورتیں گھر کے اندر پردے ہی میں بیٹھ کر نہ صرف گھر کا بلکہ ریاست اور سلطنت کا انتظام بھی بخوبی کر لیتی ہیں" +

اِس کتاب میں لیڈی ڈوفرن ایک اور جگہ لکھتی ہیں:-

"میرے ذہن میں ایسی بہت سی عورتیں ہیں جو دن رات سخت مشقت کرنے کی بجائے زنانخانہ یا پردے میں بیٹھنے کو ترجیح دینگی"۔

"اور اب میں اس قوم کو عزت کی نگاہ سے دیکھتی ہوں کیونکہ میں نے بہت سی بیویوں کو خوش و خرم اور ماؤں کو چین سے زندگی بسر کرتے پایا۔ اور چونکہ میں نے ہندوستانی گھروں کو بڑا آرام دہ اور فرحت کی جگہ دیکھا" +

"اس میں شک نہیں کہ دنیا کے ہر حصے میں اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی لیکن عام طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان عورتوں جیسی عفیف۔ مہربان۔ شریف۔ وفاشعار۔ نیک پاکدامن۔ عمدہ اور پسندیدہ اخلاق والی۔ خاوند اور بچوں کے واسطے جان تک دے دینے والی عورتیں ہم کو کہیں نہیں مل سکتیں اور ان اوصافِ حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ بنانے میں پردہ اور حجاب ایک بڑا عنصر ہے" +

ضروری التماس

امید ہے کہ ناظرین کرام رسالہ ہذا کی اہمیت کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے اسکی توسیع اشاعت کے لئے ہمہ تن ساعی ہونگے۔ کاغذ کی گرانی حد سے تجاوز کر گئی ہے اسلئے ملتجی ہیں کہ معزز خریداران رسالہ فرداً فرداً اپنے حلقۂ اثر میں سے ایک ایک جدید خریدار فراہم فرما کر عنداللہ ماجور ہوں +

رسالہ دسمبر ۱۹۱۶ء میں ہم انشاء اللہ تعالیٰ ووکنگ مسلم مشن کی اجمالی کیفیت اور اس کا حساب آمد و خرچ تفصیلاً درج کرینگے جو انشاء اللہ ناظرین کرام کی دلچسپی کا موجب ہوگا + مینجر

باطنیات اسلام

(بہ تسلسل صفحہ ۳۶۹ جلد ۴ نمبر ۸)

مگر آخر محبت چیز کیا ہے؟ یہ ایک لفظ ہے جو ہر ایک کے نوک زبان ہے۔ ایک ایسے جذبہ کا نام ہے جس کی گرمی کا مزا کم و بیش ہر ایک فرد بشر نے چکھا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے ساتھ محبت کا جہاں تک تعلق ہو سکتا ہے اسکی کیفیت کو کماحقہٗ سمجھنا بہت ہی مشکل امر ہے۔ زبان عربی کی بیشمار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے الفاظ اس چیز کی جس کیلئے وہ وضع ہوئے ہیں۔ اصل کیفیت اور مفہوم کو پورے طور سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ عربی زبان میں دو الفاظ "خلت" اور "حب" جو دوستی اور محبت پر بولے جاتے ہیں۔ ان میں سے "خلت" کے معنے خالی کرنا اور "حب" کے پُر کرنے کے ہیں۔ ان ہر دو الفاظ کے ان معنوں پر ایک ذرا سا غور کرنے سے محبت کی اصل حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ کسی چیز کی محبت اس بات کی متقاضی ہے کہ دل کو کسی اور چیز سے خالی کر دیا جائے۔ اور اس محبوب شئے کو اس کے اندر جگہ دے دیجائے۔ اگر آپ کی روح پہلے ہی سے کسی کی محبت میں ڈوبی ہوئی ہے۔ تو پھر اس کے اندر کسی دوسرے معبود و مطلوب کو جگہ ملنی مشکل ہے۔ آپ اللہ تعالےٰ سے محبت کیونکر کر سکتے ہیں بحالیکہ آپ کا قلب غیر اللہ کی محبت سے معمور ہو۔ اس حقیقت کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں واضح کیا ہے:۔

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداداً۔ یحبونھم کحب اللہ والذین اٰمنوا اشد حباً للہ۔ ترجمہ۔ لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا (اوروں کو بھی خدا کے ساتھ) شریک ٹھہراتے (اور) جیسی محبت خدا سے رکھنی چاہیئے ویسی ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اور جو ایمان والے ہیں۔ ان کو (تو سب سے) بڑھ کر خدا ہی کی محبت ہے۔ سورۃ البقر آیت ۱۶۵

ان الفاظ میں انسان کے اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے کو جو اسلام کی اصل روح رواں اور بنیاد ہے۔ اور جسے اللہ تعالےٰ کی کامل اطاعت کہنا چاہیئے۔ دوستی اور محبت کے دیگر تمام

رشتوں سے زیادہ تر مضبوط قرار دیا گیا ہے۔ حتےٰ کہ اس محبت سے بھی اسے بہت زیادہ فوقیت دیگئی ہے۔ جو کسی انسان کو اس شئی سے ہوسکتی ہے۔ جس کو وہ اپنے نزدیک قابل عزت و پرستش سمجھتا ہے۔ ہمارے دل اور روح کو محبت آلٰہی سے بکلی معمور ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہم انہیں تمام غیر اللہ اشیاء کی محبتوں سے خالی کردیں اور صرف اسی محبت کی جگہ ہمارے قلب کے اندر ہو جس کا تعلق اس معبود حقیقی سے ہی ہو۔ تا وقتیکہ ہمارا دل محبت آلٰہی میں ہمہ تن محو نہ ہو جائے۔ ہم ان افضال و برکات کو جذب نہیں کرسکتے۔ جو اس محبت آلٰہی کے ذریعہ سے انسان کو میسر آسکتے ہیں۔ اس موقعہ پر بطور مثال میں آپ کی ذات کو لیتا ہوں۔ کیا آپ نے حقیقتاً کسی سے لو لگائی ہے۔ اگر واقعی آپ نے کبھی محبت کا مزا چکھا ہے تو اس وقت کو یاد کیجئے جبکہ آپ کے جذبات اپنے محبوب کی محویت میں انتہائی جوش کی حالت میں ہونگے۔ اس وقت کو یاد کرو جب آپ کا محبوب یا محبوبہ (جو بھی ہو) نے آپ کی تمام تر توجہات کو اپنی ہی طرف منعطف کرلیا ہو۔ اسی عالم محویت میں آپ خود بخود ہی اپنے محبوب کو اپنے پاس بیٹھا ہوا تصور کرتے اور اس خیالی و قیاسی تصویر کے ساتھ باتیں بھی شروع کردیتے ہیں۔ اس وقت آپ کو لوگ دیوانہ سمجھتے ہیں۔ لیکن در اصل آپ دیوانے نہیں ہوتے۔ یہ حالت محویت بہات کا اظہار ہے کہ آپ کا وجود خیالات محبت میں بکلی محو ہو گیا ہے۔ اور آپ کے محبوب کی تصویر ہر وقت آپ کے دل کی آنکھوں کے سامنے رہتی ہے۔ ایک فانی چیز کی محبت میں تو اس انتہائی درجہ کی محویت تک آپ پہنچ گئے لیکن کیا اللہ تعالےٰ کی محبت بھی آپکے قلب میں اس انتہائی درجہ تک موجزن ہوئی ہے۔ اگر نہیں تو پھر آپ کس طرح توقع کرسکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ آپ کی آنکھیں آپکے ہاتھ اور دیگر اعضاء و جوارح بنجائیگا۔ جب آپ کو یہ سمجھ آجائے کہ ایک فانی انسان کی جو محض ایک زمینی چیز ہے محبت میں آپ بالکل فنا ہو چکے ہیں۔ تو اس وقت آپ بڑی آسانی سے معلوم کرلیں گے۔ کہ اس اعلیٰ و برتر ہستی کی محبت آپ کے قلب میں کہاں تک موجزن ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ محبوب کی خوشنودی کا بہترین طریق یہی ہے کہ ہم اپنے طریق و خیالات کو چھوڑ کر محض اسی کے طرز خیالات کو کلیتہً اختیار کریں۔ یہی وہ آخری مرحلہ محبت کا ہے جس پر

محبّت کرنے والا اپنے محبوب کی محبّت کے مذبح پر اپنے آپ کو قربان کر دیتا اور اُسکی خاطر اپنے آپ کو بالکل مٹا دیتا ہے +

جناب مسیح نے بھی باپ کی محبّت میں اسی انتہائی اور آخری درجہ پر اپنے آپ کو پہنچایا۔ آپ نے ہر ایک قسم کے مصائب کو جو آپکے رستہ میں حائل ہوئیں بخوشی برداشت کیا۔ یہانتک کہ صلیب پر بھی چڑھنے سے ذرا نہ ہچکچائے۔ کیا ہم بھی ایسی ہی حیرت انگیز قربانی کیلئے تیار ہیں۔ کیا ہم بھی اسکی تقلید کرنے اور اپنی صلیب آپ اُٹھانے کیلئے تیار ہیں جیسا کہ آپنے اپنی صلیب کو آپ اُٹھایا۔ مجھے ڈر ہے کہ آپ ایسا کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اور ہم اس قسم کے مصائب و تکالیف برداشت کرنے کیلئے قطعی طور پر تیار ہیں۔ مگر باایں "خداوند خدا" کے جاہ و جلال اور محبّت کی تعریف میں بڑے بڑے گیت ہماری زبانوں پر ہر وقت چڑھے رہتے ہیں۔ ہماری کم ہمتی ہر لمحہ ہم پر مستولی رہتی ہے اور ہر ایک خفیف سے خفیف تکلیف یا سختی کو ہمارے آگے سے ہٹانے میں مساعی بھی وجہ ہے کہ "وسیلہ" "گناہوں سے مخلصی" اور کفارہ کے نام سے ہمنے ناجائز حیلے تراش رکھے ہیں۔ ان اختراعات حیلوں اور تدابیر سے ایک مہمل سی کوشش نجات کی منزل مقصود تک آسانی سے پہنچنے کیلئے کی گئی ہے کیا محبّت کا یہی طریق ہے۔ اگر نہیں تو پھر کس مُنہ سے آپ اللہ تعالےٰ سے اپنے ساتھ محبّت کی توقع کرتے ہیں۔ جب آپ اسکے کبھی مستحق ہی نہیں ہوئے۔ انسان کے محنت و مشقت سے جی چرانے کے متعلق میں ایک اور مثال آپ کو سُناتا ہوں۔ آپنے غالباً اس پارس کے پتھر کے متعلق سُنا ہوگا۔ جس کی تلاش و جستجو میں زمانہ سلف کے مشرقی و مغربی لوگوں کی کئی نسلیں ضائع ہوئیں محض اس لئے کہ اسکے متعلق یہ خیال جم گیا تھا۔ کہ ہر ایک ردّی سے ردّی دھات بھی معاً اُس سے چھونے کے ساتھ ہی خالص سونا ہو جاتی ہے۔ مگر آخر کار ناکامیوں پر ناکامیاں جب ہوئیں تو انہوں نے اسبارہ میں ہمارے یقین کی بیہودگی کا پردہ فاش کر دیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ پارس پتھر دھاتوں کو سونا بنا دینے کا خیال محض بیہودہ خیال تھا لیکن دیگر معاملات میں ہم ابھی تک اسی دھوکہ میں ہیں۔ اور روحانیت کے بارہ میں بھی اس پارس پتھر کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ ہماری کم ہمتی ہمیں محنت سے روکتی ہے لیکن باوجود محنت نہ کرنے کے ہم یہ پکائی لہلہاتی ہوئی سرسبز کھیتی کے خواہشمند ہیں بغیر اس کے کہ اپنے ہاتھ سے اسکی قلبہ رانی تک بھی کریں۔ ہماری نامردی ایک اور پارس

پتھر کی تلاش میں ہے۔ جس کو اس نے "کفارہ" کی شکل میں پالیا ہے۔ یہ کہنا کہ "اعمال" کبھی بھی نیک نہیں ہو سکتے۔ شریعت لعنت ہے۔ مگر صلیب پر ایمان لے آنے سے ایک ذلیل ترین شئے بھی نہایت پاک شریف اور نیک طینت شخصیت کی شکل میں اعجازی طور پر تبدیل ہو جاتی ہے وہی پرانی کہانی ہے۔ کہ انسان کچھ کر کے اور ہاتھ پاؤں ہلا کر اپنا استحقاق پیدا کرنا نہیں چاہتا! اور آسائش کے دلدادگان کی نری خواہش ہے۔ کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے ہوئے بیٹھے رہیں۔ اور یونہی بغیر مشقت اٹھائے ہر ایک چیز میسر آجائے۔ اپنی بدکرداریوں کے نتائج کو بھگتنے سے انسان بچنا چاہتا ہے۔ اور پھر بھی وہ سب کچھ کر گذرتا ہے جس کے کرنے کے لئے اس کی سفلی خواہشات اسے آمادہ کرتی ہیں لیکن جہاں تک کفارہ پر ایمان کا سوال ہے۔ وہ گویا ان بداعمالیوں کی سزا کو دوسروں کے گلے مڑھنا چاہتا ہے۔ پارس پتھر اگر زمانہ وسطیٰ کا ایک لغو افسانہ ہے۔ تو اس قسم کا اعتقاد بھی جو کفارہ کے متعلق ہے۔ اس بیہودہ قصہ ہی کا نتیجہ ہے لیکن جہاں تک کسی چیز کو سونا بنانے کا سوال ہے۔ ہمیں ہم اسی مشقت کو ہی سنہری نتائج میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ جو ہم پوری دیانداری کے ساتھ کریں۔ اسیطرح سے روحانی فرحت اور رضائے الٰہی کو حاصل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے پوری پوری استعدادیں ہمیں عطا فرمائی ہیں۔ بشرطیکہ ہم اسکے حصول کیلئے کوشش سے کام لینا چاہیں۔ ہماری عقل سبات کو کبھی نہیں مان سکتی۔ کہ پارس پتھر بھی کوئی چیز ہے۔ اور یہ بھی ہمیں یقین کر لینا چاہئے۔ کہ روحانیت کے معاملہ میں بھی کفارہ وغیرہ کا خیال کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر ہم "خدا کی بادشاہت" میں داخل ہونے کے سچے دل سے خواہشمند ہیں۔ تو جناب مسیح کی ہدایات کے مطابق شریعت پر ہمیں عمل پیرا ہونا چاہئے۔ کیا ہم مدلل طور پر جناب مسیح کا کوئی ایک ہی قول ایسا پیش کر سکتے ہیں جس میں آپ نے ہمیں گناہوں کے نتائج سے نجات دلانے کیلئے خود صلیب اٹھانے کا اقرار کیا ہو نہیں بلکہ اس کے بالکل برخلاف آپکے یہ کھلے الفاظ ہمیں ملتے ہیں کہ میرے نام لیوا اگر بننا چاہتے ہو۔ تو اپنی صلیب آپ اٹھاؤ۔

آپنے مصلوب ہو کر ذاتی مجاہدہ و عبادت کا سبق ہمارے لئے چھوڑا۔ یہی وہ محبت الٰہی کا اعلیٰ مقام ہے۔ جہاں ایک عاشق صادق کا اپنے محبوب کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے جان تک دیدینا کوئی بڑی بات نہیں۔ ان الفاظ سے دھوکا نہ کھاؤ۔ الفاظ کو غلط طور پر سمجھنا ہی خدائی بخ

پر انسانی قربانی کی شکل میں جو مذاہب قدیمہ کا ایک عام دستور تھا۔ بہت سی زندگیوں کے بے فائدہ اتلاف کا موجب ہوا ہے۔ گوشت اور خون کی قربانی محض اس رُوح اور نفسانی خواہشات کی قربانی کی ایک علامت ہے۔ جو کہ ہمارے گوشت و خون (جسم) پر حکمران ہیں۔ اپنے تمام ذاتی جذبات و خود غرضانہ خواہشات کا قلع قمع کر دو ہماری زندگی اور موت دونوں خدا کی مرضی کے ماتحت ہوں۔ ان تمام جذبات بہیمیہ اور سفلی خواہشات کو مار ڈالو جو گوشت و خون سے پیدا ہوتی ہیں اپنی تمام آراء اور خیالات کو ایک خالق اکبر ہی کی مرضی کے ماتحت کر دو "میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی" کا قول تمہاری زندگی کا زریں اصول ہو۔ اس کامل اطاعت کے رویہ کو جس وقت آپ اختیار کر لیں گے۔ اسی وقت محبت الٰہی کی منزل مقصود کو آپ پالیں گے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کس خوبصورتی کے ساتھ اس صداقت کا اظہار "موتو قبل ان تموتو" (مرنے سے پہلے مرجاؤ) کے الفاظ میں کیا ہے۔ اس فقرہ میں آپ نے ہدایت کی ہے۔ کہ ان تمام چیزوں سے جن کی خواہش تمہاری رُوح اور جسم ملکر کرتے ہیں علیحدہ ہو جاؤ پیشتر اسکے تمہاری رُوح تمہارے جسم سے جدا ہو۔ کیونکہ تمہاری رُوح کے لئے تمام چیزیں دراصل غیر مانوس ہیں + یہی وہ حق و صداقت اور وہ زبردست اصُول ہے جس کو یوحنا اصطباغی نے یوں بیان فرمایا ہے۔ کہ

"میں تو تمہیں توبہ کے لئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے وہ تمہیں رُوح القدس اور آگ سے بپتسمہ دیگا" متی باب ۳۔ آیت ۱۱ +

یہ الفاظ کس قدر صحیح اور حقیقت پر مبنی ہیں لیکن شومئی قسمت سے ہماری کم ہمتی و نامردی نے ان الفاظ کا صحیح مفہوم سمجھنے سے ہمیں معذور ہی رکھا۔ اس کو بعض لوگوں نے نہ صرف خیال ہی کیا بلکہ اس کو اپنے ایمان و اعتقاد میں سے قرار دے لیا۔ کہ پانی میں ایک غوطہ لگا کر انسان گناہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ اور گویا اسکی فطرت ہی بدل کر اور کی اور ہو جاتی ہے۔ پانی اور آگ سے بپتسمہ لینے کی ماہیت کو وہ قطعاً سمجھ نہ سکے۔ ان تصوری* مذاہب کے ماننے والوں کے اعتقاد و اعمال ایک جیسے نہیں ہوتے۔ وہ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ اگر بپتسمہ آتشیں سے وہ جناب مسیح پر ایمان لانا مراد لیتے

* معبود کی جگہ کوئی قائمقام تصویر یا نشان رکھ کر اس نشان کی عزت یا پرستش کرنا اسکا نام تصویری مذہب یا سمبلزم ہے۔ ایسا ہی مذہبی رسوم میں بعض اشیاء کو بعض اعمال یا عقائد کا قائمقام بنانا بھی سمبلزم ہے +

ہیں۔ تو ان کو پانی میں بپتسمہ لینے کی بجائے آگ میں بپتسمہ لینا چاہئے۔ انہیں اپنے سروں پر پانی کی بجائے جلتے ہوئے انگارے ڈالنے چاہئیں لیکن یہ تمام خود تراشیدہ باتیں ہیں۔ جناب یوحنا نے ان الفاظ میں استعارۃً ایک حقیقت نفس الامری کا اظہار کیا تھا۔ آپکی مخاطب قوم چونکہ پختہ دماغ اور عقل کی مالک نہ تھی۔ اسلئے آپنے تمثیلوں اور استعاروں میں کلام کیا۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کے الفاظ اس پرانے علم کلام میں بہت کچھ اصلاح اور ترقی کا موجب ہوئے ہیں۔ اور ان میں نہایت سلیس و سادہ فقرات میں اس صداقت پر پوری روشنی ڈالی گئی ہے۔ چنانچہ قرآن خود اسکو بیان کرتا اور اپنی سلاست زبان کا ثبوت ان الفاظ میں دیتا ہے:-

صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ۔ اللہ کے رنگ میں رنگین ہو جاؤ۔ اور اللہ کے دئیے ہوئے رنگ (بپتسمہ) سے اور اس کا رنگ بہتر ہوگا۔

جب کبھی آپ کسی کپڑے کو رنگنا چاہتے ہیں۔ تو پہلے اسے تمام دھبوں اور آلودگیوں سے صاف ستھرا کرنے کیلئے آپ اچھی طرح سے دھوتے ہیں۔ اسی طرح اپنے دل کو اللہ تعالےٰ کے رنگ میں رنگین کرنے کیلئے آپ کو اسے ان تمام گندوں اور آلائشوں سے پاک کرنا ہوگا۔ جو عالم روحانیت سے دور تر لیجانیوالی ہیں۔ ورنہ آپ میں کامیابی ناممکن ہے۔ ان گندوں کو دھونے کیلئے آپ کو وافر او کھلے پانی کی ضرورت ہے۔ اور یہ پانی "توبہ" کا پانی ہے۔ یوحنا اصطباغی کے الفاظ پر غور کرو اس کا بپتسمہ پانی کا بپتسمہ ہے یعنی توبہ کا جو صبغۃ اللہ (اللہ کے رنگ میں رنگین ہونے) کی دراصل تیاری ہے لیکن بعد میں آنیوالے کا بپتسمہ رنگ یا آگ کا بپتسمہ تھا۔ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ اور دونوں اس تسلی دہندہ کیطرف اشارہ کرتے ہیں۔ جو جناب مسیح کے بعد آنیوالا تھا۔ ہم کپڑے کے کسی ٹکڑے کو رنگتے ہیں۔ تو وہ اپنے اصل رنگ کو کھو دیتا ہے۔ ایسا ہی ہر ایک چیز جو آگ میں ڈالی جاتی ہے۔ آگ ہی کی خاصیت اور شکل کو اختیار کر لیتی ہیں +

روح القدس میں بپتسمہ لینے سے بھی یہی مراد ہے اپنے سابقہ گناہوں کی آلودگیوں سے پاک ہونے کیلئے ہمیں کسی کے خون سے اپنے آپ کو دھونے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ پانی سے پہلے اپنے کپڑے کو دھونے اور پھر رنگ میں اسے ڈال دینے کی ضرورت ہے۔ آگ میں اس کا ایک حصہ بننے کیلئے اس وقت تک ہم کو دنہیں سکتے۔ جب تک کہ پہلے ہماری تمام آلائشیں ملکر راکھ نہ ہو جائیں

اگر محض اس بات پر ایمان ہو۔ کہ آگ کو یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ سونے کو میل سے پاک کر دیتی ہے تو یہ ایمان اس وقت تک فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب تک کہ سونے کو آگ میں نہ ڈالا جائے ہمارا بھی کسی عقیدے کو محض مان لینا ہی فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہمیں بھی اپنے آپ کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دینا پڑیگا بپتسمہ آتشیں یا رنگ کا بپتسمہ لینا جو بھی چاہیں آپ اس کا نام رکھ لیں لیکن یہ محض ایک استعارہ ہے جو دل کو تمام گندوں اور آلائشوں سے پاک کر کے اسکے ہر ایک رگ و ریشہ کو خدا تعالےٰ کے رنگ میں رنگین کر دینے پر بولا گیا ہے۔ بت پرستی اور پتھر کی مورتیں قدیم زمانہ کی چیزیں ہیں۔ گو مغرب میں کلیساؤں کے اندر بعض دوسری اشیاء نے انکی جگہ لے لی ہے۔ لیکن ہم ان سے بھی بدتر چیزوں کے غلام بنے ہوئے ہیں۔ ہم اپنی نہایت کمینہ اور سفلی خواہشات اور کئی قسم کے بیہودہ جذبات کو معبود بنائے ہوئے ہیں۔ ہم نے اپنی کمینہ خواہشات کو اپنا خدا بنا رکھا ہے ہماری نفسانی خواہشات جن کی ایک گونہ تسلی کرنی اسلئے ضروری تھی کہ جسم اور رُوح کا باہمی تعلق قائم رہکر اُن ترقیات کا موجب ہو جو خالق اکبر نے اس زندگی میں ہمارے اُوپر رکھی ہیں بہت بڑھ کر ہم سے فائدہ اُٹھا رہی ہیں۔ اور ہمیں اپنے ماتحت کر لیا ہے رات دن ہم انکی پرستش کرتے اور اس کے پیچھے لگے ہوتے ہیں۔ اپنے اندرون قلب کا مطالعہ کرو اور دیکھو کہ تمہارا قلب ان سے آزاد ہے۔ اگر واقعی ہی ایسا ہے۔ تو یقیناً تم نے رُوح القدس کو اپنے اندر لیلیا یہ تمہارا دل اس کا تختگاہ بن گیا ہے۔ اور تمہارا جسم اسکی عبادتگاہ ہے۔ جہاں محض اسکی عبادت تمہارا مقصود اور نصب العین ہے۔ یہ وہ حالت ہے جسے حقیقتاً محبت الٰہی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ یُوں کہنا چاہئیے کہ اس وقت اللہ تعالےٰ آپ سے محبت کرتا ہے اس وقت بیشک وہ تمہارے ہاتھ اور پاؤں بن جاتا ہے فنا فی اللہ کے اس انتہائی مقام پر پہنچکر معجزات کا صادر ہونا ایک معمولی بات ہے لیکن وہ معجزات تو اس بات کی علامت ہیں کہ خود خداوند خدا تم میں موجود ہے لیکن تم خود ان معجزات سے خدا نہیں ٹھیر سکتے۔

انسانی زندگی کے کمال کو آپنے حاصل کر لیا۔ اور ایک ربانی قلب کو حاصل کیا۔ انسانی جامہ کے اندر ربانی صفات کو آپنے پیدا کیا لیکن پھر بھی آپ انسان ہی ہیں اس سے بڑھ کر نہیں۔ **اللہ تعالےٰ کیا ہے؟** قرآن کریم کا ارشاد ہے لیس کمثلہ شیٔ۔ اسکی مثل کی مانند

بھی کوئی چیز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس قدر بلند اور بالاتر ہے اور تمام مادی تصورات اور خیالات سے بھی اسقدر ارفع ہے۔ اسکی کوئی مثال استعارہ۔ تصور میں بھی نہیں آسکتی کیونکہ نہ صرف اس جیسی ہی کوئی چیز نہیں۔ بلکہ جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے لیس کمثلہ شئی اسکی مثال کی مانند بھی کوئی چیز نہیں۔ ذات باری کے متعلق اس قدر عالیشان خیال اسلام میں پایا جاتا ہے! اور اسکی تعلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف تمام مادی حدود ہی سے بڑھ کر نہیں بلکہ استعارات و تشبیہات کی حدود سے بھی وہ باہر ہے معجزات کا دکھانا کسی کو خدا نہیں بنا دیتا! اسکے لئے محض اپنے آپ کو فنا کر دینا اور تزکیۂ نفس درکار ہے۔ اسلئے اپنی خواہشات کو مٹا ڈالو۔ جناب مسیح نے صرف اپنی ہی خاطر خود اپنی صلیب کو اُٹھایا۔ اور کسی بھی دوسرے کی صلیب آپنے نہیں اُٹھائی۔ مصائب و تکالیف کو برداشت کرکے باپ کی خوشنودی آپنے حاصل کی۔ اور اُس کے برگزیدوں و مقربوں میں سے ہو گئے۔ اسمیں شک نہیں کہ آپ ہمارے لئے ایک بڑا ہی عجیب سبق چھوڑ گئے۔ آپ نے اپنے نمونہ سے ہمیں بتایا۔ کہ قرب اور محبت الٰہی یونہی حاصل ہو سکتی ہے۔ کہ اپنی صلیب کو خود ہی ہم اُٹھائیں اپنے جسم کی قربانی بلاشبہ ایک بہت ہی مشکل امر ہے لیکن اس سے بھی محال تر خدا کی راہ میں نفسانی خواہشات کو دبانا ہے۔ اسلئے اپنے تمام جسم اپنی رُوح اور تمام کمینہ خواہشات کی تحریکات کو آپ بالکل ترک کر ڈالیں۔ اس وقت آپ اس بلندی پر پہنچ جائیں گے۔ جہاں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا۔ قل ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین بذالک امرت وانا اول المسلمین۔ کہ دے کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کیلئے ہے۔ جو تمام جہانوں کا مالک سب کو پیدا کرنے اور دینے والا ہے۔ اس کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور میں سب سے پہلا مسلمان (اطاعت گذار) ہوں +

آنحضرت صلعم اور صحابہ کبار

(ماخوذ از اسلامک ریویو مسلم انڈیا مجریہ ستمبر ۱۹۱۳ء)

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی قدسی طاقت وزبردست مقناطیسی اثر نے صحابہ کرامؓ کے نفوس کا یہاں تک تزکیہ کیا۔ کہ انہوں نے نہ صرف بت پرستی و دیگر عناصر پرستی کو چھوڑ کر ابدی و ازلی خدا کے جلال کے سامنے تسلیم خم کر دیا۔ اور اپنے باطلہ مذاہب کو چھوڑ کر دین حق کو قبول کر لیا۔ بلکہ ساتھ ہی ان میں وہ روح پھونکی گئی۔ جس نے ان میں سے دنیوی منفعت و مفاد کے حاصل کرنے کے جذبات کو بالکل کالعدم کر دیا۔ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے جاہ وجلال کو دیکھ لیا۔ اور اسکی راہ میں سرگرمی سے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ اور اپنی مرضی کو اُس خالق اکبر کی مرضی کے ماتحت یہانتک کلیتہً کر دیا۔ کہ ان میں سے ہر ایک قربانی و ایثار میں اللہ تعالیٰ کے حضور اعلیٰ رتبہ حاصل کرنے کا حقدار ہو گیا۔ سب سے عظیم الشان و احسن خدمت جو صحابہ کرام نے انجام دی۔ اور جس کی مثال تاریخ عالم میں بے عدیل و بینظیر ہے یہ ہے کہ انہوں نے لوگوں کے دلوں سے اصنام پرستی کی باطل توقیر و عزت کو مٹا کر اسکی جگہ زندہ و ابدی خدا کی عزت و عظمت۔ جاہ وجلال جاگزین کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ ملکی فتوحات عطا فرمائیں۔ جو کہ تیر و تفنگ سے بھی میسر آنی مشکل ہیں۔ ایک طرف ہم جب اس ظلمت و تاریکی پر نگاہ ڈالتے ہیں۔ جو آپ کی بعثت سے پہلے ملک عرب پر چھائی ہوئی تھی۔ اور کفر و بت پرستی نے تمام ملک کو رسوا کیا تھا۔ اور دوسری طرف جب اس حیرت انگیز تبدیلی پر نظر ڈالتے ہیں۔ جو کہ جزیرہ نما عرب میں صحابہ کرام نے رسول اکرم کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر اپنے ملک میں پیدا کی۔ تو ہم اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کہ ان میں صدق و صفا کی ایک نئی روح پھونکی گئی تھی +

رسول اکرم کے تقدس و پارسائی نے اپنا روحانی اثر ان لوگوں پر اس قدر ڈالا۔ کہ وہ ہر ایک قسم کی بدی کو ایسی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ گویا کہ خدائے ذوالجلال کے حضور میں کھڑے ہیں۔ ان سب کا مطمح النظر ایک دوسرے سے نیکی میں سبقت لیجانا تھا۔ تاریخ ایک بھی اس قسم

کی مثال پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔ کہ جہاں کسی ایک معلم نے خواہ اس کا دعویٰ کچھ بھی ہو اس قدر حیرت انگیز اثر اپنے پیرووں میں پیدا کیا ہو +

محمد علی (ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی)

نظم

بیکسِ شد دینِ احمد ہیچ خویش و یار نیست ... ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست

ہر طرف سیلِ ضلالت صد ہزاراں تن ربود ... حیف صد حیف کہ اکنوں نیز ہم ہشیار نیست

اے خداوندانِ نعمت ایں چنیں غفلت چراست ... ہیچ و از خدا بید یا خود بختِ دیں بیدار نیست

اے مسلماناں خدارا یک نظر بر حالِ دیں ... آنچہ مے بینیم بلاہا حاجتِ اظہار نیست

آتشِ آفت داست در رخشن بخیزید اے یلاں ... دیدنش از دور کارِ مردمِ دیندار نیست

ہر زماں از بہرِ دینِ خود دلِ من می تپد ... محرم ایں دردِ ما جز عالمِ اسرار نیست

آنچہ بر ما میرود از غم کہ داند جز خدا ... زہر مینوشیم لیکن زہرۂ گفتار نیست

ہر کسے غمخوارئے اہل و اقارب مے کند ... اے دریغ ایں بیکسے را ہیچکس غمخوار نیست

خونِ دیں بینیم رواں چوں کشتگانِ کربلا ... اے عجب ایں مردماں را مہرِ آں دلدار نیست

حیرتم آید چو بینیم بذل شاں در کارِ نفس ... کایں ہمہ جود و سخاوت در رہِ دادار نیست

ایکہ داری مقدرت ہم عزم تائیداتِ دیں ... لطف کن ما را نظر بر اندک و بسیار نیست

بیں کہ چوں در خاک مے غلطد زجورِ ناکساں ... آنکہ مثلِ او بزیرِ گنبدِ دوار نیست

اندریں وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکساں ... جز دعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست

ایخدا ہرگز مکن شاداں دلِ تاریک را ... آنکہ او را فکرِ دینِ احمدِ مختار نیست

اے برادر تا بہ پنج روز ایامِ عشرت ہا بود ... دائما عیش و بہارِ گلشن و گلزار نیست

کتاب	کیفیت	قیمت
تاثیر صحبت	نوجوانوں کی اصلاح دلچسپ پیرایہ میں - - - - - - -	۱۰/
مجموعۂ وظائف	مجرب نادر وظائف - - - - - - - -	۲/
خوش انجام	یہ ایک مؤثر کہانی بیفکر شوہروں پر بیویوں کی بیکسی کا اثر - - -	
رباعیات حالی	یہ مولانا حالی مرحوم کی قابل قدر مطبوعہ یعنی جدید رباعیات کا خوشنما گلدستہ ہے	۱۲/
مناجات بیوہ	ہندوستان کی مجبور بیواؤں کی آہ وزاری یہ وہ کے دل کی سچی باتیں پڑھتے جاؤ اور روتے جاؤ نظم کیا ہے تیر ونشتر ہے۔ پُر درد اور سچے عاشق قوم کے دل سے نکلے ہوئے شعر ہیں ٹھیٹھ ہندوستانی اُردو زنانہ محاورات - -	۱/
تربیت النساء	تہذیب و اخلاق حاصل کرنے کیلئے طرز عمل قصہ کے پیرایہ میں - -	۵/
ایک شریف خاتون کی جمع کی ہوئی سود لچسپ اور مزیدار کہانیاں	یہ کہانیاں خاص کر لڑکیوں اور شریف پردہ نشین بیبیوں کے مطالعہ کے واسطے حال ہی میں چھاپی گئی ہیں - ہر کہانی اپنے سبق آموز مضمون اور عمدہ نتیجہ کے لحاظ سے لاجواب ہے - ان دلچسپ کہانیوں نے زنانہ اُردو کے پاکیزہ لٹریچر میں قابل قدر اضافہ کیا ہے صرف ایک کہانی پڑھ کر پوری سو کہانیوں کی قیمت وصول ہو جاتی ہے - فی کہانی ایک آنہ پورا سو کہانیوں کا سٹ	عہ/
مسدس حالی	مسلمانوں کی گذشتہ اور موجودہ حالت کا فوٹو اگر دیکھنا منظور ہو تو اسے دیکھیو موجودہ حالت کی پُر درد کہانی - مولانا حالی کا زندہ جاوید تصنیف مد و جزر اسلام جس نے مسلمانوں میں نئی زندگی پیدا کی - - -	۸/
انشائے نسوان	جسمیں مستورات کو لکھنا بتانے کے قواعد - طرز تحریر و رسم الخط کی اصلاح زنانہ محاورات کے لفافہ طرز خطوط نویسی معہ خطوط بتائے گئے ہیں قیمت صرف	۴/
ادیب نسوان	اسمیں طبقۂ نسوان کی پردہ نشین مستورات کی قابلیت بڑھانے کیلئے عظمت اتباع خاوند - پردہ - حیا - انتظام خانہ داری - تہذیب تعلیم اولاد - گھر کے کام وکاج و ہنر آموزی کے تمام مضامین درج ہیں -	
اخلاقی کہانیاں	بچے بچیوں کے پاک و نرم دلوں میں رحم - انصاف - دینداری پیدا کرنیوالی نصیحت آمیز کہانیاں	۴/

المشتہر حاجی عبد الغنی مہتمم اشاعت اسلام بکڈپو عقب منزل لوہاری دروازہ لاہور

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولٰئک ہم المفلحون — آل عمران — نمبر ۱۰۴

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — لٹریری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ اِن رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے۔ رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۲) — بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء — نمبر ۱۲

فہرست مضامین

اشاعت اسلام کا سالانہ وی پی اور ناظرین کرام رسالہ

جو اہم تبلیغ اسلام کی خدمت رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی مجریہ ووکنگ انگلستان نے کیا بلاد غربیہ اور کیا ہندوستان میں سر انجام دی ہیں۔ وہ محتاج بیان نہیں اور نہ ہی اس پر ریویو کر کے خامہ فرسائی کرنے کی چنداں ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ خود اس کے احسن نتائج جو قبولیت اسلام کے رنگ میں وقتاً فوقتاً رسالہ ہذا کے صفحوں میں شائع ہوتے رہے ہیں اسبات کے کافی شاہد ہیں۔ جو مذہب اسلام سے محبت عشق و انس اس اسلامی مجلد نے یورپ میں پیدا کر دی ہے۔ اس کی مفصل کیفیت اس رپورٹ سے عیاں ہوتی ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے ووکنگ سے مرتب فرما کر یہاں ہمیں اشاعت کے لئے ارسال فرمائی ہے۔ جو اس رسالہ کے سا[illegible] ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے ذم دلی جاتی ہے۔ یہاں صرف ان معروضات کی طرف ناظرین کرام کی گرامی توجہ مبذول کرائی ہے۔ جن کے ماتحت رسالہ ہذا کا اجرا ہوا یہ رسالہ محض اسلئے جاری کیا گیا۔ کہ مسلم برادری کا ہر ایک خواندہ ممبر خواہ وہ کتنا ہی نادار و مفلس کیوں نہ ہو اس کا قلیل چندہ ادا کر کے اس کار ثواب میں شامل ہو سکے جس کے لئے قرون اولٰے کے مسلم احباب نے جانیں تک قربان کر دینے میں دریغ نہ کیا۔ رسالہ ہذا کے خریدار مبلغ سے رسالانہ جو ایک پائی روزانہ خرچ کے مترادف ہے اس مشن کو مرحمت فرما کر دین متین کی اشاعت میں (جس کے لئے صحابہ کرامؓ اور خود حضرت نبی کریم صلعم نے گوناگون تکالیف و مصائب و آلام جھیلیں) شریک ہو سکتے ہیں۔ ایک پائی روزانہ اگر آپ احباب کی جیب سے اس پاک مقصد پر صرف ہو اور ساتھ ہی اس کے آپ کو اعلٰے سے اعلٰے لٹریچر میسر آوے۔ کہ جس کو یورپین نقاد دیورڈ بیکن پریس نے "اسلام کی طاقت" قبول فرمایا ہے۔ تو اس صورت میں اس رسالہ کی خریداری گراں خاطر نہ ہونی چاہئے۔ امید ہے کہ اشاعت اسلام کے نیک مقصد سے محبت رکھنے والے احباب ہماری ان معروضات پر توجہ فرمائیں گے۔ ازراہ کرم جن احباب کا چندہ اس رسالہ دسمبر ۱۹۱۸ء کے پہنچنے پر ختم ہوتا ہے۔ ازراہ کرم مبلغ سے بذریعہ منی آڈر بنام امین صاحب ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ وگرنہ بصورت دیگر ان سب کی خدمت میں جنوری سنہ ۱۹۱۹ء کا رسالہ اشاعت اسلام بذریعہ وی ارسال خدمت ہوگا۔

والسلام

خاکسار بندہ

مینیجر

پتہ: امین صاحب { شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر مالک انگلش ویر ہوس دی مال لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریّہ لنڈن

جلد (۴) —— بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء —— نمبر (۱۲)

شذرات

ناظرین کرام اس افسوسناک خبر کو دلی رنج وتاسف سے پڑھینگے کہ جناب بلال شیخ نور احمد صاحب جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ ابتدا میں ولایت میں کئی سال تک خدمت اسلام سرانجام دیتے رہے ہیں ایک طویل علالت کے بعد مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۱۸ء کی صبح ۵ بجے راہئے عالم بقا ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون +

مرحوم پرلے درجہ کے متقی۔ پرہیزگار۔ دیانتدار اور ایک فنا فے اللہ کی حالت تک پہنچے ہوئے بزرگ تھے۔ اور تبلیغ دین متین کا آپ کو ایک عشق تھا۔ جو کشاں کشاں آپ کو ووکنگ تک لے گیا۔ اور اہالیانِ ووکنگ کے قلوب کو اپنے حسن خلق سے مسخر کرلیا آپ کو ایک نہایت گہری محبت وانس اشاعت اسلام کے ساتھ تھی۔ آپ منجملہ ان چند ایک جاں فروشان وجاں نثاران اسلام میں سے تھے۔ جن کی ابھی مسلم مشن ووکنگ کو اشد ضرورت ہے۔ اسلئے آپ کی وفات بھی اس قحط الرجال زمانہ میں ایک قومی نقصان ہے۔ جس کی تلافی بظاہر امر محال ہے +

ووکنگ کی تازہ ڈاک سے ہم حضرت خواجہ صاحب کی علالت طبع کا حال پڑھ کر مشوش ہیں احباب سے درخواست ہے۔ کہ ایسے پاک وقیمتی وجود کی درازی عمر کے لئے دعا فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔آپ کی علالت طبع کی وجہ بہت حد تک کثرت کام وقلت عملہ ہے +

امید واثق ہے کہ حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب بی۔اے ۔بی۔ٹی جنوری ۱۹۱۹ء کے آغاز میں حضرت خواجہ صاحب کا ہاتھ بٹانے کیلئے ووکنگ تشریف لے جائیں گے۔اور حضرت مولانا صاحب کے بخیریت ووکنگ پہنچنے پر حضرت خواجہ صاحب کچھ عرصہ کے لئے واپس ہندوستان میں آجائیں گے +

ناظرین کرام مسلم مشن ووکنگ کی اجمالی کیفیت اور اس کا حساب آمد وخرچ جو اسی رسالہ کے ساتھ ضم کردیا گیا ہے پڑھ کر محظوظ ہونگے۔کہ محض فضل ایزدی سے مسلم ووکنگ بہت حد تک کسی قدر مالی مشکلات سے آزاد ہوکر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا ہے +

رسالہ اسلامک ریویو ومسلم انڈیا انگریزی مجریہ ووکنگ بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء تاحال ووکنگ ہیڈ آفس سے لاہور برانچ آفس میں موصول نہیں ہوا۔جس کی وجہ نامعلوم ہے۔امید ہے کہ ناظرین رسالہ اسلامک ریویو انگریزی اس تاخیر کو معاف فرمائیں گے۔بعض ناگزیر حالات کے ماتحت یہ تاخیر جہانتک ہمارا قیاس ہے واقع ہوئی ہے +

رسالہ ہذا اکتوبر ونومبر ۱۹۱۸ء کے سرد و نمبر بھی تلے اوپر تاخیر کے ساتھ اپنے معین وقت اشاعت سے ناظرین کرام تک پہنچے ہیں۔جس کی وجہ وہ ناگزیر وناخوشگوار واقعات ہیں۔جو کہ گذشتہ نمبر کی شذرات میں مفصل بیان کیئے جاچکے ہیں۔اُمید ہے کہ ناظرین کرام ان وقتی مشکلات کو جو ہمارے احاطہ قدرت سے باہر تھیں ملحوظ نظر رکھ کر معاف فرمائیں گے +

عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام

(رقمزدہ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی)

فرقۂ اناث کے شرعی حقوق

اسلام نے عورتوں کو بحیثیت بیٹی۔ زوجہ۔ ماں یا ہمشیرہ ہونے کے بلکہ بعض صورتوں میں جبکہ دور کا رشتہ بھی ہو وراثت کا حق دیا ہے +

اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ جب ایک آدمی کے ہاں لڑکا اور لڑکی دونوں ہوں تو لڑکے کا حصہ لڑکی کے حصہ سے دوگنا ہوتا ہے لیکن یہی امر ثابت کرتا ہے کہ محمد صلعم شارع اسلام ملہم تھے۔ اور اس ذات باری سے الہام پاتے تھے جو فطرت انسانی کے پیدا کرنیوالی اس کے خصائص کی تعیین کرنیوالی اور اسکی ضروریات سے واقف ہے لڑکے کو گھر کی کارپرداخت اور اپنے والدین کے رشتہ داروں کی ضروریات مہیا کرنی ہوتی ہیں اسکو زیادہ اخراجات کا متحمل ہونا پڑتا ہے لہذا اس کیلئے زیادہ حصہ درکار ہوتا ہے اسکو اپنی ہمشیرگان کی شادی کا بھی انتظام کرنا ہوتا ہے بخلاف اسکے عورتوں کو مردوں کی طرح زیادہ اخراجات نہیں کرنے پڑتے۔ جب ایک عورت کسی مرد کی زوجیت میں آجاتی ہے۔ تو وہ شرعاً اپنے خاوند سے گذارہ حاصل کرسکتی ہے۔ خواہ اس کا اپنا لاکھوں کا روپیہ موجود ہو۔ تمام وہ املاک جو اسلامی شریعت کے ماتحت قرآن کے رو سے کسی خاندان کے حصۂ اناث کو ملتی ہے۔ انکی اپنی جائداد بن جاتی ہے۔ خواہ وہ نابالغ ہوں۔ خواہ شادی شدہ۔ اُن کا حق ان کا اپنا ہے۔ جس سے کوئی شخص انکو محروم نہیں کرسکتا۔ جو کچھ ورثہ میں ان کو ملتا ہے انکی قطعی جائداد بنجاتا ہے جس کے انتقال کا حق انکو حاصل ہوجاتا ہے۔ اور جس کو وہ جس طرح چاہیں استعمال میں لاسکتی ہیں۔ وہ اگر چاہیں تو اسے غیر مشروط طور پر ہبہ کردیں۔ نابالغوں کے سرپرست اس کا بیجا استعمال نہیں کرسکتے۔ کیونکہ سن بلوغت کو پہنچنے پر انکو اختیار ہوتا ہے کہ کسی ایسے معاہدہ کو جو ان کے زمانۂ نابالغی میں انکی طرف سے کیا گیا ہو منسوخ یا فسخ کردیں باپ بھی اپنی نابالغ بیٹی کیلئے کوئی ایسا عقد نکاح تجویز نہیں کرسکتا۔ جو اس لڑکی کے

مفاد کے منافی ہو یا کسی ایسے شخص سے ہو جو کسی مرض میں مبتلا ہو یا لڑکی کا ہم رتبہ نہ ہو +

بالغ ہونے پر جو اکثر فرقوں میں پندرہ سال کی عمر پر ہو جاتا ہے اسکو شرعی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے پھر تو بادشاہ وقت بھی اسکو اسکی مرضی کے خلاف کسی شخص سے نکاح کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ شریعت اسلامی میں کوئی شخص بھی کسی لڑکی کو اس ورثہ سے جو اُسے اپنے والدین سے پہنچا ہے محروم نہیں کر سکتا +

پس بحیثیت بیٹی ہونے کے مسلمان عورت کی شرعی حیثیت بالکل محفوظ ہوتی ہے بطور زوجہ ہونے کے بھی یہی حال ہے۔ قانونی پیرا جوئی کی صورت میں اسکی ہستی اسکے خاوند کی ہستی میں ضم نہیں ہو جاتی نکاح سے مسلمان عورت کے ذاتی حقوق ضائع نہیں ہو جاتے شادی کے وقت جو کچھ از قسم جائداد وہ اپنے ساتھ لاتی ہے وہ اسکا اپنا مال رہتا ہے۔ جو کچھ وہ نکاح کے بعد حاصل کرتی ہے وہ بھی اسکا اپنا ہی مال رہتا ہے جو کچھ وہ کمائے۔ اسکی اپنی ملکیت ہے عین نکاح کے وقت اسکا حق ہوتا ہے کہ بطور جائداد کے اسکو کچھ دیا جائے۔ جسے شرعی اصطلاح میں مہر کہتے ہیں جس کا ذکر اس سے پیشتر اس کتاب میں ہو چکا ہے خاوند کے زمانہ حیات میں اسکا حق ہوتا ہے کہ اسکے رتبہ اور خاوند کے ذرائع آمدنی کے مطابق اسکو گذارہ دیا جائے +

اگر خاوند بدسلوکی کرے یا ہمیشہ کیلئے مخبوط الحواس ہو جائے۔ تو ایسی صورت میں شریعت نے اسکی سہولیت کا انتظام کیا ہے خاوند کے انتقال پر اسکی جائداد کا ایک حصہ اسکو ورثہ میں ملتا ہے +

نظام تمدن میں مسلمان ماں کو خاص الناس مرتبہ دیا گیا ہے۔ اسلام نے اس وقت مستورات کو بلند ترین رتبہ عطا کیا ہے۔ کوئی مسیحی یا مغربی تمدن یا قانون ماں کو اپنے بیٹے کی جائداد پر کسی قسم کا قانونی حق نہیں دیتا۔ شاید بیٹے سے توقع کیجاتی ہے۔ کہ وہ اپنی بوڑھی ماں کو احتیاج میں نہیں رکھیگا۔ اور اپنی زندگی میں اسکی امداد کریگا۔ لیکن قانون عورت کو کوئی حق نہیں دیتا کہ وہ اپنے متوفی بیٹے کی جائداد کا وارث ہونے کا دعوے کر سکے۔ خواہ وہ تہی دست ہو اور اس کا بیٹا ایک بھاری ریاست چھوڑ مرا ہو لیکن اسلام ماؤں کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرتا ہے اور انکو بیٹوں کے ورثہ میں ایک مقررہ حصہ دیتا ہے +

بچوں کی پرورش اور نگہداشت کا فائق حق جو ماؤں کو حاصل ہے خواہ ان کا باپ زندہ ہی ہو۔ اس کا ذکر اس سے پیشتر الحفنات کے عنوان کے تحت ہو چکا ہے +

بحیثیت عورت ہونے کے یعنی انسانی نظام تمدن کا ایک رکن ہونے کی حیثیت سے مسلمان

عورت کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے +
کوئی مرتبہ ایسا نہیں جو وہ حاصل نہ کرسکتی ہو۔ اور کوئی پیشہ نہیں جس کا دروازہ اس کیلئے نہ کھلا ہو +
جہاں انگلستان میں اس وقت تک کوئی عورت وکیل یا جج نہیں ہوسکتی امام ابوحنیفہ نے جو فقہ کا تاج
ہئوا ہے۔ اور فقہ کے متعلق جس کی تصریحات کی دوسرے فقہا کے مقابلہ میں بہت زیادہ لوگ پیروی کرتے رہے
ہیں اور کر رہے ہیں آج سے آٹھ سو سال پیشتر یہ فیصلہ کر دیا تھا۔ کہ عورتیں جج یا قاضی کے عہدہ پر متمکن ہونے کی
ایسی ہی حقدار ہیں۔ جیسے کہ مرد۔ مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض زوجہ مطہرہ آنحضرت صلعم اپنے زمانہ میں
سب سے بڑی فقیہہ مانی جاتی تھیں ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف (ان کو (یعنی عورتوں کو) وہی حق
حاصل ہیں جو ان سے دستور کے موافق دوسروں کو حاصل ہیں) ایک اور جگہ فرمایا۔ للرجال نصیب
مما اکتسبوا و للنساء نصیب مما اکتسبن (سورۃ النساء آیۃ ۳۲) جو مرد کماتے ہیں ان کا حق
ہے اور جو عورتیں کمائیں وہ ان کا حق ہے +
قرآن کے یہ دو ایسے احکام ہیں جنہوں نے حقوق نسوان کے بارہ میں نہ صرف تیرہ صدی پیشتر کے عرب
میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ بلکہ آج بھی حقوق و آزادی نسوان کی بہترین سند ہیں جس سے بہتر اور
مراعات آج تک نہیں دیگئی اسلام نے جو بھلائی عورتوں کے ساتھ بحیثیت عورت ہونے کے کی ہے کوئی قوم
اور کوئی مذہب اس سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ اور نہ ہی کبھی بڑھیگا۔ شریعت اسلامی کے تحت
وارثوں کی تین قسمیں ہوتی ہیں:-

(۱) حصہ دار جو ورثہ کے مقررہ حصہ کے حقدار ہوتے ہیں +

(۲) وارثان لعصابا جن کا مقررہ حصہ نہیں ہوتا۔ بلکہ حصہ داروں کے حقوق پورا کرنے کے بعد جو بقایا رہے اس کے وارث ہوتے ہیں +

(۳) رشتہ دار یعنی وہ خون کے رشتہ دار جو کوروانات جو نہ تو حصہ دار ہوتے ہیں اور نہ ہی وارثان لعصابا +

اس جماعت بندی کا تصفیہ صورت حالات پر منحصر ہوتا ہے تاہم مندرجہ ذیل نقشہ سے ظاہر ہوگا کہ فرقہ اناث کے اراکین جنس متقابلہ کے اراکین کے برابر حصہ داری کا استحقاق رکھتے ہیں۔ گو حصوں کی مقداروں میں نہایت معقول اور منصفانہ وجوہات سے فرق ضرور رہے +

نقشہ حصہ داران

حصہ دار	حصہ معروف
۱۔ باپ	۱/۶

۲۔ سگا دادا	$\frac{1}{6}$
۳۔ خاوند	$\frac{1}{4}$
۴۔ زوجہ	$\frac{1}{8}$
۵۔ ماں	$\frac{1}{6}$
۶۔ سگی دادی	$\frac{1}{6}$
۷۔ بیٹی	$\frac{1}{2}$
۸۔ پسر زادی (خواہ کسقدر دُور کا رشتہ ہو)	$\frac{1}{2}$
۹۔ ہم بطن بھائی	$\frac{1}{6}$
۱۰۔ سگی ہمشیرہ	$\frac{1}{2}$
۱۱۔ ہم پدر ہمشیرہ	$\frac{1}{2}$

* عورتوں کے شرعی حقوق کا تذکرہ کرتے ہوئے اسلام کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس نے عورتوں کا عدالتوں میں جانا پسند نہیں کیا۔ ہندوستان میں پردہ نشین مستورات کا حق مسلم ہو چکا ہے۔ کہ وہ اپنے گھروں میں ہی بذریعہ کمیشن شہادت دے سکیں۔ اسلام اسکو پسند نہیں کرتا کہ عورتیں گواہوں کے کٹہرے میں کھڑی ہو کر جرح کی آتشباری کا سامنا کریں۔ لہذا یہ مقرر کر دیا ہے کہ اگر کوئی عورت بطور گواہ کے عدالت میں لائی جائے۔ تو اسکی شہادت کی تائید کسی دوسرے کی شہادت سے ضرور ہونی چاہئے +

کیفیت عمومی

فی الواقع یہ نہایت خوش قسمتی کی بات ہے کہ اسلام نے تمام دیگر مذاہب کی روشنی سے گریز کر کے اس پاک کتاب میں جو اس نے اپنے پیروؤں کی ہدایت کیلئے چھوڑی عورتوں کے مسئلہ پر پوری تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے جیسا کہ اس سے پیشتر بتایا جا چکا ہے۔ قرآن مجید میں مردوں اور عورتوں کے نہ صرف مذہبی فرائض پر بالتفصیل بحث کی گئی ہے۔ بلکہ ان کے باہمی معاشرتی تعلقات انکے مخصوص حقوق و مراعات ان کے ورثہ نکاح طلاق اور بچوں کی نگرانی اور پرورش وغیرہ کے متعلق مفصل قوانین بیان کر دیئے ہیں اس سے بھی زیادہ خوش قسمتی کی یہ بات ہے۔ کہ وہ مقدس کتاب ہدایت جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی جن کے اپنے اعمال و افعال اس کے ماتحت ہوتے تھے۔ اور جو آنحضرت نے ہر ایک ملک و قوم اور زمانہ کے مسلمانوں کی ہدایت کیلئے چھوڑی بالکل محفوظ ہے۔ اور لفظ بہ لفظ بلکہ حرف بحرف وہی ہے جو آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے نکلی۔ اور آنحضرتؐ کے سامنے عرصۂ تحریر میں لائی گئی۔ پس اس کے متعلق ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ آنحضرت صلعم نے عورتوں کو کس حالت میں پایا۔ اور کس رتبہ پر ان کو بلند کرنے کی آنحضرت نے کوشش کی مسئلہ اناث پر بحث کرتے ہوئے ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ موجودہ زمانہ

مسلمانوں نے اور اُن کے پیش رو ان سبق نے اپنے مذہب کے احکام اور رسُول اللہ صلعم کے اُسوہ کی اس قدر اطاعت نہیں کی جس قدر کہ نافرمانی انہوں نے کی ہے۔ اور اس وجہ سے وہ خود بھی ذلیل ہو گئے ہیں۔ اور اپنے ملکوں اور قوم کی بربادی اور بذلت کا بھی باعث ہوئے ہیں جس طرح عیسائی اقوام کی موجودہ فارغ البالی کا راز ان کے اپنے مذہب سے تنفر میں مضمر ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی تباہ حالی کی وجہ ان کا اپنے مذہب سے تنفر اور رُوگردانی ہے مسلمانوں نے جس قدر زیادہ اپنے مذہب کے احکام کی پابندی کی اسی قدر زیادہ عقلی سیاسی تمدنی اور اخلاقی خوشحالی اور ترقی ان کو نصیب ہوئی۔ جب انہوں نے اپنے مذہب کی پابندی سے غفلت کی۔ تو ہر اعتبار سے تنزل اور انحطاط ان میں آگیا۔ اگر ہم کو اسلام کی اصلی تعلیم کا اندازہ کرنا مقصود ہے۔ تو ہمیں اسلام کی غیر محرف اور تصرفات سے پاک کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہئیے اور موجودہ زمانہ کے مسخ شدہ متغیر الہیئت مسلمانوں کی طرف نہیں دیکھنا چاہئیے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ مسلمانوں کا سیاسی انحطاط ان کے مردوں کی نااہلی کی وجہ سے ہوا ہے۔ عورتیں اس کی ذمہ وار نہیں ہیں ہم اس سے جو پیشتر بتا چکے ہیں۔ کہ تمام اسلامی دُنیا کی عورتیں شریف النفس۔ پاکباز فیاض دل۔ مہربان۔ محبت کرنے والی۔ ثقہ۔ وفا شعار۔ راستباز۔ متدین۔ ایثار کرنے والی۔ دوسروں سے بھلائی کرنے کی شائق۔ خوش مزاج اور حسد وغیرہ ایسی بدیوں سے پاک ہوتی ہیں۔ زنانہ صفات اور خوبیوں میں وہ کسی سے کم نہیں ہیں حقیقت یہ ہے کہ اسلامی دنیا کا جہاز مسلمان عورتوں کے لنگر کے سہارے ہی کھڑا ہے سیاسی زوال کے بعد قوم میں کامل خلاقی اور تمدنی انحطاط کے پیدا نہ ہونے کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمان عورتوں میں ابھی وہ خوبیاں موجود ہیں جو رسول اللہ صلعم نے ان کو سکھائی تھیں اپنے مردانہ ساتھی کی روش کے خلاف وہ ابھی تک اپنی شاندار روایات اور بلند پایہ قوانین کو گلے لگائے ہوئے ہے۔ مسلمانوں کا مستقبل صرف اسی بات پر منحصر ہے۔ کہ ان کے بچوں کی مائیں جو ہر ایک قوم کے لئے سرمایۂ ناز و افتخار ہو سکتی ہیں ایسی ہی رہیں پس جونہی کہ فرقۂ ذکور کے اثر میں بھی کچھ اصلاح ہوئی اُسی وقت تمام کی تمام قوم متحد۔ دلیر۔ ترقی کرنے والی اور بہادر فوج ہو جائیگی جیسی کہ پہلے تھی بخلاف عیسائی اقوام کے اسلامی تہذیب کی بُنیاد مضبوط ہے سلطنتیں مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتی رہیں۔ کیونکہ مسلمان مرد عیش و تن آسانی میں پڑ گئے خانہ جنگیوں میں مصروف ہو گئے۔ قومی اور شجاعانہ جوش ان میں سے جاتا رہا۔ اشاعت اسلام کا رُوح پرور اصُول چھوڑ بیٹھے۔ اپنے بیٹوں اور ان سے زیادہ اپنی بیٹیوں کی تعلیم سے لاپرواہ ہو گئے۔ غرضۂ اناث

پر حکومت کرنے لگے یہانتک کہ ان کے ساتھ درشتی آمیز سلوک بھی کیا جانے لگا اور اس ما دی
ترقی و تمدن کو جس کی بنیاد ان کے آبا و اجداد نے قرآن کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ڈالی
تھی ترک کر دیا تاہم گو مسلمانوں پر زوال آگیا ہے۔ لیکن اسلام پر
نہیں آیا۔ مسلمانوں کے سیاسی تنزل کے باوجود اسلام ترقی کرتا رہا ہے۔ اور کر رہا ہے۔ اسلام کی فتوحات
روز افزوں ہیں۔ اسلامی قوانین اور اسلامی تمدنی رواجات تمام دوسرے اضعاف قوانین کی توجہ اپنی طرف
کھینچ رہے ہیں بحیثیت مذہب کے اسلام کی طرف تمام بالغ نظر اور معقول پسند لوگ متوجہ ہو رہے
ہیں۔ وہ یورپین لوگ جو مسلمان عورتوں کے حالات سے بخوبی واقف ہیں اعتراف کرتے ہیں۔ کہ وہ
واقعی بہت بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ عالم ہو یا جاہل غریب ہو یا امیر۔ بیٹی ہو یا بیوی۔ اور یا ماں۔
غرضیکہ ہر ایک حیثیت سے وہ پرستش کے قابل ہے۔ جو شخص اسے محبت کی نگاہ سے نہ دیکھے
وہ مرد کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اگر مسلمان مرد عورتوں کی اسقدر تعظیم اور قدر و منزلت نہیں کرتے
جیسی کہ انہیں کرنی چاہئے۔ تو یہ خود اُن کی ذلت پر دال ہے۔ لیکن باوجود اسکے وہ اپنی
پیشرووں مثلاً حضرت فاطمہؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت خولہ یا حضرت رابعہ بصری کا محض
ایک ناتمام نمونہ ہیں۔ کیونکہ ان کی طرف لاپروائی برتی گئی ہے۔ رسول اللہ صلعم کا یہ ایک معجزہ
تھا کہ آپ نے عرب مردوں کو ایک وحشی قوم سے تہذیب و تمدن کے بلند پایہ معلم بنا دیا۔ لیکن یہ
تو کچھ معجزہ سے بھی زیادہ تھا۔ کہ آپنے عورتوں کو جو تمام دنیا میں اور خصوصاً ملک عرب میں قعر ذلت
میں گری ہوئی تھیں فاطمہؓ یا عائشہؓ کے سے جلیل القدر رتبہ اور تبحر علمی پر
پہنچا دیا +

غیر مسلم عرب عورتوں کی طبیعت کا موازنہ زمانۂ جاہلیت کی عربی تاریخوں سے ہو سکتا ہے۔
جب حضرت حمزہؓ جو آنحضرت صلعم کے چچا تھے۔ ایک لڑائی میں شہید ہو گئے۔ تو ایک عرب عورت
ہندؔ نامی اپنے جذبۂ انتقام اور شیطانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے حضرت حمزہؓ کا جگر
نکال کر آگ پر بھون کر کھا گئی۔ لیکن آنحضرت صلعم نے ان سب کو فرشتہ سیرت بنا دیا۔
اسلام لانے کے بعد خود ہندؔ کی فطرت میں تغیر پیدا ہو گیا۔ اور اس بھیانک اور مکروہ
جرم کے ارتکاب کے باوجود اس کا قصور معاف کر دیا گیا +

(باقی دارد)

مطالعۂ اسلام

ایمان

امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت۔ ترجمہ - میں ایمان لایا اللہ پر اور اُس کے فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر کہ اچھی اور بُری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور جی اُٹھنے پر مرنے کے بعد +

یہ سات اُمور اسلام میں سات شرائط ایمان کے نام سے موسوم ہیں جنمیں سے کسی ایک سے بھی انحراف اسلامی نقطۂ خیال سے ضلالت کا موجب ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ خصوصیت یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ یہ ایسے اُمور نہیں۔ جن کا اثر صرف اعتقادات تک ہی محدود ہو اور اعمال کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ بلکہ یہ سات اُمور در اصل ان حقائق اور صداقتوں کا ایک خلاصہ اور نچوڑ ہے جو ایک مسلمان کی زندگی کی رُوح رواں ہوتی ہیں جس سے کہ وہ ان حقائق عالیہ کو عملی جامہ پہنا کر ان سے بہت بڑے بڑے کام لیتا ہے۔ لفظ امنت جس کا ترجمہ میں نے اُوپر "میں ایمان رکھتا ہوں" کیا ہے۔ لفظ "ایمان" سے مشتق ہے جس کے معنے صرف زبانی اعتقاد ہی نہیں بلکہ اُس سے وہ ایمان مُراد ہے جو اعمال سے ظاہر اور ثابت ہو - اسلام کے معنے بلا شُبہ کسی ایک اصُول کو بطور صداقت قبول کرنیکے ہیں لیکن جب وہی صداقت عمل میں آکر ثابت ہوتی ہے تو ایمان کی صُورت اختیار کر لیتی ہے۔ اسلئے یہ سات شرائط ایمان گویا اسبات پر دلالت کرتی ہیں کہ ایک مسلمان کو اپنے روزانہ مشاغل زندگی میں انہی سات باتوں کے زیر اثر اور ان کی حکومت کے جھنڈے کے نیچے کام کرنا چاہئے یا بالفاظ دیگر مسلمان کو گویا ان شرائط ایمان کا مجسم نمونہ بننا چاہئے پیشتر اس کے کہ میں ایک مسلمان کے عقائد و ایمانیات کی کوئی تشریح کروں میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ جو اصُول اسمیں بتائے گئے ہیں وہ اسقدر اپنے اندر وسعت رکھتے ہیں کہ انسان کے ہر ایک قول و فعل پر مشتمل ہیں خواہ کوئی شخص مسلم ہو یا نہ۔ خدا پرست ہو یا دہریہ یا اور کوئی مذہب رکھتا ہو اس وقت تک

گروہ بنی نوع انسان میں سے بڑے ذمہ دارانہ حیثیت سے تعلق رکھتا ہے وہ ان اصول ہائے ایمان سے باہر نہیں جا سکتا +

نیکی اور بدی کا معیار

صحیفۂ فطرت کی وسیع حکومت کا بنظر غور سے مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت ہم پر منکشف ہوتی ہے۔ کہ بذات خود بدی کوئی چیز نہیں صرف خاص خاص مواقع و حالات کے ماتحت ایک چیز کے ناجائز استعمال کا نام بدی ہے۔ وہی چیز ایک خاص مقدار میں مفید اور قیمتی ہوتی ہے۔ اور وہی ایک دوسری مقدار میں ضرر رساں ثابت ہوتی ہے۔ وہی کام کسی خاص حالات میں راحت و آرام و برکت کا موجب ہوتا ہے اور وہی کسی اور حالات میں کام کرنیوالے اور اسکے ساتھیوں کیلئے لعنت اور تکلیف کا موجب ٹھیرتا ہے۔ یہ ایک عالمگیر قانون ہے جس کے شکنجے سے کوئی چیز باہر نہیں بطور مثال افیون کو لو بعض خاص حالات میں اس کا استعمال ایک بیمار کیلئے شفا کا موجب ہوتا ہے لیکن اسی افیون کا اگر بلا ضرورت استعمال کیا جائے تو سوائے ہلاکت کے اور کوئی نتیجہ نہیں۔ یہی حالت تمام کائنات کی ہے جو ہر ایک شکل و صورت اور حالت میں نظر آتی ہے۔ یہ متضاد نتائج ایک ہی چیز کی مختلف شکل و صورتیں ہیں۔ اور یہ بوقلمونی صرف ان کے تناسب ہی کے تفاوت و اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ہائیڈروجن کے دو جز اور آکسیجن کے ایک جز سے پانی کا ایک قطرہ بنتا ہے۔ اسی طرح سے اگر ان دونوں کو کسی اور مقدار میں ملایا جائے تو کوئی اور مادی شکل پیدا ہو جائیگی۔ یہ قانون صرف مادے تک ہی محدود نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی معاملات میں بھی یہی قانون کام کرتا ہے۔ قرآن کریم ہی سب سے پہلی کتاب ہے کہ جس نے کہ اس عالمگیر کے قانون کے کام کرنے کے خواص اور اسرار سے ہمیں آگاہ کیا۔ اسی نے ہم پر یہ ظاہر کیا ہے کہ مادی اشیاء کی ترقی کا انحصار صرف مادے ہی کے مختلف تناسب و مقدار پر ہے +

اگر آپ علم موسیقی کے غوامض سے بہرہ ور ہونا چاہتے ہیں۔ تو لازماً آپ کو آواز کے مختلف مدارج زیر و بم سے واقفیت حاصل کرنی ہوگی۔ یہی حال نطق انسانی کا بھی ہے۔ اور اسی طرح ہمارے نیک و بد اعمال بھی ترتیب دیئے گئے ہیں شریعت جو اسلامی اصطلاح میں احکام الٰہیہ کے قائمقام ہے۔ ان چند ایک اخلاقی قوانین کا نام ہے۔ جو انہی نیک و بد اعمال کی حدود و

وقواعد کو بیان کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اپنے تمام اوامر و نواہی کو (حدود اللہ) یعنے الٰہی حدود کے نام سے نامزد کرتا ہے +

اعتقادات وایمانیات

اسلامی تعلیمات کے بموجب وہ ہستی جو ہر ایک چیز کی نیکی اور بدی کی حدود اور معیار مقرر کرتی ہے ذات باری ہے اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑا خالق ہے۔ اور ہر ایک پیدا کی ہوئی چیز کے حقیقی اور انتہائی مدعا سے کما حقہٗ واقف ہے۔ اور تمام قوانین کا سرچشمہ ہے۔ اور یہ اسی کیلئے موزوں بھی ہے تمام قوانین کا منبع ہونے کی وجہ سے وہ اپنے بعض خدام کے ذریعہ جن کو اسلامی اصطلاح میں ملائکہ کہتے ہیں۔ لوگوں کے اعمال پر نتائج مترتب کرتا ہے۔ اس لحاظ سے گویا ایمان ملائکہ ایمان باللہ ہی کا نتیجہ اور اثر ہے عملی طور پر اگر یہ صحیح ہے کہ خداوند تعالیٰ تمام قوانین کا سرچشمہ ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ ملائکہ اس کے قوانین کے نافذ کرنے والے ہیں۔ اور انہی کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ اپنی منشا کو اپنی مخلوق پر ظاہر کرتا ہے اسلامی نقطۂ خیال سے جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی نسل انسانی کی ہر ایک قوم ہر زمانہ میں الہام الٰہیہ سے متمتع ہوتی رہی ہے۔ اس کا یہ فضل کسی خاص قوم یا وقت تک ہی محدود نہیں ہے وہ صحیفے جن میں یہ قوانین منضبط ہیں کتب الٰہی کے نام سے موسوم ہیں مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے کے بعد اس کی کتب کی بھی کامل پیروی اختیار کرے۔ وہ شخص جس کے ذریعے کتاب الٰہی کو دنیا میں پہنچانا ہوتا ہے اور جسے اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول کہتے ہوہیں کے متعلق ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کام کیلئے اپنی مخلوق میں سے سب سے بہتر اور پسندیدہ آدمی کو اس منصب پر کھڑا کرتا ہے۔ اور ملائکہ کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ کے احکام ان تک پہنچتے ہیں۔ رسول پہلے خود ان احکام الٰہی کی پیروی کرتا ہے۔ اور اپنے وجود اور تجربہ سے ان کی صداقت کو ثابت کرتا ہے۔ اسلئے اس کی زندگی گویا ان تمام احکام الٰہی کی تفصیل ہوتی ہے وہ ان احکام کی ایک کتاب کی شکل میں ان لوگوں کے حوالے کر دیتا ہے جنہیں وہ زندگی بسر کرتا ہے لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اس کتاب اللہ کا ملنا نسل انسانی میں کسی خاص قوم یا مذہب اور زمانے کیلئے ہی نہیں۔ بلکہ جب کبھی مروجہ احکام اور شرائع میں دستبرد زمانہ سے آمیزش اور تحریف ہو جاتی ہے۔ یا اُن کا مفہوم بالکل بگڑ جاتا ہے۔ یا انکی تعلیمات دلوں سے محو ہو جاتی ہیں یا منشاء الٰہی

کے خلاف اسمیں کچھ آمیزش کردی جاتی ہے۔ تو جدید تعلیم کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یہ جدید تعلیم در اصل کوئی پرانی تعلیم کے خلاف نہیں ہوتی۔ بلکہ اسی پرانی تعلیم کو ہی زمانے کے متغیر حالات کے مطابق نیا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔ اس لئے گویا اللہ تعالےٰ ملائکہ اور کتب پر ایمان لانے کے بعد ہمیں بیشمار پیغمبروں پر بھی ایمان لانا پڑتا ہے۔ اور ان سب کی عزت و عظمت کے ہم دل سے قائل ہیں اسطرح ان چار شرائط ایمان کو مان لینے سے عالم آخرت کی حقیقت کو بھی مان لینا پڑتا ہے انہی حقائق ہی کی وجہ سے ہمارے افعال نیک یا بد افعال قرار پاتے ہیں یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ہمارے تمام موجودہ افعال اس اعتقاد و یقین کا نتیجہ ہیں جو ان کے آئندہ نتائج کے متعلق ہم نے قائم کر رکھا ہے اگر صرف اس دنیا سے ہی ان افعال کا تعلق ہو۔ اور عالم آخرت میں ان کے نتائج کا کوئی خوف ہمارے دل میں نہ ہو۔ تو اس صورت میں نہ تو کوئی چیز ہمیں بدی سے روک سکتی ہے اور نہ ہی نیکی کیلئے کوئی ترغیب و تحریص ہوتی ہے نیک یا بد اعمال کی تمیز ان کے بھلے یا برے نتائج سے ہی سمجھ آسکتی ہے۔ اسی طرح سے مستقبل گویا ہمارے موجودہ حالات پر حکمران ہے یوم آخرت پر ایمان کے بغیر کسی کام کے کرنے کی ترغیب یا رکاوٹ مجھے نہیں ہو سکتی جبتک کہ میں دوسروں سے اپنے اعمال کے نتائج کو چھپا سکتا ہوں لیکن جونہی کہ میں یوم آخر پر اچھی طرح سے ایمان لے آتا ہوں۔ یہ مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ میرے موجودہ افعال کا میرے مستقبل پر یقیناً اثر پڑیگا۔ تو پھر آخر کی وہ امید یا خوف ہی ہے جو میرے مشاغل زندگی کو اعتدال میں لا سکتا ہے مستقبل خواہ میری آیندہ زندگی کے تھوڑے ہی عرصہ پر اثر ڈالنے والا ہو یا سارا ہی اس کے زیر اثر ہو صرف اس کا واجبی خیال ہی مجھ کو نیک و مفید کام کرنے کی تحریص دلانے کیلئے کافی ہے علاوہ ازیں تمدن انسانی میں کوئی بھی قاعدہ قابل عزت و القضیاد نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ ہر شخص کو ان نتائج کا جو اسکی عدم نگہداشت سے ظہور پذیر ہوں بذات خود

قرآن کریم کی مندرجہ آیات کو اوپر کی عبارت کے ساتھ مہربانی فرما کر پڑھیں جو پہلے بیان کی تصدیق کرتی ہیں:-

قولو امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسی وعیسی وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون ترجمہ۔ کہو ہم ایمان لائے خدا پر اور اس چیز پر جو ہم پر نازل ہوئی۔ اور ایسا ہی جو ابراہیم۔ سمعیل۔ اسحاق اور ان کی اولاد پر نازل ہوئی۔ اور ایسا ہی ہم انکو بھی مانتے ہیں جو موسےٰ عیسےٰ اور دنیا کے تمام نبیوں کو دیا گیا۔ ہم ان سب انبیاء کو قبول کرتے ہیں۔ اور ان میں کوئی فرق اور تمیز نہیں کرتے۔ اور ہم اس واحد خدا کو مانتے ہیں۔

دہ مرز وار نہ ٹھہرایا جائے یکمکافات عمل پر ہمارا ایمان لانا جس سے قوانین پر عمل اور انکی عدم نگہداشت کی سزا واقع ہوتی ہے۔ یہ وہ پہیئے ہیں جن پر انسانی سوسائٹی کی گاڑی چکر لگاتی ہے الغرض ایک مسلمان کا یوم آخر پر ایمان متذکرہ بالا چار شرائط ایمان کا ایک لازمی نتیجہ ہے سرچشمہ قوانین یعنی اللہ تعالیٰ قوانین کے نافذ کرنیوالے یعنی ملائکہ کتب قوانین یعنی کتاب اللہ یا شریعت اور انبیاء جن کے پاس دوسروں کی ہدایت کے لئے قوانین آتے ہیں یہ کیا ہیں اس یوم آخر پر ایمان پیدا کرنیوالے ہیں۔ دوسرا سوال اُن قوانین کی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نافذ ہوئے ہیں محبت کے متعلق پیدا ہوتا ہے جیسا کہ میں اُوپر بتا چکا ہوں خاص خاص اشیاء یا خیالات کے نیک یا بد مفید یا غیر مفید ہونا محض اندازے ہی ہیں۔ وہ قانون ان اندازوں کو مقرر کرتا ہے بہت ہی سخت اور ناقابل ترمیم ہے۔ کیونکہ انسان سے ایک بالاتر ہستی نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مقرر کیا ہے +

اِن ربانی قوانین اور شرائع کا یہ لازمی خاصہ انہیں اس قابل بنا دیتا ہے۔ کہ انکی اطاعت میں سر مو تفاوت نہ ہو۔ کیونکہ ایسے ٹھیک تناسب سے ترتیب دیئے گئے ہیں کہ ان سے بڑھ کر درست طور پر اور کوئی قانون وضع نہیں ہو سکتا۔ ان قوانین کی صحت چُستی اور پختگی پر جس قدر بھی ہمارا ایمان زیادہ قوی ہو گا اُسیقدر زیادہ صدق اور حق پیمانہ پر ہم ان پر عمل کرنے کے قابل ہو نگے میرا اسبات پر حق الیقین کہ سنکھیا کی ایک خاص مقدار کے استعمال سے انسان کی جان تلف ہو جاتی ہے۔ مجھے اسکے ناجائز استعمال سے روکنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اسلئے ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ پر جو ان تمام قوانین کا سرچشمہ اور علت العلل ہے۔ جو اشیاء کہ مفید یا ضرر رساں جیسی کچھ بھی حالت ہو بنانے اور تیار کرنے والا ہے ایمان لانا ضروری ہے۔ مذہب کے آنے کی حقیقت یہی ہے۔ کہ وہ انسان کو اسکی حرکات و سکنات اور اشیاء متعلقہ میں نیکی اور بدی کی مقدار اور تناسب کا پتہ دے۔ نادانوں نے اسی حقیقت نفس الامری کو تقدیر کے نام نہاد خیال کا موجب بیخبی قرار دیدیا۔ اور اپنے اِس من گھڑت خیال کو اسلام کیطرف منسوب کرنا شروع کیا۔ حالانکہ اس تقدیر کے مسئلہ کو اگر صحیح نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو اسمیں ترقی کا ہر ایک عنصر موجود ہے۔ اس لئے اِس مسئلۂ تقدیر پر ایمان لانا ایک مسلمان کی شرائط ایمان میں سے ساتویں شرط ہے۔ ہم مسلمان جیسا کہ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور نیز یہ بھی ہمارا ایمان ہے کہ ہم اپنے ہر ایک قول و فعل کے انکی نیکی اور بدی کے مطابق

ذمہ وار ٹھہرائے جائیں گے۔ اس واسطے بھی اس مہتم بالشان قانون پر ایمان لانا ہمارے لئے
ضروری ولابد ہے۔ کہ ہم میں سچی اخلاقی ذمہ داری اور باضابطگی کی روح پیدا ہو۔ اگر
ہمیں یقین ہو تا کہ ہمارے اعمال کے نتائج کا دائرہ اس زندگی تک ہی محدود ہے
اور اس کے بعد کوئی اور نتائج ملنے والے نہیں تو اس صورت میں جہانتک
ہم اپنے اثر۔ طاقت اور دیگر ذرائع سے جرائم کی سزاؤں سے بچ سکتے۔ اور سوسائٹی کے
دباؤ سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اس حد تک کوئی بھی چیز ہمیں بدراہوں پر گامزن ہونے
سے روک نہیں سکتی لیکن اگر ہمارا یہ ایمان ہو۔ کہ ہمارا ہر ایک قول وفعل کا اثر قائم و برقرار
رہتا ہے۔ اور اگر ہم مر بھی جائیں تو بھی ہم ایک اعلےٰ ہستی کے حضور پیش ہونگے جس کو
اعمال و اقوال کی جزا و سزا دینے کی پوری قدرت حاصل ہے۔ اور کہ نیکی و بدی کوئی بھی ضائع
نہیں ہوگی۔ تو پھر اس وسیع النظری کی جو اس خیال کے موجودہ اور آیندہ اثر اور نظام
کے ساتھ وابستہ ہے بخوبی سمجھ آسکتی ہے۔ یہ ایمان کی ساتویں اور آخری شرط ہے
جو مذہب اسلام کی شاندار عمارت کی بنیاد ہے۔ آؤ ہم ان ساتوں شرائط کو اکٹھا ایک
ہی مرتبہ دہرائیں +

امنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخرۃ والقدر خیرہ و
شرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت " میں ایمان لایا اللہ پر جو تمام قوانین کا
سرچشمہ ہے۔ ملائکہ پر جو اس کے احکام اور رضا کی راہوں کو اس کے رسولوں تک پہنچانے کیلئے
وسائط کا کام دیتے ہیں۔ میں کتب پر ایمان لایا جنمیں اُن کی شرائع و قوانین منضبط ہیں
ان رسولوں پر جن پر ان شرائع کا نزول ہوتا ہے۔ اور یوم آخرت پر۔ اور اس پر بھی کہ
نیکی و بدی کے تمام اندازے اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور بعد الموت اُٹھائے جانے پر بھی
میرا ایمان ہے۔ جبکہ مجھے اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہوگی +

آپ بھی مسلم ہیں

اب اگر آپ کسی ایسے مذہب کو ماننے والے ہیں۔ جو خداوند کو حی و قیوم سمجھتا۔ اور اُنکی
تمام کتابوں اور رسولوں کو جو ہماری ہدایت کے لئے آتے رہے ہیں ماننے کی تعلیم دیتا ہے اور

بتاتا ہے کہ اس موجودہ فانی زندگی کو طے کرنے کے بعد بھی ہماری ہستی مٹ جانے والی نہیں بلکہ ایک اور عالم میں ہم نے اپنے موجودہ حالات کے نتائج کو حاصل کرنا ہے۔ تو آپ مجھے بتائیں کہ آپ کا یہ ایمان اسلام کے مطابق کیوں نہیں کہا جا سکتا۔ آپ کو اس بات کا کیا حق ہے۔ کہ اپنی ہی قوم کے رسولوں کو من جانب اللہ تسلیم کریں۔ اور دوسری قوموں کے رسولوں کا انکار کریں۔ آپ یا آپکے آباؤ اجداد کا اللہ تعالےٰ سے کوئی خاص رشتہ نہیں۔ اللہ تعالےٰ سب کا ایک ہی جیسا خدا ہے۔ اس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں ہی ہے۔ اگر اس نے تمہارے لئے ایک رہبر دنیا میں بھیجا تو کیا وجہ ہے۔ کہ ایک دوسرا رہبر وہ میری ہدایت کیلئے بھی مبعوث نہ فرمائے۔ اس کے علاوہ جب سابقہ کتب دستبرد و آمیزش زمانہ سے اپنی اصلی حالت میں نہ رہ سکیں۔ اور یہ حقیقت ہے جسکو تمام سابقہ کتب سماوی کے متعلق تسلیم کیا جا چکا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری اور عظیم الشان پیغام ہماری ہدایت کیلئے دُنیا میں بھیجا یعنے قرآن کریم اس نے اپنا آخری عظیم الشان نبی ہمارے لئے بھیجا جس کا اسم مبارک ذات اطہر حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وہ شخص جو خداوند تعالےٰ کے مُرسلوں پر ایمان رکھتا ہے۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کو ماننے بغیر اسے چارہ نہیں ہے اور وہ پیام اس کے اپنے اقوال و اعمال میں تم تک پہنچا۔

اگر کوئی پیغمبر جس پر آپ کا ایمان ہے۔ کوئی پیغام دُنیا میں لایا۔ جیسے وہ اقوال و اعمال کی صُورت میں اپنے بعد باقی چھوڑ گیا۔ لیکن آج آپکے پاس ان کے ان پاکیزہ اقوال و اعمال کا کوئی مُستند مجموعہ نہیں۔ تو کیا یہ ممکن ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو ہدایت کے بغیر تاریکی ہی میں ٹامک ٹوئیں مارنے کیلئے چھوڑ دے۔ اگر ایکدفعہ اس نے تمہارے لئے اپنا ہدایت نامہ بھیجا۔ تو ضروری ہے۔ کہ دوسری مرتبہ بھی نور ہدایت وہ نازل فرمائے سوائے حضرت محمد اور قرآن کریم کے کسی بھی کے اقوال کا کوئی مُستند مجموعہ ہمارے پاس نہیں۔ اسلئے آپ چاہیں تو انہیں مانیں ورنہ از رُوئے علم و عقل آپ اپنے مذہب پر بھی قائم نہیں رہ سکتے۔ ایک سوال میں ان لوگوں سے کرنا چاہتا ہوں۔ جو کسی بھی مذہب سے لگاؤ نہیں رکھتے۔ کیا وہ ان سات شرائط کے قبول کرنے سے عاری رہ سکتے ہیں۔ اگر وہ کسی سوسائٹی کے ممبر ہیں۔ تو سوسائٹی کے قوانین سے کسی صورت میں بھی وہ منکر نہیں ہو سکتے۔ خواہ جناب موسیٰ مجھے اپنے احکام کے ذریعہ

دروغ گوئی اور دوسروں کا مال چرانے اور اس پر قبضہ کر لینے سے منع کریں۔ یا میں اپنے ہمسایہ سے یہ سمجھوتہ کر لوں۔ بہر حال یہ ضروری اور لازمی ہیں۔ اور ان کے بغیر سوسائٹی کا وجود قائم نہیں رہ سکتا۔ کسی نہ کسی طریق سے وہ قانون کی ضرور پیروی کرنی ہوگی۔ یہی قانون ایک منبع رکھتا ہے جس کو آپ بادشاہ کے نام سے نامزد کرنا پسند کرینگے۔ پھر ان کے نفاذ کیلئے بھی بعض ہستیاں مقرر ہیں جس کو ہم پولیس اور جج کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح مذہبی طور پر کام کرنیوالوں کو ہم ملائکہ کہتے ہیں۔ آپ کے پاس بھی ایک ضابطہ قوانین موجود ہے۔ ایسے ضوابط مذہب میں بھی موجود ہیں جنہیں ہم قرآن کہتے ہیں۔ یا دیگر کتب مقدسہ بادشاہ یا حاکم وقت کی منشا سب سے پہلے صرف بڑے بڑے ارکان سلطنت پر ہی ظاہر کیجاتی ہے جنہیں آپ کی اصطلاح میں وزرائے سلطنت کے نام سے پکارا جا سکتا ہے۔ مذہبی اصطلاح میں انہی لوگوں کو اللہ تعالے کے مرسل اور نبی کہا جاتا ہے۔ قانون کی پیروی یا اسکی خلاف ورزی پر جزا و سزا کا بھی ملنا ضروری ہے۔ ورنہ اسکی کوئی حقیقت و اہمیت نہیں ہو سکتی اور شریعت بالکل بیسود ہو جاتی ہے۔ جزا و سزا کا خوف اس بات کا متقاضی ہے کہ ہم یوم آخر اور بعث بعد الموت پر ایمان لائیں جو ہمارے ایمانیات کی پانچویں اور ساتویں شرط ہے۔ رہا قانون کی کیفیت کا سوال تو شریعت صرف ہمارے اعمال پر بعض خاص حدبندیاں قائم کر دیتی ہے۔ اور بعض باتوں کی وہ اجازت دیتی ہے اور بعض سے منع کر دیتی ہے۔ اول الذکر پر عامل ہونے کا نام نیکی ہے۔ اور موخر الذکر کا نام بدی۔ یہ اندازے اور حدبندیاں بادشاہ کی طرف سے ہی قائم ہوتی ہیں۔ گویا اسلامی عقیدہ کی چھٹی شرط والقدر خیرہ و شرہ میں اللہ تعالیٰ نیکی و بدی کے اندازے مقرر کرتا ہے۔ آپ بیشک مذہب کو نہ مانیں۔ لیکن اگر آپ انسانی سوسائٹی میں بود و باش رکھنا چاہتے ہیں۔ تو طوعاً و کرہاً آپ کو ان سات شرائط ایمان کو ماننا پڑیگا۔ اور اسطرح سے مذہب اسلام کی سات شرائط ایمان سوسائٹی کی ہر ایک شکل میں تربیت انسانی کے بنیادی اصولوں پر مبنی ثابت ہوتی ہیں۔ اللہ تعالے اور اسکی شریعت پر ایمان لاؤ۔ اور تم مسلمان ہو۔ یہی اصلی اور سچا مذہب ہے۔ اسکے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ تعصبہ کہانی ہے اور مشرکانہ خیالات کا بقیہ +

مذہبی شرائع اور اُن کی پابندی

لفظ "قانون" بعض قلوب میں کچھ غلط فہمی پیدا کر دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ دنیوی معاملات میں تو قوانین

کی پابندی و پیروی ہو سکتی ہے لیکن رُوحانیات میں اس قسم کی پیروی مشکل ہے۔ اور قواعد زندگی کی دیگر ہر ایک حرکات و سکنات میں تو وہ پابندی کو ملحوظ رکھتے ہیں لیکن مذہبی معاملہ میں شریعت کو لعنت قرار دیتے ہیں۔ لیکن درحقیقت مذہب کے متعلق وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں اگر مذہب ہمیں بعد الموت کسی قسم کی خوشی میسر آنے کی بشارت دیتا ہے۔ تو کیا بشارت کسی ایسی خوشی پر مشتمل ہے۔ جو قواعد و حُدود کی پابندی سے باہر ہے۔ کیا ہم اس دن کے منتظر ہیں۔ جب تمام قسم کی رُکاوٹیں ہماری خواہشات پر سے اُٹھائی جائینگی۔ اور ہمیں اُن کو پُورا کرنے کا ایک عمدہ موقع ملجائیگا۔ ایک اوباش بھی اپنی اعتدالیوں سے بالآخر تھک جاتا ہے۔ بے اعتدالی کے معنے فقر حد سے گذر جانے کے ہیں۔ خوشی و تکلیف کے عناصر ایک ہی ہیں۔ گو اُن کی مقدار و انداز میں تفاوت ضرور ہے۔ خوشی کے معنے حُدود و قواعد کے اندر رہکر مُسرت حاصل کرنا ہے علاوہ ازیں لفظ شریعت مذہبی اصطلاح میں تنگ خیالی اور مُلاپن کے خیالات کا مظہر نہیں سمجھنا چاہئیے بلکہ وہ صرف ہماری تربیت اور ہمارے قوٰے کو ٹھیک استعمال میں لانے کیلئے بعض حدود قائم کر دینے کا نام ہے۔ اگر رُوحانیت جو بعد الموت ہمارا توشہ ہو سکتا ہے اخلاق ہی پر مشتمل ہے۔ تو مؤخر الذکر یعنی اخلاق ہی بہت حد تک ہمارے فطرتی جذبات اور محرکات کو مناسب حدود کے اندر قائم رکھتے ہیں۔ جذبات اور اخلاق کے اس توازن ہی کا نام اصطلاح مذہب میں شریعت اور قانون ہے۔ اسلام اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے اور ان معنوں میں جو کہ اسلام کی مقدس کتاب قرآن کریم نے اسکے لئے تجویز کئے ہیں شریعت اور قانون کی کامل اطاعت کا نام ہے۔ اور اگر صحیفۂ فطرت کو اس کے تمام عملدرآمد اور تاثرات سمیت اس حکیم و علیم خدا یا بالفاظ دیگر اس لامحدود اور غیر فانی سرچشمہ کی جہاں سے بقول ہربٹ سپنسر قُدرت کی تمام نہریں پھُوٹتی ہیں صحیح طور پر مظہر سمجھتے ہوئے کسی مذہب کے اختیار کرنے یا اپنے لئے کوئی ضابطہ بنانے میں اپنا رہنما تسلیم کیا جاسکے۔ تو قلب انسانی کو اسلام کے سوائے اور کسی دوسرے مذہب کے اختیار کرنے کی ہدایت نہ کریگا یا بالفاظ دیگر وہی قانون کی پیروی ہی اس کا منشائے اصلی ہے۔ ایک سطحی نظر سے دیکھنے والا بھی یہ دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ کہ صحیفہ قدرت کا ایک ایک ذرہ بعض لاتبدیل مقررہ قوانین کی بلاچون وچرا پیروی اور اطاعت میں مصروف ہے۔ یہانتک کہ قدرت کے مختلف اجزا کی ہستی جو

صرف تمام عالم کی منفعت بخش کاروبار اور ہم آہنگی پر منحصر ہے۔ قوانین مقررہ کی کامل پیروی ہی کا نتیجہ ہے۔ ایک حقیر سے حقیر ذرہ کے اپنے مقررہ قوانین سے ایک لمحہ کیلئے انحراف کو ذرا اپنے ذہن میں لاؤ۔ پھر دیکھو کہ اس کا نتیجہ سوائے دنیا کی تباہی کے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ سورج۔ چاند ستاروں۔ دن رات۔ موسم۔ درخت اور سمندر وغیرہ کو دیکھو سب کے لئے کوئی نہ کوئی طریق اور قاعدہ مقرر ہے جس کی وہ کامل پیروی اور اطاعت کرتے ہیں۔ اور دنیا کی تمام تاریخ میں کوئی بھی ایسا دن نہیں آیا کہ ان کی طرف سے ذرا بھی خلاف ورزی واقع ہوئی ہو۔ یہی اسلام کے لغوی معنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم جو انہی بیان کردہ صداقتوں کے ثبوت میں ہمیشہ بار بار صحیفۂ قدرت یعنی خدا تعالیٰ کے افعال کو اس کے اقوال کے ساتھ بطور شہادت پیش کرتی ہے۔ اس بارہ میں اسلام کی صداقت کے ثبوت میں انہی مظاہر قدرت کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ پیش کرتی ہے جن کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں۔ اور اس طرح سے اسلام یعنے قانون الٰہی کی کامل اطاعت کی ضرورت کو ہم پر واضح کرتی اور اس کی مخالفت سے ہمیں روکتی ہے۔ چنانچہ صاف لفظوں میں اس نے فرمایا ہے۔ کہ

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرھا والیہ یرجعون ... والشمس تجری لمستقر لھا ذلک تقدیر العزیز العلیم والقمر قدرنہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النھار وکل فی فلک یسبحون .... ومن یتبع غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین ترجمہ۔ دین (حق) تو خدا کے نزدیک یہی اسلام ہے ... کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا (کسی اور دین) کی تلاش میں ہیں جو (فرشتے) آسمانوں (میں ہیں) اور (جو لوگ) زمین میں ہیں چارو ناچار اسی کے فرمانبردار ہیں۔ اور اسی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے .... اور آفتاب (ہی کو) اپنے ایک ٹھکانے کی طرف کو چلا جا رہا ہے۔ یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے۔ جو زبردست اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے۔ اور چاند (ہی کو) اس کیلئے ہم نے منزلیں ٹھہرا دیں یہانتک کہ (آخر ماہ گھٹتے گھٹتے) پھر ایسا ٹیڑھا اور پتلا (رہجاتا ہے) جیسے (کھجور کی) پرانی ٹہنی۔ نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتا ہے۔ کہ چاند کو جا لے۔ اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے۔ اور کیا چاند اور کیا سورج سب (اپنے اپنے

مدار (یعنی گھیرے) ہیں (پڑے) تیر رہے ہیں ..... اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے۔ تو خدا کے ہاں اس کا وہ دین مقبول نہیں۔ اور وہ آخرت میں زیانکاروں میں ہوگا +

جناب مسیح ایک مسلم کی حیثیت میں

فطرتاً ہم قانون کی پیروی کرنے کے قابل ہیں۔ اور یہی اسلام کا بنیادی اصول ہے۔ جو اسے موجودہ عیسائیت سے بالکل علیحدہ کردیتا ہے کیونکہ مسیح نے کبھی بھی ایسے خیالات کی تعلیم نہیں دی۔ جو آج ان کے کلیسیا کی طرف سے جو پولوس کے زیر ہدایت شریعت کو لعنت قرار دیتا ہے سکھائے جاتے ہیں۔ جناب مسیح سچے مسلمان تھے۔ اور انہوں نے نہایت صاف اور سادے الفاظ میں اپنے حواریوں کو اصل اسلام کی تعلیم دی۔ چنانچہ فرمایا:-

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" +

"کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلیگا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے"۔

پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑیگا۔ اور یہی آدمیوں کو سکھائیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ لیکن جو ان پر عمل کریگا۔ اور ان کی تعلیم دیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا" + (پہاڑی وعظ متی باب ۵ آیت ۱۷ تا ۲۰)

یہ امر کہ قانون کے بغیر ہم نہیں رہ سکتے ایک حقیقت نفس الامری ہے شریعت اور قانون کے بغیر زندگی بسر کرنا کسی بھی شعبۂ زندگی میں خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی قابل رشک نہیں سمجھا جائیگا۔ اسلامی نقطۂ خیال سے بقائے انسانیت کے پیدا شدہ اشیاء کے استعمال کی خاص حدود کو بیان کرنے اور اسکو لاگو رکھنے کا نام ہی قانون اور شریعت ہے +

ذات باری اور یوم آخرت پر ایمان

کوئی انسانی قانون اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے بغیر اپنی حقیقی نتیجہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔ کیا قلب انسانی تمام انسانی افعال کا سرچشمہ نہیں؟ کیا وہ تمام ارادے جو کہ ہمارے سینوں میں مخفی ہیں ہمارے افعال کے ذمہ وار نہیں۔ کیا اعمال کی ترتیب و باضابطگی دل کی باقاعدگی پر منحصر نہیں۔ نیک افعال

اسمیں کوئی شک نہیں کہ دل کی نیکی اور صفات باطنی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور برے خیالات سے
برے ہی اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ پولیس کے کارندے خواہ کتنی ہی دقیق نظر سے تمہارے افعال کی جانچ کریں
تمہارے مخفی ارادوں کو پڑھ لیں۔ لیکن کیا وہ تمہارے دل کے اندر بھی داخل ہو سکتے۔ اور تمہاری
دلی کیفیات کی نگہبانی کر سکتے ہیں بالکل نہیں۔ تو پھر تمہیں ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہے جو تمہاری
ان نیات اور ارادوں کو بھی دیکھ لے۔ جو تمہارے سینوں کے اندر مخفی ہیں تمہیں بقول قرآن کریم
ایک ایسے علیم بذات الصدور کی ضرورت ہے جو تمہارے سینوں کی باتوں سے آگاہ ہو۔ تاکہ تمہارے
دل کو اعمال حسنہ کا صاف و شفاف سرچشمہ بنادے۔ اس حقیقت کو عیاں کرنے کا ایک اور پہلو
بھی ہے۔ افشائے راز سے پہلو تہی کرنا کیا بہت حد تک جرم کو جاری رکھنے کا موجب نہیں کیا جرائم پیشہ
لوگ افعال قبیحہ کیلئے اکثر پولیس کی نگرانی کے اٹھنے اور تنہائی میسر آنے کے متلاشی نہیں ہوتے
کیا آپ کسی کے اعمال کی ہر وقت پوری پوری نگرانی کر سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ یہ صرف اس حاکم
اعلیٰ ہی کا خاصہ ہے۔ جو صفت حاضر و ناظر سے متصف ہے۔ ایسا ہی اگر جرم کا انسداد بہت
حد تک مجرموں کی سزا دہی پر منحصر ہے۔ تو کیا سینکڑوں اور ہزاروں مجرم ایسے نہیں جو سزا سے قطعاً
بچے ہوئے ہیں۔ کیا آپ ان تمام کو قانون کے شکنجہ میں جکڑ سکتے ہیں۔ آپ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے
. . . . ایسا ہی ان لوگوں کو آپ کیونکر سزا دینگے جو جرم کرنے کے بعد
فوراً اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ اسلئے اگر سزا واقعی جرم کو روکنے والی چیز ہے تو آپکا
قانون بالکل ناقص رہجائیگا۔ جب تک کہ ان لوگوں کی بھی سزا دہی کا بند و بست نہ کریں۔ جو
اس دنیا میں اپنے گناہوں کی سزا نہیں پا سکتے۔ اسلئے سوسائٹی کے نظم و نسق اور قوانین کو
مکمل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ آپ پر ایک ایسا حاکم ہو جو دیگر اوصاف کے علاوہ حاضر و
ناظر اور عالم الغیب کی صفت سے بھی متصف ہو۔ اور دل کے بعض ارادوں اور رازہائے سربستہ کو جاننے
کی بھی طاقت ہو۔ ایسا ہی سزا کو موثر اور گناہوں کے انسداد کا موجب بنانے کیلئے بعد الموت
ان جرائم کی سزا ملنا ضروری ہے۔ جن کے نتائج یہاں تمہیں نہیں ملے اسلام صرف اسلئے نہیں آیا
کہ تمہیں چند ایک شرعی قوانین بتادے۔ جن کے سکھائے جانے سے پہلے ان کے بغیر دنیا کوئی خسارہ
میں نہیں تھی۔ اور نہ ہی اسلام تمہیں کوئی خاص رسومات کے شکنجہ میں جکڑتا ہے۔ اسلام تمہاری

روزمرہ اخلاقی تربیت اور ہمیں ایک بہترین شہری بنانے کیلئے زندگی کا ایک مکمل ضابطہ ہے۔ ہماری رہنمائی کیلئے چند ایک اصول ہمیں سکھاتا ہے۔ اور انہیں عملی جامہ پہنانے کیلئے بعض خاص فرائض ہم پر رکھ دیتا ہے کلیسیا کی طرح یہ موجودہ زندگی کی آیندہ حالت کیلئے پروا نہ کرنے کی تلقین نہیں کرتا بلکہ موجودہ اعمال زندگی کو آیندہ زندگی کی خوشی و مصیبت کی اصل بنیاد قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد من کان فی ھذہٖ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی۔ جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ آیندہ کی زندگی میں بھی اندھا ہی رہیگا۔ ہمیں اپنے اعمال و افعال کو راستبازوں کے اعمال و افعال کی طرح بنانے کی تلقین کرتا ہے +

بشارتِ صلح و امن

ترجمہ خطبہ جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے مسجد ووکنگ (انگلستان) میں موقعہ عید الفطر بتاریخ ۸ - اگست ۱۹۱۸ء کو پڑھا +

اُس خدا سے جو تمام قوموں کا مالک ہے دُعا ہے کہ وہ اس خوفناک لڑائی کا خاتمہ کرے۔ اور اسکی بجائے ایک عالمگیر اور ابدی امن قائم کر دے لیکن ایسا امن نہیں جو کہ آج سے پہلے تھا جبکہ تمام قومیں جنگ کیلئے تیار رہتی تھیں۔ اور نہ ایسی ہنگامی صلح جو بیرحم سائنس کے دیو کو اس قابل بنادے کہ وہ اپنی طاقت پھر جمع کر کے مخلوق خدا کو تباہ اور دُنیا کو ویران کر دے۔ خدا کرے کہ وہ امن اس طرح کا ہو کہ جس سے اُن تمام رذیل اور خود غرضانہ اصُول زندگی کا قلع قمع ہو جائے۔ جن کی وجہ سے کبھی کبھی زمانہ ماضی میں کُشت و خون ہوتے رہے ہیں مخلوق کے حافظ حقیقی اور رزاق سے دُعا ہے کہ وہ اسکے لئے اعلےٰ ارفع اصُول پر امن و آشتی قائم کر دے۔ تاکہ ہر فرد بشر اپنے آپ کو پیدائشی آزاد خیال کرے! اور ہر ملک کو وہ اپنا جنم بھوم سمجھ سکے۔ میری مراد صلح و آشتی سے اس جسمانی۔ دماغی اور رُوحانی آسائش و آرام کا قائم ہونا ہے۔ جو خدا کی طرف سے بھیجے ہُوئے مذاہب کے ذریعہ اس کُرۂ ارض پر وقتاً فوقتاً دیکھا گیا ہے۔ یعنی وہ امن جو خدائی سلطنت کے ہم معنے اور مترادف ہے۔ اور جس کا ظہور ہم حضرت موسیٰ عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے زمانہ سے ہو رہا ہے۔ اور جس کا آخری جلوہ ہمارے

پاک رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانہ میں دیکھا گیا۔ جبکہ تمام قسم کی ذاتی اغراض کالعدم ہو گئیں۔ اور لوگوں میں انسانیت کی تازہ رُوح پھونکی گئی اور تمام ذاتی خواہشات نے قومی صورت اختیار کر لی۔ اور جبکہ لفظ **میرا** کا مفہوم لفظ **تیرا** سمجھا جاتا تھا۔ اور جبکہ تمام حاسدانہ مقابلوں اور مُفسدانہ رقابتوں کا نام و نشان تک نہ رہا اور انکی بجائے انسانی بہبودی کیلئے سرگرمی اور قربانی نے جگہ لیلی۔ ابدی امن کے حصول کیلئے دُنیا کو ضرورت ہے کہ انسانیت و ہمدردی کے معنے ایسے وسیع کئے جائیں کہ ملک و فرقہ اور قومیت کی دیواریں سب مُنہدم ہو کر پھر ایک دفعہ جیسا کہ حضرت محمد صلعم کے زمانہ میں ہوا تھا۔ انسانوں کے تمام مختلف فرقے اور منتشر اجزاء باہم ملکر ایک جان ہو جائیں +

آج تیراں دن کم چار سال ہوتے ہیں جبکہ یہ عالمگیر آگ سُلگی اور اس نے ہر ایک خوبی کو جو انسان میں تھی۔ نہ صرف برباد ہی کر دیا۔ بلکہ بدترین خصائل کو جو ہمیں ہو سکتی ہیں آشکارا کیا۔ گویا انسان ابلیس کے لباس میں یا بالفاظ دیگر ابلیس انسان کے لباس میں نمودار ہوا ہے۔ شائستگی کی تمام علامات اور انسانیت کے تمام نشانات مٹا دیئے گئے ہیں۔ **شاہ نیرو** بھی اگر اس تباہی کو دیکھتا جو زرخیز زمینوں اور خوبصورت شہروں کو نصیب ہوئی تو شرماتا۔ اس ہیبتناک سفاکی اور ظالم تخریب کا اندازہ انسان خیال میں بھی نہیں کر سکتا۔ جس نے تہذیب اور شائستگی کو صدمہ پہنچایا ہے اور جس کے نزدیک سپاہی اور غیر سپاہی سب یکساں ہیں۔ اور جو میدان جنگ اور شفاخانوں میں خواہ وہ خشکی پر ہوں یا سمندر میں کوئی تمیز نہیں کرتی۔ اور جو خدا کی پرستشگاہوں کو تباہ اور ان بیگناہ جانوں کو اچانک تباہ کرتی ہے جو عبادتخانوں میں گھٹنوں کے بل اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوں اپنی محبت کرنیوالے خدا سے جو آسمانوں پر ہے التجا کرتے ہیں کہ اس شرارت اور بدذاتی کا جو ظاہر ہو رہی ہے خاتمہ کر دے +

خدا کی شان! یہ سب کچھ صرف اُنہیں اقالیم میں ہو رہا ہے۔ جو اُس آقا کی ہیں جو شیطان کے مارنے کیلئے آیا۔ اور جو اپنی بُردبارانہ تعلیم کے باعث سچ مچ شہزادۂ امن کہلایا۔ لیکن کیا کلیسیا میں ایسی قدرت نہیں کہ وہ اپنی بیراہ جماعت کو واپس بلالے۔ اور دنیا کو اس خطرناک تباہی سے نجات دے لیکن افسوس ہے کہ ایسی طاقت اسمیں نہیں۔ اگر زمانہ وسطیٰ میں مسیحی قومیں خون کی ندیاں بہاتیں تو اس کا

باعث جہالت قرار دیا جاتا لیکن آج کل کی کلیسیا کی نسبت کیا خیال کیا جائے جبکہ تہذیب اور علوم الٰہیات کی ترقی پہلو بہ پہلو ہو رہی ہے۔ کیا جنگ سے پہلے اہل جرمن ہی مذہب کو بہترین طرز پر بیان کرنے والے خیال نہیں کئے جاتے تھے۔ اور کیا جیسا کہ سال گذشتہ سینٹ پال کے پادری صاحب نے بیان کیا علم الٰہیات کا اعلےٰ ترین منبع جرمن ہی نہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ اسی ملک میں کاربردازان جنگ نے مذہبی تعلیم سے جنگ کا کام لیا ہے۔ وہاں تمام گرجوں میں مذہبی وعظوں کی جگہ اب جنگ کے لئے وعظ ہو رہے ہیں اور کوشش کی جا رہی ہے کہ جو کچھ جنگ میں ہوتا ہے اُسے جائز قرار دیا جائے۔ جناب مسیح کے صاف اور سادہ الفاظ کو جو کہ امن کی حقیقی بشارت تھی بگاڑ کر اسکے غلط معنے کئے گئے ہیں تا کہ اغراض جنگ کو پورا کیا جائے۔ زمانہ ریفارمیشن سے آج تک بدقسمتی سے صاحب لوا در نے عوام کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ لیکن کلیسیا کا حال ہر جگہ مشرق و مغرب میں یکساں ہے۔ ہر جگہ روئے زمین پر مذہب کو نفسانی اور سیاسی اغراض کے حصول کیلئے کم و بیش استعمال کیا گیا ہے۔

— —

— — — — — کہا جاتا ہے کہ مذہب کے نام پر اس کے خود مختارانہ پرستاروں نے اسقدر خونریزی کی ہے کہ کسی انسان کے قائم کردہ سلسلہ کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ تو کیا اس صورت میں یہ کوئی تعجب کی بات ہے کہ اگر مادہ پرستوں میں سے بعض مذہب کو حقیر ظاہر کریں اور اُسے در اصل ظلم اور خونریزی کا سرچشمہ قرار دیکر اُسے انسانی دائرہ سے باہر نکالنا چاہیں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے کوئی بہتر اور زیادہ تر امن والی تجویز روئے زمین پر امن کی بادشاہت قائم کرنے کیلئے کی ہے۔ کیا ان کا اپنا بنایا ہوا فلسفۂ زندگی اسی تمام مصیبت کا جو ان خطرناک ایام میں ہم اُٹھا رہے ہیں ذمہ وار نہیں۔ کیا یہ لوگ اس جرمن فلاسفر نیٹز شی کے قدم بقدم چلنا نہیں چاہتے جو ہر ایک بات اپنی مرضی کے مطابق کرنا چاہتا ہے بلا لحاظ اسکے کہ دوسروں پر اس کا اثر کیا ہو گا۔ کیا یہ سب کچھ اُسی فلسفیانہ اصول کا نتیجہ نہیں جو اس امر کا مقتضی ہے کہ دنیا میں سب سے اچھا انسان یا سب سے اچھی مخلوق ہے۔ اور ادنےٰ پایہ کی مخلوق کو زمین پر سانس لینے کی بھی اجازت نہ دیجائے۔ یا وہ بہترین مخلوق کے خود غرضانہ مدعا کو حاصل کرنے میں مدد دے۔ جنگ کا لارڈ وسعہ اپنی ذریات کے اپنی قابلیت و اصلیت قائم کرنے اور باقی سب کو پاؤں تلے روندنے کیلئے میدان میں آنکلا ہے۔ اور اب کوئی اصول یا مسئلہ جو یہ دنیاوی فلاسفر کہتے

ہیں ہمارے لئے مفید نہیں ہو سکتا لیکن مذہب اور فقط مذہب ہی اپنی اصلی صورت میں ہماری نجات کا موجب ہو سکتا ہے لیکن یہ غرض کلیسیا کے ذریعہ پوری نہیں ہو سکتی۔ خواہ وہ مشرق میں ہو اور خواہ مغرب میں۔ بلکہ مغرب میں تو یہ حال ہے اسکے بڑے بڑے شارحوں نے اسے نا تسلی بخش قرار دیدیا ہے جنگ سے بیشتر ہی انہوں نے اس امر کی ضرورت ظاہر کی ہے کہ عیسائی مذہب کی تمام عمارت کی ترمیم کی جائے۔ اور جنگ نے بھی اس عمارت کا کھوکھلا ہونا ثابت کر دیا ہے۔ بلکہ مختلف قسم کے وعظ جو گاہ بگاہ گرجوں میں گذشتہ چار سال کے عرصہ میں ہوئے ہیں ہماری رائے کی تائید کرتے ہیں۔ پادری انجی صاحب تو ایک دوسرے رسول کے ظہور کی امید میں ہیں جو کہ اس موجودہ آفت سے نجات دلائیگا۔ اُن کا یہ خیال گو بہت دلچسپ ہے لیکن اس قوم اور فرقہ کے لئے جس سے پادری صاحب کا تعلق ہے یہ خیال قابل تعریف نہیں لیکن کلیسیا جہاں کہیں بھی ہم جائیں یکساں ہے۔ اور افسوس ہے کہ یہ ایک مایوس کن نظارہ اور دلشکن اُمید ہے۔ مگر ہمیں خود ساختہ مذہبی داروغوں کیطرف توجہ نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ ہمیں بڑی فروتنی سے انسانوں کے ان سرداروں کی طرف جانا ہی چاہئے جن کے پاس خدائی مذہب خدا ہی کی طرف سے پہنچا۔ اور جو اُسکی مخلوق کے پاس اس کی طرف سے آئے یعنے دُنیا کے پیغمبر۔ پس ہمیں عاجزی سے حضرت ابراہیمؑ حضرت اسمٰعیلؑ حضرت یعقوبؑ اور انکی اولاد کے قدموں میں بیٹھنا چاہئے اور سچی اسلامی محبت و جوش سے حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد صلعم اور دنیا کے دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرف رجوع کرنا اور انہیں اپنا رہبر ماننا چاہئے۔ تاکہ ہم مخلوق کو فناہ کر دینے والی آفت سے نجات ملے ؛

اس موقع پر اسلامی محبت و جوش کے معنے بتلانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور میں اسے قرآن قرآن شریف کے (جو اسلام کی بشارت ہے) اپنے الفاظ ہی سے واضح کرنا چاہتا ہوں۔ اس امر کی تشریح کے لئے کہ مسلمانوں کا اعتقاد دُنیا کے دوسرے پیغمبروں کی نسبت کیا ہے۔ میں ذیل میں اپنا عقیدہ کتاب اللہ کے حکم کے ماتحت پڑھ دیتا ہوں ؛

کہو: کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو تم (محمدؐ) پر نازل ہُوا۔ اور اس پر جو حضرت ابراہیم یعقوبؑ اسمٰعیلؑ۔ اسحٰقؑ اور اسکی اور اولاد پر نازل ہُوا۔ نیز اس پر بھی ہمارا ایمان ہے جو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور دُنیا کے تمام پیغمبروں کو (خواہ وہ جہان کے کسی حصہ میں ہوئے ہوں)

عطا کیا گیا ہے۔ ہم (مسلمان) رسُولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم اللہ کے تابعدار ہیں جس نے کہ انہیں ہمارے پاس بھیجا +

یہ اسلامی خیال پیغمبروں کے متعلق ہے۔ اور کیا یہ بات مذہبی دُنیا میں اختلاف مٹا کر اسمیں اتفاق پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں؟ مسلمانوں کیلئے اللہ تعالےٰ کی رضا کے آگے سر جھکانا لازمی ہے۔ اور اسکے وحی کو ماننے کیلئے اسکے ہر ایک پیغمبر کی طرف جانا ضروری ہے یہ خیال نہ کیا جائے کہ کوئی خاص انسان یا گروہ یا قوم خدا کی پسند کردہ ہے۔ بلکہ سب خدا کے یکساں بچے ہیں۔ اگر میرا اللہ جسمانی خوراک کے دینے میں کوئی تمیز نہیں کرتا۔ تو وہ رُوحانی غذا کے دینے میں زیادہ تر جانبدار ہے۔ ذرہ ان تمام نبیوں کی تعلیم کو دیکھو۔ ان میں ان کو زندگی کی وہ بچی بشارت ملیگی جس سے انسان خود غرضی کے دیو سے نجات پا سکتا ہے +

اس مضمون پر لمبے وعظ اور خطبوں کی میں ضرورت نہیں دیکھتا۔ میں صرف آپ کی توجہ مذہبی زندگی کے اس اعلےٰ مقصد کی طرف مبذول کرونگا جس کا نقشہ تمام رسولوں نے مختلف طرز پر ایک ہی جملہ میں کھینچا ہے۔ یعنے فروتنی سے خدا کے ساتھ چلو۔ اور جیسا کہ پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے۔ اپنے اندر ربانی صفت پیدا کرو۔ تاکہ با الفاظ جناب مسیح یہ کہنے کے قابل ہو جاؤ کہ میں اور میرا باپ ایک ہیں۔ رُوحانیت کی اس قسم کی منزل پر پہنچکر ہم خدا نہیں بنجاتے۔ اور نہ کبھی کوئی انسان خدا بنا ہے۔ ان بزرگوں کا ذرہ خیال کرو جنہیں جہالت اور سریع الاعتقادی نے خدائی کا جامہ پہنا دیا ہے۔ کیا ان بزرگوں میں معمولی انسانی کمزوریاں نہ تھیں ؟

میرے دوستو اگر آپ میں سے بعض کے دل میں خدا کے ساتھ برابری کا خیال سما جائے تو اسکی نسبت کیا سمجھا جائیگا۔ اس قسم کا خیال محض کفر ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ میں اور میرا باپ ایک ہیں ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمنے خودی کو مار دیا ہے۔ ہمنے اپنے آپ کو فنا کر دیا ہے۔ ہم اپنی مرضی کو تابع رضاء مولےٰ کرتے ہیں۔ اور نہایت تابعداری سے اسکے احکام بجالاتے ہیں۔ اور اس اسلامی (رضا جوئی) میں ہم خدا کے ساتھ ایک ہو جاتے ہیں۔ آپ اس بزرگ کی طرف دیکھو جس نے فرمایا۔ کہ میں اور میرا باپ ایک ہیں۔ لیکن اس نے یہ بھی کہا کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے (دیکھو یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۸) مجھے تم نیک کیوں کہتے ہو۔ سوائے ایک ہستی کے

یعنے خدا کے اور کوئی نیک نہیں +

صرف یہی غرض اس مذہب کی تھی جو حضرت مسیح اور دیگر انبیاء نے ہمیں دیا لیکن بدقسمتی سے اُن مقدس و بزرگ انسانوں میں سے بعض کو خدا سمجھا گیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی کامل تابعداری کی وجہ سے اس قسم کی اعلےٰ وارفع مقام پر پہنچے۔ اور ہمیں اپنے طرز عمل سے بتلایا کہ ہم کس قابل ہیں۔ اور کہاں تک ترقی کر سکتے ہیں۔ اگر جناب مسیحؑ نے فرمایا۔ کہ "میں اور میرا باپ ایک ہیں"۔ اگر کرشن جی اپنی وجد کی حالت میں پکار اُٹھے۔ کہ "میں بھگوان (خدا) ہوں"۔ اگر چند ایک صدی آج سے پہلے حضرت محمدؐ کے ایک ادنےٰ غلام نے اسی قسم کی کیفیت قلبی میں الحق یعنے میں حقیقت (خدا) ہوں کہہ کر دُنیا کو چونکا دیا۔ اور اس قدر معجزے دکھلائے جو زود اعتقاد لوگوں کی نظر میں اُسے خدا سمجھنے کیلئے کافی تھے۔ تو کیا ان لوگوں نے کبھی اس لئے خدائی کا دعوےٰ کیا؟ اور کبھی اُنھوں نے اس امر کا اشارہ بھی کیا کہ انہیں کوئی خاص کمال حاصل ہے۔ وہ انسانوں کی طرح رسولوں کی حیثیت میں بولے۔ ان میں سے ہر ایک انسان کا بیٹا تھا لیکن انہوں نے روحانیت کا وہ مقام دکھلادیا جہاں کہ انسان کا ہر ایک بچہ پہنچ سکتا ہے۔ دنیا کو حضرت محمدؐ کا بہت شکر گزار ہونا چاہئے جنہوں نے اُسے اس جہالت محض سے یہ کہکر نجات دیدی کہ:- خدا فرماتا ہے جبکہ انسان کامل طور پر میرا مطیع ہو جاتا ہے تو میں اسے محبت کرتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اسکی آنکھیں بنجاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے کان بنتا ہوں جن سے وہ سُنتا ہے۔ اسکی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اور ٹانگیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے +

پس یہی بشارت ہے۔ جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے انسانوں تک مذہب اسلام کی صورت میں پہنچائی۔ اور اسی مذہب میں اعلےٰ سے اعلےٰ مقام ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس پر اور محض اسی پر جیسا کہ میں آگے چلکر ثابت کرونگا امن و جنگ کے ظالمانہ ہاتھ سے دُنیا کی نجات منحصر ہے۔ اور تمام جہان کیلئے ابدی امن کا دارومدار ہے۔ اسی قانون الٰہی پر عمل کرنے سے جناب مسیح جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں یہ کہنے کے قابل ہو گئے کہ "میں اور میرا باپ ایک ہیں"۔ اور

کرم کنڈ (اطاعت احکام الٰہی) پر کامل طور پر کاربند ہونے سے کرشن جی یہ کہنے کے قابل ہوئے۔ کہ میں بھگوان ہوں + حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس سیڑھی کی اعلےٰ زینہ پر ہی نہیں پہنچے جس پر یہ بزرگ چڑھ رہے تھے۔ بلکہ انھوں نے اپنے بلند ترین مقام پر سے یہ فرما کر کہ انا البشر مثلکم ہمیں بتلایا کہ آپ ہماری طرح انسان ہیں +

ہم سب کے قوےٰ یکساں ہیں۔ اور جسمانی مساوات روحانی مساوات چاہتی ہے۔ حضرت مسیح نے ہمیں اپنے تئیں انسان کا بیٹا بتلایا۔ ہمارے متعلق کہا جاتا ہے کہ ہم خدا کی شکل پر بنائے گئے ہیں۔ اور وہ شکل بغیر روح وجان کے ہے۔ پس اگر یکساری سے ہم خدا کے ساتھ چلیں جیسا کہ حضرت مسیح اور دیگر انبیا علیہ السلام نے کیا تو وہ شکل خدا کی روح سے زندہ ہو جائیگی پھر ہم اندھوں کو بینائی۔ بہروں کو شنوائی۔ اور مردوں میں جان ہی ڈالنے کے قابل نہ ہو جائینگے۔ بلکہ خود امن کے بیٹے بن جائینگے۔ اور خدا کی بادشاہت ہم پر نازل ہوگی لیکن کیا آپ نے کبھی اسبات کے سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ خدا کے اعضا کیا ہوتے ہیں۔ اور اسکی آنکھ اور کان کس قسم کے ہیں۔ اور کس قسم کے ہاتھوں سے وہ چیزیں پکڑتا ہے اور ان کا انتظام کرتا ہے۔ سُنیئے اسلام کا مقدس رسولؐ فرماتا ہے۔ کہ تم ربانی صفات (اخلاق) اپنے اندر پیدا کرو۔ اب یہ کہ ربانی صفات کیا ہیں۔ میں اس کے متعلق آپ کو رسول کریم کے حکم کے مطابق بتلاتا ہوں۔ آپ قرآن شریف کھولیں۔ اسکی پہلی سورت کی ابتدا میں اللہ کی چار صفات بتلائی گئی ہیں:۔ الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم ملک یوم الدین

رب العلمین سے تمام جہانوں تمام گروہوں اور قوموں کا ہر وقت اور ہر زمانہ میں خالق۔ رازق قائم رکھنے والا اور تربیت دینے والا مراد ہے جس کی بخشش اور عطا ہر قوم پر بلا امتیاز جاری ہے۔ اور ہر ایک تک پہنچتی ہے۔ اور جو اپنے خدائی انتظام میں اپنی صفت رحمان (بخشش کنندہ) کا اظہار کرتا ہے۔ اور جسکی فیاضی ہر ایک کی ضرورت کے مطابق ہے پیشتر اسکے کہ اس ضرورت کا وجود ظہور میں آیا ہو۔ کیا دُنیا کا ذرہ ذرہ بڑی فصاحت کے ساتھ ان ہر دو صفات الٰہی کی تصدیق نہیں کرتا۔ خدا نے کرۂ ارض مع تمام اس کے خزائن کے انسان کے آگے رکھ دیا ہے۔ لیکن یہ انسان ہی ہے جو اپنے دوسرے بھائیوں کو اسمیں اپنے ساتھ

برابر حصہ لینے نہیں دیتا۔ کیا یہی امر لوگوں کی تکلیف کا موجب نہیں؟ اگر انسان نہایت انکساری کے ساتھ خدا کے قدم بقدم چلے جس کا نقش نہایت صاف طور پر ہر زمین کے ہر طبقہ پر ہے تو تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے۔ خونریزی معدوم ہو جائے۔ اور تمام جرائم اپنی مختلف شکلوں میں دنیا سے دور کئے جائیں۔ دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں رحمان کے بندے بنو۔ چاہئیے کہ ہماری فیاضی دوسروں کی ضرورت کیلئے بلا بدل ہو۔ اور بلا لحاظ ملک۔ رنگ اور قومیت کے ہو کیونکہ ہمارے خالق کا سلوک ہمارے ساتھ اسکے عنایات رحمن کریمیں اسی طرز کا ہوا ہے! اس طریق سے دنیا میں خدائی سلطنت اور امن کا دور قائم ہو جائیگا۔ اللہ کی تیسری صفت رحیم ہے وہ اپنے رحم سے انسان کے کام کا بدلہ کئی ہزار گنا زیادہ دیتا ہے مثلاً دیکھو کہ ہم ایک دانہ زمین میں بوتے ہیں۔ ہمنے زمین میں ہل جوتا ہے۔ اور اسکی مناسب طریق پر آبپاشی کی ہے پس اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کرسکتے لیکن چند ماہ کی انتظار کے بعد خدا کے فضل کا ظہور ایک دانہ کی بجائے سینکڑوں دانوں کی شکل میں ہوتا ہے۔ اگر انسان کو اسکی قابل نفرین فرد مایگی اسے خدا کی اس صفت کے رنگ میں عاجزی کے ساتھ چلنے کی اجازت دیتی تو پھر دولتمندی اور مفلسی کے سوال کے متعلق کسی قسم کی تکالیف پیدا نہ ہوتیں۔ کیا دولتمند مفلسوں کا خون نہیں پیتے اور کوشش نہیں کرتے کہ وہ اپنا مفاد حاصل کریں خواہ مفلس اور مزدوری پیشہ لوگ زندہ رہیں یا مریں دولتمندوں کو چاہئیے تھا کہ وہ غرباء کے کاموں کی وجہ سے خدا کا شکر کرتے۔ زبانی شکریہ نہیں کیونکہ اس قسم کے شکریہ کی خدا کے نزدیک کوئی وقعت نہیں شکریہ تو اس طرح ہونا چاہئیے کہ کارکن اور مزدور کو اسکے حق سے زیادہ دیا جائے۔ اس طریق عمل سے صاحب مال کو اخیر میں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچتا لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بدمعاش اور مجرموں کا کیا انتظام کیا جائے یہ بھی تو انسان کے ساتھ ساتھ ہی پیدا ہوئی ہے۔ تو کیا جیسا کہ بعض کہہ سکتے ہیں خیر خواہئے عالم کے اصول کے ماتحت ایسے لوگوں کی بدلگامی اور آزادی کیلئے انہیں انعام دیا جائے میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں میں پھر کہونگا کہ فروتنی سے خدا کے ساتھ چلو جو مالک یوم الدّین ہے یعنے مالک ہے یوم جزا و سزا اور یوم حساب کا۔ کتاب اللہ نے مالک کا لفظ لکھنے سے جس کے معنے آقا و خاوند کے ہیں ہمیں اس طرز عمل کو واضح اور عمدہ طور پر سمجھا دیا ہے جو گنہگاروں کے ساتھ خدا برتیگا۔ اسے اس جج یا حاکم کی طرح نہ سمجھنا

چاہئے جو قانون کی سخت جکڑبندیوں کی وجہ سے کسی مجرم پر کسی قسم کا رحم نہیں کر سکتا۔ اور اسکی جرم کی پاداش میں اسے سزا دینے کے بغیر رک نہیں سکتا۔ اور قانون کا مدعا پورا کرنے اور نیز اپنی حمیت ذات کی تسکین کے لئے قربانی پر نظر رکھتا ہے۔ اور پھر بطور معاوضہ کفارہ کا انتظام کرتا ہے +

میرے دوستو وہ جج ایسا جج نہیں۔ اس قسم کا معاملہ نہ تو انصاف ہی ہے اور نہ رحم۔ انصاف کم از کم اس شخص کے حق میں نہیں جو دوسروں کیلئے کفارہ ہوتا ہے۔ اور رحم اس حالت میں رحم نہیں جبکہ معاوضہ بھی لیا جائے یہ ایک قسم کا بیوپار یا سودا ہے۔ خدا کی بیشمار عنایات پر غور کرو جو آپکے چاروں طرف ہیں۔ اور جن کے ہم مستحق نہیں تو کیا خدا نے بغیر معاوضہ کے ہم پر اپنا رحم ظاہر نہیں کیا۔ کہ ہمارا گناہ معاف کرنے کیلئے اسے معاوضہ کی ضرورت پڑی ہے۔ اب آپ مالک (آقا) کے معنوں پر توجہ کرو۔ خدا میرا آقا و مالک ہے۔ اور میں گنہگار ہوں لیکن اسکی ملکیت ہوں۔ کیا مالک اپنے مال کی حفاظت میں گہری دلچسپی نہیں لیتا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے مال میں بعض نقص دیکھتا ہو لیکن وہ اس کے دور کرنے کی کوشش کریگا۔ اور اس طریق پر کہ وہ برباد نہ ہو جائے۔ اور یہی طریق ہے جو فطرت کے تمام کاموں میں دیکھا جاتا ہے۔ فطرت کے ہر ایسے فعل کے بعد جو کسی جسم کو علیحدہ علیحدہ کرنے میں دکھائی دیتا ہے اس جسم کی ساخت جدید شروع ہو جاتی ہے لیکن کوئی چیز بھی بالکل معدوم نہیں ہوتی کسی جسم کا انحطاط و تنزل اسکی ساخت کو بگاڑتا ہے لیکن یہ شکست و ریخت اسے دوبارہ ترتیب دینے کیلئے ہوتی ہے موسم خزاں اسلئے نہیں آتا۔ کہ ویراں کرے۔ بلکہ اسی لئے کہ درختوں کی ٹہنیوں پر سے ردی و زائد چیز کو دور کرکے انہیں نئی زندگی کیلئے تیار کر دے۔ یہ مختلف قسم کی سزائیں ہیں۔ جو خدا کے ہاتھ سے ملتی ہیں۔ اور یہ اسی ہستی کی شان کے شایاں ہیں جسے مخلوق کے ساتھ اتنی ہی دلچسپی ہے جتنی کہ ایک مالک کو اپنے مال کے ساتھ پس جنہوں نے قانون شکنی کی ہے اور جو شرارت اور گناہ پھیلاتے ہیں انہیں سزا دیجائے لیکن اسلئے نہیں۔ کہ انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ بلکہ اسلئے کہ انہیں ہر حالت سے بہتر حالت میں لایا جائے +

شاید آپ کہیں گے کہ میں ناممکنات پر بحث کر رہا ہوں۔ اور اپنے دماغ میں خیالی پلاؤ پکا رہا ہوں مگر میرے بھائیو ایسا نہیں آپ اس قابل ہیں۔ کہ آپ اپنی طرز زندگی میں حفاظت الٰہی کا اظہار کر سکیں۔ اور یہی کتاب کا حکم ہے۔ جو کہتی ہے کہ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا یعنی خدا کسی کی طاقت

سے زیادہ اس پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ آپ غور کریں۔ کہ بلالحاظ اسباب کے کہ ہم میں کسقدر غرور ناگی ہے یا ہم
کسقدر خودغرضی میں منہمک ہیں۔ ہم پھر بھی آلہی صفات گو ایک محدود حلقے کے اندر ظاہر کرتے ہیں۔ ہم
رب۔ رحمن۔ رحیم اور مالک کی صفات کے ماتحت چلتے ہیں ہم میں سے
تمام یا بہت سے متاہل بھی ہیں۔ ہمارے بچے بھی ہیں۔ کیا ہم اُن
کیلئے ضروریات مہیا نہیں کرتے۔ کیا ہم اُنہیں کھلاتے پلاتے اور اُنکی پرورش
نہیں کرتے۔ ہم یقیناً سب کچھ کرتے ہیں! ورنہ استعارے کے رنگ میں ہم بچوں کے رب ہیں پھر کیا ہم
بعض وقت انکی ضروریات کا انتظام نہیں کرتے سالہاسال پیشتر اس سے کہ وہ ان ضروریات کو محسوس کریں کیا ہم
کسی جائداد پر یا کسی اور رنگ میں روپیہ خرچ نہیں کرتے اس غرض کیلئے کہ ہماری اولاد اس سے فائدہ اٹھائے
جبکہ وہ خاص عمر کی ہو۔ اور یہ سب کچھ ہم جبر و اکراہ سے نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی خوشی اور رضا سے اور بلا کسی
معاوضے کے یہ ہمارا فعل صفت رحمان کے ماتحت ہے۔ جب آپ کے بچے اور بعض اوقات آپکے
دوست ایک معمولی سا کام آپ کی خوشی کیلئے کر دیتے ہیں۔ تو آپ انہیں معاوضہ کئی سوگنا زیادہ
دیتے ہیں۔ اور اس طرح بڑی عاجزی سے اپنے خدا کے ساتھ چلتے ہیں جو رحیم ہے۔ اب بتائیے کہ آپ
اپنے بچوں کی شرارت کا کیا انتظام کرتے ہیں۔ کیا انہیں شرارت کی وجہ سے مار مار کر ہلاک
کر دیتے ہیں۔ اور انہیں اس طریق پر نصیحت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک دشمن کرتا ہے نہیں۔
آپ ایک سخت چھڑی ہاتھ میں لیتے ہیں۔ لیکن سزا دیتے وقت آپکے دل میں محبت ہوتی ہے کیونکہ
آپ کا تعلق ان سے ایسا ہے۔ جیسا کہ ایک مالک کا اپنی جائداد کے ساتھ ہم تو صرف انہیں بُری
حالت سے اچھی حالت میں لانا چاہتے ہیں۔ نہ کہ انہیں تباہ و برباد کرنا ہمارا مقصد ہے۔ اس
صورت میں آپ رحمان اور مالک کی صفات اختیار کرتے ہیں۔ گو خاص دائرے کے اندر۔ اب ان صفات
کی مشق کے حلقے کو وسیع کرتے کرتے ان تک پہنچا دو۔ جو آپکے قریبی اور پیارے ہیں۔ اور آپ
خیال کریں۔ کہ یہ میری درخواست ناممکنات سے نہیں۔ آپ ایسا ہر روز کرتے ہیں۔ جبکہ آپ میں حب الوطنی
کا سخت جوش پیدا ہوتا ہے۔ آپ کی کمائی ان لوگوں کی پرورش۔ امداد اور ضروریات پر خرچ ہوتی ہے
جو کہ آپ کی فیاضی پر بوجہ محبت الوطنی کے جائز طور پر حق رکھتے ہیں۔ اور میرے خیال میں یہ لڑائی بھی
ایک لحاظ سے فضل کی صورت میں آئی ہے۔ اسکی وجہ سے تمام یہ صفات ظہور میں آرہی ہیں۔ ذرا اپنی

مد آلنو ئی طرف دیکھو۔ وہ کس نرمی سے ان لوگوں کے قصور دیکھتی ہیں جو ہمارے لئے لڑ رہے ہیں کیونکہ ہمیں اپنی فوجوں کے قائم رکھنے میں دلچسپی ہے۔ کیا یہ وہی مالک یوم الدین ہی نہیں جو آجکل سزا کے اصولوں کے متعلق ہماری رہنمائی کر رہا ہے۔ ہاں تو آجکل کس بات کی کمی ہے صرف اسکی کہ ہم ان خدائی صفات کو حب الوطنی کے حدود سے باہر تک لیجائیں۔ اور ان کو قائم پہنچائیں جو ہماری قوم ملک اور فرقے سے تعلق نہیں رکھتے۔ اور میں پھر کہتا ہوں کہ یہ ناممکن نہیں جنگ نے ہمیں ان تمام صفات کے اظہار کا موقع دے دیا ہے۔ کیا تمیں سے زیادہ قوموں نے اتحادیوں کے اغراض میں ساتھ نہیں دیا۔ اور کیا آپ کا سلوک ان سے ہی نہیں ہا۔ جو آپ اپنے ہم وطنوں سے کرتے ہیں اور کیا آپ بلجیم کی خاطر نہیں لڑے۔ کیا آپنے اہل سربیا کے ساتھ فیاضی نہیں دکھلائی۔ کیا آپنے فرانس کی خاطر اپنا خون نہیں بہایا۔ اس جنگ میں ہر قوم کا خواہ کچھ ہی مقصد پنہاں ہو لیکن اس نازک موقعہ پر دنیا نے جبکہ آدھی ایکطرف اور آدھی دوسری طرف لڑ رہی ہے۔ یہ کافی طور پر بتلا دیا ہے۔ کہ انسان میں قابلیت ہے۔ کہ اپنی ہمدردی اور دلسوزی کا اظہار انکی خاطر بھی کر سکے۔ جن کی قوم اور رنگ اور ملک جُدا ہے۔ پس ایک حد تک وہ بڑی عاجزی سے خدا کے ساتھ ساتھ اسکی صفات۔ رب۔ رحمن۔ رحیم۔ اور مالک کے ماتحت چل رہا ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ صفات ضرورت کے وقت ظاہر ہوتی ہیں۔ لیکن آپ ان کی مشق کریں۔ اور انسان کی خاطر انہیں مستقل سرمایہ کے طور پر بنا لیں۔ سوسائٹی کی موجودہ حالت جیسا کہ وزیر اعظم صاحب نے تھوڑے دن ہوئے۔ کہا۔ جناب مسیح پر ایک دھبہ ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ خدا اور اسکے تمام پیغمبروں پر مع جناب عیسیٰ (نعوذ باللہ) دھبہ ہے۔ پھر وزیر اعظم صاحب کا خیال ہے کہ آئندہ ہر ایک ملک ہر ایک آدمی کا خیال کیا جائیگا۔ اور ہر شخص کی کمائی دوسرے شخص کی ضرورت کیلئے خرچ کیجائیگی۔ اس صورت میں میں کہتا ہوں۔ کہ خدائی سلطنت زمین پر نازل ہو گی۔ جیسا کہ حضرت محمد صلعم کے زمانے میں ہوئی تھی۔ فرشتے تب زمین پر نزول کرینگے۔ اور رحمت کے پرچم پھیلائینگے۔ پھر زمین پر موعودہ ہزار سالہ سلطنتِ امن یا خدائی سلطنت دکھائی دیگی۔ اور ہم اپنی اصلی وراثت حاصل کرینگے۔ یعنی خدا انسان کے ساتھ ہوگا۔ ہم الوہیت کے سرحد پر اُڑینگے۔ جس کے آگے ہم جا نہیں سکتے۔ لیکن وہ لوگ جن کا خیال اس کے خلاف ہے۔ وہ دھوکے میں ہیں۔ جیسے وہ بعض حالات میں خدا سمجھ بیٹھے ہیں۔ وہ ایک مظہر خدا ہے۔ الوہیت استعارات کے دائرے سے باہر ہے

اور تمثیلات اسکی حقیقت کو ظاہر نہیں کر سکتیں۔ جن متبرک حدود کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ اس تک نا اہل نہیں پہنچ سکتا۔ خدائی حدود تک پہنچنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ ہم فروتنی ہی فیاضی اور خیرات کی طرز اختیار کر کے خدا کے ساتھ چلیں۔ پس رب۔ رحمٰن۔ رحیم۔ اور مالک کے سچے پرستار بننے کی کوشش کرو۔ اور جیسا کہ لارڈ طالس ٹوئی کا قول ہے کہ خدا کی عبادت یہی ہے کہ اسکی خواہش ہماری خواہش ہو۔ اور خدا خلق اللہ کی بہبودی چاہتا ہے۔ اس لئے خلق اللہ کی بہتری کیلئے کوشاں رہو۔ تاکہ خدا کا دروازہ تمہارے لئے کھولا جائے۔ پاک زندگی کیلئے یہ پہلی شرط ہے۔ اس کے بغیر آپ کا تمام علوم الٰہیات ایک قسم کا سراب ہے۔ اس ہی مدد تو مل سکتی ہے۔ بشرطیکہ یہ شرط پہلے پوری کیجائے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ ہمیں اس شرط کو پورا کرنے کی توفیق دے۔ اور دنیا کو اس آفت سے نجات دے جسمیں کہ وہ انسان کی رذالت اور خود غرضی کی وجہ سے پھنسی ہے۔ آؤ ہم اب اپنے خدا کی حمد کریں۔ اور ان الفاظ میں جو ہمیں ہمارے رسول صلعم نے سکھائے ہیں۔ اسکی حمد و ثنا کریں۔ اور میں اپنے مسلمان بھائیوں سے التجا کرتا ہوں۔ کہ میرے ساتھ ملکر یہ پڑھیں۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر۔ اللہ اکبر و للہ الحمد۔ خدا بڑا ہے۔ خدا بڑا ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ خدا بڑا ہے۔ خدا بڑا ہے اور سب تعریف اور حمد اُسی کیلئے ہے +

جنوری ۱۹۱۹ء کا رسالہ اشاعت اسلام

(۱) جن احباب کا چندہ اس رسالہ دسمبر ۱۹۱۸ء کے پہنچنے پر ختم ہوتا ہے۔ از راہ کرم مبلغ تین روپے بابت چندہ سال ۱۹۱۹ء بذریعہ منی آرڈر بنام امین صاحب ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ ورنہ بصورت دیگر جنوری ۱۹۱۹ء کا رسالہ آپ کی خدمت اقدس میں مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۱۹ء کو بذریعہ وی پی ارسال ہوگا +

(۲) اگر کسی معزز احباب کو خدانخواستہ کسی وجہ سے ایسے اہم اسلامی رسالہ کے آئندہ خریدار رہنے میں کچھ پیش ہو تو براہ کرم وی پی کی روانگی سے پیشتر ہی مطلع فرمائیں۔ تاکہ دفتر ناحق انکار وی پی سے محصول ڈاک کا نقصان اٹھانا نہ پڑے۔

(۳) اس مفید اسلامی رسالہ کا کثرت سے انکار کا اثر بہت حد تک مالی رنگ میں مسلم مشن ووکنگ کو پہنچتا ہے +

(۴) اس رسالہ کے ساتھ فہرست مضامین بابت سال ۱۹۱۸ء ملفوف کیجاتی ہے۔ معزز ناظرین از راہ کرم اپنی جلدوں کے شروع میں لگا کر ممنون فرمائیں +

(۵) احباب توسیع اشاعت کی طرف توجہ مبذول فرما کر عند اللہ ماجور ہوں + مینیجر رسالہ

پتہ امین صاحب: شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر۔ انگلش ویرہوس مال لاہور

ووکنگ مسلم مشن کی اجمالی کیفیت
اور
اُس کا حساب آمد و خرچ

اس جگہ نہ تو مجھے اس مشن کو پبلک میں انٹروڈیوس کرانے کی ضرورت ہے۔ اور نہ پبلک پر اسکی اہمیت ظاہر کرنے کی چنداں حاجت ہے۔ جو کچھ بھی اس مشن کی حیثیت ہے۔ وہ پبلک پر ظاہر ہو چکی ہے میں یہاں ایک تو اسکی موجودہ حالت پر کچھ عرض کرونگا۔ پھر یہ بتلانا چاہتا ہوں۔ کہ میں آیندہ کیا کرنا ہے۔ اسکی موجودہ مالی حالت کیا ہے۔ اور کہاں تک یہ مشن محض فضل ایزدی سے ایک حد تک مستقل طور پر مالی مشکلات سے نکلگیا ہے۔ اور آج تک اسکی آمد و خرچ کی کیا صورت رہی۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں میں اس طرف آیا۔ سنہ ۱۹۱۳ء کی ابتدا میں رسالہ اسلامک ریویو شائع کیا گیا۔ سنہ ۱۹۱۳ء کے اخیر میں لارڈ ہیڈلے بالقابہ کا اعلان اسلام ہوا۔ جس سے کل اسلامی دنیا میں ایک قسم کا تلاطم پیدا ہوا۔ حسب معمول مسلمانوں کا جوش ابھرا۔ اور چند مہینوں میں بیٹھ گیا۔ ہندوستان میں بمقام لاہور تبلیغ بلاد غیر کے نام سے ایک انجمن بنائی گئی۔ جس نے کچھ روپیہ جمع کیا۔ اس کا کچھ حصہ ووکنگ مشن کی امداد میں دیا گیا اور کچھ روپیہ ترجمۃ القرآن کی کمیٹی کے حوالے کیا گیا۔ افسوس کہ یہ فنڈ بھی جہاں تھا وہیں رہا۔ سنہ ۱۹۱۴ء کے اخیر میں میں ہندوستان پہنچا۔ اور سنہ ۱۹۱۵ء کے شروع میں میں نے ہندوستان میں تحریک کی۔ سنہ ۱۹۱۶ء کے اخیر میں۔ میں اس طرف آگیا۔ اور اب تک یہاں ہوں ؛

سال سنہ ۱۹۱۳ء اور اگست سنہ ۱۹۱۴ء تک یہ مشن اس جگہ میری نگرانی میں رہا۔ اس کا خرچ اسوقت زیادہ تر اسلامک ریویو اور اسکی مفت تقسیم تھی۔ میرے بعد اگست سنہ ۱۹۱۴ء سے لیکر اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء تک اس مشن کے نگران یہاں اخویم مولوی صدرالدین صاحب تھے۔ تب سے علاوہ تقسیم اسلامک ریویو مشن کو اخراجات مہمان نوازی لندن میں نماز جمعہ کا انتظام مختلف مقام پر لکچر اور مختلف قسم کے مسلم لٹریچر کی مفت تقسیم کے اخراجات بھی برداشت کرنے پڑے۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں جسقدر آمد ہوئی وہ علاوہ قیمت اسلامک ریویو زیادہ تر چند ذاتی احباب کی امداد تھی جو کسی قدر براہ راست اور زیادہ تر اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور کی ساطت سے تھی جسکا بالکل تعلق ملائکہ سے

سے تھا یہی حالت قریباً اس آمد کی ہے جو ۱۹۱۴ء میں مجھے براہ راست یا بہ ساطت شیخ صاحب موصوف موصول ہوئی ۱۹۱۵ء میں مسلم پبلک کا اس مشن سے زیادہ تر تعلق ہو گیا +

حساب کتاب کے متعلق یہ صورت ہے کہ جو کچھ ابتدا سے ہندوستان میں وصول ہوا۔ وہ ۱۹۱۴ء کے اخیر تک شیخ صاحب موصوف کی کتب حساب میں درج ہے۔ اور ایسا ہی خرچ بھی اس وقت تک نہ کوئی لاہور میں ہی دفتر متعلق مشن تھا اور نہ کوئی آمد و خرچ براہ راست ہوا ۱۹۱۵ء کے شروع میں میں نے دفتر لاہور میں قائم کیا۔ اس وقت سے آج تک جس قدر آمد ہوتی ہے۔ وہ ہندوستان میں تقریباً کل کی کل پہلے شیخ صاحب کی کتابوں میں درج ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بعد ان کا اندراج تفصیل کے ساتھ ہمارے دفتر لاہور کی کتابوں میں کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی اخراجات کا حساب بھی ہمارے دفتر میں بالتفصیل رکھا جاتا ہے۔ خرچ کیلئے رقوم جو وقتاً فوقتاً شیخ صاحب سے لیجاتی ہیں وہ انکے کتب میں درج ہوتی ہیں۔ حتےٰ کہ جو روپیہ ایجنٹ بھی وصول کرتے ہیں۔ یا جو میں نے بھی ہندوستان کے دوروں میں خود وصول کیا۔ وہ بھی بذریعہ منی آرڈر یا بیمہ براہ راست شیخ صاحب کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے ماسوائے اُس رقوم کے جو میں نے حیدر آباد میں وصول کیں میرے دوران قیام حیدر آباد میں آمد کا کل حساب نواب خدیو جنگ صاحب بہادر کے ہاتھ میں رہا۔ اور انہیں کی وساطت سے روپیہ حضرت مولوی صدرالدین صاحب کے نام بھیجا گیا۔ اس وقت بھی ہندوستان میں آمد کے متعلق یہی دستور العمل ہے۔ انگلستان میں جو آمد وصول ہوتی رہی ہے۔ اس کے حساب کی صورت یہی ہے اگست ۱۹۱۳ء تک میں تنہا انگلستان میں تھا۔ اس کے بعد شیخ نور احمد صاحب بلال یہاں آگئے۔ آمد کا حساب و اندراج میرے اور اُن کے ہاتھ میں رہا لیکن خرچ کا حساب کلیتہً ان کے ہاتھ میں تھا۔ اگست ۱۹۱۴ء سے لے کر اخیر ۱۹۱۶ء تک آمد خرچ کا حساب شیخ نور احمد صاحب کے ہاتھ سے کتب میں زیر نگرانی مولوی صدرالدین صاحب درج ہوتا رہا۔ آغاز ۱۹۱۷ء سے اس وقت تک کل آمد جو عموماً کاغذ کی شکل میں ہوتی ہے۔ وہ میری نگرانی میں ملک عبدالقیوم صاحب بی۔ اے کے ہاتھ سے کتاب آمد میں درج ہو کر بینک میں چلی جاتی ہے۔ اخراجات یہاں کے میری ہدایت کے ماتحت انہیں کے ہاتھ سے ہوتے ہیں۔ اور وہی کتب حساب میں درج کرتے ہیں۔ یہ ترتیب حساب کی ہے۔ اس سے ظاہر ہو گا۔ کہ اگرچہ آمد و خرچ کے ساتھ میں نے براہ راست کوئی تعلق رکھنا پسند نہیں کیا لیکن وہ اسیے

محفوظ طریق پر ہے کہ ہمیں ایک پائی بھی اِدھر اُدھر ہونے کا احتمال نہیں جو ہندوستان میں آمد ہوتی ہے ۔ وہ شیخ صاحب کے رجسٹروں میں موجود ہے ۔ اور جو آمد یہاں آتی ہے ۔ ماسوا اُن رقوم کے جو شیخ رحمت اللہ صاحب بحیثیت مجموعی مجھے بھیجیں یا ایک خاص رقم امداد کر (جس کا ذکر سالانہ رپورٹ میں آجاتا ہے) باقی کُل رقوم کُتب ملک صاحب میں درج ہو کر بینک میں چلی جاتی ہیں ۔ جہاں ان کا اندراج ہماری کتب کے مطابق ہوتا ہے ۔ رقوم آمدہ از شیخ رحمت اللہ صاحب کا اندراج یہاں کی کتاب آمد میں اسلئے نہیں ہوتا کہ کتب آمد ہندوستان میں وہ ایکدفعہ ہو چکا ہے ۔ اگرچہ اس طرح آمد و خرچ کا حساب دوسروں کے ہاتھ میں ہے اور مَیں نے اپنی ذات کو اس سے الگ رکھا ہوا ہے، تاہم مجھے ان دوستوں کی امانت پر کُلی اعتبار ہے ۔ اور اگر نقصان ہو تو اخلاقی طور میں ہی اس کا جوابدہ ہوں ۔ اس وقت بھی ۱۹۱۷ء کے شروع سے آج تک ہندوستان میں آمد اور اس کی وصولی شیخ رحمت اللہ صاحب کے ہاتھ میں ہے ۔ اور اُس کا خرچ آمد شیخ نور احمد بلال صاحب کے ہاتھ میں ہے ۔ اور یہاں کی آمد کی وصولی کا حساب بھی آغاز ۱۹۱۵ء سے اس وقت تک ملک صاحب کے ہاتھ میں ہے ۔ اور وہی بینک میں جمع کراتے ہیں ۔ خرچ اور اس کا حساب اُنہیں کے ہاتھ میں ہے ۔ میں اس سے بہتر اس مسلم روپیہ کی حفاظت نہیں کر سکتا ۔ میرے نزدیک یہ بہترین طریق ہے کہ جس سے میری ذات کو بھی براہ راست آمد و خرچ سے تعلق نہ رہے ۔ اور مسلمانوں کے مال کی بھی حفاظت ہو ۔ یہ طریق میں نے کسی کے کہنے پر یا کسی دباؤ سے یا کسی جواب دہی کے خیال سے اختیار نہیں کیا ۔ بلکہ ابتدا سے آج تک جس کسی نے مدد دی ہے ۔ وہ مجھے عند اللہ دی ۔ نہ حساب طلب کرنے کی غرض سے ۔ اور نہ کبھی کسی نے مجھ سے ابتدا ۱۹۱۳ء سے سال زیر رپورٹ تک کبھی حساب طلب کیا ۔ جس نے جو دیا عند اللہ مجھے دیا ۔ لیکن اس قدر اعتبار جو میری ذات پر کیا گیا ۔ اُس کا حقیقی شکریہ میری طرف سے یہی ہے کہ میں اُن کے مال کی حفاظت بھی اسی طرح کروں جیسے کہ کوئی اپنے ذاتی مال کی کرتا ہے ۔ چنانچہ جب سے عام طور پر لوگوں نے مدد شروع کی یعنے ۱۹۱۵ء سے میں تب سے حساب شائع کرتا رہا ہوں رسالہ اشاعت اسلام میں آپ ۱۹۱۵ء کا حساب آمد و خرچ ہندوستان پائیں گے ۔ جو رسالہ مذکور مجریہ مئی ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا ۔ اس میں آپ کو نظر آجائیگا ۔ کہ جسقدر آمد ہندوستان میں

اس سال ہوئی ہے آنے پائی تک شائع کر دیگئی۔ میں نے یہ حساب ہندوستان میں مرتب کرایا۔ اور شائع کر دیا۔ انگلستان کا سنہ ۱۹۱۵ء کا حساب اس وقت ہندوستان میں موجود نہ تھا۔ اسلئے اسوقت درج نہ ہو سکا۔ اُس کا خلاصہ میں اس رپورٹ میں درج کر دیتا ہوں۔ سنہ ۱۹۱۶ء کا حساب رسالہ اشاعت اسلام نمبر ۶ بابت سنہ ۱۹۱۶ء میں درج ہے۔ اسمیں بھی جس قدر آمد ہندوستان میں ہوئی ہے اسم وار آنے پائی تک درج کر دیگئی یہاں بھی آمد ہوئی لیکن اُس کا اندراج شیخ نور احمد کی کتب میں ہے میں نے اُسے اُس خلاصہ میں لیا۔ جو وہ اپنے ہاتھ سے کتب آمد کے اخیر میں درج کر گئے تھے۔ خرچ کی بھی تفصیل حسب ضرورت دیدیگئی۔ اب سنہ ۱۹۱۷ء کا حساب یہاں درج ہوتا ہے۔ اسمیں بھی آپ اسم وار آمد ہندوستان کو ملاحظہ کریں یہاں کی آمد بھی اسم وار اسلامک ریویو کے کسی آئندہ نمبر میں چھاپ دیجائیگی۔ جس کا خلاصہ یہاں دیدیا گیا ہے ✦

جہاں تک اسلامک ریویو کا سوال ہے۔ اور جس کو میری ذات سے تعلق ہے۔ میں نے خریداروں کی آمد کا خلاصہ یہاں دیدیا لیکن جو رقم ریویو کی تقسیم بلاقیمت کے لئے وصول ہوئی ہے وہ بھی اسم وار درج کر دیگئی ہے۔ اور یہ طریق آج سے نہیں بلکہ آغاز سنہ ۱۹۱۵ء سے لیکر آج تک طبع کی صورت میں آچکا ہے۔ اسلامک ریویو کے اس خرچ کا سوال جو مفت تقسیم ہوتا ہے۔ وہ کسی قدر وقت طلب تھا۔ آیا کس قدر اسکی قیمت محسوب کیجائے۔ یا بالفاظ دیگر کسقدر بصورت منافع ایسی آمد سے کچھ وضع کیا جانے علاوہ ازیں اگرچہ شروع سے لیکر اخیر سنہ ۱۹۱۶ء تک جس قدر رسالہ چھپا وہ زیادہ تر مفت ہی تقسیم ہوا لیکن سوائے قیاس کے میں ٹھیک اندازہ اس وقت نہیں کر سکتا۔ کہ کسقدر مفت تقسیم ہوا۔ ہاں سنہ ۱۹۱۷ء میں اور ایسا ہی اس سال بھی ایک تہائی کے قریب یا کچھ زیادہ رسالہ مفت تقسیم ہوتا ہے باقی خریداروں میں جاتا ہے۔ جنگ کے باعث بعض بیرونی ممالک میں اول تو رسالہ جانے نہیں پاتا۔ اور پھر ڈاک کی تکلیف نے مجھے اسی امر پر آمادہ کیا ہے۔ کہ میں اس مفت تقسیم کو انگلستان کے باہر غیر ممالک میں کم کروں۔ غرض شروع سال سنہ ۱۹۱۷ء سے آج تک ⅔ رسالہ خریداروں کو اور ⅓ مفت جاتا ہے۔ اس سے پہلے ہمیشہ نصف سے زیادہ بلاقیمت تقسیم ہوتا رہا۔ بہرحال بدقت میں نے یوں حساب کر دیا ہے کہ سنہ ۱۹۱۵ء و سنہ ۱۹۱۶ء میں جو کچھ بھی اسلامک ریویو کی آمد میں وصول ہوا وہ بھی مشن میں ڈالدیا۔ خواہ خریداروں کی طرف سے اور خواہ امدادی طور سے اور جو خرچ ہوا وہ بھی مشن کے نام ڈلادیا۔ ہاں سنہ ۱۹۱۷ء میں جو کچھ بلاقیمت تقسیم کیلئے وصول ہوا وہ آمد

تقسیم بلاقیمت میں دکھلا دیا گیا۔ اور اسکے بالمقابل اسلامک ریویو کے خرچ کی ایک تہائی خرچ میں ڈال دیگئی اور اس خرچ کی تفصیل بھی چھاپ دیگئی +

الغرض شروع سے لیکر آج تک بلاقیمت تقسیم اسلامک ریویو سے کسی قسم کے ذاتی منافع کی غرض نہیں رکھی گئی اور نہ آئندہ کچھ خیال ہے۔ اب رہا سنہ ۱۹۱۳ء لغایت سنہ ۱۹۱۴ء کا حساب آمد خرچ سو جیسا میں نے اوپر عرض کیا ہے اُس کا حساب کتاب جہانتک ہندوستان کا سوال ہے وہ تو شیخ رحمت اللہ صاحب کی کتابوں میں ہے۔ اور جہانتک یہاں کا حساب ہے وہ زیادہ تر شیخ نور احمد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جس کا ترتیب دینا کسی قدر محنت طلب ہے۔ آسان طریق تو یہ تھا کہ میں یہ کتابیں ہندوستان بھیج دیتا۔ اور شیخ نور احمد صاحب حساب ترتیب کر دیتے اور شاید میں ایسا ہی کروں۔ سردست میں نے شیخ رحمت اللہ صاحب کی خدمت میں لکھ بھیجا ہے کہ وہ سنہ ۱۹۱۳ و ۱۴ء کی آمد و خرچ کا حساب جو ہندوستان میں ہوا مجھے بھیجدیں۔ اور میں یہاں کی کتابوں سے حساب کو مرتب کروں گا۔ اگر خدا کو منظور ہوا تو سنہ ۱۹۱۳ و ۱۴ء کا حساب سنہ ۱۹۱۸ء کے حساب کے ساتھ ابتدائے سنہ ۱۹۱۹ء میں شائع کر دیا جائیگا +

حساب کے شائع کرنے میں دیر اسلئے لگجاتی ہے کہ حساب دو جگہ ہے۔ اوّل ہندوستان سے خلاصہ حساب یہاں آتا ہے۔ اور اگر اسمیں کوئی تشریح طلب ہوئی تو پھر خط و کتابت ہوتی ہے۔ ایسے موجودہ انتظام ڈاک کے ماتحت مہینوں کے مہینے یونہی گذر جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہاں کا عملہ اس قدر تھوڑا ہے۔ اور کام اس قدر زیادہ ہے کہ ہفتے کا کام مہینے پر جا پڑتا ہے۔ کیونکہ دوسرے کاموں سے فرصت نہیں ملتی۔ اب میں یہاں گذشتہ تین سالوں کا حساب اجمالاً دیدیتا ہوں جس کی تفصیل آپ اخیر میں پائیں گے۔ تا کہ ناظرین رپورٹ کو سمجھ آجاوے کہ سنہ ۱۹۱۵ء کے آغاز سے لیکر سنہ ۱۹۱۷ء کے اخیر مشن کی مالی حالت کی کیا صورت ہے +

آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۵ و ۱۶ء جسمیں آمد و خرچ اسلامک ریویو شامل ہے +

خرچ		آمد	روپیہ آنہ پائی
خرچ ہندوستان سنہ ۱۹۱۵ء	۱۲۹۰۶-۳-۰	آمد در ہندوستان سنہ ۱۹۱۵ء	۳۰۰۰۸-۵-۰
خرچ انگلستان سنہ ۱۹۱۵ء	۱۶۱۵۰-۶-۶	در انگلستان "	۲۹۳۷-۱۳-۰
خرچ در ہندوستان و انگلستان سنہ ۱۹۱۶ء	۲۶۹۶۱-۱۱-۳	آمد در ہندوستان و انگلستان سنہ ۱۹۱۶ء	۲۱۹۷۷-۱۰-۶
میزان	۵۶۶۲۸-۱-۹	میزان	۵۴۹۲۳-۱۲-۹
		کمی	۱۷۰۱-۱۲-۳
			۵۶۶۲۵-۸-۹

ان دو سالوں میں ۱۷۰۱ روپیہ ۱۲ آنے ۳ پائی کی کمی ہے یہ دو سال در اصل بہت سے اخراجات کے تھے غیر ممالک میں لٹریچر کی تقسیم میں موجودہ قیود اور دقتیں اس قدر نہ تھیں۔ چنانچہ کثرت سے اسلامک ریویو اور دوسرا لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ ایسا ہی مہمانوں کی کثرت بھی۔ ان دو سالوں میں زیادہ رہی کیونکہ میدان جنگ نے موجودہ ایام کی طرح کثرت سے اہالیان ملک کو اپنی طرف نہیں بلایا تھا۔ لیکن یہ کوئی کمی نہیں اس کے مقابل جو مجھے سرکار نظام سے رخصتانہ کی رقم ملی اور جو میری ذاتی الاؤنس دو سال تھے۔ وہ بھی احتیاطاً میں نے مشن میں ڈال دی جو رقم اٹھائیس صد ہوتی ہے سو اس طرح کمی پوری ہو جاتی ہے۔ اسلئے سر دست میں آخیر سنہ ۱۹۱۶ء کی آمد و خرچ برابر کر کے سنہ ۱۹۱۷ء سے شروع ہوتا ہوں۔ جب میں نے دوبارہ ہندوستان سے آکر کام کو سنبھالا اس سال کی اجمالی کیفیت آمد و خرچ حسب ذیل ہے۔ تفصیل اس کے اخیر پر ہے +

	روپیہ	آنہ	پائی
آمد	۲۰۴۱۳	۴	۰
خرچ	۱۴۶۳۷	۲	۶
بچت	۵۷۷۶	۱	۶

اسمیں اسلامک ریویو کا وہ آمد و خرچ تو شامل ہے جو تقسیم بلاقیمت ہوا۔ ہاں وہ شامل نہیں جو خریداران کے متعلق ہے۔ اگر اسے شامل کیا جائے تو کل آمد ۲۹۶۸۵ روپیہ ۰ آنہ ۹ پائی اور خرچ ۲۴۲۵۷ روپیہ ۱۲ آنہ ۶ پائی ہوتا ہے بہرحال ابتداے سنہ ۱۹۱۸ء میں کل مشن کی بچت ۵۷۷۶ روپیہ ۱ آنہ ۶ پائی جو مجھے یقین ہے کہ سنہ ۱۹۱۳ و ۱۴ء کے حساب کرنے سے بڑھ جائے۔ لہٰذا اس رقم کی تفصیل یہ ہے۔ اسکی تقسیم میری اقتضاء رائے کے ماتحت زیادہ تر ہے یعنے جو رقم امداد کی ہوتی ہے وہ میں خود ہی مشن کی مدات میں بعض وقت تقسیم کر دیتا ہوں اگر بھیجنے والے نے اپنی مرضی ظاہر نہ کی ہو +

	روپیہ	آنہ	پائی
بمد تقسیم بلاقیمت اسلامک ریویو و دیگر لٹریچر	۱۵۸۶	۶	۰
بغرض ترجمہ انگریزی بخاری شریف	۲۵۸	۱۳	۰
بغرض تقرر مبلغان در انگلستان	۵۰۰	۰	۰
باغراض عامہ مشن	۳۴۳۰	۱۴	۶
میزان	۵۷۷۶	۱	۶

یہ ہماری مالی حالت ۱۹۱۷ء کے اخیر تھی۔ ۱۹۱۸ء میں بھی جہانتک میں سمجھتا ہوں۔ شاید خرچ کسی صورت میں آمد سے زیادہ نہ ہوگا۔ میں یہ دو سال یعنے جب سے میں دوبارہ اُدھر آیا۔ زیادہ طرح اسی طرف متوجہ رہا کہ اس مشن کو مالی حالت کے لحاظ سے کسی مستحکم بنیاد پر لے آؤں چنانچہ رسالے کے نکالنے یا مختلف مقامات پر لیکچر اور سرمن دینے کے علاوہ میرا زیادہ وقت اسی معاملے میں گذرا۔ اور خدا کا احسان ہے کہ میں اپنی کوشش میں ایک حد تک کامیاب ہو گیا۔ اور اگر مجھے مشن کا کام بڑھانا مد نظر نہ ہو۔ اور اس کے موجودہ کام کو میں کافی سمجھ لوں۔ تو پھر اگر حالات موافق ہیں تو یہ مشن اب دوسروں کی امداد سے کلیتہً فارغ البال ہو گیا ہے لیکن یہ موجودہ کام کسی طرح کافی نہیں +

مثلاً مسجد ووکنگ۔ اسکی صفائی۔ اسکی روشنی اُس کا باغ وہاں ایک آدمی کا بحیثیت خادم مُؤذن مُستقل طور پر ہونا۔ یہ ایک مستقل خرچ چاہتا تھا۔ اور سچ پوچھو تو مسجد کے سوا مسلم مشن ہی ایک لے معنی چیز ہے۔ ایسا ہی اسکی وقتاً فوقتاً مرمت اس کی رونق کے دوسرے اسباب کا مُہیا کرنا۔ یہ باتیں یہاں کے حالات کو سامنے رکھ کر مشن کی عزت کیلئے بھی ضروری ہیں۔ عدم ذرائع کے باعث صرف حسب ضرورت ہی ہم بعض چیزیں آج تک مُہیا کرتے رہے لیکن آج مجھے سرکار بھوپال نے جس کا یہ اسلامی مشن ہر کئی طرح پر اور میں خود ذاتی طور پر بھی مرہون احسان ہوں اس خرچ سے فارغ البال کر دیا۔ سرکار عالیہ نے ان واقعات کے لکھے جانے پر مبلغ پندرہ صد روپیہ کی سالانہ رقم مسجد کے اخراجات کے لئے مُستقل طور پر مقرر فرما دی۔ یہ رقم ٹرسٹیان[1] مسجد کی نگرانی میں میرے ذریعہ خرچ ہوگی۔ مسجد سے اگر کچھ بچ رہا۔ تو میموریل ہاؤس پر خرچ ہوگا۔ جہاں اس مشن کا دفتر اور کارکنان مشن کی رہائش ہے۔ برادران اسلام۔ اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کریں کہ اس ملک میں جہاں ایک آدمی کا کمرہ خواب ایک سال کے واسطے بہت سے پونڈوں کا خرچ چاہتا ہے۔ اور جہاں چپہ بھر زمین سونا بچھا کر ملتی ہے وہاں خدا تعالےٰ نے ہمیں ایک مسجد۔ ایک مکان اور اس کے ملحقہ تین ایکڑ زمین عطا کر رکھی ہے جو ایک دن ایک عُمدہ باغ اور ایک مسلم محلہ اپنے اندر بنا سکتی ہے۔ اور اس کے اخراجات کا انتظام بھی ہو گیا۔ یہ امر بھی مُسلم احباب کی دلچسپی کا موجب ہوگا کہ یہ مسجد بھی سرکار بھوپال کے روپیہ سے ۱۸۹۶ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ ووکنگ گو ہمارا مرکز رہے اور رہیگا لیکن ضرور تھا کہ لندن میں ایک مستقل جگہ نماز جمعہ اور مشن کے دیگر کاروبار کی ہو لیکن اس کے معنے ہزارہا روپیہ کا سالانہ خرچ تھا۔ ۱۹۱۶ء سے پہلے صرف

[1] فٹ نوٹ۔ موجودہ ٹرسٹیان مسجد یہ ہیں: رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب۔ میر عباس علی صاحب۔ آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں

نماز جمعہ کا انتظام کسی پبلک ہال میں اور پھر ایک مکان میں جس کا نصف حصہ ہمارے پاس تھا لندن میں ہوتا رہا لیکن یہ امر کافی نہ تھا میں نے یہاں آکر اسی امر کا مفصل طور پر آنریبل سید امیر علی صاحب اور سر عباس علی بیگ صاحب سے تذکرہ کیا انہوں نے بھی اس مشن کی اہمیت اور اس کے مفید کام پر غور کر کے لندن موسک فنڈ سے ۱۲۰ پونڈ سالانہ کی مستقل امداد کا میرے کہنے کے مطابق خرچ کرنا منظور کر لیا الغرض اس رقم سے ہمنے ایک مکان نہایت با موقع ایک معزز حصہ لندن میں لیلیا - یہ مکان نہایت وسیع ہے اس کا ایک کمرہ بطور نماز گاہ کام آتا ہے - جہاں معقول تعداد میں نمازی کھڑے ہو سکتے ہیں ایساہی ایک کمرہ لیکچر روم کا کام دیتا ہے - ایک اور حصہ بطور گول کمرہ اور دفتر - اور ایساہی اور ضروریات کے کمرے ہیں اسی مکان کا نام لندن مسلم ہوس ہے - اس کے فرنیچر کیلئے جہانتک نماز گاہ اور لیکچر روم کا تعلق ہے وہ بھی میرے لکھنے پر اسی فنڈ نے قریباً ایکہزار روپیہ سے اوپر دیدیا - باقی فرنیچر بھی جس کی مالیت شاید ڈیڑھ ہزار روپیہ ہے - وہ ۱۹۱۱ء میں ادا ہوا جس کو آیندہ حساب میں دکھلایا جاویگا - اس کا ایک حصہ ملازمین نے اپنے ذمہ ڈال لیں الغرض اس طرح ہم لندن کے اخراجات مکان سے ہمیشہ کیلئے بالکل فارغ ہوگئے کیونکہ یہ رقم ۱۲۰ پونڈ سالانہ کی ایک مستقل آمد ہے - جب تک کہ خود لندن میں مسجد نہ بنے - سو تب مکان کی ضرورت نہ ہو گی - رہا اس مشن کا آرگن اور اسلامی لٹریچر کا مفت تقسیم ہونا - سو اسلامک ریویو اس خدمت کے لئے حاضر ہے - کیسی مزید خرچ کا محتاج نہیں - یہ اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہے اس کا مشن پر بوجھ نہیں جو کوئی قیمت دیتا ہے وہ اُسے خریدتا ہے - خدا تعالےٰ نے اس وقت تک مجھے توفیق دی کہ اس کا منافع زیادہ تر مشن کے ہی نذر کروں - اور آیندہ بھی انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا - اسکی مفت تقسیم کے سرمایہ کا سوال دقت طلب تھا سو ایک بزرگ قوم کی فیاضی طبع نے میری عرضداشت پر چھ ہزار روپیہ سالانہ مستقل طور سے اس مشن کی امداد میں دیا جس کی تقسیم میری انتضا رائے پر چھوڑی گئی ہے - سو اسمیں میں نے تین ہزار روپیہ مفت تقسیم لٹریچر کیلئے الگ کر دیا ہے علاوہ ازیں چھ صد روپیہ سالانہ عالیجناب پرنس حمیداللہ خان صاحب بہادر چیف سکرٹری ریاست بھوپال نے اس مد میں دے رکھا ہے - اس طرح تین ہزار چھ صد روپیہ اس مد کیلئے مستقل آتا ہے جس سے جسقدر کاپیاں اسمیں چھپ سکینگی وہ تو کم از کم تقسیم ہو سکتی ہیں - میں مفت تقسیم کیلئے جسقدر رسالہ چھاپتا ہوں - اس کا خالص خرچ ہی ایسے سرمایہ پر ڈالتا ہوں - اب رہے دیگر اخراجات جنمیں سے

ایک خرچ یہ ہے ۔ کہ لنڈن مسلم ہوس ہی ایک مستقل ہوس کیپر ہو ۔ اس کے علاوہ وہاں روشنی اور کوئلہ کا خرچ ہے ۔ ہوس کیپر کا خرچ سالانہ کوئی آٹھ نوصد روپیہ ہوگا ۔ اسی طرح اور اخراجات ووکنگ اور ووکنگ کا عملہ ادنٰے وغیرہ جس کی تفصیل ہمارے احباب کسی سال کے مطبوعہ اخراجات سے دیکھ سکتے ہیں اسکے لئے میرے پاس تین ہزار روپیہ سالانہ ہے ۔ یعنے اس چھ ہزار میں جس کا اوپر ذکر کیا +

مہمانخانہ کا سوال مینے امسال بہت آسانی سے طے کر لیا ۔ سال ۱۹۱۷ء تک جسقدر یہاں کارکن رہے انکو کچھ تو الاؤنس ملتا تھا ۔ اور خوراک انکی مشن کے ذمہ تھی ۔ میں نے یہ پسند کیا ۔ کہ تنخواہ میں زیادتی کی جائے ۔ اور سوائے عملہ ادنٰے کے باقی کُل کارکن اپنی خوراک کا خرچ آپ دیں ۔ چونکہ ہم ملکر رہتے ہیں ۔ اور نہایت کفایت شعاری سے گذر کرتے ہیں ۔ جو رقم اس طرح پر بطور ریلو بورڈ وصول امسال ہوئی وہی زیادہ تر مہمانوں کے اخراجات کی کفیل ہو گئی ۔ مہمانوں کی تعداد میں جنگ کے باعث گو کمی ہو گئی ہے پر تاہم اگر فی وقت ایک مہمان سمجھا جائے تو کُل مہمان ووکنگ اور لنڈن مسلم ہوس میں ڈھائی ہزار سے اوپر آئے ۔ لنڈن مسلم ہوس کے مہمانوں کا خرچ تو میں نے اپنے ذمے ڈال لیا ۔ یعنے اس جگہ جو باورچیخانہ پر خرچ ہوا اسمیں سے مشن پر صرف سولہ پونڈ یعنے ہوس کیپر کی خوراک ما یحتاج ماہ ماہ باقی خرچ وہاں کے مہمانوں کا میں نے مشن پر نہیں ڈالا ۔ وہ اپنے متعلق کر لیا ۔ اور ووکنگ میں جسقدر خرچ باورچیخانہ میں ہوا اسمیں سے مہمانوں کے متعلق صرف ستائیس پونڈ مشن پر ڈالے ہیں یعنے سوا دو پونڈ ماہوار جس کے مقابل ایک وقت کے مہمان اکیماہ میں ۲۰۰ کے قریب تھے ۔ اُن کا خرچ کارکنان مشن کے خرچ خوراک سے جو انہوں نے دیا نکل آیا ۔ جسمیں مکرمی شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بھی شامل ہیں جنکی خدمات بالکل عنداللہ ہیں اسکے متعلق میں آئندہ لکھونگا رہا میری ذات کا بوجھ نہ اسوقت بحمداللہ مشن پر ہے اور نہ کبھی پہلے مشن پر ہوا ۔ میرے لئے یہ کوئی امر عیب تھا ۔ کہ میں اپنا روزینہ مشن سے لیلیتا میرا ایسا کرنا قرآن اور حدیث کی منشائے کے مطابق ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے محض اپنے فضل سے اس وقت تک اس ضرورت سے الگ رکھا ۔ میں نے اس وقت تک کچھ بطور ایڈیٹر اسلامک ریویو گذارہ کے طور پر آمد ریویو سے لیا اور کچھ میری ما یحتاج کیلئے سرکار بھوپال و حیدر آباد نے ذاتی طور پر میرے لئے منصب اور وظیفہ مقرر کر دیا ۔ اس طرح مشن آئندہ کیلئے بھی اس خرچ سے آزاد ہے ۔ یہ ہے اس مشن کی اجمالی کیفیت ۔ میرے احباب سمجھ سکتے ہیں ۔ کہ اس پانچسال کے خاتمہ پر یہ مشن کا پہلا مرحلہ زندگی تھا مشن ایک مختصر سا کام کرنے کیلئے بالکل مستحکم پاؤں پر کھڑا ہو گیا ہے ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور رہا ۔ تو اب اسکو کوئی مالی خطرہ اس اپنی مختصر سی ہستی کے قیام کیلئے نہیں ۔ ہمارے پاس مسجد ہے ۔ اور مکان رہائش ہے اور دفتر

کیلئے جگہ ہے۔ لنڈن میں ایک مکان ہے۔ جہاں نماز جمعہ ہوتی ہے ہر اتوار لیکچر اور سرمن ہوتے ہیں۔ نومسلموں کے جمع ہونے اور دیگر جلسہ کرنے کیلئے عمدہ مکان ہے۔ اپنا ایک آرگن ہے مفت تقسیم لٹریچر کا مستقل سامان ہے۔ ادنے عملہ کیلئے اور دیگر اخراجات کیلئے مختصر سی رقم بھی ہے۔ یعنے اس وقت ہمارے مشن کا اپنا مکان اپنی مسجد اور اسکے علاوہ دس ہزار روپیہ سالانہ کی مستقل آمد اور میری اور میرے ایک معاون کی خدمات مستقل طور پر حاضر ہیں۔ گویا اس وقت یہ مشن پانچسال کے بعد اپنی مختصر سی ہستی قائم رکھنے کیلئے سوا خدا تعالےٰ کے کسی کا محتاج نہیں۔ لیکن کیا یہ کافی ہے۔ اور کیا یہ ظلم نہیں کہ جب اسی خرچ کے ماتحت اور انہیں وسائل کے ذریعہ موجودہ کام سے دس گنا زیادہ کام ہوسکتا ہو اگر چند کارکن اور ہوں تو ہم کیوں کام نہ بڑھائیں۔ مثلاً اگر اور چار مبلغ ہوں۔ اگر بالفرض موجودہ اشاعت تصنیف کے بالمقابل دس گنا اشاعت ہو عملہ مکان۔ کارکن۔ متفرق اخراجات یہ سب کے سب وہی ہونگے۔ اور کوئی فالتو خرچ نہ ہوگا لیکن کام اور اس کے نتائج کئے گنا زیادہ ہونگے۔ اسی دس ہزار روپیہ سے اور اسی مکان میں چار یا پانچ اور کارکن چل سکتے ہیں۔ اگر ان کے مایحتاج کا انتظام ہو جائے + میرے نزدیک اشاعت اسلام یہی نہیں کہ لیکچر دیدئے یا چل پھر کر کسی سے اقرار اسلام لیلیا۔ یہ امر تو بہت ہی تھوڑا خرچ چاہتا ہے اس وقت جب یہاں ایک خاص قسم کا مذہبی انتشار ہو رہا ہے اور عیسائیت سے نفرت پھیلتی جاتی ہے ایسا کام ایک آسان مشغلہ ہے اور یہ طریق چنداں مفید نہیں۔ اصل کام یہ ہے۔ کہ جتنے بھی مسلمان ہوں ان کے ساتھ مستقل طور پر خط و کتابت ان سے میل جول انکی تعلیم و تربیت۔ پھر عام طور پر اسلامی لٹریچر کی اشاعت مختلف طور پر۔ اس وقت اس ملک میں اسلام کے موافق یا مخالف لکھا جاتا ہے اسکی غور پرداخت ان کے جواب پھر اس کے علاوہ مختلف مواقع پر لیکچر و تقریروں کا انتظام کرنا مختلف جلسوں میں جہاں کہیں اسلام پر یا مذہب پر تقریریں ہوتی ہوں وہاں پہنچنا اور بحث میں حصہ لینا دوسرے ایسے مذہبی پلیٹ فارم پر جاکر تقریر کرنا جو عیسائیت سے تو الگ ہو چکے ہیں لیکن مذہب کی تلاش میں ہیں۔ غرض یہ ہے قبولیت مذہب خدا کے ہاتھ +

اس وقت اگر اس ملک کیحالت مذہبی نقطۂ خیال سے دیکھی جائے تو جس قدر اشاعت اسلام کا موقع بلا دغربیہ میں ہے وہ شاید ہی گذشتہ چند صدیوں میں کسی ملک میں پیدا ہوا ہو۔ لاکھ دولاکھ

آدمی جہاں ایک طرف عیسائیت سے بیزار ہو چکے ہیں وہاں دوسری طرف حقیقی مذہب کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ ان کے دل بہت حد تک تعصب سے خالی ہیں اس جنگ نے رہا سہا عیسائیت کا خاتمہ کر دیا ہے جسقدر مذہبی تحریکیں اس ملک میں نئی پیدا ہوئی ہیں وہ دراصل اسلام کی ہمہ گیر تعلیم کا ایک نہ ایک پہلو ہیں پولیٹیکل۔ مورل۔ سوشل معاملات میں جن حقائق کیطرف مغربی دنیا جا رہی ہے۔ ان سب کا رُخ اسلام کی طرف ہے۔ مثلاً گذشتہ سال ہی میں نے سوشلسٹوں۔ فری تھنکروں۔ سپر چولسٹوں تھیاسفسٹوں۔ نیو تھاٹ سنٹرو۔ نیو لائیٹ سرکل میں۔ الغرض اس قسم کی مجلسوں میں جنمیں آپس میں سخت اختلاف ہے تقریریں کیں۔ اور ہر جگہ قرآن کو ہی پیش کیا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ میرا طریق یہاں مرنجاں مرنج نہیں بلکہ میرے ہاتھ میں ہمیشہ قرآن کی ننگی تلوار ہوتی ہے۔ اور میں غیر اسلامی عقائد پر جرح قدح کرنے میں کبھی سُست نہیں ہؤا لیکن مجھے ایکدن بھی یاد نہیں کہ میرے سامعین میں سے اکثروں نے مجھ سے اتفاق ظاہر نہ کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ جسقدر کام مینے اوپر گنے ہیں اور جن کیلئے جہاں تک ابتدائی اخراجات کی ضرورت ہے وہ مُہیا ہو چکے ہیں۔ کیا یہ ایک آدمی سے ہو سکتے ہیں۔ تو میرے کام سن لو۔ ہر جمعہ مجھے لندن میں نماز جمعہ اور خطبے کیلئے جانا ہوتا ہے۔ ہفتے میں ایک شام کو درس قرآن لندن میں ہوتا ہے اور ایک لیکچر اتوار کو لندن مسلم ہوس میں ہوتا ہے پھر کم از کم ایک لیکچر ہر ہفتے مجھے کہیں اور جگہ دینا ہوتا ہے۔ ووکنگ میں بدھ کی شام کو درس قرآن ہوتا ہے۔ اور اتوار کو حسب معمول جلسہ وعظ۔ پھر اسکے علاوہ اسلامک ریویو کی مضامین نگاری دونوں گھروں کا انتظام پھر مالی دقتوں کا مقابلہ۔ بعض مہینے اس سال کے آغاز میں ایسے بھی گذرے ہیں کہ جب مجھے ایکماہ میں بیس یا اس سے زیادہ تقریریں کرنی پڑیں۔ پھر یہ لیکچر ہمیشہ مختلف مضامین پر دینے پڑتے ہیں۔ اور سامعین ذی استعداد اور قابل ہوتے ہیں۔ پھر ان لیکچروں میں سوال و جواب کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اسلامک ریویو میں میرے بعض لیکچر چھپ چکے ہیں جن جن مشکل مضامین پر مجھے بحثیں کرنی پڑیں اور اُن کیلئے جس قدر مطالعہ کرنا پڑا وہ بذات خود ایک اہم کام ہے۔ اس محنت شاقہ کا نتیجہ جو میری صحت پر ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ چنانچہ اس وقت میری صحت کی حالت قابل اطمینان نہیں۔ نیند مجھے بہت کم آتی ہے۔ دوران سر کی شکایت ہے میرے پٹھوں پر اس محنت کا ایسا بُرا اثر پڑا ہے۔ کہ میں اپنے ہاتھ سے ساتھ دو تین گھنٹے سے زیادہ کام نہیں کر سکتا۔ حالانکہ اخیر ۱۹۱۶ء میں میں آٹھ دس گھنٹہ تک متواتر قلم چلا سکتا تھا

آنکھیں تین چار گھنٹے کے مطالعہ کے بعد تھک جاتی ہیں۔ سوءِ ہضم کی گو شکایت نہیں پھر بھی بھوک کامل نہیں رہی میرے لئے ابھی دو سال ہوئے تین گھنٹے تک تقریر کر لینا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ جیسا کہ ہندوستان میں میرے احباب اس امر سے واقف ہیں لیکن اب ایک گھنٹے کی تقریر نہ صرف تھکا دیتی ہے۔ بلکہ اس دن اگر کوئی اور دماغی کام کرنا پڑ جائے تو نتیجۃً اس رات چاٹ ہو جاتی ہے۔ اب میرے احباب خود اس پر غور کریں۔ کہ ان حالات کے ماتحت میں کب تک اور کہاں تک کام کر سکتا ہوں؟ پچھلے سال جس خطرناک بیماری کا مقابلہ کرنا پڑا۔ وہ بھی اسی محنت شاقہ کا نتیجہ تھی ایس نے مجھے مہینوں بیکار رکھا۔ اب میری یہ حالت ہے کہ جب کوئی مجھے تقریر کیلئے دعوت دیتے ہیں تو میں جان چُراتا ہوں۔ یہ کس قدر رنج کا مقام ہے کہ میں نے خود ہی گذشتہ سرما میں مختلف پلیٹ فارموں پر جاکر اسلام کے متعلق مذاق پیدا کیا۔ قریب قریب جہاں میں گیا۔ ان لوگوں پر میں نے اپنی تقریر کا وہی اثر چھوڑا جو ہندوستان کے جلسوں میں ہوا کرتا تھا۔ اب جو ان میں شوق پیدا ہو گیا ہے جس نے ان کے مطالبات بڑھا دیئے ہیں تو میں ان مطالبات کو پورا نہیں کر سکتا۔ کاش شیخ القدوائی پلیٹ فارم پر آنا پسند کرتے تو جس طرح انکی قلم نے مجھے اسلامک ریویو کے ایک حصہ سے فارغ کر دیا ویسے یہ کام بھی ہو جاتا خدا تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اصل کام اشاعت اسلام کا یہ ہے کہ اسلام کے متعلق پیاس پیدا کی جائے۔ وہ پیاس پیدا ہو رہی ہے لیکن سقائے اسلام کہاں ہیں! اچھا اور باتوں کو جانے دو خود اپنے گھر کا حال سن لو۔ دو مقام پر ہر اتوار کو لیکچر ہوتا ہے۔ میں کہاں جاؤں اور کہاں نہ جاؤں۔ ناچار یہ تجویز کیا۔ کہ دو اتواریں میں لنڈن میں تقریر کروں اور دو اتواریں ووکنگ میں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس اتوار کو میں لنڈن میں نہ ہوں سامعین کی تعداد نصف بھی نہیں رہتی۔ چونکہ نوٹس ماہواری چھپ جاتے ہیں بعض لوگ گھروں سے ہی نہیں آتے۔ اب اس مصروفیت میں ایک اور ضروری کام ہے! اور وہی اصل کام ہے وہ بالکل رہتا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو اصحاب مشرف با سلام ہوں ان کو اسلامی باتیں بتلائی جائیں۔ اور اسلامی زندگی سے آگاہ کیا جائے۔ ووکنگ پر ایک وقت تھا۔ جب ہمیں ایک جمعہ کا خطبہ۔ ایک اتوار کا لیکچر رسالے کا لکھنا اور کچھ خط و کتابت کرنی ہوتی تھی۔ اس وقت بہت خالی وقت اس کام کیلئے تھا۔ بدھ اور اتوار کا دستر خوان کھولنے کی یہی غرض تھی۔ کہ مسلم اور غیر مسلم اصحاب آتے تھے اور دستر خوان پر یا اس کے بعد دو تین گھنٹوں میں اسلامی مضامین پر کُھلے گفتگو ہوتی تھی اور

بہت لوگ سکیھ جاتے تھے۔ اب اول تو ہر دوسرے اتوار میں ووکنگ میں نہیں ہوتا لندن میں ہوتا ہوں۔ پھر بعض وقت ووکنگ کی اتوار بھی اور ایسا ہی بدھ بھی کسی اَور سوسائٹی میں لیکچر دینے کیلئے مجھے ووکنگ چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور اگر میں یہاں بھی ہوں تو بعض وقت اس قدر تھکا ماندہ ہوتا ہوں کہ کسی سے گفتگو کرنے کو جی نہیں چاہتا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ ان دستر خوانوں کی اصلی غرض مفقود ہوتی جاتی ہے۔ نو مسلموں کا خصوصاً لندن میں تقاضا بڑھتا جاتا ہے کہ ہمیں اسلامی زندگی سکھلاؤ۔ میں حیران ہوں کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ وہ مجھ سے وقت مانگتے ہیں میں جی چُراتا ہوں +

ان ذرائع کے علاوہ ایک اور طریق اشاعت وخدمت اسلام کا تھا وہ ہے خط وکتابت یہ شغل ۱۹۱۴ء میں از حد مفید ثابت ہوئی۔ اب کافی مددگاروں کے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں ہو سکتا پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ چٹھیاں بعض وقت ہفتوں جواب کیلئے پڑی رہتی ہیں +

اب ان تمام کاموں کے علاوہ ایک نیا کام اور پیدا ہو گیا ہے۔ جو بذات خود ایک عملہ چاہتا ہے ووکنگ مشن اور اسلامک ریویو کی اشاعت نے انگریزی آبادیوں کے مسلمانوں کو اسلام کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔ جزائر غرب الہند اور برٹش گائنا۔ ٹرینڈاد مغربی جنوبی مشرقی افریقہ کی بستیاں مالیش سنگاپور فلپائن۔ پی نانگ۔ پورٹ نیو۔ مالابار سب جگہ مادرزاد مسلمان آباد ہیں جو اسلام سے قطعاً ناواقف ہیں۔ ان کے متواتر خطوط آتے ہیں کہ وہ اسلامی شعار سیکھنا چاہتے ہیں انگریزی کسی قدر جانتے ہیں۔ اسلامی لٹریچر مانگتے ہیں۔ مسائل پوچھتے ہیں۔ استفسار کرتے ہیں۔ اب مسلم احباب خود ہی غور کریں۔ کہ ان مطالبات کو کون پورا کرے۔ مغربی افریقہ میں جنگل کی آگ کی طرح اسلام پھیل رہا ہے۔ اور پھیل سکتا ہے۔ چنانچہ وہاں کے عیسائیوں کے متواتر خطوط آتے ہیں جو اسلام چاہتے ہیں۔ تین چار سال ہوئے جب وہاں کے لوگوں نے مجھے لکھا۔ کہ کوئی مشنری ہاں بھیجا جائے۔ نئے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنا چھوڑ دو۔ کیا ان مادرزاد مسلمانوں کو اسلام سکھلانا ہمارا فرض نہیں۔ اور اس فرض کا پہلا بوجھ مسلمانان ہند کی گردن پر نہیں۔ حیرت آتی ہے کہ ہمارے بھائی کس شغل میں پڑے ہوئے ہیں۔ دنیا کدھر جا رہی ہے۔ اور یہ اب تک سو رہے ہیں۔ دنیا اس قدر پیاسی ہے اور طلب اسلام کر رہی ہے۔ اور ہم ہیں کہ ہمیں اس وقت تک فرقہ بندی کے جھگڑے نہیں چھوڑتے سخت ضرورت اس وقت انگریزی زبان میں ہر قسم کے لٹریچر پیدا کرنے کی ہے۔ کتاب راہ نجات

کئی سی کتابیں مختلف مضامین پر کثرت سے لکھی جائیں اور ہزاروں ہی چھاپی جائیں۔ وہ تھوڑی مدت میں ختم ہو جائینگی۔ مثلاً دو کتابیں میں نے پانچ پانچ ہزار کی تعداد میں سنہ ۱۹۱۴ء میں چھاپی تھیں مجموعہ حدیث اور اسلام اور اسلامی نماز۔ پہلی کتاب کا خرچ بیگم صاحب نواب حاکم الدولہ بہادر حیدر آباد نے دیا تھا۔ اور دوسری کتاب کے خرچ کے متحمل میرے محترم بابو محمد صاحب کنہ لدہانہ تھے۔ آج یہ کتابیں چند صد رہ گئی ہیں۔ پچاس سے لے کر دو دو سو تک الغرض لوگوں نے منگوائیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر پیاس اسلامی لٹریچر کی ہے۔ مجھے اگر فراغت ہو تو یہ کام آسانی سے ہو سکتا ہے +

اس وقت اس امر کے علاوہ کہ مختصر اسلامی پمفلٹ مختلف مضمونوں پر نکلیں۔ ضرورت بھی ہے کہ بعض مضامین پر مہتم بالشان لسیط کتابیں لکھی جائیں۔ اور ان پر اسلامی بحث ہو۔ اس وقت مٹر یلزم کمزور ہو چکا ہے۔ خود طبقہ حکماء میں ایسے لوگوں نے جن کی عمریں طبعیات اور مادیات کے معلوم کرنے میں گذری ہیں۔ اب روحانیت کی طرف رخ کیا ہے۔ میں نے بھی کئی جگہ لوگوں کی درخواست پر ایسے لیکچر دیئے جو مفید ثابت ہوئے اور وہ چھپ گئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ موجودہ فلسفے اور حکمت کو ساتھ لیکر قرآنی روشنی میں روحانیت اور مذہب پر کتابیں لکھی جائیں۔ یہ وقت اس امر کے لئے ازبس موزوں ہے۔ اور یہ کام مشکل نہیں۔ فرصت ہو تو ہو سکتا ہے خدا کرے کوئی بھائی پیدا ہو بہت سے ایسے کام میرے ہاتھ میں ہیں جو وہ آ کر کرے اور میں کسی قدر فارغ ہو کر اس ضروری لٹریچر کے پیدا کرنے کی کوشش کروں۔ اخویم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی یہ کام نہایت خوبی سے کر سکتے ہیں خدا تعالےٰ ہی اُن کو جزائے خیر دے۔ اس بے نفسی سے ان تین چار سالوں میں انہوں نے یہاں آ کر میرا ساتھ دیا۔ اور کسی قسم کا بوجھ مشن پر نہ ڈالا ہمیشہ قلمی امداد سے ریویو کو مالامال کیا۔ بعض کتابیں خود چھاپ کر ہمارے سپرد کیں۔ جو بعض وقت مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اور جو بکتی ہیں تو قیمت مشن کو جاتی ہے۔ پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میری غیر حاضری میں جب میں کسی اور شہر میں لیکچر دینے جاؤں یا لندن میں تو گھر اور دیگر معاملات مشن کے نگران ہوتے ہیں۔ الغرض شیخ صاحب عند اللہ میرا دہنا بازو ہیں۔ خدا تعالےٰ انھیں اجر دے جس دن وہ مع الخیر یہاں سے وطن گئے تو مشن کو معقول معاوضہ پر بھی ان کا بدل نہیں ملیگا۔ یہ آدمی ہیں کہ جب قوم میں ان کے اپنا روالے پیدا ہوئے تو قوم سرسبز ہو گئی +

یہ یہاں کی اجمالی کیفیت ہے۔ اور یہ یہاں کی مصروفیت ہے جو ہم مٹھی بھر کارکنوں کو دیوانہ بنانے کے لئے

کافی ہے کس قدر ظلم ہے۔ کہ مسلم غیر مسلم کی توجّہ اسقدر ہماری طرف ہو ہمیں کامیاب نتائج پیدا کرنے کے ذریعے بھی معلوم ہوں ہم میں قابلیت بھی بفضل ہو۔ اور ہم کافی ہاتھوں کے نہ ہونے سے بے بس اور حیران ہو جائیں۔ کیا یہ ظلم نہیں کہ ابتدائی اور ضروری خرچ تو ہو چکے ضروری امور مستقل طور پر قائم ہو جائیں۔ اور چند کام کرنے والوں کے نہ ہونے سے کام ادھورا رہ جائے۔ بلکہ

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا

رہا سہا کام بھی رہ جائے۔ اچھا ہوتا کہ یہ تمام مصروفیات مجھے نہ ہوتیں صرف لیکچر دینا ہی کام ہوتا تو کم از کم جس قدر امسال نومسلم ہوئے اس سے دوگنے تگنے ہو سکتے تھے لیکن یہ بات مفید اور پائیدار نہیں کسی سے کلمہ پڑھا لینا جیسے میں نے پہلے اوپر لکھا کوئی مشکل کام نہیں۔ اور کسی کے منہ سے آنحضرت صلعم کا نبی منوا لینا۔ اس کے لئے تو چنداں کوشش کی بھی ضرورت نہیں۔ نبی کا ترجمہ انگریزی میں پرافٹ ہے۔ اور اب تو انگریزی لٹریچر میں آنحضرت ؐ کو علے العموم اسی لفظ سے مخاطب کرتے ہیں۔ لیکن ہمیں دھوکے میں نہ پڑنا چاہئیے کہ جو آنحضرت ؐ کو پرافٹ کہے وہ مسلمان بھی ہے بہرحال جن کاموں کی طرف میں برادران اسلام کو متوجہ کرتا ہوں اُن کو مہیا کرو۔ یہ دُنیا تو مسلمان ہو کے رہیگی وہ اصُول جن پر تمدن۔ پولیٹکس اور ۔ ۔ ۔ حصہ سوشیل یہاں بنی ہے وہ قرآن ہی ہے۔ جن امُور پر اب طبعیات اور روحانیات ایکدوسرے سے ہاتھ ملا رہے ہیں وہ صرف اسلام میں ہیں صرف ان باتوں کا تسلیم کرانا باقی رہگیا ہے سوا لاکھ روپیہ کے لگ بھگ آج اس مشن پر خرچ ہو چکا ہے۔ اس رقم کے نصف سے زیادہ میں خود اپنے پیشے میں رہکر کما لیتا۔ اور یہ میں نے اندازہ اپنی اس آمد کا کیا ہے جو میری سنہ ۱۹۱۲ء میں تھی۔ گویا قوم کا دو لاکھ روپیہ اس مشن کی نذر ہو چکا۔ اگرچہ یہ سب کچھ ان نتائج کے بالمقابل کچھ بھی نہیں جو اس وقت تک مرتب ہو چکے۔ اور کوئی سال ہم پر ایسا نہیں گذرتا جو ایک نہ ایک قیمتی انسان ہم میں شامل نہ کرے۔ اگر پچھلے مسٹر محمد پکتھال جیسے مشہور مصنف و اہل قلم کا اعلان اسلام مجھے خوش کر رہا تھا تو آج **نصیر الدین فورڈ** بی۔ اے ایل ایل۔ بی بیرسٹر ایٹ لاء کا **مسلمان ہونا** میرے مسرت کا موجب ہے لیکن میں ان باتوں کو بے سُود اور وقتی خوشی کا موجب سمجھتا ہوں اگر کام کا پیمانہ وسیع نہ کیا جائے۔ یہ تجربے کے ایام تھے تجربہ ہو چکا۔ راستہ کھل گیا خیبر کا دروازہ ٹوٹ گیا اسلام نے دنیا کو یہاں مخاطب کر لیا۔ اس ملک میں مسلمان ایک قوم بطور باشندہ سمجھے جانے لگے۔ سرکاری اعلانوں

ہیں اس کا اعتبار ہو چکا۔ پھر اور کیا ہو سکتا تھا۔ ان روحوں کو چھوڑ دو جو ہم میں تو شامل ہوئیں۔ اس سال بھی کوئی مہینہ ایسا نہیں گیا جو ود ایک مسلمان نہ ہوئے ہوں پھیڑوں کا گلہ پیدا کر لینا تو آسان ہے لیکن اُن کی پرورش ہی اصل چیز ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اگر موجودہ جماعت ہی کامل مسلمان ہو جائے تو ایک مدت کے بعد یہ کس قدر تحصیل سکتی ہے لیکن اگر انکو اسلامی تعلیم نہ ملے۔ تو یہ نئے پودے جلد کملا جائیں گے۔ اِن بھیڑوں کو بھیڑئیے کھا جائیں گے۔ کیا فائدہ ہماری تبلیغ کا اور ہمارے مسلمان بنانے کا اگر ہم اس نئی جماعت کی شیرازہ بندی ہی نہ کر سکیں۔ ان کو اپنے ساتھ ملحق رکھنے کے سامان نہ کریں۔ ہر وقت ان سے خط و کتابت یا میل جول کا وقت نہ نکال سکیں۔ موجودہ حالات کے ماتحت ہم لیکچر بھی دیں گے وعظ بھی کرینگے۔ نئے مسلمان بھی بنائیں گے لیکن جو پہلے مسلمان ہو چکے ہیں وہ عدم توجہ کے باعث جس کا باعث عدم فرصت و عدم وقت ہے الگ ہو جائیں گے۔ اور یہ نئی شاخیں اور نئی کونپلیں جو باغ اسلام میں پیدا ہوئی ہیں وہ کافی مالیوں کے نہ ہونے سے خشک ہو جائینگی یا ٹوٹ جائینگی کئی نئے لوگ ملتے ہیں اُن سے گفتگو ہوتی ہے۔ ملاقات پر ان میں اسلام کی طرف آنے کی استعداد معلوم ہوتی ہے لیکن فرصت نہیں ملتی کہ اس ملاقات کو بڑھا کر کوئی نتیجہ پیدا کیا جائے۔ اور نہیں تو ایک ایسا ہی آدمی ہو جو ادھر اُدھر پھرتا رہے تو بہت نتائج پیدا کرے۔

اب میں پھر عرض کرتا ہوں کہ میں جس حالت پر مشن کو لے آیا ہوں اُسے غنیمت سمجھا جائے یہ بھی خدا تعالےٰ کا کم از کم مجھ پر احسان تھا۔ کہ اس نے مجھے اِس ابتدائی کام کیلئے جبکہ ایسے کاموں میں اخراجات مالی بلا تعین و بلا اندازہ ہوا کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں جیسا کہ مجھے نفسانی اغراض کا مقابلہ کرنے میں چنداں تکلیف نہ ہو۔ اور نہ میری آنکھ اسقدر مال کی طرف جاوے جس کو کئی گنا زیادہ میں آسانی سے کما سکوں اِس مشن کے بعض سالوں کی آمد کُل کی کُل جسمیں ۳/۴ موٹا موٹا خرچ تھا ایک کامیاب وکیل کی سالانہ آمد سے بھی کم ہوئی ہے۔ بالمقابل اس مشن کی آمد کے لحاظ سے کامیاب سے کامیاب سال اس قدر آمد پیدا نہیں کر سکا کہ جسمیں سے میری ذات کو چھوڑ اگر باقی عملے کی تنخواہ مطبع اور کاغذ کا بل اور دوسرے مقررہ اخراجات کاٹے جائیں تو باقی جو بچ رہا۔ اس کا دو گنا تگنا بھی میری اُس آمد کو پہنچی جو ۱۹۱۲ء میں تھی۔ پھر میرا دل کس طرح میلا ہو سکتا۔ اور یہ سب اسکے کرم اور اسکی پُر حکمت طریق ہیں۔ یہ ایک کٹھن کٹھالی تھی جسمیں خدا تعالےٰ نے مجھے نکالا۔ یہ میرا

تحمل نہیں۔ یہ اس کے افضال ہیں۔ میں تو ایک کمزور انسان ہوں۔ اس کے فضل نے ہی مجھے اس قابل کیا
کہ میں نے آسائش کی زندگی پر درویشی کو ترجیح دی نہایت عسرت کے ساتھ میں ۱۹۱۵ء کے آخر تک گذارہ
کیا۔ حالانکہ اس وقت تک زیادہ حصہ مشن کی آمدنی کا ریویو سے ہی تعلق رکھتا تھا لیکن میں نے
اسکے منافع کو اپنا مال جانتے ہوئے اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا بلکہ اپنے ذاتی وظائف اور
دیگر عطیات جو میری ذات سے تعلق رکھتے ہیں اُسے احتیاطاً مشن کی آمد میں دکھلایا۔ کہ
وقت پر کمی کو پورا کر دیں۔ اور یہ کسی پر احسان نہیں۔ یہ مشن میرے ہی سر کا جنون ہے، جو میرے مُرشد
حضرت اقدس مرزا صاحب نے میرے سر میں پیدا کیا اور یہ مجھے اپنی اولاد سے زیادہ عزیز ہے میں نے
جو کچھ اپنے دل کو خوش کرنے کیلئے کیا۔ ابتلاء سے بچنے کیلئے ابتداء سے آج تک میں نے حساب کتاب و آمد
و خرچ دوسروں کے ہاتھ میں رکھا۔ ہاں ۱۹۱۶ء میں مجھے نئی ضروریات لاحق ہونیوالی تھیں
جنہیں بعض فرائض شرعیہ تھیں۔ ان کے متعلق میں ۱۹۱۵ء میں سوچ رہا تھا۔ کہ کیا انتظام کیا جائے خداتعالیٰ
کے سابقہ فضلوں کا ثمرہ بھی کو کسی شئی کے ساتھ ان امور کو حل کرا دیتا۔ کہ خداتعالیٰ نے خود ہی ایک راہ
کھول دی۔ ۱۹۱۵ء کے اخیر میں مشن کے واسطے مالی امداد حاصل کرنے کیلئے میں حیدرآباد گیا وہاں
کے عمائد اور شرفا نے میری بے طرح قدر افزائی کی۔ اور مشن کی کافی امداد اُس سال کی میرے خیال میں جو
ہونا تھا وہ ہو چکا لیکن میرے حیدرآباد سے رخصت ہونے سے کچھ ہی پہلے حضور نظام کی حسب معمول
فیاض طبیعت جوش میں آئی۔ اور انہوں نے رخصتانے پر مجھے ایک مستقل ذاتی منصب عطا فرما کر
میرے پیش آمدہ امور کا حل کر دیا۔ بہرحال جس طرح خداتعالیٰ نے چاہا۔ مجھے اپنی ذات کے سوا کسی کا محتاج
نہ ہونے دیا۔ اور مشن کی ذات پر بوجھ ڈالنے سے مجھے الگ رکھا۔ حتیٰ کہ مشن اس حال پر پہنچ گیا ہے جہاں
میں اُسے پہنچانا چاہتا تھا۔

گویا اب مشن کا دور اول ختم ہوتا ہے۔ یعنی ہمیں ان مالی مشکلات کے وقت کہ جن کی وجہ سے مشن کی
ہستی معدوم ہو سکتی تھی۔ اور جس کے باعث بہت سی نئی تحریکیں ختم ہو گئیں۔ وہ دور بحمداللہ ختم ہو گیا
مشن اپنی مختصر سی ہستی کیلئے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ اگر مشن کے یہ معنے سمجھے جائیں کہ ووکنگ
کی مسجد آباد ہے۔ اسلامک ریویو زندہ ہے۔ لندن میں جمعہ ہوتا ہے۔ اور لندن میں ایک مکان
جلسہ و وعظ اسلامی کیلئے ہو۔ جہاں ہفتے میں ایک آدھ لیکچر ہو۔ تو پھر مشن آج مستقل قدموں پر

کھڑا ہوگیا ہے پبلک امداد اُسکی ہو یا نہ ہو۔ اسلئے میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اس کا سخت خطرناک مرحلہ اولین جس سے نکلنا مشکل کام تھا وہ ختم ہو چکا +

مجھے اسبات کا بھی اب خیال نہیں کہ یہ کاروبار میرے ہاتھ رہے اور نہ یہ کھیل یہاں چل سکتا ہے۔ جب یہاں لفظ محمڈن تک چھوڑ دیا گیا۔ اور اصل لفظ مسلم اختیار کیا گیا۔ اور محمڈن یا محمڈن ازم کے مقابل مسلم یا اسلام کے نام نے مخاطبوں پر اثر کیا۔ چنانچہ اسی امر پر ہمارے بڑے بڑے محققین مثلاً سید امیر علی صاحب نے لفظ محمڈن کی جگہ لفظ مسلمان اپنی تحریر اور تقریر میں استعمال کرتے ہیں۔ الغرض جہاں لفظ محمڈن کو چھوڑ کر قرآن کا لفظ مسلم ہمیں اختیار کرنا پڑا۔ وہاں فرقہ کے ساتھ اسلام کو منسوب کرنا محض کہانتک مفید ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ ہاں ہندوستان کے فرقہ پرست لوگ تو ضرور خوش ہو سکتے ہیں۔ لیکن عمل یہاں وہی مجبوراً کرنا پڑتا ہے جس پر میں نے قدم رکھا ہے۔ فرقوں کے نام تو محض لنتخارفو کی غرض کو پورا کرنے کیلئے پیدا ہوئے۔ مجھے اسبات کا بھی اب خیال نہیں۔ کہ یہ کاروبار میرے ہاتھ میں رہے جو امر مجھے بیچین کر رہا تھا کہیں یہ تحریک مر نہ جائے، وہ بفضلہ دور ہو گیا۔ خدا تعالے جس سے چاہیگا اور چاہتا ہے خدمت لے لیتا ہے۔ میری خواہش ہے تو صرف اسقدر کہ یہ کام بڑھے اگر کوئی ایسا بے تعصب انسان ملجائے جو روپے پیسے ایثار کر سکے۔ اپنے مذہب سے پورا واقف ہو نیز علاوہ مغربی طرز خیال سے واقف ہو۔ شعار اسلام کا سخت پابند ہو۔ جذبات پر کامل قابو رکھ سکے صاحب تقریر ہو۔ ایسے آدمی کی ضرورت ہے۔ میری تو اس وقت صحت کی حالت بھی ایک لمبا آرام چاہتی ہے۔ مشن کی اہمیت آپ اسی سے اندازہ کر لیں۔ کہ یہ بزرگ مثلاً سید امیر علی صاحب سر عباس علی بیگ آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خان ہر قسم کے معاملات کو سمجھتے ہیں۔ آخر ان لوگوں نے لندن مسلم ہوس کیلئے مستقل مد ۲۰۰۰ ہزار روپیہ سالانہ کے قریب کچھ دیکھ کر ہی ماسک فنڈ سے دلائی۔ ادھر میرے لکھنے اور اُن کی سفارش نے سرکار بھوپال سے ایک زائد امداد ۵۰۰ صد روپیہ سالانہ کی مسجد ووکنگ کیلئے مستقل دلا دی۔ غرض جو بھی آئے مشن کی اہمیت کو سامنے رکھ کر موزونیت دکھتا ہو۔ ایک نہیں دس مشنری آئیں۔ الگ الگ کام کریں یا اکٹھے کوئی حرج نہیں۔ انقارہ اسلام بج چکا لوگ چونک اُٹھے اسلام نے

بہت سے کھنڈراتوں پر اپنا مکان بنانے کیلئے زمین لیلی - اور یہاں تو کھنڈرات کے کھنڈرات موجود ہیں معمار آئیں اور مصالح لائیں جسقدر عمارت چاہیں کھڑی کریں - ہاں مکان ایک ہی وضع کے ہونے چاہئیں ÷

اسلام کو اس ملک میں فرقے کی ذلت سے محفوظ رکھا جائے اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ہاں ذاتی غرض کی مصیبتیں ہیں - اور نہ یہ کھیل یہاں چل سکتا ہے - جب یہاں لفظ محمڈن تک چھوڑنا پڑا اور بعض غلط فہمیوں کو دور کرنے کیلئے لفظ مسلم اختیار کیا گیا - حتےٰ کہ سید امیر علی جیسے محققین بھی اب اپنی تحریر تقریر میں لفظ محمڈن کی جگہ لفظ مسلمان استعمال کرتے ہیں تو پھر یہاں اسلامی تحریک کو کسی فرقے سے منسوب کرنا محض ہندوستان کے فرقہ پرستوں کو خوش کرنا ہے - ہر ایک شخص یہاں مجبوراً انہیں قدموں پر چل رہا ہے - جن پر خدا تعالےٰ نے مجھے چلایا ہے کسی جماعت کا نام تو حسب نص قرآن "لتعارفوا" کی غرض و غایت کے پورا کرنے کیلئے بعض بزرگوں نے اختیار کیا - ورانہ تو اسلام میں اتفاق پیدا کرنے آئے نہ تفریق - ان کے بعد گدی پرست اسی تفریق پر گدیاں چلاتے ہیں اور فرقے بناتے ہیں - اس نص قرآنی کے ماتحت ہمارے مرشد حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کا نام احمدی رکھا - ورنہ حقیقی مکرم تو ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کے ماتحت متقی ہی ہے - یاد رکھو اسلام میں کوئی فرقہ نہیں - اگر قرآن کی تعلیم بھی کسی فرقی اختلافوں کی متحمل ہوتی تو نہ اسمیں ذیل کی آیت ہوتی - اور نہ یہ خاتم الکتب ہوتی وما انزلنا علیک الکتٰب الا لتبین لھم الذی اختلفوا - اے نبی (صلعم) تم پر جو یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے اسکی غرض ان اختلافات کو مٹا دینا ہے - جو دین الٰہی میں لوگوں نے پیدا کر رکھے ہیں آنحضرت صلعم سے پہلے مذاہب میں - - - - - - - - -

. . . . فرقی اختلاف کا پیدا ہونا ضروری تھا نہ تو الہام قدیمہ نہ سابقہ انبیا علیہم السلام کے حالات محفوظ رہے - بالمقابل خدا تعالیٰ نے قرآن اور شارح قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات نہایت صحت کے ساتھ محفوظ رکھے - اور اس طرح اسلام کو ہمیشہ کیلئے فرقہ کی مصیبت سے جہاں تک اصول اسلام کا تعلق ہے محفوظ رکھا - سنّی شیعہ مقلدین غیر مقلدین یہ تو معاملات فروعی میں مختلف آرا کا نام ہے - ان کا نام فرقہ رکھنا نادانی ہے - کوئی بھی اہل اسلام میں سے ان امور اور عقائد میں

اختلاف نہیں رکھتا کہ جس کا نام ایمان و اسلام ہو۔ یہ وہ حقیقت ہے۔ کہ جسے ہم پر ہمارے مرشد حضرت مرزا صاحب نے واضح کیا اور ہمیں اُس پر قائم کیا۔ چنانچہ خود اُن کا یہ مشن تھا۔ کہ ان سب نام نہاد فرقوں کو ایک راہ قرآن و حدیث پر لایا جائے۔ بلکہ آثار میں آیا ہے۔ کہ آنیوالے مسیح کے وقت میں سب فرقے ایک راہ پر آجائیں گے۔ اِس روایت کی رُو سے اسلام پر ضرور ایک زمانہ آنیوالا ہے۔ کہ اس کی مختلف شاخیں ایک راہ پر آجائیں۔ وہ کیا ہے وہ ہے قرآن و حدیث ہمارے بعض احمدی دوست غور کریں کہ یہ جو آثار میں موجود ہے تو کیا اسبات کی یہ کافی دلیل نہیں کہ فرقوں کا وجود اسلام میں نیا ہے اور احمدی جماعت کا خیالی مشن اُس اسلام کی تبلیغ ہے جو ان تنازعہ سے خالی ہو۔ وہ وسیع القلب اِنسان جس نے ہمیں ہندوؤں میں ملہمین کا وجود تسلیم کرایا اور اپنے اجتہاد صحیح سے اُن برادران وطن کو جنہیں ہم ہمیشہ کافر کے لفظ سے پکارتے تھے آن واحد میں اہل کتاب کے معزز لقب سے ملقب کردیا۔ کیا وہ اہل قرآن کو کافر کہنا گوارا کرتا جو اپنے پیغام صلح میں ہندو بھائیوں کے مقدس پیشواؤں کو سب و شتم سے یاد نہ کرنے پر ہر قسم کی مراعات روا رکھنے کو طیار تھا۔ کیا وہ عشاق محمد اور محمد سے محبت رکھنے والوں کو اور کون مسلمان ہے جسے یہ محبت نہیں کافر کہتا۔ ہاں کافر وہ ہے جو ایک اہل قبلہ اور اہل کلمہ اور محمد کے نام لیوا کو کافر کہنے میں سبقت کرتا ہے۔ بہر حال یہ بحثیں ختم ہوچکی ہیں۔ ان میں زیادہ پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اب کام کرنے کا وقت ہے +

احمدی قوم غور کرے۔ اِس وقت ان میں بھی اصل کام کون کر رہا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے جو بڑا کام کیا وہ یہ تھا۔ کہ انہوں نے اعلےٰ درجہ کا اسلامی لٹریچر پیدا کیا۔ اب بتلاؤ ان گذشتہ دو تین سالوں میں کس طرف سے اسلام کی خدمت میں عمدہ تصانیف نکلی ہیں۔ جب سے ہم قادیان چھوڑ کر آئے وہاں سے کیا نکلا۔ اور لاہور و ووکنگ سے کیا نکلا۔ ہمارا مرشد سلطان القلم تھا اُس کے وارث اِس وقت کون ہیں۔ اور آئندہ بھی یہی ایک امر ہم میں اور دوسری جماعت میں فیصلہ کرے گا۔ گو ہمیں دلی شوق شاید قادیان سے زیادہ کہیں اور جگہوں میں ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کن کو اعلےٰ تصانیف اسلامی پیدا کرنے کا موقعہ دیتا ہے۔ گو کفر اور نبوت کی بحثوں میں کاغذ سیاہ کرنا۔ اور اسمیں بھی قادیان کی اس وقت کی کسی تصنیف میں جدت کا نام نہیں وہی تصنیف سابقہ کا ہیر پھیر ہے۔ ادھر حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب کی قلم کو دیکھو تو اسی مسئلہ نبوت میں انہوں نے کیا اچھوتا اور نیا علم کلام پیدا کیا۔ پھر ان باتوں کو چھوڑ

آج دُنیا کے سامنے اُن کا ترجمۂ قرآن آچکا اور مقبول عام ہو گیا۔ دُنیا کے کسی حصے کا نام لو
جہاں انگریزی زبان بولی جاتی ہو۔ اور جہاں یہ قرآن نہ پہنچ گیا ہو۔ ہر طرف سے مبارک کے خطوط آئے ہیں
مسلم دنیا میں ایک جان پیدا ہو گئی۔ انگریزی پریس نے اس کے خیر مقدم میں بہترین الفاظ کہے۔
ہاں : وہ قرآن کا ترجمہ کیا ہوا جس کے لئے قادیان میں ایک جماعت بیٹھی۔ یہ ایک سبق ہی ہمارے
ان دوستوں کیلئے جنھوں نے عقل و فکر چھوڑ کر گدی یا انسان پرستی اختیار کی۔ ایک ترجمہ جو اخلاص
سے نکلا وہ مقبول عام ہو گیا۔ دوسرا جس کی غرض محض نفسانیت اور ضد تھی وہ ابھی دیدہ ما بدید ہے۔
یہاں میرا فرض ہے کہ میں اُن جانکاہ خدمات کا بھی ذکر کروں جو اخویم مولوی صدر الدین صاحب نے
ترجمہ قرآن کریم کے متعلق فرمائیں۔ اگر حضرت قبلہ امیر قوم احمدی نے اُسے بے نظیر پیرائے میں لکھا تو
حضرت اخویم نے اسے بے نظیر شکل دی۔ اگر ترجمۃ القرآن کی معنوی خوبصورتیوں کے لئے
حضرت مولوی محمد علی صاحب سلّم شکریہ کے مستحق ہیں تو اسکی صوری لڑبائیوں نے مولوی صدر الدین صاحب کے
سر پر کامیابی کا سہرا باندھا ہے کسی نے اس ترجمہ کی صحت طبع اور خوبصورتی کی کیا تعریف کرنی ہے
خود یہاں کے اخبار جو اس فن کے نقاد ہیں۔ اس کے حسن صورت پر بھی عش عش کر رہے ہیں مولوی
صدر الدین صاحب نے رات دن برابر دیئے اور اپنی صحت کو اس کام پر قربان کیا۔ یہ آپ کی خدمت
ان بیش بہا خدمات کے علاوہ تھی جو انہوں نے اس مشن کے متعلق فرمائیں۔ آپ کا قیام مشن کیلئے موجب
برکت ہوا میں جس مکان کو اگست ۱۹۱۶ء میں بنیادوں پر چھوڑ گیا تھا میں نے واپس آکر ایک قابل معمار
کے ہاتھوں ایک حد تک اُسے اپنی وضع میں تیار پایا مولوی صاحب مکرم یہاں عمدہ صحت لے کر آئے
لیکن یہاں وہ صحت گنوا کر گئے۔ اور اپنی محبت کا نقش بہت سے دلوں پر چھوڑ گئے مشن اب بھی انکی توجہ
اور خدمات کا محتاج ہے۔ اگرچہ اس وقت مشن کی تبلیغی ضروریات اور فرائض اُن کے جانے پر بہت
بڑھ گئیں ہیں۔ تاہم ان کا یہاں قیام اور نتائج جبکہ روپے کے انتظام کیلئے میں ہندوستان میں تھا
اور وہ اس مصیبت سے آزاد تھے۔ اس بات کا کامل ثبوت ہے کہ اگر یہاں کے کام کرنیوالے مالی انتظام
کی مصیبت اور اس کے فکر سے آزاد ہوں تو کس قدر کام ہو سکتا ہے +

قرآن کے اس اعلیٰ ترجمے کے سوا یہاں کے اسلامی مشن کا وجود ہمیشہ اور نہ سود دیتا۔ یہ بڑا بھاری
مرحلہ طے ہو گیا۔ اور اس فضل ایزدی کیلئے احمدی قوم کل مسلمانوں کے شکریہ کی مستحق ہے۔ کہ اس جماعت

کے ذریعہ یہ بے بہا چیز وجود میں آئی۔ اسی جماعت کا ایک ادنےٰ خادم اِس عالم اسباب میں اس ووکنگ مسلم مشن کا باعث ہوا۔ جسکے ذریعہ یہ ترجمہ زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ اسی مشن نے سب سے اول اس کے اخراجات طبع کا فکر کیا۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۴ء میں ۶۰۰۰ ہزار روپیہ میں نے یہاں سے رخصت ہونے پر مولوی صدرالدین صاحب کے حوالے اخراجات طبع قرآن کے متعلق کیا۔ یہ پہلا زرچندہ تھا جس نے زرکثیر کے حصول کو سہل کیا اور ہم نے نہایت آسانی سے ترجمہ قرآن کریم کو شاندار پیمانے پر شائع کیا۔ اور اس وقت خالص اسکی چھپائی وغیرہ کا صرفہ ۵۰۰۰۰ ہزار روپیہ ہے۔

ترجمہ بخاری شریف

اب میری دلی تمنا یہ ہے کہ کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب بخاری شریف کا ترجمہ بھی انگریزی میں ہوجائے جو تجربہ مجھے انگریزی میں حدیثوں کے مختصر مجموعہ چھاپنے سے ہوا۔ وہ مجھے بخاری کے ترجمہ کے شائع کرنے پر ابھار رہا ہے۔ میں نے یہاں آتے ہی یہ تحریک کی جس پر میرے مکرم دوست خواجہ کرامت اللہ صاحب اگزکٹو انجنیر حیدر آباد دکن نے ۷ پونڈ کچھ شلنگ بھیجے مخدومنا عالیجناب شیخ صاحب منگرول نے بھی ۵ پونڈ بھیجے اس کتاب کے نکلنے کا جلد انتظام ہو جاتا۔ مگر ایک دوست کے ایک خط نے مجھے پورا ایک برس بلکہ اس سے زیادہ اُن کے جواب کے انتظار میں رکھا۔ اب اس طرف سے ناامید ہوکر میں نے خود ترجمہ کا ارادہ کرلیا ہے۔ اور اگرچہ مطبع اور کاغذ کی دقتیں ہیں لیکن دنیا کے کاروبار چل ہی رہے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ کتاب نہ نکالی جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ سردست اس کے پہلے چند پارے نکالے جائیں۔ کاغذ جلد چھپائی ملنے والے ہو۔ اگر سو پونڈ اس وقت جمع ہو جائے تو میں چھپوائی کا انتظام کروں۔ یہ کتاب آسانی سے بک جائیگی۔ اور یہ ایک عمدہ ذریعہ مشن کی آمد متعلق تقسیم بلا قیمت لٹریچر ہوگا۔ صرف امر غور طلب یہ ہے کہ آیا بخاری کے لفظ لفظ کا ترجمہ ہو یا اسکی تلخیص کا یا روایات کو قطعاً چھوڑ کر صرف احادیث کا ترجمہ ہی کیا جائے۔ بعض کی رائے ہے کہ احادیث کا بھی سردست انتخاب کیا جائے۔ ایسی صورت میں جو میں دیباچہ لکھونگا اسمیں ایک مدلل بحث اس کے امام کی تحقیق پر رہیگی۔ اور ان امور کا بھی ذکر ہوگا جن کو میں چھوڑونگا۔ اب دیگر مسلم احباب بھی مجھے اسمیں مشورہ دیں۔ میں یہاں خواتین صاحبان حیدر آباد کی خدمتمیں اپیل کرتا ہوں۔ اور مسز حیدر جنگ اور مسز ہمایوں مرزا اور بیگم صاحبہ ممتاز جنگ کے ذریعے انکی خدمتمیں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

پہلے بھی انہیں میں سے ایک مکرمہ محترمہ نے ہمیں اس معاملہ میں رہین احسان کیا یعنے بیگم صاحبہ نواب حاکم الدولہ مرحوم انہیں کی طفیل مختصر مجموعہ احادیث کی ہزاروں کاپیں شائع ہوئیں۔ بخاری شریف کے متعلق اس وقت میرے پاس پانچصد روپیہ ہے ایکہزار کی اور ضرورت ہے۔ اور یہ رقم تو حیدر آباد کی ایک خاتون اگر چاہے تو دے سکتی ہے بلکہ مجھے تو ایک ہمشیرہ مسز ۔ امیدمنزل خیریت آباد میں نواب خدیو جنگ بہادر کے گھر وعدہ بھی کیا تھا

اب میں کچھ باتیں حساب کے متعلق لکھنا چاہتا ہوں سنہ ۱۹۱۵ء سے سنہ ۱۹۱۶ء تک حساب چھپ گیا۔ سنہ ۱۹۱۳ء ۱۴ کے متعلق ممکن ہے کہ میں اصل کتابیں ہندوستان ہی بھیجدوں وہ شیخ نور احمد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں جو لاہور میں ہیں۔ اگر اخیر سال تک وہاں کے حساب کا گوشوارہ پہنچ گیا تو یہاں سے حساب مرتب کرکے چھاپ دیا جائیگا مصیبت یہ ہے کہ یہاں فرصت ہی نہیں +

دستخط خواجہ کمال الدین ووکنگ انگلستان

نقشہ آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۵ء

نقشہ آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۵ء میں سے وہ رقوم جو میزان اول کے اوپر ہیں اس تعداد آمد و خرچ میں سے لیگئی ہیں جو رسالہ اشاعت اسلام مجریہ ماہ مئی سنہ ۱۹۱۶ء میں بابت حساب کتاب آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۵ء چھپ چکا ہے۔ اور باقی اور گوشواروں سے لیگئیں جو شیخ نور احمد صاحب سابقہ محاسب دفتر ووکنگ کے ہاتھ کے بنے ہوئے کتب میں موجود ہیں جو صفحہ ۲۴-۲۵-۲۶ پر درج ہیں +

آمد	رقم روپیہ	آنہ	پائی	خرچ	رقم روپیہ	آنہ	پائی
قیمت از خریداران اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام	۱۴۰۶۸	۱۰	۱	اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام پر یہاں خرچ ہوا	۲۰۱۲	۱۵	-
چندہ امدادی از حیدر آباد	۴۴۸۵	۰	۰	عملہ لاہور و انگلستان	۶۰۹۳	۴	۶
چندہ امدادی در ہندوستان	۶۶۷۲	۹	-	سفر خرچ حیدر آباد و ہندوستان بمعہ تنخواہ ایک نفر ایک کلرک برائے چند ماہ جو ہمراہ رہے	۱۱۰۲	-	۹
قیمت کتب ام الالسنہ وغیرہ	۱۵۱	۶	-				
چندہ از صاحب معلومہ بحساب پندرہ روپیہ ماہوار بابت مفت تقسیم اسلامک ریویو از اخیر مئی سنہ ۱۹۱۵ء تا بابت دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء	۳۰۶	۰	-	خرچ ام الالسنہ وغیرہ	۲۲	۱۵	۰
				واپسی رقوم بہ ڈاکخانہ و انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور جو غلطی سے ووکنگ فنڈ میں جمع ہوئی	۶۳۲	۱	
چندہ از جائے معلوم بغرض تقسیم اسلامک ریویو	۹۶۷	۱۱	۱۱	واپسی قرضہ حسنہ	۲۰۰	۴	-
سفر خرچ از انجمن ہائے مختلفہ	۲۵۷	۰	۰	متفرق	۳۱۲	۲	۲
میزان اول	۳۰۰۰۸	۵	-	میزان اول	۱۲۹۰۶	۳	۰
آمد در انگلستان برحسب گوشوارہ الف	۲۹۳۷	۱۳	-	خرچ در انگلستان برحسب نقشہ ب	۹۸۵۰	۶	۶
میزان دوم	۳۲۹۴۶	۲	-	میزان دوم	۲۲۷۵۶	۹	۶

اس میں بمد آمد میں سے وہ رقوم بھی احتیاطاً حساب میں جمع کر دیئے ہیں جو مجھے بطور رخصتانہ از سرکار نظام ملی۔ اور جو بطور وظیفہ ذاتی مبلغ [illegible] ماہوار پاس تعلق رہیں +

دستخط (خواجہ) کمال الدین

نقشہ الف - اصل گوشوارہ آمد مرتبہ شیخ نور احمد بلال در کتاب آمد متعلقہ ۱۹۱۵ء

نمبر	مد	درج پونڈ	درج شلنگ	درج پنس	رقم پونڈ	رقم شلنگ	رقم پنس	کیفیت
۱	مرسلہ شیخ صاحب	۲۰۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۲	" "	۱۰۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۳	"	۴۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۴	"	۲۵۰	۰	۰		۰	۰	
۵	مولوی صاحب ووکنگ بنک میں جمع	۱۰۰			۰	۰	۰	
۶	خواجہ صاحب از حیدر آباد	۵۴۰			۰	۰		یہ سب رقوم آمدہ ہندوستان میں کھلائی جا چکی ہیں +
۷	خواجہ صاحب	۳۰۰			۱۵۳۰	۰	۰	
۸	چندہ قرآن و قیمت	۲۱	۱۴	۸	۰	۰	۰	
۹	کتب قدوائی صاحب	۲	۲	۶	۰	۰	۰	
۱۰	چندہ لٹریچر اعانت اشاعت	۵۹	۱	۰	۰	۰	۰	
۱۱	مسجد ووکنگ بابت مرمت	۳۰	۰	۰	۰	۰	۰	
۱۲	مسجد ووکنگ چندہ	۷	۷	۶	۰	۰	۰	
۱۳	مسجد لندن بابت کرایہ	۱۰	۹	۶	۰	۰	۰	
۱۴	مسجد لندن بابت قیمت اسباب	۱۷	۱۱	۰	۰	۰	۰	
۱۵	قیمت کتاب لارڈ صاحب	۱	۱۶	۱۰	۰	۰	۰	
۱۶	مولوی شبیر علی کو ارسال ہوا	۰	۵	۰	۰	۰	۰	
۱۷	امانت بابت	۱	۰	۰	۰	۰	۰	
۱۸	شیخ الہی صاحب ساول	۳۵	۰	۰	۰	۰	۰	یہ رقم آمد کی نہیں ان کا چیک [illegible] بند کر دیا گیا
۱۹	عید از سرکار (عید الفطر)	۴	۱۸	۰	۰	۰	۰	
۲۰	چندہ عید	۲	۵	۰	۰	۰	۰	
۲۱	قیمت سامان متعلق کتب سالہ	۵۵	۷	۵	۰	۰	۰	
۲۲	محمد الدین سوداگر سیالکوٹ	۵	۸	۰	۰	۰	۰	یہ رقم بھی مشن سے تعلق نہیں رکھتی +
	میزان	۱۷۱۱	۶	۵				نقل مطابق اصل ہے دستخط خواجہ کمال الدین

اس میں رقوم الغائب ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۸، ۲۲ منہا کر دینی چاہئیں یعنی ۸-۲-۵۹۲ باقی ۹-۳-۱۱۸۶ پونڈ شلنگ پنس جو ۰-۱۳-۳۴۱۷ روپیہ ہوئی ہیں جو رقوم خواجہ صاحب نے بابت ہندوستان سے بھیجیں وہ ان رقوم میں درج ہیں جو ہندوستان میں وصول ہو کر شیخ صاحب کی انتہا جمع ہو نیز جو آمد ہندوستان میں کھلائی جا چکی ہیں +

دستخط - کمال الدین

نقشہ (ب)

گوشوارہ خرچ رسالہ اسلامک ریویو و لنگر خانہ وغیرہ دوکنگ مشن بابت سال ۱۹۱۵ء از جنوری ۱۹۱۵ء تا اخیر دسمبر ۱۹۱۵ء

نمبر	کھاتہ وار	رقم پونڈ	رقم شلنگ	رقم پنس	کیفیت
۱	کھاتہ خوراک	۸۱	۱۴	۹	جنوری سے نصف جولائی تک ۴ لیعد ازاں ۳ کس ان مولوی صاحب۔ نور احمد و مصطفےٰ بیگ
۲	خرچ متفرق چھاپہ خانہ	۳	۱	۱½	
۳	بابت چھپوائی رسالہ	۴۶۹	۹	۳	
۴	خرچ ڈاک رسالہ از لندن	۴۱	۱۳	۱۱	
۵	خرچ ڈاک و ماہ رسالہ دفتر وغیرہ	۱۱۳	۵	۴	دفتر کی خط و کتابت فی ماہ ایک پونڈ شامل ہے
۶	خرچ سٹیشنری دفتر	۴	۲	۸	
۷	لفافہ جات اخیر مئی تک	۱	۱۴	۳	
۸	ذاتی خرچ مولوی صاحب	۵	۸	۱½	دھلوائی پارچات و خرچ دوائی ہے
۹	ذاتی خرچ نور احمد	۴	۱۸	۱½	
۱۰	خرچ مسجد دوکنگ	۳۲	۰	۱۰	روشنی بجلی مشین گرم۔ کوئلہ۔
۱۱	خرچ مکان میموریل ہوس	۴۴	–	۷½	روشنی بجلی۔ پانی و سامان بستر و چارپائی و کمبل وغیرہ و برائے صفائی مکان
۱۲	اشاعت متفرق تالیف قلوب	۳۶	۵	۶½	
۱۳	خرچ لنگر خانہ	۶۸	۱۰	۷½	
۱۴	متفرق کتب و اخبارات و سامان باغبان	۱۳	۱۱	۱۱	
۱۵	تنخواہ باغبان	۲۵	۴	۱	
۱۶	بحصے پارکنسن (بابت مضامین رسالہ)	۱۶	۰	۰	
۱۷	پروفیسر نور الدین سٹیفن ″	۲	۰	۰	
۱۸	تنخواہ مصطفےٰ بیگ ملازم	۹	۱۵	۰	
۱۹	محمد علی باورچی	۲۱	۴	۹	[illegible]

ج۔ اس میں ۱ - ۱۴ - ۲۲۴ پونڈ [illegible] متعلق سال ۱۹۱۳ء بابت طبع کتاب لارڈ ہیڈلے صاحب شامل ہیں

نقشہ (ب)

گوشوارہ خرچ سالانہ رسالہ اسلامک ریویو مولنگر خانہ وغیرہ ووکنگ مشن بابت سال سنہ ۱۹۱۵ء از جنوری سنہ ۱۹۱۵ء تا اخیر دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء

نمبر	کھاتہ دار	رقم پونڈ	رقم شلنگ	رقم پنس	کیفیت
۲۰	عرب صاحب	۱۷	۶	۹	
۲۱	مسٹر خالد سنیلڈ ر ک	۱۱	۱	۷½	
۲۲	مسٹر نایٹ بابت بلاک بی	۲۷	۱	۱	
۲۳	عیدین	۳۶	۸	۱۰	اسمیں قریباً بیس پونڈ سرکاری ملگئے تھے جو سنہ ۱۹۱۶ء میں وصول ہوئے متعلق عید الضحیٰ جو آمد سنہ ۱۹۱۶ء میں دکھلائی گئی
۲۴	کرسمس	۶	۷	۴	
۲۵	خرچ مسجد لندن	۳۰	۱۴	۹	جون سنہ ۱۹۱۷ء تک خرچ جو اس نقشہ میں درج کر دیا اس سے سال پہلے وصول ہو چکا ہے وہ کرایہ لنڈسی ہال کا تھا
	میزان	۱۱۳۳	۷	۲½	نقل مطابق اصل ہے۔ دستخط خواجہ کمال الدین

یہ لفظ بلفظ نقل اس گوشوارہ کی ہے جو شیخ نور احمد ہلال صاحب نے کتاب خرچ کے آخر اپنے ہاتھ سے نقل کیا جانہ کیفیت میں جو خط وحدانی میں لکھا ہے وہ میں نے بطور تشریح لکھ ہے۔ دستخط
خواجہ کمال الدین

خلاصہ حساب آمد و خرچ بابت سنہ ۱۹۱۶ء از کتب منشی بلال نور احمد منیجر دفتر ووکنگ از جنوری سنہ ۱۹۱۶ء تا ۲۳ ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء و از یادداشت ملک عبد القیوم محاسب دفتر ووکنگ بابت آخیری آٹھ یوم دسمبر ۱۹۱۶ء و کتب خواجہ عبد الغنی منیجر دفتر لاہور بابت سنہ ۱۹۱۶ء

نقشہ آمد و خرچ بابت سال سنہ ۱۹۱۶ء

آمد	پائی	آنہ	روپیہ
امداد مشن در انگلستان بروئے نقشہ (ا)	۰	۱۰	۱۶۲۲۶
امداد مشن در ہندوستان بروئے نقشہ (ب)	۹	۹	۴۲۱۱
آمد رسالہ اسلامک ریویو در انگلستان بمد قیمت	۰	۲	۱۰۹۶
آمد " " در ہندوستان	۰	۱۳	۶۷۸۵
آمد بغرض مفت تقسیم رسالہ و دیگر لٹریچر در ہندوستان (ج)	۰	۰	۱۲۵۰
امداد خصوصی برائے مفت تقسیم رسالہ و امداد مشن	۰	۰	۶۰۰۰
از عالیجناب پرنس میجر حمید الظفر اللہ خان صاحب بہادر بھوپال بابت مفت تقسیم رسالہ و دیگر لٹریچر بابت سال سنہ ۱۹۱۶	۰	۰	۶۰۰
سفر خرچ از انجمن فرخ آباد	۰	۰	۵۵
قیمت کتب ام الالسنہ و دیگر کتب بک ڈپو	۹	۱	۳۵۳
میزان کل	۶	۱۰	۲۱۹۷۷

خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
تنخواہ ایڈیٹر و ہیڈ ماسٹر و دیگر عملہ دفتر ووکنگ بروئے نقشہ (د)	۰	۰	۶۳۷۳
اخراجات اسلامک ریویو مطبوعہ انگلستان (ہ)	۰	۰	۷۷۱۹
اخراجات لنگر خانہ و دیگر اخراجات ووکنگ (و)	۰	۱۲	۸۰۴۴
کرایہ جہاز تبدیلی عملہ ... (ز)	۰	۶	۲۵۸۷
اخراجات دورہ خواجہ صاحب در ہندوستان و دیگر ایجنٹان (ح)	۰	۸	۴۳۵
تیاری پارسل ہائے وغیرہ عملہ جو ولایت سے ہو گیا	۰	۸	۱۲۱
محصول ڈاک متعلقہ اسلامک ریویو وی پی وغیرہ در ہند	۹	۷	۳۸۱
سٹیشنری معہ کاغذ پیپر در ہند	۹	۱۲	۷۸
واپسی قوم بذریعہ ڈاک جو غلطی سے ووکنگ فنڈ میں جمع ہوئیں جو اصل ووکنگ فنڈ کی نہ تھیں	۰	۸	۸۳
قرضہ حسنہ	۹	۶	۶۰۰
قیمت اشیاء جو وقتاً فوقتاً ووکنگ کو ارسال ہوئیں مثلاً لحاف، مسواک، پوستین	۰	۷	۱۲۲
متفرق در ہندوستان و انگلستان جس میں لاہور دفتر کی الماریاں بھی شامل ہیں	۰	۱۵	۱۲۰
میزان کل	۳	۱۱	۲۶۸۹۸

دستخط
خواجہ عبد الغنی محاسب دفتر لاہور

دستخط
بلال نور احمد سابق محاسب ووکنگ
حال محاسب اسلامک ریویو دفتر لاہور

دستخط
ملک عبد القیوم محاسب
دفتر اسلامک ریویو ووکنگ

	تفصیل آمد سنہ ۱۹۱۷ء							میزان کل		
		پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
امداد مشن	امداد مشن وصول شدہ در انگلستان	۵۶	۳	۲	۸۴۲	۶	۰	۰	۰	۰
	" " در ہندوستان بر و نقشہ (۱)	۰	۰	۰	۶۳۸۳	۰	۰	۰	۰	۰
	امداد خصوصی از جانب معاونہ				۳۰۰۰	۰	۰	۰۰	۰	۰
	آمد بمد کرایہ لندن مسلم ہوس از لندن ماسک فنڈ بذریعہ رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب	۱۱۵	۰	۰	۲۶۷۸	۹	۰	-	-	-
	بابت فرنیچر لندن مسلم ہوس بذریعہ آنریبل سید امیر علی صاحب	۶۴	۱۱	۵	-	۰	۰	۱۲۹۰۳	۱۵	۰
امداد بغرض تقسیم اسلامک ریویو	بغرض مفت تقسیم اسلامک ریویو از جانب خاص				۳۰۰۰	۰	۰	۰۰	۰	۰
	" " وصول شدہ در انگلستان	۴۶	۹	۱۰	۶۹۷	۶	۰	۰۰	۰	۰
	" " در ہندوستان بر و نقشہ (۲)				۲۳۲۵	۰	۰	۰۰	۰	۰
	کتب خانہ در انگلستان	۱۵	۱۰	۱۱	۲۳۳	۳	۰	۰۰۰	۰	۰
	در امداد ترجمہ صحیح بخاری شریف	۱۷	۵	۰	۲۵۸	۱۴	۰	۰	۰	۰
	امداد از رسالہ اشاعت اسلام	۰	۰	۰	۳۵۰	۰	۰	۶۸۶۴	۵	۰
	آمد بابت ایٹ ہوم	۳	۰	۰	۴۵	۰	۰	۴۵	۰	۰
	بغرض تعزز مبلغان	۳۴	۶	۸	۵۰۰	۰	۰	۵۰۰	۰	۰
	امداد متفرقہ بمد و البیجن قرضہ حسنہ برائے کھاتہ ہندوستان	۰	۰	۰	۱۰۰	۰	۰	۱۰۰	۰	۰
	میزان کل ــــــــ							۲۰۴۱۳	۴	۰

بابت آمد و خرچ اسلامک ریویو ملاحظہ ہو نقشہ (۲)

نوٹ۔ اس کی تفصیل رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہوگی + ۵ اس سال نصف فروری تک نماز گاہ لندن میں مقام ۱۱۱ فورڈ ہوتی رہی جہاں کا کرایہ بھی لندن ماسک فنڈ سے آیا وہ اس رقم میں شامل نہیں۔ یہ کرایہ کچھ ایام فروری اور اخیر دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء تک کا ہے۔

دستخط
خواجہ عبد الغنی محاسب دفتر
لاہور

دستخط
بلال شیخ نور احمد محاسب ووکنگ حال محاسب
دفتر اسلامک ریویو لاہور

دستخط
ملک عبد القیوم بی اے محاسب دفتر
اسلامک ریویو ووکنگ (انگلستان)

تفصیل اخراجات سنہ ۱۹۱۷ء

	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
مستقل خرچ (نقشہ ۳)	۵۲۴	۳	۰	۰	۰	۰
تنخواہ عملہ در انگلستان بروئے نقشہ (۴)	۱۹۱۹	۹	۰	۰	۰	۰
کرایہ ریل وٹیوب " (۵)	۳۱۵	۱۲	۰	۰	۰	۰
دیگر اخراجات مشن " (۶)	۳۲۲	۱۲	۰	-	۰	۰
خرچ متعلق مشن در ہندوستان " (۷)	۱۱۷۷	۰	۶	۰	۰	۰
اخراجات لندن مسلم ہوس بلا کرایہ " (۸)	۱۰۰۴	۴	۰	۰	۰	۰
کرایہ لندن مسلم ہوس فرنیچر لکچر روم و نماز گاہ	۲۶۷۸	۹	۰	۰	۰	۰
اخراجات نماز گاہ پیش از گرفتن مسلم ہوس نقشہ (۹)	۶۴	۱۳	۶	-	۰	۰
مسجد ووکنگ نقشہ (۱۰)	۲۰۰	۱۰	۰	۸۲۰۷	۹	۰
اخراجات تقسیم مسلم لٹریچر و اسلامک ریویو بلاقیمت نقشہ (۱۱)	۵۰۱۹	۳	۰	۵۰۱۹	۳	۰
تالیف قلوب	۱۷۲	۳	۰	۱۷۲	۳	۰
قرض حسنہ	۲۲۵	۰	-	۲۲۵	۰	۰
عیدین و کرسمس	۶۰۸	۳	۶	۶۰۸	۳	۶
مہمان خانہ لندن و ووکنگ*	۴۰۵	۰	۰	۴۰۵	-	۰
میزان کل				۱۴۶۳۷	۲	۶

دستخط - ملک عبد القیوم بی اے - مورخہ ۲۸ اگست سنہ ۱۹۱۸ء

محاسب کتب دفتر ووکنگ (انگلستان)

*نوٹ: یہ دراصل خرچ مہمانوں کا نہیں مہمانوں کی تعداد سال زیر حساب میں اگر فی وقت ایک مہمان رکھا جائے تو ڈھائی ہزار سے اوپر ہے - جیسے کہ مفصل رپورٹ سے نظر آئیگا یعنی اوسطاً ماہواری تعداد مہمانوں کی ۲۰۰ کے لگ بھگ تھی - حالانکہ خرچ جو اوپر دکھلایا گیا ہے وہ صرف سالانہ ستائیس پونڈ یعنی سوا دو پونڈ ماہوار ہے - بقیہ کل خرچ کارندگان مشن نے امسال اپنے ذمہ ڈال لیا ؛

نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
چندہ فراہم شدہ معرفت جناب آنریبل غلام حسین صاحب قاسم عارف ۔ کلکتہ*	۴۰۰۰	۰	۰	جناب بی اے ممتاز الدین محمد ایوب صاحبان دہلی عم			
				،، حاجی محبوب صاحب دہلی عما			
جناب صوبیدار ٹیکہ خان صاحب بصرہ سے وقتاً فوقتاً ارسال فرماتے رہے ۔	۵۰۰	۰	۰	،، شیخ عبدالوہاب عطاء الرحمن صاحبان ،، صمہ			
				،، شمس العارفین صاحب دہلی عما			
جناب بشیر بادشاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر فیروزپور	۱۰۰	۰	۰	،، حبیب احمد صاحب ،، عہ			
،، نواب چودھری نواب علی صاحب میمن سنگھ	۴۵	۰	۰	،، شیخ عبدالرحمن ،، ۸			
،، محمد رفیع صاحب سوداگر دہلی	۱۰۰	۰	۰	،، عبدالغنی محمد الدین ،، عہ			
،، محمد بخش صاحب لدھیانہ	۲۰۰	۰	۰	،، احسان اینڈ کو عہ			
،، حاجی امیر دین صاحب لدھیانہ	۱۵	۰	۰	،، ٹرنک والے ،، ،، عہ			
،، فرید بخش نور بخش ،، ،،	۲۱	۰	۰	،، فیاض خان ،، ،، عہ			
،، بابو محمد حسین ،، ،،	۵	۰	۰	،، حاجی محمد یحییٰ صاحب ،، ۶			
،، حاجی محمد حسن ،، ،،	۵	۰	۰	،، عنایت غلام علی ،، ،، ۶			
،، منشی فتح محمد ،، ،،	۲	۰	۰	،، محمد اسحٰق ،، ،، عما			
،، نواب مزمل اللہ خاں صاحب رئیس بھیکم پور	۵۰	۰	۰	،، حافظ سعید الدین ،، عہ			
معرفت ایجنٹ دفتر بتفصیل ذیل	۷۳۷	۲	۹	،، شیخ امان اللہ صاحب ،، عو	۰	۰	۰
،، فضل الٰہی صاحب دہلی ۸				،، عبدالکریم عبدالرحمن ،، ۳			
،، عبدالوہاب صاحب ،، ۴				،، عزیز الرحمن ،، صدر ،، عنہ			
،، شیخ ثناء اللہ محمد رشید صاحبان دہلی عنہ				،، عبدالوہاب محمد سعید ،، صدر ،، عنہ			
،، کرم الٰہی محمد ابراہیم صاحبان دہلی عنہ				،، حاجی محمد عمر صاحب ،، عنہ			

* کلکتہ سے چندہ باعانت جو بسر کردگی عالیجناب آنریبل غلام حسین صاحب قاسم عارف وصول ہوا وہ مبلغ ۴۸۳۰ روپیہ تھا جو مختلف مدات مشن میں تقسیم کر دیا گیا مبلغ ۴۰۰۰ بمد عامہ اغراض مشن اس نقشہ میں درج ہوا ہے۔ اور مبلغ ۸۳۰ روپیہ بمد متفرق تقسیم مدات جو نقشہ نمبر ۲ میں درج ہوا ہے اس چندہ میں باوجود ترقیم عالیجناب آنریبل صاحب کی جیب خاص سے دی تھی +

* پوری تفصیل اسماء کے لئے ملاحظہ ہو نقشہ (نمبر ۲) کا فٹ نوٹ

نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
جناب میاں جان عبدالرحمن صاحبان سوداگران دہلی صہ/	.	.	.	جناب حاجی نصرف بن محمد دین صاحبان دہلی صہ/			
" میاں محمد شفیع صاحب " " صہ/	.	.	.	" عبدالواحد عبدالرشید صاحب دہلی صہ/			
" شمس الحسن ممتاز الدین " صدر دہلی عمار				" حافظ عبدالغنی عبدالحکیم صاحب " عہ/			
" حاجی عنایت اللہ و احسان اللہ " صہ/				" محمد شفیع عبدالسلام صاحب دہلی صہ/			
" فیاض الدین عزیز الدین صاحب " [illegible]				" عبداللہ ولد بخش الٰہی " " عہ/			
" شیخ عبدالغفور صاحب " " صہ/				" مولانا عبدالرحیم صاحب حاجی رحیم بخش " صہ/			
" حافظ نصیر الدین صاحب " " [illegible]				" فضل الٰہی انعام الٰہی دہلی عمار			
" حاجی شہاب الدین حمید الدین صاحبان [illegible] صہ/				" حاجی فضل الٰہی اینڈ سنز دہلی صہ/			
" حاجی علم جان خان صاحبان سوداگر " " صہ/				" حاجی الٰہی بخش محمد ابراہیم صاحب " عمار			
" چودھری سلطان احمد " " " [illegible]				" حافظ عبدالعزیز صاحب وکیل " صہ/			
" ذکر الرحمن صاحب " " [illegible]				" پیرجی عبدالصمد صاحب دہلی صہ/			
" حافظ عبدالکریم عبدالمجید صاحبان سوداگران [illegible]				" سیٹھ محمد ہارون صاحب " [illegible]			
" عبدالرحیم حاجی محمد وزیر صاحب دہلی [illegible]				" ڈاکٹر مختار احمد صاحب انصاری " [illegible]			
" پیرجی احسان اللہ صاحب " عمار				" خواجہ عبدالمجید و محمد کرم اللہ خان " [illegible]			
" حاجی عبدالغنی صاحب محمد فاروق " صہ/				" حاجی عبدالغنی و عبدالرزاق صاحبان " [illegible]			
" مولا بخش محمد حسین صاحب " صہ/				" حکیم علی رضا خان صاحب دہلی [illegible]			
" فتح محمد دوست محمد " " [illegible]				" چودھری اللہ یار نمبردار " [illegible]			
" حاجی عبدالکریم الٰہی بخش " [illegible]				" قاضی [illegible] عبدالرحمن احمد [illegible] آبکاری دہلی [illegible]			
" عبدالصمد حبیب اللہ سوداگران چرم " [illegible]				" منشی عبدالغفور صاحب [illegible] [illegible]			
" فخر الدین عبدالوحید " " " [illegible]				" محمد الغفور صاحب [illegible] دہلی [illegible]			
" حاجی عبدالرحیم عبدالسلام صہ/							

نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	رقم	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	رقم	روپیہ	آنہ	پائی
جناب حافظ عبد الحفیظ صاحب ممبر از دہلی	عہ				جناب مرزا اکرم بیگ صاحب سیالکوٹ	۴ر			
ر نواب حسن علی خاں صاحب گاؤں تہانہ ار	عہ				ر مرزا منظور بیگ صاحب ر	۴ر			
ر بندۂ خدا دہلی	عہ				ر مرزا داد بیگ صاحب	۲ر			
ر عبد الشکور خاں صاحب فیض پور ر	للعہ				ر میر محمد صاحب ر	۸ر			
ر ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب دہلی	عہ				ر مستری غلام محمد صاحب ر	۴ر			
ر معرفت ایجنٹ صاحب از علیگڈھ	مار				ر جیون بخش صاحب کلکتہ	عہ			
ر معرفت ایجنٹ صاحب از سفر لکھنو کانپور و دہلی	۲۶۴				ر جمعدار خالق داد صاحب ر	۴ر			
معرفت جناب پیر محمد خاں صاحب بیرسٹر ایٹ لا آنریری سفیر مشن لندن		۱۶۲	۱۳	۶	ر شبر دل صاحب کلکتہ	عہ ر			
جناب عبد الرحمن صاحب سوداگر الہ آباد	۴				ر میاں عبد اللہ صاحب ر	عہ ر			
ر عبد اللہ صاحب	۲ر				ر حاجی عبد الکریم ر ر	عہ ر			
ر بابو عبد الغنی صاحب	۲ر				ر شیخ نعمت اللہ صاحب ر	عہ ر			
ر عبد الرحیم صاحب سوداگر ر	۸ر				ر میاں عبد الرحیم ر ر	عہ ر			
ر نور محمد صاحب ر	۲ر				ر خواجہ شاہ محمد ر ر	عہ ر			
ر نظام الدین صاحب ر	۸ر				ر عبد الباری ر ر	عہ ر			
ر محمد یوسف صاحب ر	۴ر				ر غلام قادر صاحب ر	عہ ر			
ر سید غلام رسول صاحب راجہ بازار سیالکوٹ	۴ر				ر میاں عبد الغفور صاحب ر	عہ ر			
ر عمر خاں صاحب سیالکوٹ	۲ر				ر صوبیدار امیر گلاب شاہ ر	عہ ر			
ر شیخ فضل الٰہی صاحب ر	۲ر				ر فتح دین ر ر	عہ ر			
ر مرزا محمد بیگ صاحب ر	۴ر				ر جمعدار صاحب عالم ر ر	عہ ر			
					ر جمعدار نہوار خاں ر	۲ر			
					ر ماسٹر نذیر احمد ر ر	عہ ر			

نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	رقم	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	رقم	روپیہ	آنہ	پائی
جناب شیخ نور محمد غلام نبی صاحب کلکتہ	٥مہ				جناب محمد علی صاحب پشاور	۲ر			
ر خیرالدین خدا بخش ر ر	عہ/				ر محمد یوسف ر تنجور مدراس	عہ/			
ر میاں محمد علی صاحب ر	عہ				ر عمر خان ر گڈاپور	عہ/			
ر میاں محمد بخش ولد حاجی فتحدین ر	عـ				ر ماسٹر محمد یوسف صاحب کلکتہ	عـ			
ر ماسٹر غلام محمد صاحب ر	عہ/				ر حاجی یعقوب صاحب کاٹھیاوار	۸ر			
ر غلام محی الدین صاحب بسواگر ر	۴ر				ر عبدالکریم ر ہبلی	۸ر			
ر عبدالعظیم صاحب کلرک ر	۴عہ				ر سکندر علی ر رنگولز بمبئی	عہ/			
ر شیخ عبدالرحیم صاحب رنگون	عہ/		.	.	ر ماسٹر علم دین صاحب ر	عـ			
ر صوبیدار نذر محمد صاحب کلکتہ	عـ		.	.	ر مہر دین صاحب ر	۸ر			
ر خواجہ عبدالغنی صاحب ر	عہ/		.	.	ر ماسٹر محمد دین صاحب	عا/			
ر گمیا حاجی محمد صاحب رنگون	عہ/		.	.	ر محمد اسمعیل ر امرتسر	۸ر			
ر میاں محمد خان ر ر	عہ/		.	.	ر عبدالرحمن ر بمبئی	۴ر			
ر حاجی عطا محمد صاحب ر	عہ/		.	.	ر عبدالغفار ر ر	سے ر			
ر خان بہادر پنجابی ۸۴ فورٹ سنڈیمن	۴ر	.		.	ر غلام حسن صاحب امرتسری ر	۲ر			
ر حوالدار دیوان علی صاحب ر	۱عہ/				ر محمد حسین صاحب ر	۴ر			
ر شاہ محمد صاحب ر ر	۴ر	.		.	ر حاجی بخاری ر ر	۴ر			
ر چودھری رام لال صاحب ٹلے برما	۴ر	.		.	ر محمد یوسف ر ر	۱ر			
ر حوالدار رحمت اللہ خان ر فورٹ سنڈیمن	۲ر	.		.	ر ماسٹر محمد اسمعیل ر ر	۱۶			
ر میمن احمد کاٹھیاواڑ گجرات	عہ/		.	.	ر ماسٹر جھنڈا و محمد حسین ر	عہ/			
ر حوالدار حاجی احمد صاحب پشاور	۲ر	.		.	ر تجمل حسین صاحب ر	۴ر			
ر جعفر علی صاحب فورٹ سنڈیمن	۴ر	.		.	ر عبدالغفور ر ر	۴ر			

نقشہ نمبر (۲) تفصیل امداد بغرض مفت تقسیم لٹریچر و اسلامک ریویو

اسمائے گرامی تقسیم کنندگان مفت رسالہ	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے گرامی تقسیم کنندگان مفت رسالہ	روپیہ	آنہ	پائی
عالیجناب سیٹھ حاجی پرنس حمید [illegible] صاحب	۶۰۰	۰	۰	جناب محمد اکرم خان صاحب بی اے چارسدہ	۴۹	۰	۰
معرفت آنریبل جناب غلام حسین صاحب قاسم عارف کلکتہ	۸۳۰*	۰	۰	معرفت جناب احمد ملا داؤد صاحب چیدوبا برہما	۶۵	۰	۰
				جناب ڈاکٹر محمد حسین صاحب الہ آباد	۲۰	۰	۰
جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب سول سرجن کورم پارا چنار	۱۰۰	۰	۰	" منیر محمد خان صاحب اردو ہسٹکر [?] کوئٹہ	۲۰	۰	۰
				A. Hab[illegible] Ceylon	۵	۰	۰
جناب تاج دین صاحب تحصیلدار دلی پوم [?]	۱۰۰	۰	۰	جناب غلام نبی صاحب ڈھاکہ	۲۰	۰	۰
" شیخ خدابخش " مردان	۵۰	۰	۰	" ماسٹر محمد سمیع صاحب گورکھپور	۱۰	۰	۰
" حبیب الرحمٰن " منیر دانی صیب گنج	۵۰	۰	۰	معرفت جناب ٹیکا خان صاحب صوبیدار از بصرہ بہ تفصیل ذیل			
" قاضی مرتضیٰ حسین صاحب ماہٹوبہ	۵	۰	۰	ٹیکا خان امیر الدین حمید اردلال عبد الرحیم صاحب " " " "	۲۰	۰	۰
" مرزا امجد علی صاحب نوشہرہ معرفت ڈاکٹر غلام محمد صاحب کورم	۵۰	۰	۰				

* مبلغ چار ہزار آٹھ سو تیس روپے جو آنریبل جناب غلام حسین صاحب قاسم عارف کلکتہ کی وساطت سے وصول ہوئے ہیں سے مبلغ چار ہزار تو نقشہ نمبر (۱) میں دکھلایا جا چکا ہے۔ اور مبلغ ۸۳۰ روپے اس نقشہ میں اندراج کیا گیا ہے۔ کل رقم مبلغ ۴۸۳۰ روپے کی تفصیل ذیل میں معہ اسمائے گرامی معطی صاحبان بصد شکریہ درج کیجاتی ہے۔

اسمائے گرامی	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے گرامی	روپیہ	آنہ	پائی
جناب آنریبل غلام حسین قاسم عارف صاحب کلکتہ	۲۰۰۱	۰	۰	جناب محمد حسن ماموجی صاحب کلکتہ	۲۵	۰	۰
" مسرز ابراہیم سلیمان صالح جی اینڈ کو "	۱۵۰۰	۰	۰	" مسرز یوسف اینڈ کو محمود موسےجی صالح جی "	۱۰۰	۰	۰
" حاجی ذکریا حاجی جان محمد صاحب "	۲۵۰	۰	۰	" " حاجی نور محمد ذکریا صاحب کلکتہ	۵۱	۰	۰
" عبد اللطیف حاجی احمد اینڈ سنز "	۲۵۰	۰	۰	" شیخ عبد الغنی صاحب "	۵۱	۰	۰
" عبد الرحیم عثمان اینڈ کو "	۵۱	۰	۰	خوجہ عبد الغنی صاحب "	۵۰	۰	۰
" حاجی اعظم غلام حسین اینڈ کو "	۱۰۰	۰	۰	مسٹر اسمٰعیل سلیمان ماپارا "	۵۰	۰	۰
" مسٹر عثمان حاجی ابراہیم صاحب "	۵۰	۰	۰	مسٹر ملا احمد ملا ہاشم صاحب "	۵۰	۰	۰
" محمد یعقوب "	۲۵	۰	۰	مسٹر محمد یوسف صاحب "	۲۵	۰	۰
" محمد الیاس عبد الخالق "	۵۱	۰	۰	مسٹر موسیٰ جی حسن اللہ مال	۲۵	۰	۰
" عبد الکریم پیر محمد	۲۵	۰	۰	مسٹر شیخ محبوب علی	۱۰۰	۰	۰

صاحب موصوف نے ۱۹۲۱ء میں بھی آپ نے یکصد روپیہ مرحمت فرمایا تھا۔ جو مجموعی رنگ میں آمد رسالہ اسلامک ریویو میں ہی شامل کیا گیا۔ اور علیحدہ مشتہر نہ ہو سکا

نقشہ نمبر (۲) تفصیل امداد بغرض مفت تقسیم لٹریچر و اسلامک ریویو

اسمائے گرامی تقسیم کنندگان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے گرامی تقسیم کنندگان مفت رسالہ	روپیہ	آنہ	پائی
جناب محمد حسین صاحب چودم ربہما	۱۱	۰	۰	معرفت جناب علی احمد صاحب اور سیر۔ عدن	۳۰۵	۰	۰
" بیگم صاحب حبیب اللہ صاحب	۲۵	۰	۰				
" واجد علیخان صاحب انصاری ازکریٹہ	۵	۰	۰	جناب محمد حسین صاحب چڈوبا	۵	۰	۰
" عبدالعزیز صاحب ٹمکو رمیسور	۵	۰	۰	" بوسعید " علی پور	۵	۰	۰
" سید مست حسین صاحب "	۵	۰	۰	" عبدالمجید صاحب حیدرآباد دکن	۵	۰	۰
" نامعلوم الاسم طالبعلم از علیگڈھ	۵	۰	۰				

دستخط
بلال شیخ نور احمد محاسب کتب دفتر لاہور

نقشہ نمبر ۳

تفصیل مستقل اخراجات مشن ۱۹۱۷ء	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
سٹیشنری	۴	۳	۲	۰	۰	۰
متفرق، اخراجات مشن روشنی و بجلی و کوئلہ	۱۳	۶	۴			
میموریل ہوس وغیرہ	۱۷	۹	۵			
میزان کل	۳۴	۱۸	۱۱	۵۲۴	۳	-

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

نقشہ نمبر ۴

تفصیل تنخواہ عملہ در انگلستان	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
تنخواہ باورچی دردووکنگ محسوبہ از جولائی ۱۶ء لغایت دسمبر ۱۹۱۷ء	۲۵	۱۰	۰	۰	۰	۰
" ملازمان ادنے جو وقتاً فوقتاً رکھے گئے۔	۱۵	۲	۹	۰	۰	۰
خرچ خوراک ملازمان ادنے مع باورچی	۵۶	۰	۰	۰	۰	۰
ملک عبدالقیوم صاحب از جولائی ۱۹۱۶ء لغایت دسمبر ۱۹۱۷ء بعد از منہائی رقوم جو ۱۹۱۶ء میں ان کے نام جاچکی ہیں	۳۱	۶	۸	۰	۰	۰
میزان کل	۱۲۷	۱۹	۵	۱۹۱۹	۹	۰

دستخط۔ ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

ص۔ اسکے علاوہ صہ ر اور آئے وصول ہوئے۔ چونکہ اس کے متعلق معلوم نہیں تھا۔ کہ آیا مفت تقسیم کے لئے ہیں یا قیمت رسالہ سیٹھ صیغہ مصارف میں ڈال دیئے گئے ہیں

نقشہ نمبر ۵

تفصیل کرایہ ریل وٹیوب در انگلستان	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
کرایہ ریل وٹیوب از ووکنگ تا لندن جسمیں کرایہ سیزن ٹکٹ ۱ پونڈ ۶ شلنگ ۶ پنس ماہوار از ووکنگ تا لندن شامل ہے از کھاتہ ووکنگ	۱۹	۱۱	۰	-	۰	۰
از کھاتہ لندن مسلم ہوس	۱	۱۰	۰	-	-	-
میزان کل	۲۱	۱	۰	۳۱۵	۱۲	۰

دستخط - ملک عبد القیوم بی اے - محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

نقشہ نمبر ۶

تفصیل دیگر اخراجات مشن	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
وائیر ایک	۲	۱۰	۰			
کتب خانہ	۳	۱۳	۱۰			
اشتہارات	۷	۱	۸			
تار ہندوستان	۱	۱۳	۱۰			
مولود شریف	۲	۱۰	۰			
محصول ڈاک	۵		۱			
کل میزان	۲۱	۱۰	۴	۳۲۲	۱۲	۰

دستخط - ملک عبد القیوم بی اے - محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

نقشہ نمبر ۷

تفصیل اخراجات متعلق مشن در ہندوستان	روپیہ	آنہ	پائی
*عملہ جسمیں ایک کلرک اور ایک ایجنٹ برائے وصولی چندہ ایک ایجنٹ برائے وصول چندہ ایک سال کیلئے اور ایک چند ایام کے لئے ہے	۵۷۲	۸	۹
اخراجات ایجنٹ برائے وصولی چندہ	۱۰۰	۰	۰
سفر خرچ واپسی حضرت مولوی صدر الدین صاحب و بلال شیخ نور احمد صاحب از بمبئی تا لاہور	۱۰۰	۰	۰
اشیا آمد از لاہور برائے باورچی خانہ ووکنگ	۱۳	۱۴	-
متفرق سامان دفتر	۳۲	۰	-
گرم پوستین از پشاور بابت عملہ دفتر ووکنگ	۳۰	۰	۰
محصول ڈاک و اپیل برائے تحریک مشن	۱۵	۰	-
پارسلہائے بہ انگلستان	۷۴	۹	۰
واپسی رقوم جو قرآن شریف کی بابت غلطی سے اس مد میں جمع ہوئی	۹۷	۱۰	۹
اخراجات اونٹ فٹ ایجنٹ	۱۰۱	۱۵	۹
سٹیشنری مشن	۳۹	۱	۳
کل میزان	۱۱۷۷	۰	۶

*خلیفہ عبد المجید صاحب ایجنٹ علی الحساب ۳/۵/۵/۰ یعنی تیس روپے ماہوار لیفا یا تنخواہ جناب الہار صاحب جو کہ چندہ کیلئے آخر ستمبر ۱۹۱۶ء میں ایجنٹ کا کام کرتے رہے ۵-۸-۱۵ اور ایک کلرک ۹-۵-۱۱ کل میزان ۷-۹-۵۷۲

دستخط ... عبد الغنی محاسب دفتر لاہور — دستخط ... نور احمد ...

نقشہ نمبر ۸

تفصیل اخراجات مسلم نمازگاہ ازمئی ۱۹۱۷ء لغایت دسمبر ۱۹۱۷ء	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
تنخواہ ہوس کیپر	۲۵	۱۳	-			
خرچ خوراک ہوس کیپر آٹھ ماہ	۱۶	۰				
کوئلہ برائے سرما لکچر روم و کمرہ نماز و دفتر وغیرہ	۸	۹	۹			
متفرق	۱	۱۸	۸			
محصول ڈاک	۰	۶	۵			
کرایہ ہوس کیپر درمیان لندن و وکنگ وقتاً فوقتاً بذریعہ ٹیوب	۱	۱	۲			
ہوس کیپر و دیگر دُھلائی چادر نمازگاہ	۲	۱۲	-			
ایٹ ہوم بعد نماز جمعہ و لکچر اتوار	۱۰	۱۸	-			
میزان کُل	۶۶	۱۹	-	۱۰۰۴	۴	۰

دستخط۔ ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

لندن ہوس میں حسب سابق خرچ خوراک ہوا۔ اسمیں سے ۱۶ پونڈ مد خوراک ہوس کیپر نکالکر باقی کل خرچ خواجہ صاحب نے اپنے ذمہ ڈال لیا ہے۔ اسطرح آیندہ سال ایٹ ہوم کے خرچ سے بھی مشن آزاد کر دیا جائیگا۔ خواجہ صاحب نے نکاح خوانی کی فیس کم ازکم ایک پونڈ مقرر کردی ہے جو ایٹ ہوم کے اخراجات کے لئے ۱۹۱۸ء میں کافی سے زیادہ ہے۔ اس طرح انشاء اللہ ۱۹۱۸ء جب جمعہ اور اتوار کے علاوہ اعلیٰ پیمانہ پر جو دوسرے ایٹ ہوم ہوئے ہیں۔ ان سب کا خرچ اس فیس سے نکل جاویگا۔

نقشہ نمبر ۹

پہلے بمقام ہڈ فورڈ پیلیس میں ایک مکان نصف تھا جس کا کرایہ لندن ماسک فنڈ سے دیا جاتا تھا۔ دوسرے اخراجات ہم دیتے تھے چنانچہ مکان کی صفائی کا ممکن کچھ خرچ کرنا پڑتا تھا یا نماز جمعہ کے وقت مکان کے گرم کرنے کیلئے کچھ خرچ ہوتا تھا اور کچھ مختصر سا چائے پانی پر بعد از نماز جمعہ خرچ ہوتا تھا۔ یہ خرچ یکم جنوری سے فروری تک رہا۔ جو کل ۴ پونڈ ۶ شلنگ ½۵ پنس ہوا۔ اسکے بعد ہم نے مستقل مکان لے لیا۔ اور وہاں چلے گئے۔ اس کا سالانہ خرچ نقشہ (۸) میں دکھلایا گیا ہے +

دستخط۔ ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ انگلستان

نقشہ نمبر ۱۰

تفصیل اخراجات مسجد ووکنگ	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
کوئلہ	۴	۶	۶			
روشنی	۵	۱۱	۵			
آلات باغیچہ	۳	۱	۵			
متفرق	۰	۸	۲			
میزان کل	۱۳	۷	۶	۲۰۰	۱۰	-

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے۔ محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے محاسب

نقشہ نمبر ۱۱

تفصیل اخراجات بابت مفت تقسیم لٹریچر	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
چھپائی کتب جدید	۲۹	۸	۸			
اشتہار و غیرہ جس میں ۱۲ پونڈ تقسیم رسالہ ہائے سال گذشتہ کے بھی شامل ہیں	۱۳	۱۶	۰			
اسٹیشنری	۵	۳	۸			
اخراجات طبع رسالہ در انگلستان و ہندوستان بروئے نقشہ ۱۲	۲۸۶	۳	۱۱			
میزان کل	۳۳۴	۱۲	۳	۵۰۱۹	۳	۰

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ ۔ انگلستان

نقشہ نمبر ۱۲ تفصیل آمد و خرچ رسالہ اسلامک ریویو

آمد	روپیہ	آنہ	پائی	خرچ	روپیہ	آنہ	پائی
قیمت اسلامک ریویو از خریداران وصول شدہ در انگلستان	۱۵۹۲	۴	-	اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان و انگلستان	۸۵۸۵	۱۴	۰
در ہندوستان	۷۶۷۰	۸		اخراجات لغرض مفت تقسیم رسالہ	۴۲۹۲	۱۵	۰
آمد لغرض تقسیم رسالہ بلا قیمت جو ہندوستان و انگلستان میں وصول ہوئی جس کی تفصیل ابتدا نقشہ میں دی گئی ہے	۵۰۲۲	۶	۰				
میزان کل	۱۴۲۸۵	۲	-	کل میزان بروئے نقشہ الف و ب منضبطہ ذیل	۱۲۸۷۸	۱۳	۰

نقشہ (الف) اخراجات طبع اسلامک ریویو در انگلستان

تفصیل اخراجات طبع اسلامک ریویو	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
اخراجات طبع در انگلستان	۲۱۶	۳	۰			
کاغذ	۱۴۱	۱۴	۴			
محصول ڈاک	۱۱۹	۰	$4\frac{1}{2}$			
سٹیشنری بمعہ لفافہ جات	۲۰	۰	۰			
متفرق	۱۱	۱	۶			
خط و کتابت وغیرہ	۷	۵	-			
میزان کل	۵۱۵	۴	$5\frac{1}{2}$	۷۷۲۸	۵	۶

نقشہ (ب) اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان

تفصیل اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
محصول ڈاک				۴۰۸	۴	۰
سٹیشنری				۸۰	۱	۶
تار برقی				۵	۱۰	۰
متفرق واپسی رقوم				۵۴	۰	۶
کرایہ مکان دفتر				۴۲	۸	۰
تنخواہ سٹاف				۷۱۰	۰	۰
بمد تنخواہ ایڈیٹوریل سٹاف				۳۸۵۰	۰	۰
میزان کل	۳۴۳	۷	۴	۵۱۵۰	۸	۰

دستخط خواجہ عبدالغنی محاسب دفتر لاہور

دستخط شیخ بلال نور احمد محاسب دفتر لاہور

خطبات غربیہ

قیمت فی خطبہ ۴ر مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ لندن۔ یہ وہ معرکتہ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرفت کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں اور لیکچر دیئے۔ اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کرکے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

(۱) پہلا سلسلہ خطبات غربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات	(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب
(۲) ″ ″ توحید - دعا تصوف -	(۵) اسلام اور دیگر مذاہب
(۳) ″ ″ خطبات عیدین	(۶) حقوق نسواں

لمعات انوار محمدیہ

رسول کریم صلعم کے پاک حالات آپکے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا نمونہ علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جسمیں جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری جناب مولوی صدر الدین صاحب بی اے - بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹرایٹ لاء و جناب مارمیڈیوک پکتھال و جناب ایس ایچ لیڈر مصنف و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت مجلد ۱ر

مروارید ثلاثہ

یہ تینوں کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں

براہین ثلاثہ حصہ اول (معروف بہ زندہ و کامل الہام قیمت ۱۲ر - اسمیں دکھلایا گیا ہے کہ قرآن خاتم اور ناطق ایک الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں +

ام الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان - قیمت ۱۲ر) یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے - اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل زبانیں اسی سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے +

اسوۂ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل نبی قیمت ۸ر) اسمیں آنحضرت کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کرچکی ہے۔ اسکو پڑھکر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں +

المشتہر خواجہ **عبد الغنی** مینجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام میں چھپا اور خواجہ عبد الغنی پبلشر اشاعت اسلام لاہور نے عزیز منزل برانڈرتھ روڈ سے شائع کیا

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

نمبر ۱۰۴

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی — لیڈر مشنری — مولوی صدر الدین بی اے بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

بہتر ہوا ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد نے ووکنگ مسلم مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد (۲)	بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء	نمبر ۱۲

فہرست مضامین

اشاعت اسلام کا سالانہ وی پی اور ناظرین کرام رسالہ

جو اہم تبلیغ اسلام کی خدمت رسالہ اسلامک ریویو و مسلم انڈیا انگریزی مجریہ ووکنگ انگلستان نے کیا بلاد غربیہ اور کیا ہندوستان میں سرانجام دی ہیں۔ وہ محتاج بیان نہیں اور نہ ہی اس پر ریویو کر کے خامہ فرسائی کرنے کی چنداں ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ خود اس کے احسن نتائج جو قبولیت اسلام کے رنگ میں وقتاً فوقتاً رسالہ ہذا کے صفحوں میں شائع ہوتے رہے ہیں اسبات کے کافی شاہد ہیں۔ جو جذب اسلام سے محبت عشق و انس اس اسلامی مجلہ نے یورپ میں پیدا کر دی ہے۔ اس کی مفصل کیفیت اس رپورٹ سے عیاں ہوتی ہے جو حضرت خواجہ صاحب نے ووکنگ سے مرتب فرما کر یہاں ہمیں اشاعت کے لئے ارسال فرمائی ہے۔ جو اس رسالہ کے ساتھ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے ضم کی جاتی ہے۔ یہاں صرف ان معروضات کی طرف ناظرین کرام کی گرامی توجہ مبذول کرائی ہے۔ جن کے ماتحت رسالہ ہذا کا اجرا ہوا یہ رسالہ محض اسلئے جاری کیا گیا تھا۔ کہ مسلم برادری کا ہر ایک خواندہ ممبر خواہ وہ کتنا ہی نادار و مفلس کیوں نہ ہو اس کا قلیل چندہ ادا کر کے اس کار ثواب میں شامل ہو سکے جس کے لئے قرون اولٰی کے مسلم احباب جانیں تک قربان کر دینے میں دریغ نہ کیا۔ رسالہ ہذا کے خریدار مبلغ ے ر سالانہ جو ایک پائی روزانہ خرچ کے مترادف ہے اس مشن کو مرحمت فرما کر دین متین کی اشاعت میں (جس کے لئے صحابہ کرام اور خود حضرت نبی کریم صلعم نے گونا گوں تکالیف و مصائب و آلام جھیلیں) شریک ہو سکتے ہیں۔ ایک پائی روزانہ اگر آپ احباب کی جیب سے اس پاک مقصد پر صرف ہو اور ساتھ ہی اس کے آپ کو اعلےٰ سے اعلےٰ لٹریچر میسر آجائے۔ کہ جس کو یورپین نقاد و یوروپین پریس نے "اسلام کی طاقت" قبول فرمایا ہے۔ تو اس صورت میں اس رسالہ کی خریداری گراں خاطر نہ ہونی چاہئے۔ امید ہے کہ اشاعت اسلام کے نیک مقصد سے محبت رکھنے والے احباب ہماری ان معروضات پر توجہ فرمائیں گے۔ ازراہ کرم جن احباب کا چندہ اس رسالہ دسمبر ۱۹۱۸ء کے پہنچنے پر ختم ہوتا ہے۔ ازراہ کرم مبلغ ے ر بذریعہ منی آڈر بنام امین صاحب ارسال فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ وگرنہ بصورت دیگران سب کی خدمت میں جنوری ۱۹۱۶ء کا رسالہ اشاعت اسلام بذریعہ وی ارسال خدمت ہوگا +

والسلام +

خاکسار بندہ

منیجر

پتہ امین صاحب } شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر مالک انگلش ویر ہاؤس دی مال لاہور

جلد (۴) ——— بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء ——— نمبر (۱۲)

شذرات

ناظرین کرام اس افسوسناک خبر کو دلی رنج و تاسف سے پڑھینگے کہ جناب بلال شیخ نور احمد صاحب جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ ابتدا میں ولایت میں کئی سال تک خدمت اسلام سر انجام دیتے رہے ہیں ایک طویل علالت کے بعد مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۱۸ء کی صبح ۵ بجے راہئے عالم بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن +

مرحوم پرلے درجہ کے متقی۔ پرہیزگار۔ دیانتدار اور ایک فنا فے اللہ کی حالت تک پہنچے ہوئے بزرگ تھے۔ اور تبلیغ دین متین کا آپ کو ایک عشق تھا۔ جو کشاں کشاں آپ کو ووکنگ تک لے گیا۔ اور اہالیانِ ووکنگ کے قلوب کو اپنے حسن خلق سے مسخر کر لیا آپ کو ایک نہایت گہری محبت و انس اشاعت اسلام کے ساتھ تھی۔ آپ منجملہ ان چند ایک جاں فروشان و جاں نثاران اسلام میں سے تھے۔ جن کی ابھی مسلم مشن ووکنگ کو اشد ضرورت ہے۔ اسلئے آپ کی وفات بھی اس قحط الرجال زمانہ میں ایک قومی نقصان ہے۔ جس کی تلافی بظاہر امر محال ہے +

ووکنگ کی تازہ ڈاک سے ہم حضرت خواجہ صاحب کی علالت طبع کا حال پڑھ کر مشوش ہیں احباب سے درخواست ہے۔ کہ ایسے پاک وقیمتی وجود کی درازی عمر کے لئے دعا فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔ آپ کی علالت طبع کی وجہ بہت حد تک کثرت کام و قلت [illegible] ہے +

امید واثق ہے کہ حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی جنوری ۱۹۱۹ء کے آغاز میں حضرت خواجہ صاحب کا ہاتھ بٹانے کیلئے ووکنگ تشریف لے جائیں گے۔ اور حضرت مولانا صاحب کے بخیریت ووکنگ پہنچنے پر حضرت خواجہ صاحب کچھ عرصہ کے لئے واپس ہندوستان میں آجائیں گے +

ناظرین کرام مسلم مشن ووکنگ کی اجمالی کیفیت اور اس کا حساب آمد وخرچ جو اسی رسالہ کے ساتھ ضم کر دیا گیا ہے پڑھ کر محظوظ ہونگے۔ کہ محض فضل ایزدی سے مسلم ووکنگ بہت حد تک کسی قدر مالی مشکلات سے آزاد ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا ہے +

رسالہ اسلامک ریویو ومسلم انڈیا انگریزی مجریہ ووکنگ بابت ماہ دسمبر ۱۹۱۸ء تاحال ووکنگ ہیڈ آفس سے لاہور برانچ آفس میں موصول نہیں ہوا۔ جس کی وجہ نامعلوم ہے۔ امید ہے کہ ناظرین رسالہ اسلامک ریویو انگریزی اس تاخیر کو معاف فرمائیں گے۔ بعض ناگزیر حالات کے ماتحت یہ تاخیر جہانتک ہمارا قیاس ہے واقع ہوئی ہے +

رسالہ ہذا اکتوبر ونومبر ۱۹۱۸ء کے ہر دو نمبر بھی قدرے تاخیر کے ساتھ اپنے معین وقت اشاعت سے ناظرین کرام تک پہنچے ہیں۔ جس کی وجہ وہ ناگزیر و ناخوشگوار واقعات ہیں۔ جو کہ گذشتہ نمبر کی شذرات میں مفصل بیان کئے جا چکے ہیں۔ امید ہے کہ ناظرین کرام ان وقتی مشکلات کو جو ہمارے احاطہ قدرت سے باہر تھیں ملحوظ نظر رکھ کر معاف فرمائیں گے +

عورت اور عورت کے حقوق زیر اسلام

(رقمزدۂ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی)

فرقۂ اناث کے شرعی حقوق

اسلام نے عورتوں کو بحیثیت بیٹی ۔ زوجہ ۔ ماں یا ہمشیرہ ہونے کے بلکہ بعض صورتوں میں جبکہ دور کا رشتہ بھی ہو وراثت کا حق دیا ہے +

اسمیں کوئی شبہ نہیں کہ جب ایک آدمی کے ہاں لڑکا اور لڑکی دونو ہوں تو لڑکے کا حصہ لڑکی کے حصہ سے دوگنا ہوتا ہے لیکن یہی امر ثابت کرتا ہے کہ محمد صلعم شارع اسلام ملہم تھے ۔ اور اس ذات باری سے الہام پاتے تھے جو فطرت انسانی کے پیدا کرنیوالی اس کے خصائص کی تعیین کرنیوالی اور اسکی ضروریات سے واقف ہے لڑکے کو گھر کی کاروپرداخت اور اپنے والدین کے رشتہ داروں کی ضروریات مہیا کرنی ہوتی ہیں ۔ اسکو زیادہ اخراجات کا متحمل ہونا پڑتا ہے ۔ لہذا اُس کیلئے زیادہ حصہ درکار ہوتا ہے ۔ اسکو اپنی ہمشیرگان کی شادی کا بھی انتظام کرنا ہوتا ہے ۔ بخلاف اسکے عورتوں کو مردوں کی طرح زیادہ اخراجات نہیں کرنے پڑتے ۔ جب ایک عورت کسی مرد کی زوجیت میں آجاتی ہے ۔ تو وہ شرعاً اپنے خاوند سے گذارہ حاصل کر سکتی ہے ۔ خواہ اس کا اپنا لکھوکھا روپیہ موجود ہو ۔ تمام وہ املاک جو اسلامی شریعت کے ماتحت قرآن کے رُو سے کسی خاندان کے حصۂ اناث کو ملتی ہے ۔ انکی اپنی جائداد بن جاتی ہے ۔ خواہ وہ نابالغ ہوں ۔ خواہ شادی شدہ ۔ اُن کا حق ان کا اپنا ہے ۔ جس سے کوئی شخص انکو محروم نہیں کر سکتا ۔ جو کچھ ورثہ میں ان کو ملتا ہے انکی قطعی جائداد بنجاتا ہے جس کے انتقال کا حق انکو حاصل ہو جاتا ہے ۔ اور جس کو وہ جس طرح چاہیں استعمال میں لا سکتی ہیں ۔ وہ اگر چاہیں تو اسے غیر مشروط طور پر ہبہ کر دیں ۔ نابالغوں کے سرپرست اس کا بیجا استعمال نہیں کر سکتے ۔ کیونکہ سن بلوغت کو پہنچنے پر انکو اختیار ہوتا ہے کہ کسی ایسے معاہدہ کو جو ان کے زمانۂ نابالغی میں انکی طرف سے کیا گیا ہو مسترد اور فسخ کر دیں باپ بھی اپنی نابالغ بیٹی کیلئے کوئی ایسا عقد نکاح تجویز نہیں کر سکتا ۔ جو اس لڑکی کے

مفاد کے منافی ہو یا کسی ایسے شخص سے ہو جو کسی مرض میں مبتلا ہو یا لڑکی کا ہم رتبہ نہ ہو +

بالغ ہونے پر جو اکثر فرقوں میں سینہ سال کی عمر پر ہو جاتا ہے اسکو شرعی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے پھر تو بادشاہ وقت بھی اسکو اسکی مرضی کے خلاف کسی شخص سے نکاح کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ شریعت اسلامی میں کوئی شخص بھی کسی لڑکی کو اس ورثہ سے جو اُسے اپنے والدین سے پہنچا ہے محروم نہیں کر سکتا +

پس بحیثیت بیٹی ہونے کے مسلمان عورت کی شرعی حیثیت بالکل محفوظ ہوتی ہے بصورت زوجہ ہونے کے بھی یہی حال ہے۔ قانونی بیارہ جوئی کی صورت میں اُسکی ہستی اسکے خاوند کی ہستی میں ضم نہیں ہو جاتی نکاح سے مسلمان عورت کے ذاتی حقوق ضائع نہیں ہو جاتے شادی کے وقت جو کچھ از قسم جائداد وہ اپنے ساتھ لاتی ہے وہ اسکا اپنا مال رہتا ہے۔ جو کچھ وہ نکاح کے بعد حاصل کرتی ہے وہ بھی اسکا اپنا مال رہتا ہے جو کچھ وہ کمائے۔ اسکی اپنی ملکیت ہے عین نکاح کے وقت اس کا حق ہوتا ہے کہ بطور جائداد کے اسکو کچھ دیا جائے۔ جسے شرعی اصطلاح میں مہر کہتے ہیں جس کا ذکر اس سے پیشتر اس کتاب میں ہو چکا ہے خاوند کے زمانہ حیات میں اس کا حق ہوتا ہے کہ اسکے رتبہ اور خاوند کے ذرائع آمدنی کے مطابق اُسکو گذارہ دیا جائے +

اگر خاوند بدسلوکی کرے یا ہمیشہ کیلئے مخبوط الحواس ہو جائے۔ تو ایسی صورت میں شریعت نے اسکی سہولیت کا انتظام کیا ہے خاوند کے انتقال پر اسکی جائداد کا ایک حصہ اسکو ورثہ میں ملتا ہے +

نظام تمدن میں مسلمان ماں کو خاص الخاص مرتبہ دیا گیا ہے اسلام نے اس وقت مستورات کو بلند ترین رتبہ عطا کیا ہے۔ کوئی مسیحی یا مغربی تمدن یا قانون ماں کو اپنے بیٹے کی جائداد پر کسی قسم کا قانونی حق نہیں دیتا۔ شاید بیٹے سے توقع کیجاتی ہے۔ کہ وہ اپنی بوڑھی ماں کو احتیاج میں نہیں رکھیگا۔ اور اپنی زندگی میں اسکی امداد کریگا لیکن قانون عورت کو کوئی حق نہیں دیتا کہ وہ اپنے متوفی بیٹے کی جائداد کا وارث ہونے کا دعوے کر سکے۔ خواہ وہ تہی دست ہو اور اس کا بیٹا ایک بھاری ریاست چھوڑ مرا ہو لیکن اسلام ماؤں کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرتا ہے اور انکو بیٹوں کے ورثہ میں ایک مقررہ حصہ دیتا ہے +

بچوں کی پرورش اور نگہداشت کا فائق حق جو ماؤں کو حاصل ہے خواہ ان کا باپ زندہ ہی ہو اس کا ذکر اس سے پیشتر الحضانت کے عنوان کے تحت ہو چکا ہے +

بحیثیت عورت ہونے کے یعنی انسانی نظام تمدن کا ایک رکن ہونے کی حیثیت سے مسلمان

عورت کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے +

کوئی مرتبہ ایسا نہیں جو وہ حاصل نہ کر سکتی ہو۔ اور کوئی پیشہ نہیں جس کا دروازہ اس کیلئے نہ کھلا ہو +

جہاں انگلستان میں اس وقت تک کوئی عورت وکیل یا جج نہیں ہو سکتی امام ابوحنیفہ نے جو فقہ کا تاج ہوا ہے۔ اور فقہ کے متعلق جس کی تصریحات کی دوسرے فقہائے مقابلہ میں بہت زیادہ لوگ پیروی کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں آج سے آٹھ ہزار سال پیشتر یہ فیصلہ کر دیا تھا۔ کہ عورتیں جج یا قاضی کے عہدہ پر متمکن ہونے کی ایسی ہی حقدار ہیں جیسے کہ مرد۔ مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رض زوجہ مطہرہ آنحضرت صلعم اپنے زمانہ میں سب سے بڑی فقیہہ مانی جاتی تھیں ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف (ان کو (یعنی عورتوں کو) وہی حق حاصل ہیں جو ان سے دستور کے موافق دوسروں کو حاصل ہیں) ایک اور جگہ فرمایا۔ للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیبٌ مما اکتسبن (سورۃ النساء آیۃ ۳۲) جو مرد کماتے ہیں ان کا حق ہے اور جو عورتیں کمائیں وہ ان کا حق ہے +

قرآن کے یہ دو ایسے احکام ہیں جنہوں نے حقوق نسوان کے بارہ میں نہ صرف تیرہ صدی پیشتر کے عرب میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ بلکہ آج بھی حقوق و آزادی نسوان کی بہترین سند ہیں جس سے بہتر اور مراعات آج تک نہیں دیکھی گئی اسلام نے جو بھلائی عورتوں کے ساتھ بحیثیت عورت ہونے کے کی ہے کوئی قوم اور کوئی مذہب اس سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ اور نہ ہی کبھی بڑھیگا شریعت اسلامی کے تحت وارثوں کی تین قسمیں ہوتی ہیں :-

(۱) حصہ دار جو ورثہ کے مقررہ حصہ کے حقدار ہوتے ہیں +

(۲) وارثان لبقایا جن کا مقررہ حصہ نہیں ہوتا بلکہ حصہ داروں کے حقوق پورا کرنے کے بعد جو بقایا ہے اس کے وارث ہوتے ہیں +

(۳) رشتہ دار یعنی وہ خون کے رشتہ دار ذکور و اناث جو نہ تو حصہ دار ہوتے ہیں اور نہ ہی وارثان بقایا +

اس جماعت بندی کا تصفیہ صورت حالات پر منحصر ہوتا ہے تاہم مندرجہ ذیل نقشہ سے ظاہر ہوگا کہ فرقہ اناث کے اراکین جنس مقابلہ کے اراکین کے برابر حصہ داری کا استحقاق رکھتے ہیں۔ گو حصوں کی مقداروں میں نہایت معقول اور منصفانہ وجوہات سے فرق ضرور رہے +

نقشہ حصہ داران

حصہ دار	حصہ معروف
۱۔ باپ	۱/۶

۲ - سگا دادا ... ... $\frac{1}{6}$
۳ - خاوند ... ... $\frac{1}{4}$
۴ - زوجہ ... ... $\frac{1}{8}$
۵ - ماں ... ... $\frac{1}{6}$
۶ - سگی دادی ... ... $\frac{1}{6}$
۷ - بیٹی ... ... $\frac{1}{2}$
۸ - پسر زادی (خواہ کسقدر دور کا رشتہ ہو) $\frac{1}{2}$
۹ - ہم بطن بھائی ... ... $\frac{1}{6}$
۱۰ - سگی ہمشیرہ ... ... $\frac{1}{2}$
۱۱ - ہم پدر ہمشیرہ ... ... $\frac{1}{2}$

* عورتوں کے شرعی حقوق کا تذکرہ کرتے ہوئے اسلام کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس نے عورتوں کا عدالتوں میں جانا پسند نہیں کیا۔ ہندوستان میں پردہ نشین مستورات کا حق مسلم ہو چکا ہے۔ کہ وہ اپنے گھروں میں رہکر بذریعہ کمیشن شہادت دے سکیں۔ اسلام اسکو پسند نہیں کرتا کہ عورتیں گواہوں کے کٹہرے میں کھڑی ہو کر جرح کی آتشباری کا سامنا کریں۔ لہذا یہ مقرر کردیا ہے کہ اگر کوئی عورت بطور گواہ کے عدالت میں لائی جائے۔ تو اسکی شہادت کی تائید کسی دوسرے کی شہادت سے ضرور ہونی چاہئے +

کیفیت عمومی

فی الواقع نہایت خوش قسمتی کی بات ہے کہ اسلام نے تمام دیگر مذاہب کی روشنی سے گریز کر کے اس پاک کتاب میں جو اس نے اپنے پیروؤں کی ہدایت کیلئے چھوڑی عورتوں کے مسئلہ پر پوری تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے جیسا کہ اس سے پیشتر بتایا جا چکا ہے۔ قرآن مجید میں مردوں اور عورتوں کے نہ صرف مذہبی فرائض پر بالتفصیل بحث کی گئی ہے۔ بلکہ ان کے باہمی معاشرتی تعلقات انکے مخصوص حقوق و مراعات ان کے ورثہ۔ نکاح۔ طلاق اور بچوں کی نگرانی اور پرورش وغیرہ کے متعلق مفصل قوانین بیان کر دیئے ہیں۔ اس سے بھی زیادہ خوش قسمتی کی یہ بات ہے۔ کہ وہ مقدس کتاب ہدایت جو رسول اللہ صلعم پر نازل ہوئی جن کے اپنے اعمال و افعال اس کے ماتحت ہوتے تھے۔ اور جو آنحضرت نے ہر ایک ملک و قوم اور زمانہ کے مسلمانوں کی ہدایت کیلئے چھوڑی بالکل محفوظ ہے۔ اور لفظ بہ لفظ بلکہ حرف بحرف وہی ہے جو آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے نکلی۔ اور آنحضرت کے سامنے عرصہ تحریر میں لائی گئی۔ پس اس کے متعلق ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ کہ آنحضرت صلعم نے عورتوں کو کس حالت میں پایا۔ اور کس مرتبہ پر ان کو بلند کرنے کی آنحضرت نے کوشش کی مسئلہ اناث پر بحث کرتے ہوئے ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ موجودہ زمانہ

* ۱۲ - ہم بطن بہن (ہمشیرہ) ... ... $\frac{1}{6}$

کے مسلمانوں نے اور اُن کے پیش رو ان سابق نے اپنے مذہب کے احکام اور رسُول اللہ صلعم کے اُسوہ
کی اس قدر اطاعت نہیں کی جس قدر کہ نافرمانی انہوں نے کی ہے۔ اور اس وجہ سے وہ خود بھی ذلیل
ہوگئے ہیں۔ اور اپنے ملکوں اور قوم کی بربادی اور مذلت کا بھی باعث ہوئے ہیں جس طرح
عیسائی اقوام کی موجودہ فارغ البالی کا راز ان کے اپنے مذہب سے تنفر میں مضمر ہے۔ اسی طرح
مسلمانوں کی تباہ حالی کی وجہ ان کا اپنے مذہب سے تنفر اور رُوگردانی ہے مسلمانوں نے جس قدر
زیادہ اپنے مذہب کے احکام کی پابندی کی اسی قدر زیادہ عقلی۔ سیاسی۔ تمدنی اور اخلاقی خوشحالی
اور ترقی ان کو نصیب ہوئی۔ جب انہوں نے اپنے مذہب کی پابندی سے غفلت کی۔ تو ہر اعتبار
سے تنزل اور انحطاط ان میں آگیا۔ اگر ہم کو اسلام کی اصلی تعلیم کا اندازہ کرنا مقصود ہے۔ تو
ہمیں اسلام کی غیر محرف اور تصرفات سے پاک کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہئیے۔ اور موجودہ زمانہ
کے مسخ شدہ متغیر الہیئت مسلمانوں کی طرف نہیں دیکھنا چاہئیے۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ
مسلمانوں کا سیاسی انحطاط ان کے مردوں کی نااہلی کی وجہ سے ہوا ہے۔ عورتیں اس کی ذمہ وار نہیں ہیں
ہم اس سے جو پیشتر بتا چکے ہیں۔ کہ تمام اسلامی دُنیا کی عورتیں شریف النفس۔ پاکباز۔ فیاض
دل۔ مہربان۔ محبت کرنے والی۔ ثقہ۔ وفاشعار۔ راستباز۔ متدین۔ ایثار کرنے والی۔
دوسروں سے بھلائی کرنے کی شائق۔ خوش مزاج اور حسد وغیرہ ایسی بدیوں سے پاک ہوتی ہیں زنانہ
صفات اور خوبیوں میں وہ کسی سے کم نہیں ہیں حقیقت یہ ہے کہ اسلامی دنیا کا جہاز مسلمان عورتوں کے لنگر
کے سہارے ہی کھڑا ہے سیاسی زوال کے بعد قوم میں کامل اخلاقی اور تمدنی انحطاط کے پیدا نہ ہونے کی وجہ
صرف یہ ہے کہ مسلمان عورتوں میں ابھی وہ خوبیاں موجود ہیں جو رسول اللہ صلعم نے ان کو سکھائی تھیں
اپنے مردانہ ساتھی کی روش کے خلاف وہ ابھی تک اپنی خاندانی روایات اور بلند پایہ قوانین کو گلے
لگائے ہوئے ہے مسلمانوں کا مستقبل صرف اسی بات پر منحصر ہے۔ کہ ان کے بچوں کی مائیں
جو ہر ایک قوم کے لئے سرمایۂ ناز و افتخار ہو سکتی ہیں ایسی ہی رہیں پس جونہی کہ فرقۂ ذکور کے اثر
میں بھی کچھ اصلاح ہُوئی اُسی وقت تمام کی تمام قوم متحد۔ دلیر۔ ترقی کرنے والی اور بہادر فوج
ہو جائیگی جیسی کہ پہلے تھی بخلاف عیسائی اقوام کے اسلامی تہذیب کی بُنیاد مضبوط ہے سلطنتیں
مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتی رہیں۔ کیونکہ مسلمان مرد عیش و تن آسانی میں پڑ گئے خانہ جنگیوں
میں مصروف ہوگئے۔ قومی اور شجاعانہ جوش ان میں سے جاتا رہا۔ اشاعت اسلام کا رُوح پرور اصُول
چھوڑ بیٹھے۔ اپنے بیٹوں اور ان سے زیادہ اپنی بیٹیوں کی تعلیم سے لاپرواہ ہوگئے۔ فرقۂ اناث

۔ پر حکومت کرنے لگے یہاں تک کہ ان کے ساتھ درشتی آمیز سلوک بھی کیا جانے لگا! ولاس مادی ترقی و تمدن کو جس کی بنیاد ان کے آبا و اجداد نے قرآن کی تعلیمات سے متاثر ہو کر ڈالی تھی ترک کر دیا تاہم گو مسلمانوں پر زوال آگیا ہے۔ لیکن اسلام پر نہیں آیا۔ مسلمانوں کے سیاسی تنزل کے باوجود اسلام ترقی کرتا رہا ہے۔ اور کر رہا ہے! اسلام کی فتوحات روز افزوں ہیں! اسلامی قوانین اور اسلامی تمدنی رواجات تمام دوسرے قوانین کی توجہ اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ بحیثیت مذہب کے اسلام کی طرف تمام بالغ نظر اور معقول پسند لوگ متوجہ ہو رہے ہیں۔ وہ یورپین لوگ جو مسلمان عورتوں کے حالات سے بخوبی واقف ہیں! اعتراف کرتے ہیں۔ کہ وہ واقعی بہت بلند مرتبہ پر فائز ہیں۔ عالم ہو یا جاہل غریب ہو یا امیر۔ بیٹی ہو یا بیوی۔ اور یا ماں۔ غرضیکہ ہر ایک حیثیت سے وہ پرستش کے قابل ہے۔ جو شخص اسے محبت کی نگاہ سے نہ دیکھے وہ مرد کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ اگر مسلمان مرد عورتوں کی اسقدر تعظیم اور قدر و منزلت نہیں کرتے جیسی کہ انہیں کرنی چاہئے۔ تو یہ خود اُن کی ذلت پر دال ہے۔ لیکن باوجود اسکے وہ اپنی پیشرووں مثلاً حضرت فاطمہؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت خولہ یا حضرت رابعہ بصری کا محض ایک ناتمام نمونہ ہیں۔ کیونکہ ان کی طرف لاپروائی برتی گئی ہے۔ رسول اللہ صلعم کا یہ ایک معجزہ تھا کہ آپ نے عرب مردوں کو ایک وحشی قوم سے تہذیب و تمدن کے بلند پایہ معلم بنا دیا۔ لیکن یہ تو کچھ معجزہ سے بھی زیادہ تھا۔ کہ آپنے عورتوں کو جو تمام دنیا میں اور خصوصاً ملک عرب میں قعرِ ذلت میں گری ہوئی تھیں فاطمہؓ یا عائشہؓ کے سے جلیل القدر رتبہ اور تبحر علمی پر پہنچا دیا +

غیر مسلم عرب عورتوں کی طبیعت کا موازنہ زمانہ جاہلیت کی عربی تاریخوں سے ہو سکتا ہے۔ جب حضرت حمزہؓ جو آنحضرت صلعم کے چچا تھے۔ ایک لڑائی میں شہید ہو گئے۔ تو ایک عرب عورت ہند نامی اپنے جذبۂ انتقام اور شیطانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے حضرت حمزہؓ کا جگر نکال کر آگ پر بھون کر کھا گئی۔ لیکن آنحضرت صلعم نے ان سب کو فرشتہ سیرت بنا دیا۔ اسلام لانے کے بعد خود ہند کی فطرت میں تغیر پیدا ہو گیا۔ اور اس بھیانک اور مکروہ جرم کے ارتکاب کے باوجود اس کا قصور معاف کر دیا گیا +

(باقی دارد)

مطالعۂ اسلام

ایمان

"امنت باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت" ترجمہ: میں ایمان لایا اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر کہ اچھی اور بری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور جی اٹھنے پر مرنے کے بعد۔

یہ سات امور اسلام میں سات شرائط ایمان کے نام سے موسوم ہیں جنمیں سے کسی ایک سے بھی انحراف اسلامی نقطۂ خیال سے ضلالت کا موجب ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ خصوصیت بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ یہ ایسے امور نہیں جن کا اثر صرف اعتقادات تک ہی محدود ہو اور اعمال کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہو۔ بلکہ یہ سات امور دراصل ان حقائق اور صداقتوں کا ایک خلاصہ اور نچوڑ ہے جو ایک مسلمان کی زندگی کی روح رواں ہوتی ہیں جس سے کہ وہ ان حقائق عالیہ کو عملی جامہ پہنا کر ان سے بہت بڑے بڑے کام لیتا ہے۔ لفظ "امنت" جس کا ترجمہ میں نے "میں ایمان رکھتا ہوں" کیا ہے۔ لفظ "ایمان" سے مشتق ہے جس کے معنے صرف زبانی اعتقاد ہی نہیں بلکہ اس سے وہ ایمان مراد ہے جو اعمال سے ظاہر اور ثابت ہو — اسلام کے معنے بلا شبہ کسی ایک اصول کو بطور صداقت قبول کرنیکے ہیں لیکن جب وہی صداقت عمل میں آکر ثابت ہوتی ہے تو ایمان کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اسلئے یہ سات شرائط ایمان گویا سات ہدایات کرتی ہیں کہ ایک مسلمان کو اپنے روزانہ مشاغل زندگی میں انہی سات باتوں کے زیر اثر اور ان کی حکومت کے جھنڈے کے نیچے کام کرنا چاہئے یا بالفاظ دیگر مسلمان کو گویا ان شرائط ایمانی کا مجسم نمونہ بننا چاہئے۔ پیشتر اس کے کہ میں ایک مسلمان کے عقائد وایمانیات کی کوئی تشریح کروں میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ جو اصول اسمیں بتلائے گئے ہیں وہ اسقدر اپنے اندر وسعت رکھتے ہیں کہ انسان کے ہر ایک قول و فعل پر مشتمل ہیں خواہ کوئی شخص مسلم ہو یا نہ۔ خدا پرست ہو یا دہریہ یا اور کوئی مذہب رکھتا ہو اس وقت تک

کرو وہی نوع انسان میں سے بڑے ذو سلامات حیثیت سے تعلق رکھتا ہے ۔ اُن اصولہائے ایمان سے باہر نہیں جا سکتا۔

نیکی اور بدی کا معیار

صحیفۂ فطرت کی وسیع حکومت کا بنظر غور سے مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت ہم پر منکشف ہوتی ہے ۔ کہ بذات خود بدی کوئی چیز نہیں ۔ صرف خاص خاص مواقع و حالات کے ماتحت ایک چیز کے ناجائز استعمال کا نام بدی ہے ۔ وہی چیز ایک خاص مقدار میں مفید اور قیمتی ہوتی ہے ۔ اور وہی ایک دوسری مقدار میں ضرر رساں ثابت ہوتی ہے ۔ وہی کام کسی خاص حالات میں راحت و آرام و برکت کا موجب ہوتا ہے اور وہی کسی اور حالات میں کام کرنیوالے اور اسکے ساتھیوں کیلئے لعنت اور تکلیف کا موجب ٹھیرتا ہے ۔ یہ ایک عالمگیر قانون ہے جس کے شکنجے سے کوئی چیز باہر نہیں ۔ بطور مثال افیون کو لو بعض خاص حالات میں اس کا استعمال ایک بیمار کیلئے شفا کا موجب ہوتا ہے لیکن اسی افیون کا اگر بلا ضرورت استعمال کیا جائے تو سوائے ہلاکت کے اور کوئی نتیجہ نہیں ۔ یہی حالت تمام کائنات کی ہے جو ہر ایک شکل و صورت اور حالت میں نظر آتی ہے ۔ یہ متضاد نتائج ایک ہی چیز کی مختلف شکل و صورتیں ہیں ۔ اور یہ بوقلمونی صرف ان کے تناسب ہی کے تفاوت و اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے ۔ ہائیڈروجن کے دو جزو اور آکسیجن کے ایک جز سے پانی کا ایک قطرہ بنتا ہے ۔ اسی طرح سے اگر ان دونوں کو کسی اور مقدار میں ملایا جائے تو کوئی اور مادی شکل پیدا ہو جائیگی ۔ یہ قانون صرف مادے تک ہی محدود نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی معاملات میں بھی یہی قانون کام کرتا ہے ۔ قرآن کریم ہی سب سے پہلی کتاب ہے کہ جس نے کہ اس عالمگیر کے قانون کے کام کرنے کے خواص اور اسرار سے ہمیں آگاہ کیا ۔ اسی نے ہم پر یہ ظاہر کیا ہے کہ مادی اشیاء کی ترقی کا انحصار صرف مادے ہی کے مختلف تناسب مقدار پر ہے +

اگر آپ علم موسیقی کے غوامض سے بہرہ ور ہونا چاہتے ہیں ۔ تو لازماً آپ کو آواز کے مختلف مدارج زیر و بم سے واقفیت حاصل کرنی ہوگی ۔ یہی حال نطق انسانی کا بھی ہے ۔ اور اسی طرح ہمارے نیک و بد اعمال بھی ترتیب دیئے گئے ہیں شریعت جو اسلامی اصطلاح میں احکام الٰہیہ کے قائم مقام ہے ۔ ان چند ایک اخلاقی قوانین کا نام ہے ۔ جو انہی نیک و بد اعمال کی حدود

قوانین کو بیان کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اپنے تمام اوامر و نواہی کو (حدود اللہ) یعنی الٰہی حدود کے نام سے نامزد کرتا ہے +

اعتقادات و ایمانیات

اسلامی تعلیمات کے بموجب وہ ہستی جو ہر ایک چیز کی نیکی اور بدی کی حدود اور معیار مقرر کرتی ہے ذات باری ہے اللہ تعالیٰ جو سب سے بڑا خالق ہے۔ اور ہر ایک پیدا کی ہوئی چیز کے حقیقی اور انتہائی مدعا سے کما حقہٗ واقف ہے۔ اور تمام قوانین کا سرچشمہ ہے۔ اور یہ اسی کیلئے موزوں بھی ہے تمام قوانین کا منبع ہونے کی وجہ سے وہ اپنے بعض خدام کے ذریعہ جن کو اسلامی اصطلاح میں ملائکہ کہتے ہیں۔ لوگوں کے اعمال پر نتائج مترتب کرتا ہے۔ اس لحاظ سے گویا ایمان ملائکہ ایمان باللہ ہی کا نتیجہ اور اثر ہے تبلی طور پر اگر یہ صحیح ہے کہ خداوند تعالیٰ تمام قوانین کا سرچشمہ ہے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ ملائکہ اس کے قوانین کے نافذ کرنے والے ہیں۔ اور انہی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ اپنی منشا کو اپنی مخلوق پر ظاہر کرتا ہے۔ اسلامی نقطۂ خیال سے جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی نسل انسانی کی ہر ایک قوم ہر زمانہ میں الہام آلہیہ سے متمتع ہوتی رہی ہے۔ اس کا یہ فضل کسی خاص قوم یا وقت تک ہی محدود نہیں ہے وہ صحیفے جن میں یہ قوانین منضبط ہیں کتب آلہی کے نام سے موسوم ہیں مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد انکی کتب کی بھی کامل پیروی اختیار کرے۔ وہ شخص جس کے ذریعے کتاب آلہی کو دنیا میں پہنچانا ہوتا ہے اور جسے اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول کہتے ہیں اس کے متعلق ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کام کیلئے اپنی مخلوق میں سے سب سے بہتر اور پسندیدہ آدمی کو اس منصب پر کھڑا کرتا ہے۔ اور ملائکہ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے احکام ان تک پہنچتے ہیں۔ رسول پہلے خود ان احکام آلہی کی پیروی کرتا ہے۔ اور اپنے وجود اور تجربہ سے ان کی صداقت کو ثابت کرتا ہے۔ اسلئے اسکی زندگی گویا ان تمام احکام آلہی کی تفصیل ہوتی ہے وہ ان احکام کی ایک کتاب کی شکل میں ان لوگوں کے حوالے کردیتا ہے جنمیں وہ زندگی بسر کرتا ہے لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اس کتاب اللہ کا منا نسل انسانی میں کسی خاص قوم یا مذہب اور زمانے کیلئے ہی نہیں۔ بلکہ جب کبھی مروجہ احکام اور شرائع میں دستبرد زمانہ سے آمیزش اور تحریف ہو جاتی ہے۔ یا ان کا مفہوم بالکل بگڑ جاتا ہے۔ یا انکی تعلیمات دلوں سے محو ہو جاتی ہیں یا منشاء الٰہی

کے خلاف اسمیں کچھ آمیزش کر دیجاتی ہے۔ تو جدید تعلیم کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یہ جدید تعلیم دراصل کوئی پرانی تعلیم کے خلاف نہیں ہوتی۔ بلکہ اُسی پرانی تعلیم کو ہی زمانے کے متغیر حالات کے مطابق نیا لباس پہنا دیا جاتا ہے۔ اس سے گویا اللہ تعالےٰ ملائکہ اور کتب پر ایمان لانے کے بعد ہمیں بیشمار پیغمبروں پر بھی ایمان لانا پڑتا ہے۔ اور ان سب کی عزت و عظمت کے ہم دل سے قائل ہیں اسطرح ان چار شرائط ایمان کو مان لینے سے عالم آخرت کی حقیقت کو بھی مان لینا پڑتا ہے انہی حقائق ہی کی وجہ سے ہمارے افعال نیک یا بد افعال قرار پاتے ہیں یہ یاد رکھنا چاہئیے۔ کہ ہمارے تمام موجودہ افعال اس اعتقاد و یقین کا نتیجہ ہیں جو ان کے آئندہ نتائج کے متعلق ہم نے قائم کر رکھا ہے اگر صرف اس دُنیا سے ہی ان افعال کا تعلق ہو۔ اور عالم آخرت میں ان کے نتائج کا کوئی خوف ہمارے دل میں نہ ہو۔ تو اس صورت میں نہ تو کوئی چیز ہمیں بدی سے روک سکتی ہے اور نہ ہی نیکی کیلئے کوئی ترغیب و تحریص ہوتی ہے نیک یا بد اعمال کی تمیز اُن کے بھلے یا بُرے نتائج سے ہی سمجھ آسکتی ہے۔ اِس طرح سے مستقبل گویا ہمارے موجودہ حالات پر حکمران ہے یوم آخرت پر ایمان کے بغیر کسی کام کے کرنے کی ترغیب یا رکاوٹ نہیں ہو سکتی جبتک کہ میں دوسروں سے اپنے اعمال کے نتائج کو چھپا سکتا ہوں لیکن جونہی کہ میں یوم آخر پر اچھی طرح سے ایمان لے آتا ہوں۔ یہ مجھے یقین ہو جاتا ہے کہ میرے موجودہ افعال کا میرے مستقبل پر یقیناً اثر پڑیگا۔ تو پھر آخر کی وہ اُمید یا خوف ہی ہے جو میرے مشاغل زندگی کو اعتدال میں لا سکتا ہے مستقبل خواہ میری آیندہ زندگی سے تھوڑے ہی عرصہ پر اثر ڈالنے والا ہو یا سنا ہی اُس کے زیر اثر ہو صرف اس کا واجبی خیال ہی مجھ کو نیک و مفید کام کرنے کی تحریص دلانے کیلئے کافی ہے علاوہ ازیں تمدن انسانی میں کوئی بھی قاعدہ قابل عزت و انقیاد نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہر شخص کو ان نتائج کا جو اسکی عدم نگہداشت سے ظہور پذیر ہوں نہ خوف

---

* قرآن کریم کی مندرجہ آیات کو اُوپر کی عبارت کے ساتھ مہربانی فرما کر پڑھیں جو پہلے بیان کی تصدیق کرتی ہیں:-

قولوا امنا باللہ ومآ انزل الینا ومآ انزل الی ابراھیم واسمعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط ومآ اوتی موسیٰ وعیسیٰ ومآ اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احدٍ منھم ونحن لہ مسلمون ترجمہ۔ کہو ہم ایمان لائے خدا پر اور اس چیز پر جو ہم پر نازل ہوئی۔ اور ایسا ہی جو ابراہیم۔ اسمٰعیل۔ اسحاق اور اُن کی اولاد پر نازل ہوئی۔ اور ایسا ہی ہم انکو بھی مانتے ہیں جو موسےٰ عیسےٰ اور دنیا کے تمام نبیوں کو دیا گیا۔ ہم ان سب انبیاء کو قبول کرتے ہیں۔ اور ان میں کوئی فرق اور تمیز نہیں کرتے۔ اور ہم اس (ایک خدا) کو مانتے ہیں +

نتیجہ ٹھیرایا جائے یعنی کلیات عمل پر ہمارا ایمان لانا جس سے قوانین پر عمل اور انکی عدم تعمیل کی سزا واقع ہوتی ہے۔ یہ وہ پہئیے ہیں جن پر انسانی سوسائٹی کی گاڑی چکر لگاتی ہے۔ الغرض ایک مسلمان کا یوم آخر پر ایمان متذکرہ بالا چار شرائط ایمان کا ایک لازمی نتیجہ ہے سرچشمہ قوانین یعنی اللہ تعالیٰ قوانین کے نافذ کرنیوالے یعنی ملائکہ کتب قوانین یعنی کتاب اللہ یا شریعت اور انبیاء جن کے پاس دوسروں کی ہدایت کے لئے قوانین آتے ہیں یہ کیا ہیں اس یوم آخر پر ایمان پید اکرنیوالے ہیں۔ دوسرا سوال اُن قوانین کی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نافذ ہوئے ہیں محبت کے متعلق پیدا ہوتا ہے جیسا کہ میں اُوپر بتا چکا ہوں خاص خاص اشیاء یا خیالات کے نیک یا بد مفید یا غیر مفید ہونا محض اندازے ہی ہیں۔ وہ قانون ان اندازوں کو مقرر کرتا ہے بہت ہی سخت اور ناقابل ترمیم ہے کیونکہ انسان سے ایک بالاتر ہستی نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مقرر کیا ہے +

اِن ربانی قوانین اور شرائع کا یہ لازمی خاصہ انہیں اس قابل بنا دیتا ہے۔ کہ انکی اطاعت میں سرمو تفاوت نہ ہو۔ کیونکہ ایسے ٹھیک تناسب سے ترتیب دیئے گئے ہیں کہ ان سے بڑھ کر درست طور پر اور کوئی قانون وضع نہیں ہو سکتا۔ ان قوانین کی صحت چُستی اور پختگی پر جس قدر بھی ہمارا ایمان زیادہ قوی ہوگا اُسیقدر زیادہ صدق اور وسیع پیمانہ پر ہم ان پر عمل کرنے کے قابل ہونگے میرا اسباب پر حق الیقین کہ سنکھیا کی ایک خاص مقدار کے استعمال سے انسان کی جان تلف ہو جاتی ہے۔ مجھے اسکے ناجائز استعمال سے روک سکنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ اسلئے ایک مسلمان کا اللہ تعالیٰ پر جو ان تمام قوانین کا سرچشمہ اور علت العلل ہے۔ جو اشیاء کو مفید یا ضرر رساں جیسی کچھ بھی حالت ہو بنانے اور تیار کرنے والا ہے ایمان لانا ضروری ہے۔ مذہب کے آنے کی حقیقت یہی ہے۔ کہ وہ انسان کو اسکی حرکات و سکنات اور اشیاء کے متعلق نیکی اور بدی کی مقدار اور تناسب کا پتہ دے۔ نادانوں نے اسی حقیقت نفس الامری کو تقدیر کے نام نہاد خیال کا موجب تبقی قرار دیدیا۔ اور اپنے اِس من گھڑت خیال کو اسلام کیطرف منسوب کرنا شروع کیا۔ حالانکہ اس تقدیر کے مسئلہ کو اگر صحیح نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو اسمیں ترقی کا ہر ایک عنصر موجود ہے۔ اس لئے اس مسئلہ تقدیر پر ایمان لانا ایک مسلمان کی شرائط ایمان میں سے ساتویں شرط ہے۔ ہم مسلمان جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں نیز ہمارا یہ بھی ہمارا ایمان ہے کہ ہم اپنے ہر ایک قول و فعل کے انکی نیکی اور بدی کے مطابق

مورد الزام ٹھیرائے جائیں گے۔ اس واسطے بھی اس مہتم بالشان قانون پر ایمان لانا ہمارے لئے ضروری و لابد ہے۔ کہ ہم میں اس سے اخلاقی ذمہ داری اور باضابطگی کی روح پیدا ہو۔ اگر ہمیں یقین ہوتا کہ ہمارے اعمال کے نتائج کا دائرہ اس زندگی تک ہی محدود ہے اور اس کے بعد کوئی اور نتائج ملنے والے نہیں تو اس صورت میں جہانتک ہم اپنے اثر۔ طاقت اور دیگر ذرائع سے جرائم کی سزاؤں سے بچ سکتے۔ اور سوسائٹی کے دباؤ سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اس حد تک کوئی بھی چیز ہمیں بدراہوں پر گامزن ہونے سے روک نہیں سکتی لیکن اگر ہمارا یہ ایمان ہو۔ کہ ہمارا ہر ایک قول و فعل کا اثر قائم و برقرار رہتا ہے۔ اور اگر ہم مر بھی جائیں تو بھی ہم ایک اعلےٰ ہستی کے حضور پیش ہونگے جس کو اعمال و اقوال کی جزا و سزا دینے کی پوری قدرت حاصل ہے۔ اور کہ نیکی و بدی کوئی بھی ضائع نہیں ہوگی۔ تو پھر اس وسیع النظری کی جو اس خیال کے موجودہ اور آئندہ اثرات اور نظام کے ساتھ وابستہ ہے بخوبی سمجھ آسکتی ہے۔ یہ ایمان کی ساتویں اور آخری شرط ہے جو مذہب اسلام کی شاندار عمارت کی بنیاد ہے۔ آؤ ہم ان ساتوں شرائط کو اکٹھا ایک ہی مرتبہ دُہرائیں +

امنت باللہ وملئکتہٖ وکتبہٖ ورسلہٖ والیوم الاخرۃ والقدر خیرہٖ و شرہٖ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت " میں ایمان لایا اللہ پر جو تمام قوانین کا سرچشمہ ہے۔ ملائکہ پر جو اس کے احکام اور رضا کی راہوں کو اس کے رسولوں تک پہنچانے کیلئے وسائط کا کام دیتے ہیں میں کتب پر ایمان لایا جنمیں ان کی شرائع و قوانین منضبط ہیں ان رسولوں پر جن پر ان شرائع کا نزول ہوتا ہے۔ اور یوم آخرت پر۔ اور اس پر بھی کہ نیکی و بدی کے تمام اندازے اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ اور بعد الموت اٹھائے جانے پر بھی میرا ایمان ہے۔ جبکہ مجھے اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہوگی +

آپ بھی مسلم ہیں

اب اگر آپ کسی ایسے مذہب کو ماننے والے ہیں۔ جو خداوند کو حی و قیوم سمجھتا۔ اور اسکی تمام کتابوں اور رسولوں کو جو ہماری ہدایت کے لئے آتے رہے ہیں ماننے کی تعلیم دیتا ہے اور

بتاتا ہے کہ اس موجودہ فانی زندگی کو ختم کرنے کے بعد بھی ہماری ہستی مٹ جانے والی نہیں بلکہ ایک اور عالم میں ہم نے اپنے موجودہ حالات کے نتائج کو حاصل کرنا ہے۔ تو آپ مجھے بتائیں کہ آپ کا یہ ایمان اسلام کے مطابق کیوں نہیں کہا جا سکتا۔ آپ کو اس بات کا کیا حق ہے۔ کہ اپنی ہی قوم کے رسولوں کو من جانب اللہ تسلیم کریں۔ اور دوسری قوموں کے رسولوں کا انکار کریں۔ آپ یا آپکے آباؤ اجداد کا اللہ تعالےٰ سے کوئی خاص رشتہ نہیں۔ اللہ تعالےٰ سب کا ایک ہی جیسا خدا ہے۔ اس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں ہی ہے۔ اگر اس نے تمہارے لئے ایک رہبر دنیا میں بھیجا تو کیا وجہ ہے۔ کہ ایک دوسرا رہبر وہ میری ہدایت کیلئے بھی مبعوث نہ فرمائے۔ اس کے علاوہ جب سابقہ کتب دستبرد و آمیزش زمانہ سے اپنی اصلی حالت میں نہ رہ سکیں۔ اور یہ وہ حقیقت ہے جسکو تمام سابقہ کتب سماوی کے متعلق تسلیم کیا جا چکا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری اور عظیم الشان پیغام ہماری ہدایت کیلئے دنیا میں بھیجا یعنے قرآن کریم اس نے اپنا آخری عظیم الشان نبی ہمارے لئے بھیجا جس کا اسم مبارک اطہر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وہ شخص جو خداوند تعالےٰ کے مرسلوں پر ایمان رکھتا ہے۔ قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کو ماننے بغیر اسے چارہ نہیں ہے اور وہ پیام اس کے اپنے اقوال و اعمال میں تم تک پہنچا۔

اگر کوئی پیغمبر جس پر آپ کا ایمان ہے۔ کوئی پیغام دنیا میں لایا۔ جسے وہ اقوال و اعمال کی صورت میں اپنے بعد باقی چھوڑ گیا لیکن آج آپکے پاس ان کے ان پاکیزہ اقوال و اعمال کا کوئی مستند مجموعہ نہیں۔ تو کیا یہ ممکن ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو ہدایت کے بغیر تاریکی ہی میں ٹامک ٹوئیاں مارنے کیلئے چھوڑ دے۔ اگر ایکدفعہ اس نے تمہارے لئے اپنا ہدایت نامہ بھیجا۔ تو ضروری ہے۔ کہ دوسری مرتبہ بھی نور و ہدایت وہ نازل فرمائے سوائے حضرت محمدؐ اور قرآن کریم کے کسی بھی کے اقوال کا کوئی مستند مجموعہ ہمارے پاس نہیں۔ اسلئے آپ چاہیں تو انہیں مانیں ورنہ از روئے علم وعقل آپ اپنے مذہب پر بھی قائم نہیں رہ سکتے۔ ایک اور سوال میں ان لوگوں سے کرنا چاہتا ہوں۔ جو کسی بھی مذہب سے لگاؤ نہیں رکھتے۔ کیا وہ ان سات شرائط کے قبول کرنے سے عاری ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ کسی سوسائٹی کے ممبر ہیں۔ تو سوسائٹی کے قوانین سے کسی صورت میں بھی وہ منکر نہیں ہو سکتے۔ خواہ جناب موسیٰ مجھے اپنے احکام کے ذریعہ

دروغ گوئی اور دوسروں کا مال چرانے اور اس پر قبضہ کر لینے سے منع کریں۔ یا ہیں اپنے ہمسایہ سے بیہودہ سلوک کریں۔ بہرحال یہ ضروری اور لازمی ہیں۔ اور ان کے بغیر سوسائٹی کا وجود قائم نہیں رہ سکتا۔ کسی نہ کسی طریق سے وہ قانون کی ضرور پیروی کرنی ہوگی۔ یہی قانون ایک منبع رکھتا ہے جس کو آپ بادشاہ کے نام سے نامزد کرنا پسند کرینگے۔ پھر ان کے لفاذ کیلئے بھی بعض ہستیاں مقرر ہیں جس کو ہم پولیس اور جج کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح مذہبی طور پر کام کرنیوالوں کو ہم ملائکہ کہتے ہیں۔ آپ کے پاس بھی ایک ضابطۂ قوانین موجود ہے۔ ایسے ضوابط مذہب میں بھی موجود ہیں جنہیں ہم قرآن کہتے ہیں۔ یا دیگر کتب مقدسہ۔ بادشاہ یا حاکم وقت کی منشا سب سے پہلے صرف بڑے بڑے ارکان سلطنت پر ہی ظاہر کیجاتی ہے جنہیں آپ کی اصطلاح میں وزرائے سلطنت کے نام سے پکارا جا سکتا ہے۔ مذہبی اصطلاح میں انہی لوگوں کو اللہ تعالےٰ کے مرسل اور نبی کہا جاتا ہے۔ قانون کی پیروی یا اسکی خلاف ورزی پر جزا و سزا کا بھی ملنا ضروری ہے۔ ورنہ اسکی کوئی حقیقت و اہمیت نہیں ہو سکتی اور شریعت بالکل بےسود ہو جاتی ہے۔ جزا و سزا کا خوف حساب کا متقاضی ہے کہ ہم یوم آخر اور بعث بعد الموت پر ایمان لائیں جو ہمارے ایمانیات کی پانچویں اور ساتویں شرط ہے۔ رہا قانون کی کیفیت کا سوال تو شریعت صرف ہمارے اعمال پر بعض خاص حدبندیاں قائم کر دیتی ہے۔ اور بعض باتوں کی وہ اجازت دیتی ہے اور بعض سے منع کر دیتی ہے۔ اول الذکر پر عامل ہونے کا نام نیکی ہے۔ اور موخر الذکر کا نام بدی۔ یہ اندازے اور حدبندیاں بادشاہ کی طرف سے ہی قائم ہوتی ہیں۔ گویا اسلامی عقیدہ کی چھٹی شرط والقدر خیرہٖ وشرہٖ میں اللہ تعالیٰ نیکی و بدی کے اندازے مقرر کرتا ہے۔ آپ بیشک مذہب کو نہ مانیں۔ لیکن اگر آپ انسانی سوسائٹی میں بود و باش رکھنا چاہتے ہیں۔ تو طوعاً و کرہاً آپ کو ان سات شرائط ایمان کو ماننا پڑیگا۔ اور اسطرح سے مذہب اسلام کی سات شرائط ایمان سوسائٹی کی ہر ایک شکل میں تربیت انسانی کے بنیادی اصولوں پر مبنی ثابت ہوتی ہیں اللہ تعالےٰ اور اسکی شریعت پر ایمان لاؤ اور تم مسلمان ہو۔ یہی اصلی اور سچا مذہب ہے۔ اسکے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ تعصب کہانی ہے اور مشرکانہ خیالات کا بقیہ +

مذہبی شرائع اور اُن کی پابندی

لفظ تقی المعنوی بعض قلوب میں کچھ غلط فہمی پیدا کر دیتا ہے۔ مدد لیتے ہیں۔ کہ دنیوی معاملات میں تو قوم

کی پابندی و پیروی ہوسکتی ہے لیکن رُوحانیات میں اس قسم کی پیروی مشکل ہے۔ اور قواعدِ زندگی کی دیگر ہر ایک حرکات و سکنات میں تو وہ پابندی کو ملحوظ رکھتے ہیں لیکن مذہبی معاملہ میں شریعت کو لعنت قرار دیتے ہیں لیکن درحقیقت مذہب متعلق وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں اگر مذہب ہمیں بعد الموت کسی قسم کی خوشی مُیسر آنے کی بشارت دیتا ہے تو کیا بشارت کسی ایسی خوشی پر مشتمل ہے۔ جو قواعد و حُدود کی پابندی سے باہر ہے۔ کیا ہم اس دن کے منتظر ہیں۔ جب اس قسم کی رُکاوٹیں ہماری خواہشات پر سے اُٹھائی جائیگی۔ اور ہمیں اُن کو پُورا کرنے کا ایک عمدہ موقع ملجائیگا۔ ایک اوباش بھی اپنی اعتدالیوں سے بالآخر تھک جاتا ہے۔ بے اعتدالی کے معنے فرحد سے گذر جانے کے ہیں۔ خوشی و تکلیف کے عناصر ایک ہی ہیں۔ گو اُن کی مقدار و اندازہ میں تفاوت ضرور ہے۔ خوشی کے معنے حُدود و قواعد کے اندر رہکر مُسرت حاصل کرنا ہے علاوہ ازیں لفظ شریعت مذہبی اصطلاح میں تنگ خیالی اور مُلاپن کے خیالات کا مظہر نہیں سمجھنا چاہیئے بلکہ وہ صرف ہماری تربیت اور ہمارے قوےٰ کو ٹھیک استعمال میں لانے کیلئے بعض حدود قائم کر دینے کا نام ہے۔ اگر رُوحانیت جو بعد الموت ہمارا نوشتہ ہوسکتا ہے اخلاق ہی پر مشتمل ہے۔ تو مؤخر الذکر یعنی اخلاق ہی بہت حد تک ہمارے فطرتی جذبات اور محرکات کو متناسب حدود کے اندر قائم رکھتے ہیں۔ جذبات اور اخلاق کے اس توازن ہی کا نام اصطلاح مذہب میں شریعت اور قانون ہے۔ اسلام اپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے اور ان معنوں میں جو کہ اسلام کی مُقدس کتاب قرآن کریم نے اسکے لئے تجویز کئے ہیں شریعت اور قانون کی کامل اطاعت کا نام ہے۔ اور اگر صحیفۂ فطرت کو اس کے تمام عملدرآمد اور تاثرات سمیت اس حکیم و علیم خدا یا بالفاظ دیگر اس لامحدود اور غیر فانی سرچشمہ کی جہاں سے بقول ہربٹ سپنسر قدرت کی تمام نہریں پھوٹتی ہیں صحیح طور پر مظہر سمجھتے ہوئے کسی مذہب کے اختیار کرنے یا اپنے لئے کوئی ضابطہ بنانے میں اپنا رہنما تسلیم کیا جاسکے۔ تو قلب انسانی کو اسلام کے سوائے اور کسی دوسرے مذہب کے اختیار کرنے کی ہدایت نہ کریگا یا بالفاظ دیگر وہی قانون کی پیروی ہی اس کا منشائے اصلی ہے۔ ایک سطحی نظر سے دیکھنے والا بھی یہ دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔ کہ صحیفہ قدرت کا ایک ایک ذرہ بعض لاتبدیل مقررہ قوانین کی بلاچون وچرا پیروی اور اطاعت میں مصروف ہے۔ یہانتک کہ قدرت کے مختلف اجزا کی ہستی جو

صرف تمام عالم کی منفعت بخش کاروبار اور ہم آہنگی پر منحصر ہے۔ قوانین مقررہ کی کامل پیروی ہی کا نتیجہ ہے ایک حقیر سے حقیر ذرہ کے اپنے مقررہ قوانین سے ایک لمحہ کیلئے انحراف کو ذرا اپنے ذہن میں لاؤ۔ پھر دیکھو کہ اس کا نتیجہ سوائے دنیا کی تباہی کے اور کچھ بھی نظر نہیں آتا سورج۔ چاند ستاروں دن رات۔ موسم۔ درخت اور سمندر وغیرہ۔ کو دیکھو سب کے لئے کوئی نہ کوئی طریق اور قاعدہ مقرر ہے جس کی وہ کامل پیروی اور اطاعت کرتے ہیں۔ اور دنیا کی تمام تاریخ میں کوئی بھی ایسا دن نہیں آیا کہ ان کی طرف سے ذرا بھی خلاف ورزی واقع ہوئی ہو یہی اسلام کے لغوی معنے ہیں اللہ تعالےٰ کی کتاب یعنی قرآن کریم جو انہی بیان کردہ صداقتوں کے ثبوت میں ہمیشہ بار بار صحیفۂ قدرت یعنے خدا تعالےٰ کے افعال کو اس کے اقوال کے ساتھ بطور شہادت پیش کرتی ہے پس بارہ میں اسلام کی صداقت کے ثبوت میں انہی مظاہر قدرت کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ پیش کرتی ہے جن کا میں ابھی ذکر کر چکا ہوں۔ اور اس طرح سے اسلام یعنے قانون الٰہی کی کامل اطاعت کی ضرورت کو ہم پر واضح کرتی اور اس کی مخالفت سے ہمیں روکتی ہے۔ چنانچہ صاف الفاظ میں اس نے فرمایا ہے۔ کہ

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ

افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السمٰوات والارض طوعًا وکرھًا والیہ یرجعون ... والشمس تجری لمستقر لھا ذالک تقدیر العزیز العلیم ۵ والقمر قدرنٰہ منازل حتٰی عاد کالعرجون القدیم ۵ لا الشمس ینبغی لھا ان تدرک القمر ولا الیل سابق النھار ۵ وکل فی فلک یسبحون .... ومن یبتغ غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخٰسرین۔ ترجمہ۔ دین (حق) تو خدا کے نزدیک یہی اسلام ہے ... کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا (کسی اور دین) کی تلاش میں ہیں جو (فرشتے) آسمانوں (میں ہیں) اور (جو لوگ) زمین میں ہیں چار و ناچار اسی کے فرمبردار ہیں۔ اور اسی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے .... اور آفتاب (بھی کہ) اپنے ایک ٹھکانے کی طرف کو چلا جا رہا ہے۔ یہ اندازہ خدا کا باندھا ہوا ہے جو زبردست اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے۔ اور چاند (کی رو) اس کیلئے ہم نے منزلیں ٹھیرا دیں یہانتک کہ (آخر ماہ گھٹتے گھٹتے) پھر ایسا ٹیڑھا اور پتلا رہجاتا ہے جیسے (کھجور کی) پرانی ٹہنی۔ نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتا ہے کہ چاند کو جا لے۔ اور نہ رات ہی دن سے پہلے آسکتی ہے۔ اور کیا چاند اور کیا سورج سب (اپنے اپنے)

مدار (یعنی گھیرے) ہیں (پڑے) تیر رہے ہیں ..... اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے۔ تو خدا کے ہاں اس کا وہ دین مقبول نہیں۔ اور وہ آخرت میں زیانکاروں میں ہوگا +

جناب مسیحؑ ایک مسلم کی حیثیت میں

فطرتاً ہم قانون کی پیروی کرنے کے قابل ہیں۔ اور یہی اسلام کا بنیادی اصول ہے۔ جو اسے موجودہ عیسائیت سے بالکل علیحدہ کر دیتا ہے کیونکہ مسیح نے کبھی بھی ایسے خیالات کی تعلیم نہیں دی۔ جو آج ان کے کلیسیا کی طرف سے جو پولوس کے زیر ہدایت شریعت کو لعنت قرار دیتا ہے سکھائے جاتے ہیں۔ جناب مسیح سچے مسلمان تھے۔ اور انہوں نے نہایت صاف و رسا لفاظ میں اپنے حواریوں کو اصل اسلام کی تعلیم دی۔ چنانچہ فرمایا:-

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" +

"کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلیگا۔ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے"۔

پس جو کوئی ان چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑیگا۔ اور یہی آدمیوں کو سکھائیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائیگا۔ لیکن جو ان پر عمل کریگا۔ اور ان کی تعلیم دیگا وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائیگا" + (پہاڑی وعظ متی باب ۵ آیت ۱۷ تا ۲۰)

یہ امر کہ قانون کے بغیر ہم نہیں رہ سکتے ایک حقیقت نفس الامری ہے شریعت اور قانون کے بغیر زندگی بسر کرنا کسی بھی شعبۂ زندگی میں خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی قابل رشک نہیں سمجھا جائیگا۔ اسلامی نقطۂ خیال سے بقائے انسانیت کے پیدا شدہ اشیاء کے استعمال کی خاص حدود کو بیان کرنے اور اسکو لگا رکھنے کا نام ہی قانون اور شریعت ہے +

ذات باری اور یوم آخرت پر ایمان

کوئی انسان قانون اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے بغیر اپنی حقیقی نتیجہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔ کیا قلب انسانی تمام انسانی افعال کا سرچشمہ نہیں؟ کیا وہ تمام ارادے جو کہ ہمارے سینوں میں مخفی ہیں ہمارے افعال کے ذمہ وار نہیں۔ کیا اعمال کی ترتیب و باضابطگی دل کی باقاعدگی پر منحصر نہیں۔ نیک اعمال

اسمیں کوئی شک نہیں کہ دل کی نیکی اوصاف باطنی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور بُرے خیالات سے بُرے ہی اعمال سرزد ہوتے ہیں۔ پولیس کے کارندے خواہ کتنی ہی دقیق نظر سے تمہارے افعال کی وجہ سے تمہارے مخفی ارادوں کو پڑھ لیں۔ لیکن کیا وہ تمہارے دل کے اندر بھی داخل ہو سکتے۔ اور تمہاری دلی کیفیات کی نگہبانی کر سکتے ہیں بالکل نہیں۔ تو پھر تمہیں ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہے۔ جو تمہاری ان نیات اور ارادوں کو بھی دیکھ لے۔ جو تمہارے سینوں کے اندر مخفی ہیں تمہیں بقول قرآن کریم ایک ایسے علیم بذات الصدور کی ضرورت ہے جو تمہارے سینوں کی باتوں سے آگاہ ہو۔ تاکہ تمہارے دل کو اعمال حسنہ کا صاف و شفاف سرچشمہ بنادے۔ اس حقیقت کو بیان کرنے کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ افشائے راز سے پہلوتہی کرنا کیا بہت حد تک جرم کو جاری رکھنے کا موجب نہیں کیا جرائم پیشہ لوگ افعال قبیحہ کیلئے اکثر پولیس کی نگرانی کے اُٹھنے اور تنہائی میسر آنے کے متلاشی نہیں ہوتے کیا آپ ہی کے اعمال کی ہر وقت پوری پوری نگرانی کر سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ یہ صرف اس حاکم اعلےٰ ہی کا خاصہ ہے۔ جو صفت حاضر وناظر سے متصف ہے۔ آپکے ایسا ہی اگر جرم کا انسداد بہت حد تک مجرموں کی سزا ہی پر منحصر ہے۔ تو کیا سینکڑوں اور ہزاروں مجرم ایسے نہیں جو سزا سے قطعاً بچے ہوئے ہیں۔ کیا آپ ان تمام کو قانون کے شکنجہ میں جکڑ سکتے ہیں۔ آپ ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایسا ہی ان لوگوں کو آپ کیونکر سزا دینگے جو جرم کرنے کے بعد فوراً اس دُنیا سے رُخصت ہو جاتے ہیں۔ اسلئے اگر سزا واقعی جُرم کو روکنے والی چیز ہے تو آپ کا قانون بالکل ناقص رہجائیگا۔ جب تک کہ ان لوگوں کی بھی سزا ہی کا بندوبست نہ کریں۔ جو اس دُنیا میں اپنے گناہوں کی سزا نہیں پا سکتے۔ اسلئے سوسائٹی کے نظم ونسق اور قوانین کو مکمل کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ آپ پر ایک ایسا حاکم ہو جو دیگر اوصاف کے علاوہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب کی صفت سے بھی متصف ہو۔ اور دل کے بعض ارادوں اور رازہائے سربستہ کو جاننے کی بھی طاقت۔ ایسا ہی سزا کو مؤثر اور گناہوں کے انسداد کا موجب بنانے کیلئے بعد الموت ان جرائم کی سزا ملنا ضروری ہے۔ جن کے نتائج یہاں ظاہر نہیں ملے اسلام صرف اسلئے نہیں آیا۔ کہ تمہیں چند ایک شرعی قوانین بتادے۔ جن کے سکھانے جانے سے پہلے ان کے بغیر دنیا کوئی نساد میں نہ تھی۔ اور نہ ہی اسلام تمہیں کوئی خاص رسومات کے شکنجہ میں جکڑتا ہے۔ اسلام تمہاری

روزمرہ اخلاقی تربیت اور تمہیں ایک بہترین شہری بنانے کیلئے زندگی کا ایک مکمل ضابطہ ہے۔ یہ تمہاری رہنمائی کیلئے چند ایک اصول تمہیں سکھاتا ہے۔ اور انہیں عملی جامہ پہنانے کیلئے بعض خاص فرائض ہم پر رکھ دیتا ہے کلیسیا کی طرح یہ موجودہ زندگی کی آئندہ حالت کیلئے پروانہ کرنے کی تلقین نہیں کرتا بلکہ موجودہ اعمال زندگی کو آئندہ زندگی کی خوشی و مصیبت کی اصل بنیاد قرار دیتا ہے قرآن کریم کا ارشاد من کان فی ھذہٖ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی۔ جو شخص اس جہان میں اندھا ہے وہ آئندہ کی زندگی میں بھی اندھا ہی رہیگا۔ ہمیں اپنے اعمال و افعال کو راستبازوں کے اعمال و افعال کی طرح بنانے کی تلقین کرتا ہے +

بشارتِ صلح و امن

ترجمہ خطبہ جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے مسجد ووکنگ انگلستان میں موقعہ عید الفطر بتاریخ ۱۱ جولائی ۱۹۱۸ء کو پڑھا +

اُس خدا سے جو تمام قوموں کا مالک ہے دُعا ہے کہ وہ اس خوفناک لڑائی کا خاتمہ کرے۔ اور اسکی بجائے ایک عالمگیر اور ابدی امن قائم کر دے لیکن ایسا امن نہیں جو کہ آج سے پہلے تھا جبکہ تمام قومیں جنگ کیلئے تیار رہتی تھیں۔ اور نہ ایسی ہنگامی صلح جو بیرحم سائنس کے دیو کو اس قابل بنا دے کہ وہ اپنی طاقت پھر جمع کرکے خلق خدا کو تباہ اور دنیا کو ویران کر دے۔ خدا کرے کہ وہ امن اس طرح کا ہو کہ جس سے اُن تمام رذیل اور خود غرضانہ اصول زندگی کا قلع قمع ہو جائے۔ جن کی وجہ سے کبھی کبھی زمانہ ماضی میں کُشت و خون ہوتے رہے ہیں مخلوق کے حافظ حقیقی اور رزاق سے دُعا ہے کہ وہ اسکے لئے اعلےٰ ارفع اصول پر امن و آشتی قائم کر دے۔ تاکہ ہر فرد بشر اپنے آپ کو پیدائشی آزاد خیال کرے۔ اور ہر ملک کو وہ اپنا جنم بھوم سمجھ سکے۔ میری مراد صلح و آشتی سے اس جسمانی۔ دماغی اور روحانی آسائش و آرام کا قائم ہونا ہے۔ جو خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے مذاہب کے ذریعہ اس کرۂ ارض پر وقتاً فوقتاً دیکھا گیا ہے۔ یعنی وہ امن جو خدائی سلطنت کے ہم معنے اور مترادف ہے۔ اور جس کا ظہور ہم حضرت موسیٰ عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے زمانہ سے ہو رہا ہے۔ اور جس کا آخری جلوہ ہمارے

پاک رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانہ میں دیکھا گیا جبکہ تمام قسم کی ذاتی اغراض
کالعدم ہو گئیں۔ اور لوگوں میں انسانیت کی تازہ روح پھونکی گئی اور تمام ذاتی خواہشات نے قومی
صورت اختیار کر لی۔ اور جبکہ لفظ **میرا** کا مفہوم لفظ **تیرا** سمجھا جاتا تھا۔ اور جبکہ تمام
حاسدانہ مقابلوں اور مفسدانہ رقابتوں کا نام و نشان تک نہ رہا۔ اور انکی بجائے انسانی بہبودی
کیلئے سرگرمی اور قربانی نے جگہ لیلی۔ ابدی امن کے حصول کیلئے دنیا کو ضرورت ہے کہ انسانیت و
ہمدردی کے معنے ایسے وسیع کئے جائیں کہ ملک و فرقہ اور قومیت کی دیواریں سب منہدم ہو کر پھر ایک دفعہ
جیسا کہ حضرت محمد صلعم کے زمانہ میں ہوا تھا۔ انسانوں کے تمام مختلف فرقے اور سب منتشر اجزاء باہم
مل کر ایک جان ہو جائیں +

آج تین دن کم چار سال ہوئے ہیں جبکہ یہ عالمگیر آگ سلگی اور اس نے ہر ایک خوبی کو جو انسان
میں تھی۔ نہ صرف برباد ہی کر دیا۔ بلکہ بدترین خصائل کو جو ہمیں ہو سکتی ہیں آشکارا کیا۔ گویا انسان
ابلیس کے لباس میں یا بالفاظ دیگر ابلیس انسان کے لباس میں نمودار ہوا ہے۔ شائستگی کی تمام
علامات اور انسانیت کے تمام نشانات مٹا دیئے گئے ہیں۔ **شاہ نیرو** بھی اگر اس تباہی کو دیکھتا
جو زرخیز زمینوں اور خوبصورت شہروں کو نصیب ہوئی تو شرماتا۔ اس ہیبتناک سفاکی اور ظالمانہ
تخریب کا اندازہ انسان خیال میں بھی نہیں کر سکتا۔ جس سے تہذیب اور شائستگی کو صدمہ پہنچا ہے
اور جس کے نزدیک سپاہی اور غیر سپاہی سب یکساں ہیں۔ اور جو میدان جنگ اور شفاخانوں میں خواہ
وہ خشکی پر ہوں یا سمندر میں کوئی تمیز نہیں کرتی۔ اور جو خدا کی پرستشگاہوں کو فنا اور ان بیگناہ
جانوں کو اچانک تباہ کرتی ہے جو عبادتخانوں میں گھٹنوں کے بل اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں
اپنی محبت کرنیوالے خدا سے جو آسمانوں پر ہے التجا کرتے ہیں کہ اس شرارت اور بدذاتی کا جو ظاہر ہو رہی
ہے خاتمہ کرے +

خدا کی شان! یہ سب کچھ صرف انہیں اقلیم میں ہو رہا ہے۔ جو اس آقا کی ہیں جو شیطان کے مارنے
کیلئے آیا۔ اور جو اپنی بردبارانہ تعلیم کے باعث مسیح شہزادۂ امن کہلایا۔ لیکن کیا کلیسیا میں
ایسی قدرت نہیں کہ وہ اپنی برگشتہ جماعت کو واپس بلائے۔ اور دنیا کو اس خطرناک تباہی سے نجات دے
لیکن افسوس ہے کہ ایسی طاقت اسمیں نہیں۔ اگر زمانہ وسطیٰ میں مسیحی قومیں خون کی ندیاں بہاتیں تو اس کا

باعث جہالت قرار دیا جاتا لیکن آج کل کی کلیسیا کی نسبت کیا خیال کیا جائے جبکہ تہذیب اور علوم آلٰہیات کی ترقی پہلو بہ پہلو ہو رہی ہے۔ کیا جنگ سے پہلے اہل جرمن ہی مذہب کو بہترین طرز پر بیان کرنے والے خیال نہیں کئے جاتے تھے؟ اور کیا جیسا کہ سال گذشتہ سینٹ پال کے پادری صاحب نے بیان کیا علم آلٰہیات کا اعلےٰ ترین منبع جرمنی ہی نہ سمجھا جاتا تھا لیکن افسوس ہے کہ اسی ملک میں کاربردازان جنگ نے مذہبی تعلیم سے جنگ کا کام لیا ہے۔ وہاں تمام گرجوں میں مذہبی وعظوں کی بجائے اب جنگ کے لئے وعظ ہو رہے ہیں اور کوشش کی جا رہی ہے۔ کہ جو کچھ جنگ میں ہوتا ہے اُسے جائز قرار دیا جائے۔ جناب مسیح کے صاف اور سادہ الفاظ کو جو کہ امن کی حقیقی بشارت تھی بگاڑ کر اسکے غلط معنے کئے گئے ہیں تا کہ اغراض جنگ کو پورا کیا جائے۔ زمانہ ریفارمیشن سے آجتک بدقسمتی سے اصحاب پوادر نے عوام کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ لیکن کلیسیا کا حال ہر جگہ مشرق و مغرب میں یکساں ہے۔ ہر جگہ روئے زمین پر مذہب کو نفسانی اور سیاسی اغراض کے حصول کیلئے کم و بیش استعمال کیا گیا ہے۔

— — — — — — — — — — — — — — — — — —

— — — — — کہا جاتا ہے کہ مذہب کے نام پر اس کے خود مختارانہ پرستاروں نے اسقدر خونریزی کی ہے کہ کسی انسان کے قائم کردہ سلسلہ کی وجہ سے نہیں ہوئی۔ تو کیا اس صورت میں یہ کوئی تعجب کی بات ہے کہ اگر مادہ پرستوں میں سے بعض مذہب کو حقیر ظاہر کریں اور اُسے در اصل ظلم اور خونریزی کا سرچشمہ قرار دیکر اُسے انسانی دائرہ سے باہر نکالنا چاہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا انہوں نے کوئی بہتر اور زیادہ تر امن والی تجویز روئے زمین پر امن کی بادشاہت قائم کرنے کیلئے کی ہے۔ کیا ان کا اپنا بنایا ہوا فلسفہ زندگی اسی تمام مصیبت کا جو ان خطرناک ایام میں ہم اٹھا رہے ہیں ذمہ وار نہیں۔ کیا یہ لوگ اس جرمن فلاسفر نیٹشی کے قدم بقدم چلنا نہیں چاہتے جو ہر ایک بات اپنی مرضی کے مطابق کرنا چاہتا ہے بلا لحاظ اسکے کہ دوسروں پر اس کا اثر کیا ہو گا۔ کیا یہ سب کچھ اُسی سفیہانہ اصول کا نتیجہ نہیں جو اس امر کا مقتضی ہے کہ دنیا میں سب سے اچھا انسان یا سب سے اچھی مخلوق رہے۔ اور ادنے پایہ کی مخلوق کو زمین پر سانس لینے کی بھی اجازت نہ دیجائے۔ یا وہ بہترین مخلوق کے خود غرضانہ مدعا کو حاصل کرنے میں مدد دے۔ جنگ کا لارڈ مع اپنی ذریات کے اپنی قابلیت و فضیلت قائم کرنے اور باقی سب کو پاؤں تلے روندنے کیلئے میدان میں آنکلا ہے۔ اور اب کوئی اصول یا مسئلہ جو یہ دنیاوی فلاسفر گھڑتے

ہیں ہمارے لئے مفید نہیں ہو سکتا لیکن مذہب اور فقط مذہب ہی اپنی اصلی صورت میں ہماری نجات کا موجب ہو سکتا ہے لیکن یہ غرض کلیسیا کے ذریعہ پوری نہیں ہو سکتی۔ خواہ وہ مشرق میں ہو اور خواہ مغرب میں۔ بلکہ مغرب میں تو یہ حال ہوا ہے کہ بڑے بڑے شارحوں نے اسے نانسلی بخش قرار دیدیا ہے۔ جنگ سے بیشتر ہی انہوں نے اس امر کی ضرورت ظاہر کی تھی کہ عیسائی مذہب کی تمام عمارت کی ترمیم کی جائے۔ اور جنگ نے بھی اس عمارت کا کھوکھلا ہونا ثابت کر دیا ہے۔ بلکہ مختلف قسم کے وعظ جو گاہ بگاہ گرجوں میں گذشتہ چار سال کے عرصہ میں ہوتے ہیں ہماری رائے کی تائید کرتے ہیں۔ پادری انجی صاحب تو ایک دوسرے رسول کے ظہور کی امید میں ہیں جو کہ اس موجودہ آفت سے نجات دلائیگا۔ اُن کا یہ خیال گو بہت دلچسپ ہے لیکن اس قوم اور فرقہ کے لئے جس سے پادری صاحب کا تعلق ہے یہ خیال قابل تعریف نہیں لیکن کلیسیا جہاں کہیں بھی ہم جائیں یکساں ہے۔ اور افسوس ہے کہ یہ ایک مایوس کن نظارہ اور دلشکن امید ہے۔ مگر ہمیں خودساختہ مذہبی داغوں کیطرف توجہ نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ ہمیں بڑی فروتنی سے السابقون کے ان سرداروں کی طرف جانا ہی چاہئے جن کے پاس خدائی مذہب خدا ہی کی طرف سے پہنچا۔ اور جو اسکی مخلوق کے پاس اس کی طرف سے آئے یعنے دُنیا کے پیغمبر۔ لیس ہمیں عاجزی سے حضرت ابراہیم حضرت اسمعیل حضرت یعقوب اور انکی اولاد کے قدموں میں بیٹھنا چاہئے اور سچی اسلامی محبت وجوش سے حضرت عیسیٰ حضرت موسیٰ اور حضرت محمد صلعم اور دنیا کے دیگر انبیا علیہم السلام کی طرف رجوع کرنا اور انہیں اپنا رہبر ماننا چاہئے۔ تاکہ ہم مخلوق کو فنا کر دینے والی آفت سے نجات ملے۔

اس موقع پر اسلامی نسبت وجوش کے معنے بتلانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور میں اسے قرآن قرآن شریف کے (جو اسلام کی بشارت ہے) اپنے الفاظ ہی سے واضح کرنا چاہتا ہوں۔ اس امر کی تشریح کے لئے کہ مسلمانوں کا اعتقاد دُنیا کے دوسرے پیغمبروں کی نسبت کیا ہے۔ میں ذیل میں اپنا عقیدہ کتاب اللہ کے حکم کے ماتحت پڑھ دیتا ہوں۔

کہو: کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم (محمد) پر نازل ہوا۔ اور اس پر جو حضرت ابراہیم اسمعیل۔ اسحٰق اور اسکی اور اولاد پر نازل ہوا۔ نیز اس پر بھی ہمارا ایمان ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور دُنیا کے تمام پیغمبروں کو (خواہ وہ جہان کے کسی حصہ میں ہوئے ہوں)

عطا کیا گیا ہے ہم (مسلمان) رسولوں کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم اللہ کے تابعدار ہیں جس نے کہ انہیں ہمارے پاس بھیجا +

یہ اسلامی خیال پیغمبروں کے متعلق ہے۔ اور کیا یہ بات مذہبی دنیا میں اختلاف مٹا کر اسمیں اتفاق پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں؟ مسلمانوں کیلئے اللہ تعالےٰ کی رضا کے آگے سر جھکانا لازمی ہے۔ اور اسکے وحی کو ماننے کیلئے اسکے ہر ایک پیغمبر کی طرف جانا ضروری ہے یہ خیال نہ کیا جائے کہ کوئی خاص انسان یا گروہ یا قوم خدا کی پسند کردہ ہے۔ بلکہ سب خدا کے یکساں بچے ہیں۔ اگر میرا اللہ جسمانی خوراک کے دینے میں کوئی تمیز نہیں کرتا۔ تو وہ روحانی غذا کے دینے میں زیادہ تر غیر جانبدار ہے۔ ذرہ ان تمام نبیوں کی تعلیم کو دیکھو۔ ان میں ان کو زندگی کی وہ سچی بشارت ملیگی جس سے انسان میں خود غرضی کے دور سے نجات پا سکتا ہے +

اس مضمون پر لمبے وعظ اور خطبوں کی میں ضرورت نہیں دیکھتا۔ میں صرف آپ کی توجہ مذہبی زندگی کے اس اعلیٰ مقصد کی طرف مبذول کرونگا جس کا نقشہ تمام رسولوں نے مختلف طرز پر ایک ہی جملہ میں کھینچا ہے۔ یعنے خودی ہی خدا کے ساتھ چلو۔ اور جیسا کہ پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے۔ اپنے اندر ربانی صفات پیدا کرو۔ تاکہ بالفاظ جناب مسیح یہ کہنے کے قابل ہو جاؤ کہ میں اور میرا باپ ایک ہیں۔ روحانیت کی اس قسم کی منزل پر پہنچکر ہم خدا نہیں بنجاتے۔ اور نہ کبھی کوئی انسان خدا بنا ہے۔ ان بزرگوں کا ذرہ خیال کرو جنہیں جہالت اور بے علمی اعتقادی نے خدائی کا جامہ پہنا دیا ہے۔ کیا ان بزرگوں میں معمولی انسانی کمزوریاں نہ تھیں؟

میرے دوستو اگر آپ میں سے بعض کے دل میں خدا کے ساتھ برابری کا خیال سما جائے تو اسکی نسبت کیا سمجھا جائیگا۔ اس قسم کا خیال محض کفر ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ میں اور میرا باپ ایک ہیں۔ ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہمنے خودی کو مار دیا ہے۔ ہمنے اپنے آپ کو فنا کر دیا ہے ہم اپنی مرضی کو تابع رضاء مولےٰ کرتے ہیں۔ اور نہایت تابعداری سے اسکے احکام بجا لاتے ہیں۔ اور اس اسلامی (رضا جوئی) میں ہم خدا کے ساتھ ایک ہو جاتے ہیں۔ آپ اس بزرگ کی طرف دیکھو جس نے فرمایا۔ کہ میں اور میرا باپ ایک ہیں۔ لیکن اس نے یہ بھی کہا کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے (دیکھو یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۸) مجھے تم نیک کیوں کہتے ہو سوائے ایک ہستی کے

یعنے خدا کے اور کوئی ہست نہیں +

صرف یہی غرض اس مذہب کی تھی جو حضرت مسیح اور دیگر انبیاء نے ہمیں دیا۔ لیکن بدقسمتی سے اُن مقدس و بزرگ انسانوں میں سے بعض کو خدا سمجھا گیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی کامل تابعداری کی وجہ سے اس قسم کی اعلےٰ و ارفع مقام پر پہنچے۔ اور ہمیں اپنے طرزِ عمل سے بتایا کہ ہم کس قابل ہیں۔ اور کہاں تک ترقی کر سکتے ہیں۔ اگر جناب مسیح نے فرمایا۔ کہ "میں اور میرا باپ ایک ہیں"۔ اگر کرشن جی اپنی وجد کی حالت میں پکار اُٹھے۔ کہ "میں بھگوان (خدا) ہوں"۔ اگر جنید ایک صدی آج سے پہلے حضرت محمدؐ کے ایک ادنےٰ غلام نے اسی قسم کی کیفیت قلبی میں الحق یعنے میں حقیقت (خدا) ہوں کہہ کر دنیا کو چونکا دیا۔ اور اس قدر معجزے دکھلائے جو زود اعتقاد لوگوں کی نظر میں اُسے خدا سمجھنے کیلئے کافی تھے۔ تو کیا ان لوگوں نے کبھی اس لئے خدائی کا دعوےٰ کیا۔ اور یا بھی اُنھوں نے اس امر کا اشارہ بھی کیا کہ انہیں کوئی خاص کمال حاصل ہے۔ وہ انسانوں کی طرح رسولوں کی حیثیت میں بولے۔ ان میں سے ہر ایک انسان کا بیٹا تھا لیکن انہوں نے روحانیت کا وہ مقام دکھلا دیا جہاں کہ انسان کا ہر ایک بچہ پہنچ سکتا ہے۔ دنیا کو حضرت محمدؐ کا بہت شکرگزار ہونا چاہئے جنھوں نے اُسے اس جہالت محض سے یہ کہہ کر نجات دیدی کہ۔ خدا فرماتا ہے۔ کہ جب انسان کامل طور پر مطیع ہو جاتا ہے تو میں اسے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اسکی آنکھیں بنجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے کان بنتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے۔ اسکی زبان ہو جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور ٹانگیں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے +

پس یہی بشارت ہے جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے انسانوں تک مذہب اسلام کی صورت میں پہنچائی۔ اور اس سے مذہب میں اعلےٰ سے اعلےٰ مقام ہی حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس پر اور محض اسی پر جیسا کہ میں آگے چلکر بتاؤنگا اس جنگ کے ظالمانہ ہاتھ سے دنیا کی نجات منحصر ہے۔ اور تمام جہان کیلئے ابدی امن کا دارومدار ہے۔ اسی قانون الٰہی پر عمل کرنے سے جناب مسیح جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں یہ کہنے کے قابل ہوگئے کہ میں اور میرا باپ ایک ہیں۔ اور

کرم کنڈ (اطاعت احکام الٰہی) پر کامل طور پر کاربند ہونے سے کرشن جی یہ کہنے کے قابل
ہوئے - کہ میں بھگوان ہوں + حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس سیڑھی کی اعلےٰ زینہ پر
ہی نہیں پہنچے - جس پر یہ بزرگ چڑھ رہے تھے - بلکہ انہوں نے اپنے بلند ترین مقام سے
یہ فرمایا کہ انا بشر مثلکم ہمیں بتلایا کہ آپ ہماری طرح انسان ہیں +

ہم سب کے قوےٰ یکساں ہیں - اور جسمانی مساوات روحانی مساوات چاہتی ہے -
حضرت مسیح نے ہمیں اپنے تئیں انسان کا بیٹا بتلایا - ہمارے متعلق کہا جاتا ہے کہ ہم خدا
کی شکل پر بنائے گئے ہیں - اور وہ شکل بغیر روح و جان کے ہے - پس اگر یکجائی سے ہم
خدا کے ساتھ چلیں جیسا کہ حضرت مسیح اور دیگر انبیا علیہ السلام نے کیا تو وہ شکل خدا کی روح
سے زندہ ہو جاتی - پھر ہم اندھوں کو بینائی - بہروں کو شنوائی - اور [illegible] دینے
کے قابل ہو جاتے - بلکہ [illegible] اس کے بیٹے بن جاتے - اور الٰہی بادشاہت ہم پر نازل
ہوتی - لیکن دنیا آپ نے کبھی اسباب کے سمجھنے کی کوشش کی ہے کہ [illegible] کیسے ہوتے
ہیں - اور اسکی آنکھ اور کان کس قسم کے ہیں - اور کس قسم کے ہاتھوں سے وہ چیزوں کو پکڑتا ہے
اور ان کا انتظام کرتا ہے - سنئیے اسلام کا مقدس رسول فرماتا ہے - کہ تم ربانی صفات
(اخلاق) اپنے اندر پیدا کرو - اب یہ کہ ربانی صفات کیا ہیں جن کے متعلق آپ رسول کریم
کے حکم کے مطابق بتلاتا ہوں - آپ قرآن شریف کھولیں - اسکی پہلی سورت کی ابتدا
میں اللہ کی چار صفات بتلائی گئی ہیں :- الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین

رب العلمین سے تمام جہانوں تمام گروہوں اور قوموں کا ہر وقت و ہر زمانہ میں
خالق - رازق قائم رکھنے والا او تربیت دینے والا مراد ہے جس کی بخشش اور دین ہر قوم پر
بلا امتیاز جاری ہے - اور ہر ایک تک پہنچتی ہے - اور جو اپنے خدائی انتظام میں تو صفت
رحمان (بخشش کنندہ) کا اظہار کرتا ہے - اور جسکی فیاضی ہر ایک کی ضرورت کے مطابق
ہے پیشتر اسکے کہ اس ضرورت کا وجود ظہور میں آیا ہے - کیا [illegible] ذرہ ذرہ [illegible] کے
ساتھ ان ہر دو صفات الٰہی کی تصدیق نہیں کرتا - خدا نے کرۂ ارض مع جملہ اس کے خزائن
کے انسان کے آگے رکھ دیا ہے - لیکن یہ انسان ہی ہے جو اپنے دوسرے بھائیوں کو اسمیں اپنے ساتھ

برابر حصہ لینے نہیں دیتا۔ کیا یہی امر لوگوں کی تکلیف کا موجب نہیں! اگر انسان نہایت انکساری
کے ساتھ خدا کے قدم بقدم چلے جس کا نقش نہایت صاف طور پر ہر زمین کے ہر طبقہ پہ ہے
تو تمام لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائے۔ خونریزی معدوم ہو جائے۔ اور تمام جرائم اپنی مختلف شکلوں
میں دُنیا سے بدر کئے جائیں۔ دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں رحمان کے بندے بنو۔ چاہئے کہ
ہماری فیاضی دوسروں کی ضرورت کیلئے بلا بدل ہو۔ اور بغیر لحاظ مُلک۔ رنگ اور قومیت کے ہو
کیونکہ ہمارے خالق کا سلوک ہمارے ساتھ اسکے عنایات رحمت کرنے میں اسی طرز کا ہوا ہے اس طریق
سے دُنیا میں خدائی سلطنت اور امن کا دور قائم ہو جائیگا۔ اللہ کی تیسری صفت رحیم ہے
وہ اپنے رحم سے انسان کے کام کا بدلہ کئی ہزار گُنا زیادہ دیتا ہے مثلاً دیکھو کہ ہم ایک دانہ زمین
میں بوتے ہیں۔ ہمنے زمین میں ہل جوتا ہے۔ اور اسکی مناسب طریق پر آبپاشی کی ہے پس
اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کر سکتے لیکن چند ماہ کی انتظار کے بعد خدا کے فضل کا ظہور ایک دانہ
کی بجائے سینکڑوں دانوں کی شکل میں ہوتا ہے۔ اگر انسان کو اسکی قابل نفرین فرومائیگی اُسے
خدا کی اس صفت کے رنگ میں عاجزی کے ساتھ چلنے کی اجازت دیتی تو پھر دولتمندی اور مفلسی کے
سوال کے متعلق کسی قسم کی تکالیف پیدا نہ ہوتیں۔ کیا دولتمند مفلسوں کا خون نہیں پینے اور
کوشش نہیں کرتے کہ وہ اپنا مفاد حاصل کریں خواہ مفلس اور مزدوری پیشہ لوگ زندہ رہیں یا مریں
دولتمندوں کو چاہئے تھا کہ وہ غُربا کے کاموں کی وجہ سے خدا کا شُکر کرتے۔ زبانی شکریہ نہیں کیونکہ
اس قسم کے شکریہ کی خدا کے نزدیک کوئی وقعت نہیں شکریہ تو اس طرح ہونا چاہئے کہ کارکن اور مزدور
کو اسکے حق سے زیادہ دیا جائے۔ اس طریق عمل سے صاحب مال کو اخیر میں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچتا
لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بدمعاش اور مجرموں کا کیا انتظام کیا جائے یہ بھی تو انسان کے
ساتھ ساتھ ہی پیدا ہوئی ہے۔ تو کیا جیسا کہ بعض کہ سکتے ہیں خیر خواہئے عالم کے اصول کے ماتحت ایسے
لوگوں کی بدلگامی اور آزادی کیلئے انہیں انعام دیا جائے۔ میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔ میں پھر کہونگا
کہ فروتنی سے خدا کے ساتھ چلو جو مالک یوم الدین ہے یعنے مالک ہے یوم جزا و سزا اور یوم
حساب کا۔ کتاب اللہ نے مالک کا لفظ لکھنے سے جس کے معنے آقا و خاوند کے ہیں ہمیں اس طرز عمل کو
واضح اور عمدہ طور پر سمجھا دیا ہے جو گنہگاروں کے ساتھ خدا برتیگا۔ اسے اُس جج یا حاکم کی طرح نہ سمجھنا

چاہیئے جو قانون کی سخت جکڑبندیوں کی وجہ سے کسی مجرم پر کسی قسم کا رحم نہیں کر سکتا۔ اور اسکی جرم کی پاداش میں اسے سزا دینے کے بغیر رک نہیں سکتا۔ اور قانون کا مدعا پورا کرنے اور نیز اپنی رحیمانہ ذات کی تسکین کے لئے قربانی پر نظر رکھتا ہے۔ اور پھر بطور معاوضہ کفارہ کا انتظام کرتا ہے +

میرے دوستو وہ جج ایسا جج نہیں۔ اس قسم کا معاملہ نہ تو انصاف ہی ہے اور نہ رحم۔ انصاف کم از کم اس شخص کے حق میں نہیں جو دوسروں کیلئے کفارہ ہوتا ہے۔ اور رحم اس حالت میں رحم نہیں جبکہ معاوضہ بھی لیا جائے یہ ایک قسم کا بیوپار یا سودا ہے۔ خدا کی بیشمار عنایات پر غور کرو جو آپکے چاروں طرف ہیں۔ اور جن کے ہم مستحق نہیں تو کیا خدا نے بغیر معاوضہ کے ہم پر اپنا رحم ظاہر نہیں کیا۔ کہ ہمارا گناہ معاف کرنے کیلئے اسے معاوضہ کی ضرورت پڑی ہے۔ اب آپ مالک (آقا) کے معنوں پر توجہ کرو۔ خدا میرا آقا و مالک ہے۔ اور میں گنہگار ہوں لیکن اسکی ملکیت ہوں۔ کیا مالک اپنے مال کی حفاظت میں گہری دلچسپی نہیں لیتا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے مال میں بعض نقص دیکھتا ہو لیکن وہ اس کے دور کرنے کی کوشش کریگا۔ اور اس طریق پر کہ وہ برباد نہ ہو جائے! اور یہی طریق ہے جو فطرت کے تمام کاموں میں دیکھا جاتا ہے۔ فطرت کے ہر ایسے فعل کے بعد جو کسی ترکیب جسم کو علیحدہ علیحدہ کرنے میں دکھائی دیتا ہے اُس جسم کی ساخت جدید شروع ہو جاتی ہے لیکن کوئی چیز بھی بالکل معدوم نہیں ہوتی کسی جسم کا انحطاط و تنزل اسکی ساخت کو بگاڑتا ہے لیکن یہ شکست و ریخت اسے دوبارہ ترتیب دینے کیلئے ہوتی ہے موسم خزاں اسلئے نہیں آتا۔ کہ ویراں کرے۔ بلکہ اسی لئے کہ درختوں کی ٹہنیوں پر سے ردی و زائد چیز کو دور کر کے انہیں نئی زندگی کیلئے تیار کر دے۔ یہ مختلف قسم کی سزائیں ہیں۔ جو خدا کے ہاتھ سے ملتی ہیں۔ اور یہ اسی ہستی کی شان کے شایاں ہیں جسے مخلوق کے ساتھ اتنی ہی دلچسپی ہے جتنی کہ ایک مالک کو اپنے مال کے ساتھ پس جنہوں نے قانون شکنی کی ہے۔ اور جو شرارت اور گناہ پھیلاتے ہیں انہیں سزا دیجائے لیکن اسلئے نہیں۔ کہ انہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ بلکہ اسلئے کہ انہیں بہتر حالت سے بہتر حالت میں لایا جائے +

شاید آپ کہیں گے کہ میں ناممکنات پر بحث کر رہا ہوں۔ اور اپنے تخیل میں خیالی پلاؤ پکا رہا ہوں مگر میرے بھائیو ایسا نہیں آپ اس قابل ہیں۔ کہ آپ اپنی طرزِ زندگی میں حفاظتِ الٰہی کا اظہار کر سکیں۔ اور یہی کتاب کا حکم ہے۔ جو کہتی ہے۔ لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا۔ یعنی خدا کسی کی طاقت

سے زیادہ اس پر بوجھ نہیں ڈالتا۔ آپ غور کریں۔ کہ بلحاظ اسباب کے کہ ہم میں کسقدر فروتنی ہے یا ہم کسقدر خودغرضی میں منہمک ہیں۔ ہم پھر بھی الٰہی صفات کو ایک محدود حلقے کے اندر ظاہر کرتے ہیں۔ ہم ربّ۔ رحمٰن۔ رحیم اور مالک کی صفات کے ماتحت چلتے ہیں۔ ہم میں سے تمام یا بہت سے صاحبِ [illegible] بھی ہیں۔ ہمارے بچے بھی ہیں۔ کیا ہم اُن کیلئے ضروریات مہیا نہیں کرتے۔ کیا ہم انہیں کھلاتے پلاتے اور انکی پرورش نہیں کرتے۔ ہم یقیناً سب کچھ کرتے ہیں۔ اور صنعت گری کے رنگ میں ہم بچوں کے رب ہیں پھر کیا ہم بعض وقت انکی ضروریات کا انتظام نہیں کرتے سالہا سال پیشتر اس سے کہ وہ ان ضروریات کو محسوس کریں کیا ہم کسی جائداد پر یا کسی اور رنگ میں روپیہ خرچ نہیں کرتے اس غرض کیلئے کہ ہماری اولاد اس سے فائدہ اٹھائے جبکہ وہ خاص عمر کی ہو۔ اور یہ سب کچھ ہم جبر واکراہ سے نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی خوشی اور رضا سے اور بلا کسی معاوضے کے یہ ہمارا فعل صفت رحمان کے ماتحت ہے۔ جب آپ کے بچے اور بعض اوقات آپکے دوست ایک معمولی سا کام آپ کی خوشی کیلئے کر دیتے ہیں۔ تو آپ انہیں معاوضہ کئی سو گنا زیادہ دیتے ہیں۔ اور اس طرح بڑی عاجزی سے اپنے خدا کے ساتھ چلتے ہیں جو رحیم ہے۔ اب بتائیے کہ آپ اپنے بچوں کی شرارت کا کیا انتظام کرتے ہیں۔ کیا انہیں شرارت کی وجہ سے مار مار کر ہلاک کر دیتے ہیں۔ اور انہیں اس طریق پر نصیحت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک دشمن کرتا ہے نہیں۔ آپ ایک سخت جھڑکی دے دیتے ہیں لیکن جب آپ ایسا کرتے ہیں اس وقت آپکے دل میں محبت ہوتی ہے کیونکہ آپ کا تعلق ان سے ایسا ہے۔ جیسا کہ ایک مالک کا اپنی جائداد کے ساتھ۔ ہم تو صرف انہیں بُری حالت سے اچھی حالت میں لانا چاہتے ہیں۔ نہ کہ انہیں تباہ و برباد کرنا ہمارا مقصد ہے۔ اس صورت میں آپ رحمان اور مالک کی صفات اختیار کرتے ہیں۔ گو خاص دائرے کے اندر۔ اب ان صفات کی مشق کے حلقے کو وسیع کرتے کرتے ان تک پہنچا دو۔ جو آپکے قریبی اور پیارے ہیں۔ اور آپ خیال کریں۔ کہ یہ میری درخواست ناممکنات سے نہیں۔ آپ ایسا ہر روز کرتے ہیں۔ جبکہ سبب حب وطنی کا سخت جوش پیدا ہوتا ہے۔ آپ کی کمائی ان لوگوں کی پرورش۔ امداد اور ضروریات پر خرچ ہوتی ہے جو کہ آپ کی فیاضی پر بوجہ حُبّ الوطنی کے جائز طور پر حق رکھتے ہیں۔ اور میرے خیال میں یہ لڑائی بھی ایک لحاظ سے فضل کی صورت میں آئی ہے۔ اسکی وجہ سے تمام یہ صفات ظہور میں آرہی ہیں۔ ذرا اپنی

عدالتوں کی طرف دیکھو۔ وہ کس طرح ان لوگوں کے قصوروں کو دیکھتی ہیں جو ہم سے [illegible] رکھتے ہیں
کیونکہ ہمیں اپنی فوجوں کے قائم رکھنے میں دلچسپی ہے۔ کیا یہ وہی ممالک [illegible] نہیں جو
آجکل سزا کے اصولوں کے متعلق ہماری رہنمائی کر رہے ہیں۔ ہاں تو آجکل کس بات کی کمی ہے
صرف اسکی کہ ہم ان خدائی صفات کو حب الوطنی کے حدود سے باہر لیجائیں۔ اور [illegible]
پہنچائیں جو ہماری قوم ملک اور فرقے سے تعلق نہیں رکھتے۔ اور میں پھر کہتا ہوں کہ [illegible] نہیں
جنگ نے ہمیں ان تمام صفات کے اظہار کا موقع دے دیا ہے۔ کیا ہم سے زیادہ قوموں نے اتحادیوں کا اس
میں ساتھ نہیں دیا۔ اور کیا آپ کا سلوک ان سے وہی نہیں رہا جو آپ اپنے ہم وطنوں سے کرتے ہیں۔ اور کیا آپ بلجیم کی
خاطر نہیں لڑے۔ کیا آپ نے اہل سربیا کے ساتھ فیاضی نہیں دکھلائی۔ کیا آپ نے فرانس کی خاطر اب تک [illegible]
نہیں کہا یا اس جنگ میں ہر قوم کا خواہ کبھی بھی [illegible] نہیں رہا۔ لیکن اس زمانہ موجودہ نے بلکہ آدھی دنیا [illegible]
آدھی دوسری طرف لڑ رہی ہے۔ [illegible]
ہمدردی اور دلسوزی کا اظہار انکی خاطر بھی کر سکے جن کی قوم اور رنگ اور ملک جدا ہے پس
ایک حد تک وہ بھی حاضری کی خدا کے ساتھ ساتھ انکی صفت رب۔ رحمن۔ رحیم۔ اور مالک کے تحت
چل رہا ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ صفات ضرورت کے وقت ظاہر ہوتی ہیں لیکن آپ ان کی مشق
کریں۔ اور انسان کی خاطر انہیں مستقل سرمایہ کے طور پر بنالیں۔ سوسائٹی کی موجودہ حالت جیسا کہ
وزیراعظم صاحب نے [illegible] بیان ہوئے کہ جناب مسیح پر ایک دھبہ ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ
یہ خدا اور سب تمام پیغمبروں پر مع جناب مسیح علیہ السلام (نعوذ باللہ) دھبہ ہے۔ پھر وزیر اعظم صاحب کا خیال
ہے کہ آئندہ ہر ایک ملک میں ہر ایک آدمی کا خیال کیا جائیگا۔ اور ہر شخص کی کمائی دوسرے شخص کی ضرورت
کیلئے خرچ کیجائیگی اس صورت میں میں کہتا ہوں۔ کہ خدائی سلطنت زمین پر نازل ہوگی۔ جیسا کہ حضرت محمد صلعم
کے زمانے میں ہوئی تھی۔ فرشتے تب زمین پر نزول کرینگے۔ اور رحمت کے پر ہم پر پھیلائینگے پھر
زمین پر موعودہ ہزار سالہ سلطنت امن یا خدائی سلطنت دکھائی دیگی۔ اور ہم اپنی اصلی وراثت
حاصل کرینگے یعنی خدا انسان کے ساتھ ہوگا۔ ہم الوہیت کے سرحد پر آ پہنچے جس سے آگے ہم
جا نہیں سکتے لیکن وہ لوگ جن کا خیال اس کے خلاف ہے۔ وہ دھوکے میں ہیں۔ جیسے وہ
بعض حالات میں خدا سمجھ بیٹھے ہیں۔ وہ [illegible]

اور تمثیلات اسکی حقیقت کو ظاہر نہیں کر سکتیں۔ جن متبرک حدود کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ بس تک نااہل نہیں پہنچ سکتا۔ خدائی حدود تک پہنچنے کیلئے ضروری ہے۔ کہ ہم فروتنی سے فیاضی اور خیرات کی طرز اختیار کر کے خدا کے ساتھ چلیں۔ پس رب۔ رحمٰن۔ رحیم۔ اور مالک کے سچے پرستار بننے کی کوشش کرو۔ اور جیسا کہ لارڈ ٹالس ٹوئی کا قول ہے کہ خدا کی عبادت اسمیں ہے کہ اسکی خواہش ہماری خواہش ہو۔ اور خدا خلق اللہ کی بہبودی چاہتا ہے۔ اس لئے خلق اللہ کی بہتری کیلئے کوشاں رہو۔ تاکہ خدا کا دروازہ تمہارے لئے کھولا جائے۔ پاک زندگی کیلئے یہ پہلی شرط ہے۔ اس کے بغیر آپ کا تمام علوم الٰہیات ایک قسم کا سراب ہے۔ اس سے مدد تو مل سکتی ہے۔ بشرطیکہ یہ شرط پہلے پوری کیجائے۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ ہمیں اس شرط کو پورا کرنے کی توفیق دے۔ اور دنیا کو اس آفت سے نجات دے جسمیں کہ وہ انسان کی رذالت اور خود غرضی کی وجہ سے پھنسی ہے۔ آؤ ہم اب اپنے خدا کی حمد کریں۔ اور ان الفاظ میں جو ہمیں ہمارے رسول صلعم نے سکھائے ہیں۔ اسکی حمد و ثنا کریں۔ اور میں اپنے مسلمان بھائیوں سے التجا کرتا ہوں۔ کہ میرے ساتھ ملکر یہ پڑھیں۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر۔ اللہ اکبر و للہ الحمد۔ خدا بڑا ہے۔ خدا بڑا ہے۔ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں۔ خدا بڑا ہے۔ خدا بڑا ہے اور سب تعریف اور حمد اسی کیلئے ہے ❖

جنوری سنہ ۱۹۱۹ء کا رسالہ اشاعت اسلام

(۱) جن احباب کا چندہ اس رسالہ دسمبر سنہ ۱۹۱۸ء کے پہنچنے پر ختم ہوتا ہے۔ از راہ کرم مبلغ تین روپے بابت چندہ سال سنہ ۱۹۱۹ء بذریعہ منی آرڈر بنام امین صاحب رسالہ ارسال فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ وگرنہ بصورت دیگر جنوری سنہ ۱۹۱۹ء کا رسالہ ان سب کی خدمت اقدس میں موزخہ ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء کو بذریعہ وی پی ارسال ہوگا ❖

(۲) اگر کسی معزز احباب کو خدانخواستہ کسی وجہ سے اسلامی رسالہ کے آئندہ خریدار رہنے میں پس و پیش ہو تو از راہ کرم وی پی کی روانگی سے پیشتر ہی مطلع فرمائیں۔ تاکہ دفتر ہذا کو انکار وی پی سے محصول ڈاک کا نقصان نہ اٹھانا پڑے۔

(۳) اس مفید اسلامی رسالہ کا کثرت سے اشاعت کا اثر بہت حد تک مالی رنگ میں مسلم مشن ووکنگ کو پہنچتا ہے ❖

(۴) اس رسالہ کے ساتھ فہرست مضامین بابت سال سنہ ۱۹۱۸ء ملفوف کیجاتی ہے۔ معزز ناظرین از راہ کرم اپنی جلدوں کے شروع میں لگا کر ممنون فرمائیں ❖

(۵) احباب تبلیغ اشاعت کی طرف توجہ مبذول فرما کر عنداللہ ماجور ہوں ❖ **مینیجر رسالہ**

(۶) پتہ امین صاحب شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر۔ انگلش ویرہوس ڈی مال لاہور

ووکنگ مسلم مشن کی اجمالی کیفیت

اور

اسکا حساب آمد و خرچ

اس جگہ نہ تو مجھے اس مشن کو پبلک میں انٹروڈس کرانے کی ضرورت ہے اور نہ پبلک پر
اسکی اہمیت ظاہر کرنے کی چنداں حاجت ہے۔ جو کچھ بھی اس مشن کی حیثیت ہے۔ وہ پبلک پر ظاہر ہو چکی
ہے میں یہاں ایک تو اسکی موجودہ حالت پر کچھ عرض کرونگا۔ کچھ یہ بتلانا چاہتا ہوں۔ کہ ہمیں آئندہ
کیا کرنا ہے۔ اسکی موجودہ مالی حالت کیا ہے۔ اور کہاں تک یہ مشن محض فضل ایزدی سے ایک حد تک
مستقل طور پر مالی مشکلات سے نکل گیا ہے۔ اور آج تک اسکی آمد و خرچ کی کیا صورت رہی۔ سنہ ۱۹۱۲ء
میں میں اس طرف آیا۔ سنہ ۱۹۱۳ء کی ابتدا میں رسالہ اسلامک ریویو شائع کیا گیا۔ سنہ ۱۹۱۳ء کے اخیر میں
لارڈ ہیڈلے بالقابہ کا اعلان اسلام ہوا۔ جس سے کل اسلامی دنیا میں ایک قسم کا تلاطم پیدا ہوا۔
حسب معمول مسلمانوں کا جوش ابھرا۔ اور چند مہینوں میں بیٹھ گیا۔ ہندوستان میں بمقام لاہور۔ تبلیغ بلاد
غربیہ کے نام سے ایک انجمن بنائی گئی۔ جس نے کچھ روپیہ جمع کیا۔ اس کا کچھ حصہ ووکنگ مشن کی امداد میں دیا گیا
اور کچھ روپیہ ترجمۃ القرآن کی کمیٹی کے حوالے کیا گیا۔ افسوس کہ یہ فنڈ بھی جہاں تھا وہیں رہا۔ سنہ ۱۹۱۴ء
کے اخیر میں میں ہندوستان پہنچا۔ اور سنہ ۱۹۱۵ء کے شروع میں میں نے ہندوستان میں تحریک کی سنہ ۱۹۱۶ء
کے اخیر میں میں اس طرف آگیا۔ اور اب تک یہاں ہوں ؂

سال سنہ ۱۹۱۳ء اور اگست سنہ ۱۹۱۴ء تک یہ مشن اس جگہ میری نگرانی میں رہا۔ اس کا خرچ اس وقت
زیادہ تر اسلامک ریویو اور اسکی مفت تقسیم تھی۔ میرے بعد اگست سنہ ۱۹۱۴ء سے لے کر اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء تک اس
مشن کے نگران یہاں اخویم مولوی صدرالدین صاحب تھے۔ تب سے علاوہ تقسیم اسلامک ریویو مشن کو اخراجات
مہمان نوازی۔ لندن میں نماز جمعہ کا انتظام مختلف مقام پر لیکچر اور مختلف قسم کے مسلم لٹریچر کی مفت تقسیم کے اخراجات
بھی برداشت کرنے پڑے۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں جس قدر آمد ہوئی وہ علاوہ قیمت اسلامک ریویو زیادہ تر چند ذاتی احباب کی امداد
تھی جو کسی قدر براہ راست اور زیادہ تر اخویم شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر لاہور کی وساطت سے تھی جس کا بالکل تعلق اسلامک ریویو

سے تھا یہی حالت قریباً اس آمد کی ہے جو سنہ ۱۹۱۴ء میں مجھے براہ راست یا بوساطت شیخ صاحب موصوف موصول ہوئی۔ سنہ ۱۹۱۵ء میں مسلم پبلک کا اس مشن سے زیادہ تر تعلق ہو گیا +

حساب کتاب کے متعلق یہ صورت ہے کہ جو کچھ ابتدا سے ہندوستان میں وصول ہوا۔ وہ سنہ ۱۹۱۴ء کے اخیر تک شیخ صاحب موصوف کی کتب حساب میں درج ہے۔ اور ایسا ہی خرچ بھی اس وقت تک نہ کوئی لاہور میں میرا دفتر متعلق مشن تھا اور نہ کوئی آمد و خرچ براہ راست ہوا۔ سنہ ۱۹۱۵ء کے شروع میں میں نے دفتر لاہور میں قائم کیا۔ اس وقت سے آج تک جس قدر آمد ہوتی ہے۔ وہ ہندوستان میں تقریباً کُل کی کُل پہلے شیخ صاحب کی کتابوں میں درج ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بعد ان کا اندراج تفصیل کے ساتھ ہمارے دفتر لاہور کی کتابوں میں کیا جاتا ہے۔ ایسا ہی اخراجات کا حساب بھی ہمارے دفتر میں بالتفصیل رکھا جاتا ہے۔ خرچ کیلئے رقوم وقتاً فوقتاً شیخ صاحب سے لیجاتی ہیں وہ انکے کتب میں درج ہوتی ہیں۔ حتی کہ جو روپیہ ایجنٹ بھی وصول کرتے ہیں۔ یا جو میں نے بھی ہندوستان کے دوروں میں خود وصول کیا۔ وہ بھی بذریعہ منی آرڈر یا بیمہ براہِ راست شیخ صاحب کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے ماسوائے اُس رقوم کے جو میں نے حیدر آباد میں وصول کیں میرے دوران قیام حیدر آباد میں آمد کا کل حساب نواب خدیو جنگ صاحب بہادر کے ہاتھ میں رہا۔ اور انہیں کی وساطت سے روپیہ حضرت مولوی صدر الدین صاحب کے نام بھیجا گیا۔ اس وقت بھی ہندوستان میں آمد کے متعلق یہی دستور العمل ہے۔ انگلستان میں جو آمد وصول ہوتی رہی ہے۔ اس کے حساب کی صورت یہی ہے کہ مئی سنہ ۱۹۱۳ء تک میں تنہا انگلستان میں تھا۔ اس کے بعد شیخ نور احمد صاحب بلال یہاں آگئے۔ آمد کا حساب و اندراج میرے اور اُن کے ہاتھ میں رہا لیکن خرچ کا حساب کُلیتہً ان کے ہاتھ میں تھا۔ اگست سنہ ۱۹۱۴ء سے لے کر اخیر سنہ ۱۹۱۶ء تک آمد و خرچ کا حساب شیخ نور احمد صاحب کے ہاتھ سے کتب میں زیر نگرانی مولوی صدر الدین صاحب درج ہوتا رہا۔ آغاز سنہ ۱۹۱۷ء سے اس وقت تک کُل آمد جو عموماً کاغذ کی شکل میں ہوتی ہے وہ میری نگرانی میں ملک عبد القیوم صاحب بی اے کے ہاتھ سے کتاب آمد میں درج ہو کر بینک میں چلی جاتی ہے۔ اخراجات یہاں کے میری ہدایت کے ماتحت انہیں کے ہاتھ سے ہوتے ہیں۔ اور وہی کتب حساب میں درج کرتے ہیں۔ یہ ترتیب حساب کی ہے۔ اس سے ظاہر ہو گا۔ کہ اگرچہ آمد و خرچ کے ساتھ میں نے براہ راست کوئی تعلق رکھنا پسند نہیں کیا لیکن وہ اپنے

محفوظ طریق پر ہے کہ اس میں ایک پائی بھی اِدھر اُدھر ہونے کا احتمال نہیں جو ہندوستان میں آمد ہوتی ہے۔ وہ شیخ صاحب کے رجسٹروں میں موجود ہے۔ اور جو آمد یہاں ہوتی ہے۔ ماسوا اُن رقوم کے جو شیخ رحمت اللہ صاحب بحیثیت مجموعی مجھے بھیجیں یا ایک خاص رقم امداد کر (جس کا ذکر سالانہ رپورٹ میں آجاتا ہے) باقی کُل رقوم لنٹ ملک صاحب میں درج ہو کر بینک میں چلی جاتی ہیں۔ جہاں ان کا اندراج ہماری کتب کے مطابق ہوتا ہے۔ رقوم آمدہ از شیخ رحمت اللہ صاحب کا اندراج یہاں کی کتاب آمد میں اسلئے نہیں ہوتا کہ کتب آمد ہندوستان میں وہ ایکدفعہ ہو چکا ہے۔ اگرچہ اس طرح آمد و خرچ کا حساب دوسروں کے ہاتھ میں ہے اور میں نے اپنی ذات کو اس سے الگ رکھا ہوا ہے۔ تاہم مجھے ان دوستوں کی امانت پر کلی اعتبار ہے۔ اور اگر نقصان ہو تو اخلاقی طور میں ہی اس کا جوابدہ ہوں۔ اس وقت بھی ۱۹۱۰ء کے شروع سے آج تک ہندوستان میں اور اس کی وصولی شیخ رحمت اللہ صاحب کے ہاتھ میں ہے اور اس کا خرچ آمد شیخ نور احمد ہلال صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ اور یہاں کی آمد کی وصولی کا حساب بھی آغاز ۱۹۱۰ء سے اس وقت تک ملک صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہی بینک میں جمع کراتے ہیں۔ خرچ اور اس کا حساب اُنہیں کے ہاتھ میں ہے۔ میں اس سے بہتر اس مُسلم روپیہ کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ میرے نزدیک یہ بہترین طریق ہے کہ جس سے میری ذات کو بھی براہ راست آمد و خرچ سے تعلق نہ رہے۔ اور مسلمانوں کے مال کی بھی حفاظت ہو۔ یہ طریق میں نے کسی کے کہنے پر یا کسی دباؤ سے یا کسی جواب دہی کے خیال سے اختیار نہیں کیا۔ بلکہ ابتدا سے آج تک جس کسی نے مدد دی ہے۔ وہ مجھے عند اللہ دی ہے نہ حساب طلب کرنے کی غرض سے۔ اور نہ کبھی کسی نے مجھ سے ابتداء ۱۹۱۳ء سے سال زیر رپورٹ تک کبھی حساب طلب کیا۔ جنہوں نے جو دیا عند اللہ مجھے دیا لیکن اس قدر اعتبار جو میری ذات پر کیا گیا۔ اس کا تقاضا تھا کہ میری طرف سے یہی ہے کہ میں اُن کے مال کی حفاظت بھی اسی طرح کروں جیسے کہ کوئی اپنے ذاتی مال کی کرتا ہے۔ چنانچہ جب سے عام طور پر لوگوں نے مدد شروع کی یعنے ۱۹۱۵ء سے میں تب سے حساب شائع کرتا رہا ہوں رسالہ اشاعت اسلام میں آپ ۱۹۱۵ء کا حساب آمد و خرچ ہندوستان پائیں گے۔ جو رسالہ مذکور مجریہ مئی ۱۹۱۶ء میں شائع ہوا۔ اس میں آپ کو نظر آجائیگا۔ کہ جسقدر آمد ہندوستان میں

اس سال ہوئی ہے آنے پائی تک شائع کردیگئی۔ میں نے یہ حساب ہندوستان میں مرتب کرایا۔ اور شائع کردیا۔ انگلستان کا ۱۹۱۵ء کا حساب اس وقت ہندوستان میں موجود نہ تھا۔ اسلئے اسوقت درج نہ ہوسکا۔ اس کا خلاصہ میں اس رپورٹ میں درج کردیتا ہوں۔ سنہ ۱۹۱۶ء کا حساب رسالہ اشاعت اسلام محرریہ جنوری سنہ ۱۹۱۷ء میں درج ہے۔ اسمیں بھی جس قدر آمد ہندوستان میں ہوئی ہے اسم وار آنے پائی تک درج کردیگئی۔ یہاں بھی آمد ہوئی لیکن اس کا اندراج شیخ نور احمد کی کتب میں ہے۔ میں نے اُسے اس خلاصہ سے لیا۔ جو وہ اپنے ہاتھ سے کتب آمد کے اخیر میں درج کرگئے تھے خرچ کی بھی تفصیل حسب ضرورت دیدیگئی۔ اب سنہ ۱۹۱۷ء کا حساب یہاں درج ہوتا ہے۔ جسمیں بھی آمد اسموار آمد ہندوستان کو ملاحظہ کریں یہاں کی آمد بھی اسموار اسلامک ریویو کے کسی آئندہ نمبر میں چھاپ دیجائیگی۔ جس کا خلاصہ یہاں دیدیا گیا ہے ؛

جہاں تک اسلامک ریویو کا سوال ہے۔ اور جس کو میری ذات سے تعلق ہے۔ میں نے خریداروں کی آمد کا خلاصہ یہاں دیدیا لیکن جو رقم ریویو کی تقسیم بلاقیمت کے لئے وصول ہوئی ہے وہ بھی اسموار درج کردیگئی ہے۔ اور یہ طریق آج سے نہیں بلکہ آغاز سنہ ۱۹۱۵ء سے لیکر آج تک طبع کی صورت میں آچکا ہے۔ اسلامک ریویو کے اس خرچ کا سوال جو مفت تقسیم ہوتا ہے۔ وہ کسی قدر وقت طلب تھا۔ کہ آیا کس قدر اسکی قیمت محسوب کیجائے۔ یا بالفاظ دیگر کسقدر بعوض منافع ایسی آمد سے کچھ وضع کیا جائے علاوہ ازیں اگرچہ شروع سے لیکر اخیر سنہ ۱۹۱۶ء تک جس قدر رسالہ چھپا وہ زیادہ تر مفت ہی تقسیم ہوا لیکن سوائے قیاس کے میں ٹھیک اندازہ اس وقت نہیں کرسکتا۔ کہ کسقدر مفت تقسیم ہوا۔ ہاں سنہ ۱۹۱۷ء میں اور ایسا ہی امسال بھی ایک تہائی کے قریب یا کچھ زیادہ رسالہ مفت تقسیم ہوتا ہے باقی خریداروں میں جاتا ہے۔ جنگ کے باعث بعض بیرونی ممالک میں اول تو رسالہ جانے نہیں پاتا۔ اور پھر ڈاک کی تکلیف نے مجھے اسی امر پر آمادہ کیا ہے۔ کہ میں اس مفت تقسیم کو انگلستان کے باہر غیر ممالک میں کم کروں۔ غرض شروع سال سنہ ۱۹۱۷ء سے آج تک ⅔ رسالہ خریداروں کو اور ⅓ مفت جاتا ہے۔ اس سے پہلے ہمیشہ نصف سے زیادہ بلاقیمت تقسیم ہوتا رہا۔ بہرحال یہ دقت میں نے یوں حل کردی ہے کہ سنہ ۱۹۱۵ء و سنہ ۱۹۱۶ء میں جو کچھ بھی اسلامک ریویو کی آمد میں وصول ہوا وہ بھی مشن میں ڈالدیا۔ خواہ خریداروں کی طرف سے اور خواہ امدادی طور سے اور جو خرچ ہوا وہ بھی مشن کے نام دکھلادیا۔ ہاں سنہ ۱۹۱۷ء میں جو کچھ بلاقیمت تقسیم کیلئے وصول ہوا وہ آمد

تقسیم بلاقیمت میں دکھلا دیا گیا۔ اور اسکے بالمقابل اسلامک ریویو کے خرچ کی ایک تہائی خرچ میں ڈال دیگئی اور اس مشن کے خرچ کی تفصیل بھی چھاپ دیگئی +

الغرض شروع سے لیکر آج تک بلاقیمت تقسیم اسلامک ریویو سے کسی قسم کے ذاتی منافع کی غرض نہیں رکھی گئی اور نہ آئندہ کچھ خیال ہے۔ اب رہا سنہ ۱۹۱۳ء لغایت سنہ ۱۹۱۴ء کا حساب۔ آمد خرچ سو جیسا میں نے اوپر عرض کیا ہے اس کا حساب کتاب جہانتک ہندوستان کا سوال ہے وہ تو شیخ رحمت اللہ صاحب کی کتابوں میں ہے۔ اور جہانتک یہاں کا حساب ہے وہ زیادہ تر شیخ نور احمد کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جس کا ترتیب دینا کسی قدر محنت طلب ہے۔ آسان طریق تو یہ تھا کہ میں یہ کتابیں ہندوستان بھیج دیتا۔ اور شیخ نور احمد صاحب حساب ترتیب کر دیتے اور شاید میں ایسا ہی کروں۔ سردست میں نے شیخ رحمت اللہ صاحب کو چند مہینے لکھ بھیجا ہے کہ وہ سنہ ۱۹۱۳ء اور سنہ ۱۹۱۴ء کی آمد و خرچ کا حساب جو ہندوستان میں ہوا مجھے بھیجدیں۔ اور میں یہاں کی کتابوں سے حساب کو مرتب کر دونگا۔ اگر خدا کو منظور ہوا تو سنہ ۱۹۱۳ء کا حساب سنہ ۱۹۱۸ء کے حساب کے ساتھ ابتدائے سنہ ۱۹۱۹ء میں شائع کر دیا جائیگا +

حساب کے شائع کرنے میں دیر اسلئے لگجاتی ہے کہ حساب دو جگہ ہے۔ اول ہندوستان سے خلاصہ حساب یہاں آتا ہے۔ اور اگر اسمیں کوئی رقم تشریح طلب ہوئی تو پھر خط و کتابت ہوتی ہے ایسطرح موجودہ انتظام ڈاک کے ماتحت مہینوں کے مہینے یونہی گذر جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہاں کا عملہ اس قدر تھوڑا ہے۔ اور کام اس قدر زیادہ ہے کہ ہفتے کا کام مہینے پر جا پڑتا ہے۔ کیونکہ دوسرے کاموں سے فرصت نہیں ملتی۔ اب میں یہاں گذشتہ تین سالوں کا حساب اجمالاً دیدیتا ہوں جس کی تفصیل آپ اخیر میں پائیں گے۔ تا کہ ناظرین رپورٹ کو سمجھ آجاوے کہ سنہ ۱۹۱۵ء کے آغاز سے لیکر سنہ ۱۹۱۷ء کے اخیر مشن کی مالی حالت کی کیا صورت ہے +

آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۵ء و ۱۶ء جسمیں آمد و خرچ اسلامک ریویو شامل ہے +

آمد	روپیہ-آنہ-پائی	خرچ	روپیہ-آنہ-پائی
آمد در ہندوستان سنہ ۱۹۱۵ء	۳۰۰۰۹-۵-۰	خرچ در ہندوستان سنہ ۱۹۱۵ء	۱۲۹۰۶-۲-۰
در انگلستان 〃	۲۶۳۷-۱۳-۰	خرچ در انگلستان سنہ ۱۹۱۵ء	۱۶۱۵۰-۶-۶
آمد در ہندوستان و انگلستان سنہ ۱۹۱۶	۲۱۹۰۰-۱۰-۶	خرچ در ہندوستان و انگلستان سنہ ۱۹۱۶	۲۶۱۶۸-۱۱-۴
میزان	۵۴۹۲۳-۱۲-۶	میزان	۵۶۶۲۸-۱-۹
کمی	۱۷۰۱-۱۲-۳		
	۵۶۶۲۵-۸-۹		

ان دو سالوں میں ۱۰۱۷ روپیہ ۱۲ آنے ۳ پائی کی کمی ہے یہ دو سال در اصل بہت سے اخراجات کے تھے غیر ممالک میں لٹریچر کی تقسیم میں موجودہ بیود اور دقتیں اس قدر نہ تھیں۔ چنانچہ کثرت سے اسلامک ریویو اور دوسرا لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ ایسا ہی مہمانوں کی کثرت بھی۔ ان دو سالوں میں زیادہ رہی کیونکہ میدان جنگ نے موجودہ ایام کی طرح کثرت سے اہالیان ملک کو اپنی طرف نہیں بلایا تھا۔ لیکن یہ کوئی کمی نہیں اس کے مقابل جو مجھے سرکار نظام سے رخصتانہ کی رقم ملی اور جو میری ذاتی الاؤنس دو سال تھے۔ وہ بھی احتیاطاً میں نے مشن میں ڈال دی جو رقم اٹھائیس صد ہوتی ہے سو اس طرح کمی پوری ہو جاتی ہے۔ اسلئے سر دست میں اخیر سنہ ۱۹۱۶ء کی آمد و خرچ برابر کر کے سنہ ۱۹۱۷ء سے شروع ہوتا ہوں۔ جب میں نے دوبارہ ہندوستان سے آکر کام کو سنبھالا اس سال کی اجمالی کیفیت آمد و خرچ حسب ذیل ہے۔ تفصیل اس کے اخیر پر ہے +

	روپیہ	آنہ	پائی
آمد	۲۰۴۱۳	۴	۰
خرچ	۱۴۶۳۷	۲	۶
بچت	۵۷۷۶	۱	۶

اسمیں اسلامک ریویو کا وہ آمد و خرچ تو شامل ہے جو تقسیم بلا قیمت ہوا۔ ہاں وہ شامل نہیں جو خریداران کے متعلق ہے۔ اگر اُسے شامل کیا جائے تو کل آمد ۔ ۰ ۔ ۵۸۶۹۳-۲-۱ اور خرچ ۶-۱۲-۷ ۲۴۴۳ ہوتا ہے بہر حال ابتدائے سنہ ۱۹۱۸ء میں کُل مشن کی بچت ۶ - ۱ - ۵۷۷۶ جو مجھے یقین ہے کہ سنہ ۱۹۱۴ و ۱۹۱۳ء کے حساب کرنے سے بڑھ جائیگے۔ لہذا اس رقم کی تفصیل یہ ہے۔ اسکی تقسیم میری اقتضائے کے ماتحت زیادہ تر ہے یعنے جو رقم امداد کی ہوتی ہے وہ میں خود ہی مشن کی مدات میں بعض وقت تقسیم کر دیتا ہوں اگر بھیجنے والے نے اپنی مرضی ظاہر نہ کی ہو +

	روپیہ	آنہ	پائی
بمد تقسیم بلا قیمت اسلامک ریویو و دیگر لٹریچر	۱۵۸۶	۶	۰
بغرض ترجمہ انگریزی بخاری شریف	۲۵۸	۱۳	۰
بغرض تقرر مبلغان در انگلستان	۵۰۰	۰	۰
باغراض عام مشن	۳۴۳۰	۱۴	۶
میزان	۵۷۷۶	۱	۶

یہ ہماری مالی حالت ۱۹۱۷ء کے اخیر تھی۔ ۱۹۱۸ء میں بھی جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ شاید خرچ کسی صورت میں آمد سے زیادہ نہ ہوگا۔ میں یہ دو سال یعنی جب سے میں دوبارہ اُدھر آیا۔ زیادہ طرح اسی طرف متوجہ رہا کہ اس مشن کو مالی حالت کے لحاظ سے کسی مستحکم بنیاد پر لے آؤں چنانچہ رسالے کے نکالنے یا مختلف مقامات پر لیکچر اور سرمن دینے کے علاوہ میرا زیادہ وقت اسی معاملے میں گذرا۔ اور خدا کا احسان ہے کہ میں اپنی کوشش میں ایک حد تک کامیاب ہو گیا۔ اور اگر مجھے مشن کا کام بڑھانا مدنظر نہ ہو۔ اور اس کے موجودہ کام کو میں کافی سمجھ لوں۔ تو پھر اگر حالات موافق ہیں تو یہ مشن اب دوسروں کی امداد سے کلیتہً فارغ البال ہو گیا ہے لیکن یہ موجودہ کام کسی طرح کافی نہیں +

مثلاً مسجد ووکنگ۔ اسکی صفائی۔ اسکی روشنی اُس کا باغ وہاں ایک آدمی کا بحیثیت خادم مؤذن مستقل طور پر ہونا۔ یہ ایک مستقل خرچ چاہتا تھا۔ اور سچ پوچھو تو مسجد کے سوا مسلم مشن ہی ایک بے معنی چیز ہے۔ ایسا ہی اسکی وقتاً فوقتاً مرمت اس کی رونق کے دوسرے اسباب کا مہیا کرنا۔ یہ باتیں یہاں کے حالات کو سامنے رکھ کر مشن کی عزت کیلئے بھی ضروری ہیں۔ عدم ذرائع کے باعث صرف حسب ضرورت ہی ہم بعض چیزیں آج تک مہیا کرتے رہے لیکن آج مجھے سرکار بھوپال نے جس کا یہ اسلامی مشن[2] در کئی طرح پر اور میں ذاتی طور پر بھی مرہون احسان ہوں اس حیثیت سے فارغ البال کر دیا۔ سرکار عالیہ نے اِن واقعات کے لکھے جانے پر مبلغ پندرہ صد روپیہ کی سالانہ رقم مسجد کے اخراجات کے لئے مستقل طور پر مقرر فرما دی۔ یہ رقم ٹرسٹیان[1] مسجد کی نگرانی میں میرے ذریعہ خرچ ہوگی۔ مسجد سے اگر کچھ بچ رہا۔ تو میموریل ہؤس پر خرچ ہوگا۔ جہاں اس مشن کا دفتر اور کارکنان مشن کی رہائش ہے۔ برادران اسلام۔ اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کریں کہ اس ملک میں جہاں ایک آدمی کا کمرہ خواب ایک سال کے واسطے بہت سے پونڈوں کا خرچ چاہتا ہے۔ اور جہاں جیبھر زمین سونا بچھا کر ملتی ہو وہاں خدا تعالےٰ نے ہمیں ایک مسجد۔ ایک مکان اور اس کے ملحقہ تین ایکڑ زمین عطا کر رکھی ہو جو ایک دن ایک عمدہ باغ اور ایک مسلم محلہ اپنے اندر بنا سکتی ہے۔ اور اس کے اخراجات کا انتظام بھی ہو گیا۔ یہ امر بھی مسلم احباب کی دلچسپی کا موجب ہوگا کہ یہ مسجد بھی سرکار بھوپال کے روپیہ سے ۱۸۸۹ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ ووکنگ گو ہمارا مرکز ہے اور رہیگا لیکن ضرور تھا کہ لندن میں کوئی مستقل جگہ نماز جمعہ اور مشن کے دیگر کاروبار کی ہو لیکن اس کے معنے ہزارہا روپیہ کا سالانہ خرچ تھا۔ ۱۹۱۷ء سے پہلے صرف

[1] فٹ نوٹ۔ موجودہ ٹرسٹیان حسب ذیل ہیں: رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب۔ سر عباس علی بیگ صاحب۔ آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب

نماز جمعہ کا انتظام کسی پبلک ہال میں اور پھر ایک مکان میں جس کا نصف حصہ ہمارے پاس تھا لندن میں ہوتا رہا لیکن یہ امر کافی نہ تھا میں نے یہاں آکر اس مد کا مفصل طور پر آنریبل سید امیر علی صاحب اور مسٹر عباس علی بیگ صاحب سے تذکرہ کیا۔ انہوں نے بھی اس مشن کی اہمیت اور اس کے مفید کام پر غور کر کے لندن موسک فنڈ سے ۱۲۰ پونڈ سالانہ کی مستقل امداد کا میرے کہنے کے مطابق خرچ کرنا منظور کر لیا الغرض اس رقم سے ہمنے ایک مکان نہایت با موقع ایک معزز حصہ لندن میں لے لیا۔ یہ مکان نہایت وسیع ہے اس کا ایک کمرہ بطور نماز گاہ کام آتا ہے جہاں معقول تعداد میں نمازی کھڑے ہو سکتے ہیں ایسا ہی ایک کمرہ لیکچر روم کا کام دیتا ہے۔ ایک اور حصہ بطور گول کمرہ اور دفتر۔ اور ایسا ہی اور ضروریات کیلئے کمرے ہیں اسی مکان کا نام لندن مسلم ہوس ہے۔ اس کے فرنیچر کیلئے جہانتک نماز گاہ اور لیکچر روم کا تعلق ہے وہ بھی میرے لکھنے پر اُسی فنڈ نے قریباً ایکہزار روپیہ سے اوپر دیدیا۔ باقی فرنیچر بھی جس کی مالیت شاید ڈیڑھ ہزار روپیہ ہو۔ وہ ۱۹۱۸ء میں ادا ہوا جس کو آیندہ حساب میں دکھلایا جاویگا۔ اس کا ایک حصہ عملی طور پر میں اپنے ذمہ ڈال لوں الغرض اس طرح ہم لندن کے اخراجات مکان سے ہمیشہ کیلئے بالکل فارغ ہو گئے کیونکہ یہ رقم ۱۲۰ پونڈ سالانہ کی ایک مستقل آمد ہے جب تک کہ خود لندن میں مسجد نہ بنے۔ سو تب مکان کی ضرورت نہ ہو گی۔ رہا اس مشن کا آرگن اور اسلامی لٹریچر کا مفت تقسیم ہونا سو اسلامک ریویو اس خدمت کیلئے حاضر ہے۔ یہ کسی مزید خرچ کا محتاج نہیں۔ یہ اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہے اس کا مشن پر بوجھ نہیں جو کوئی قیمت دیتا ہے وہ اُسے خریدتا ہے۔ خدا تعالےٰ نے اس وقت تک مجھے توفیق دی کہ اس کا منافع زیادہ تر مشن کے ہی نذر کروں۔ اور آیندہ بھی انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ اسکی مفت تقسیم کے سرمایہ کا سوال دقت طلب تھا سو ایک بزرگ قوم کی فیاضی طبع نے میری عرضداشت پر چھ ہزار روپیہ سالانہ مستقل طور سے اس مشن کی امداد میں دیا جس کی تقسیم میری اقتضاء رائے پر چھوڑی گئی ہے۔ سو اسمیں میں نے تین ہزار روپیہ مفت تقسیم لٹریچر کیلئے الگ کر دیا ہے علاوہ ازیں چھ صد روپیہ سالانہ عالیجناب پرنس حمید اللہ خان صاحب بہادر چیف سکرٹری ریاست بھوپال نے اس مد میں دے رکھا ہے۔ اس طرح تین ہزار چھ صد روپیہ اس خرچ کیلئے مستقل آتا ہے سو جسقدر کاپیاں اس میں چھپ سکینگی۔ تو کم از کم تقسیم ہو سکتی ہیں۔ میں مفت تقسیم کیلئے جسقدر رسالہ چھاپتا ہوں۔ اس کا خالص خرچ ہی ایسے سرمایہ پر ڈالتا ہوں۔ اب رہے دیگر اخراجات جنمیں سے

ایک خرچ یہ ہے۔ کہ لنڈن مسلم ہوس میں ایک مستقل ہوس کیپر ہو۔ اس کے علاوہ وہاں روشنی اور
کوئلہ کا خرچ ہے۔ ہوس کیپر کا خرچ سالانہ کوئی آٹھ نو صد روپیہ ہوگا۔ اسی طرح اور اخراجات
ووکنگ اور ووکنگ کا عملہ ادنےٰ وغیرہ جس کی تفصیل ہمارے احباب کسی سال کے مطبوعہ اخراجات سے دیکھ سکتے ہیں
اسکے لئے میرے پاس تین ہزار روپیہ سالانہ ہے۔ یعنے اس چھ ہزار میں جس کا اوپر ذکر کیا +

مہمانخانہ کا سوال مینے امسال بہت آسانی سے طے کر لیا۔ سال سنہ ۱۹۱۷ء تک جسقدر یہاں کارکن رہے
انکو کچھ تو الاؤنس ملتا تھا اور خوراک انکی مشن کے ذمہ تھی۔ میں نے یہ پسند کیا۔ کہ تنخواہ میں زیادتی کی جائے۔ اور سوائے
عملہ ادنےٰ کے باقی کُل کارکن اپنی خوراک کا خرچ آپ دیں۔ چونکہ ہم ملکر رہتے ہیں۔ اور نہایت کفایت شعاری سے
گذر کرتے ہیں۔ جو رقم اس طرح پر بطور بورڈ وصول امسال ہوئی۔ وہی زیادہ تر مہمانوں کے اخراجات کی کفیل
ہوگئی۔ مہمانوں کی تعداد میں جنگ کے باعث گو کمی ہوگئی ہے پر تاہم اگر فی وقت ایک مہمان سمجھا جائے تو
کُل مہمان ووکنگ اور لنڈن مسلم ہوس میں ڈھائی ہزار سے اوپر آئے۔ لنڈن مسلم ہوس کے مہمانوں کا خرچ تو میں نے
اپنے ذمے ڈال لیا۔ یعنے اس جگہ جو باورچیخانہ پر خرچ ہوا اسمیں سے مشن پر صرف سولہ پونڈ یعنے ہوس کیپر کی خوراک
مایحتاج ماہ باقی خرچ وہاں کے مہمانوں کا میں نے مشن پر نہیں ڈالا۔ وہ اپنے متعلق کر لیا۔ اور ووکنگ میں جسقدر
خرچ باورچیخانہ میں ہوا۔ اسمیں سے مہمانوں کے متعلق صرف ستائیس پونڈ مشن پر ڈالے ہیں یعنے سوا دو پونڈ ماہوار جس کے
مقابل ایک وقت کے مہمان اکیماہ میں ۲۰۰ کے قریب تھے۔ اُن کا خرچ کارکنان مشن کے خرچ خوراک سے جو انہوں نے دیا نکل آیا۔
جسمیں مکرمی شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بھی شامل ہیں جنکی خدمات بالکل عنداللہ ہیں انکے متعلق میں آئندہ لکھونگا
رہا میری ذات کا بوجھ نہ اسوقت بحمداللہ مشن پر ہے اور نہ کبھی پہلے مشن پر ہوا۔ میرے لئے یہ کوئی امر عبث تھا۔ کہ میں اپنا
روزینہ مشن سے لیلیتا میرا ایسا کرنا قرآن اور حدیث کی منشاء کے مطابق ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے محض اپنے فضل
سے اس وقت تک اس ضرورت سے الگ رکھا۔ میں نے اس وقت تک کچھ بطور ایڈیٹر اسلامک ریویو گذارہ کے طور پر آمد ریویو سے لیا
اور کچھ میری مایحتاج کیلئے سرکار بھوپال و حیدرآباد نے ذاتی طور پر میرے لئے منصب اور وظیفہ مقرر کر دیا
اس طرح مشن آئندہ کیلئے بھی اس خرچ سے آزاد ہے۔ یہ ہے اِس مشن کی اجمالی کیفیت۔ میرے
احباب سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس پانچسال کے خاتمہ پر جو مشن کا پہلا مرحلہ زندگی تھا مشن ایک مختصر کام کرنے
کیلئے بالکل مستحکم پاؤں پر کھڑا ہوگیا ہے۔ اور اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا تو اب اسکو کوئی مالی خطرہ
اس اپنی مختصر سی ہستی کے قیام کیلئے نہیں۔ ہمارے پاس مسجد ہے۔ اور مکان رہائش ہے اور دفتر

کیلئے جگہ ہے لندن میں ایک مکان ہے۔ جہاں نماز جمعہ ہوتی ہے ہر اتوار لکچر اور سرمن ہوتے ہیں۔
نومسلموں کے جمع ہونے اور دیگر جلسہ کرنے کیلئے عمدہ مکان ہے۔ اپنا ایک آرگن ہے مفت تقسیم لٹریچر
کا مستقل سامان ہے۔ ادنے عملہ کیلئے اور دیگر اخراجات کیلئے مختصر سی رقم بھی ہے۔ یعنے
اس وقت ہمارے مشن کا اپنا مکان اپنی مسجد اور اسکے علاوہ دس ہزار روپیہ سالانہ کی مستقل آمد اور
میری اور میرے ایک معاون کی خدمات مستقل طور پر حاضر ہیں۔ گویا اس وقت یہ مشن پانچسال
کے بعد اپنی مختصر سی ہستی قائم رکھنے کیلئے سوا خدا تعالےٰ کے کسی کا محتاج نہیں۔ لیکن کیا یہ
کافی ہے۔ اور کیا یہ ظلم نہیں کہ جب اسی خرچ کے ماتحت اور انہیں وسائل کے ذریعہ موجودہ کام
سے دس گنا زیادہ کام ہو سکتا ہو اگر چند کارکن اور ہوں تو ہم کیوں کام نہ بڑھائیں۔ مثلاً اگر
اور چار مبلغ ہوں۔ اگر بالفرض موجودہ اشاعت تصنیف کے بالمقابل دس گنا اشاعت ہو عملہ
مکان۔ کارکن۔ متفرق اخراجات یہ سب کے سب وہی ہونگے۔ اور کوئی فالتو خرچ نہ ہوگا لیکن کام
اور اس کے نتائج کئی گنا زیادہ ہونگے۔ اسی دس ہزار روپیہ سے اور اسی مکان میں چار پانچ
اور کارکن چل سکتے ہیں۔ اگر اُن کے مایحتاج کا انتظام ہو جائے + میرے نزدیک اشاعت اسلام
یہی نہیں کہ لیکچر دیدئیے یا چل پھر کر کسی سے اقرار اسلام لیلیا۔ یہ امر تو بہت ہی تھوڑا خرچ چاہتا ہے
اس وقت جب یہاں ایک خاص قسم کا مذہبی انتشار ہو رہا ہے اور عیسائیت سے نفرت پھیلتی جاتی ہے
ایسا کام ایک آسان مشغلہ ہے اور یہ طریق چنداں مفید نہیں۔ اصل کام یہ ہے۔ کہ جتنے بھی مسلمان
ہوں ان کے ساتھ مستقل طور پر خط و کتابت اُن سے میل جول انکی تعلیم و تربیت۔ پھر عام طور پر اسلامی
لٹریچر کی اشاعت مختلف طور پر جو اس وقت اس ملک میں اسلام کے موافق یا مخالف لکھا جاتا ہے
اسکی غور پرداخت ان کے جواب پھر اس کے علاوہ مختلف مواقع پر لیکچر و تقریروں کا انتظام کرنا
مختلف جلسوں میں جہاں کہیں اسلام پر یا مذہب پر تقریریں ہوتی ہوں وہاں پہنچنا اور بحث میں حصہ لینا
دوسرے ایسے مذہبی پلیٹ فارم پر جاکر تقریر کرنا جو عیسائیت سے تو الگ ہو چکے ہیں لیکن مذہب کی
تلاش میں ہیں۔ تو یہ ہمارا فرض ہے قبولیت مذہب خدا کے ہاتھ +
اس وقت اگر اس ملک کی حالت مذہبی نقطۂ خیال سے دیکھی جائے تو جس قدر اشاعت اسلام
کا موقع بلاد غربیہ میں ہے وہ شاید ہی گذشتہ چند صدیوں میں کسی ملک میں پیدا ہوا ہو۔ لاکھ دو لاکھ

آدمی جہاں ایک طرف عیسائیت سے بیزار ہو چکے ہیں وہاں دوسری طرف حقیقی مذہب کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ ان کے دل بہت حد تک تعصب سے خالی ہیں اس جنگ نے رہا سہا عیسائیت کا خاتمہ کر دیا ہے جسقدر مذہبی تحریکیں اس مُلک میں نئی پیدا ہوئی ہیں وہ دراصل اسلام کی ہمہ گیر تعلیم کا ایک نہ ایک پہلو ہیں پولیٹیکل۔ مورل۔ سوشل معاملات میں جن حقائق کیطرف مغربی دنیا جا رہی ہے۔ ان سب کا رُخ اسلام کی طرف ہے۔ مثلاً گذشتہ سال میں میں نے سوشلسٹوں۔ فری تھنکروں سپرچولسٹوں تھیاسفسٹوں نیو تھاٹ سنٹر و نیو لایٹ سرکل میں۔ الغرض اس قسم کی مجلسوں میں جنمیں آپس میں سخت اختلاف ہے تقریریں کیں۔ اور ہر جگہ قرآن کو ہی پیش کیا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ میرا طریق یہاں مرنجاں مرنج نہیں بلکہ میرے ہاتھ میں ہمیشہ قرآن کی ننگی تلوار ہوتی ہے۔ اور میں غیر اسلامی عقائد پر جرح قدح کرنے میں کبھی سُست نہیں ہوا لیکن مجھے ایکدن بھی یاد نہیں کہ میرے سامعینوں میں سے اکثر وں نے مجھ سے اتفاق ظاہر نہ کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ جسقدر کام میرے اوپر پڑے ہیں اور جن کیلئے جہانتک ابتدائی اخراجات کی ضرورت ہے، وہ مُہیا ہو چکے ہیں۔ کیا یہ ایک آدمی سے ہو سکتے ہیں۔ تو میرے کام سن لو۔ ہر جمعہ مجھے لندن میں نماز جمعہ اور خطبے کیلئے جانا ہوتا ہے۔ ہفتے میں ایک شام کو درس قرآن لندن میں ہوتا ہے اور ایک لیکچر اتوار کو لندن مسلم ہوس میں ہوتا ہے پھر کم از کم ایک لیکچر ہر ہفتے مجھے کہیں اور جگہ دینا ہوتا ہے۔ ووکنگ میں بُدھ کی شام کو درس قرآن ہوتا ہے۔ اور اتوار کو حسب معمول جلسہ وعظ۔ پھر اسکے علاوہ اسلامک ریویو کی مضامین نگاری دونوں گھروں کا انتظام پھر مالی دقتوں کا مقابلہ۔ بعض مہینے اس سال کے آغاز میں ایسے بھی گذرے ہیں کہ جب مجھے ایکماہ میں بیس یا اس سے زیادہ تقریریں کرنی پڑیں۔ پھر یہ لیکچر ہمیشہ مختلف مضامین پر دینے پڑتے ہیں۔ اور سامعین بھی ذی استعداد اور قابل ہوتے ہیں۔ پھر ان لیکچروں میں سوال و جواب کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے اسلامک ریویو میں میرے بعض لیکچر چھپ چکے ہیں جن جن مشکل مضامین پر مجھے بحثیں کرنی پڑیں اور اُن کیلئے جس قدر مطالعہ کرنا پڑا وہ بذات خود ایک اہم کام ہے۔ اس محنت شاقہ کا نتیجہ جو میری صحت پر ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ چنانچہ اس وقت میری صحت کی حالت قابل اطمینان نہیں۔ نیند مجھے بہت کم آتی ہے۔ دوران سر کی شکایت ہے میرے پٹھوں پر اس محنت کا ایسا بُرا اثر پڑا ہے۔ کہ میں اپنے ہاتھ کے ساتھ دو تین گھنٹے سے زیادہ کام نہیں کر سکتا۔ حالانکہ اخیر سنہ ۱۹۱۶ء میں میں آٹھ دس گھنٹہ تک متواتر قلم چلا سکتا تھا

آنکھیں تین چار گھنٹے کے مطالعہ کے بعد تھک جاتی ہیں سُوء ہضم کی گو شکایت نہیں پھر بھی بھوک کامل نہیں ہے میرے لئے ابھی دو سال ہوئے تین گھنٹے تک تقریر کر لینا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ جیسا کہ ہندوستان میں میرے احباب اس امر سے واقف ہیں لیکن اب ایک گھنٹے کی تقریر نہ صرف تھکا دیتی ہے۔ بلکہ اس دن اگر کوئی اور دماغی کام کرنا پڑ جائے تو سینہ اس رات چاٹ ہو جاتی ہے۔ اب میرے احباب خود اس پر غور کریں۔ کہ ان حالات کے ماتحت میں کب تک اور کہاں تک کام کر سکتا ہوں۔ پچھلے سال جس خطرناک بیماری کا مقابلہ کرنا پڑا۔ وہ بھی اسی محنت شاقہ کا نتیجہ تھی اس نے مجھے مہینوں بیکار رکھا۔ اب میری یہ حالت ہے کہ جب کوئی مجھے تقریر کیلئے دعوت دیتے ہیں تو میں جان چُراتا ہوں۔ یہ کس قدر رنج کا مقام ہے کہ میں نے خود ہی گذشتہ سرما میں مختلف پلیٹ فارموں پر جا کر اسلام کے متعلق مذاق پیدا کیا۔ قریب قریب جہاں میں گیا۔ ان لوگوں پر میں نے اپنی تقریر کا وہی اثر چھوڑا جو ہندوستان کے جلسوں میں ہوا کرتا تھا۔ اب جوان میں شوق پیدا ہو گیا ہے جس نے ان کے مطالبات بڑھا دیئے ہیں تو میں ان کے ان مطالبات کو پورا نہیں کر سکتا۔ کاش شیخ القدوائی پلیٹ فارم پر آنا پسند کرتے تو جس طرح انکی قلم نے مجھے اسلامک ریویو کے ایک حصہ سے فارغ کر دیا۔ ویسے یہ کام بھی ہو جاتا خدا تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اصل کام اشاعت اسلام کا یہ ہے کہ اسلام کے متعلق پیاس پیدا کی جائے۔ وہ پیاس پیدا ہو رہی ہے لیکن سقائے اسلام کہاں ہیں! اچھا اور باتوں کو جانے دو خود اپنے گھر کا حال سن لو۔ دو مقام پر ہر اتوار کو لیکچر ہوتا ہے۔ میں کہاں جاؤں اور کہاں نہ جاؤں ناچار یہ تجویز کیا۔ کہ دو اتواریں میں لنڈن میں تقریر کروں اور دو اتواریں ووکنگ میں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس اتوار کو میں لنڈن میں نہ ہوں سامعین کی تعداد نصف بھی نہیں رہتی۔ چونکہ نوٹس ہماری چھپ جاتے ہیں بعض لوگ گھروں سے ہی نہیں آتے۔ اب اس مصروفیت میں ایک اور ضروری کام ہے! اور وہی اصل کام ہے وہ بالکل رہتا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو اصحاب مشرف با سلام ہوں ان کو اسلامی باتیں بتلائی جائیں۔ اور اسلامی زندگی سے آگاہ کیا جائے۔ ووکنگ پر ایک وقت تھا۔ جب ہمیں ایک جمعہ کا خطبہ۔ ایک اتوار کا لیکچر رسالے کا لکھنا اور کچھ خط و کتابت کرنی ہوتی تھی! اس وقت بہت خالی وقت اس کام کیلئے تھا۔ بدھ اور اتوار کا دسترخوان کھولنے کی یہی غرض تھی۔ کہ مسلم اور غیر مسلم اصحاب آتے تھے اور دسترخوان پر یا اس کے بعد دو تین گھنٹوں میں اسلامی مضامین پر کُھلے گفتگو ہوتی تھی اور

بہت لوگ سیکھ جاتے تھے۔ اب دل تو ہر دوسرے اتوار ہی میں ووکنگ میں نہیں ہوتا لندن ٹھہرتا ہوں۔ پھر بعض وقت ووکنگ کی اتوار بھی اور ایسا ہی بدھ بھی کسی اور سوسائٹی میں لیکچر دینے کیلئے مجھے ووکنگ چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور اگر میں یہاں بھی ہوں تو بعض وقت اس قدر تھکا ماندہ ہوتا ہوں کہ کسی سے گفتگو کرنے کو جی نہیں چاہتا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ ان دستر خوانوں کی اصلی غرض مفقود ہوتی جاتی ہے۔ نومسلموں کا خصوصاً لندن میں تقاضا بڑھتا جاتا ہے کہ ہمیں اسلامی زندگی سکھلاؤ۔ میں حیران ہوں کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ وہ مجھ سے وقت مانگتے ہیں میں جی چُراتا ہوں +

ان ذرائع کے علاوہ ایک اور طریق اشاعت وخدمت اسلام کا تھا۔ وہ ہے خط وکتابت یہ سنہ ۱۹۱۴ء میں از حد مفید ثابت ہوئی۔ اب کافی مددگاروں کے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ نہیں ہو سکتا یہ پچاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ چٹھیاں بعض وقت ہفتوں جواب کیلئے پڑی رہتی ہیں +

اب ان تمام کاموں کے علاوہ ایک نیا کام اور پیدا ہو گیا ہے۔ جو بذات خود ایک عملہ چاہتا ہے ووکنگ مشن اور اسلامک ریویو کی اشاعت نے انگریزی آبادیوں کے مسلمانوں کو اسلام کی طرف متوجہ کر لیا ہے۔ جزائر غرب الہند اور برٹش گائنا۔ ٹرینیڈاڈ مغربی جنوبی مشرقی افریقہ کی بستیاں ماریشس سنگاپور فلپائن۔ پینانگ۔ پورٹ نیو۔ مالابار سب جگہ مادرزاد مسلمان آباد ہیں جو اسلام سے قطعاً ناواقف ہیں۔ ان کے متواتر خطوط آتے ہیں کہ وہ اسلامی شعار سیکھنا چاہتے ہیں انگریزی کسی قدر جانتے ہیں۔ اسلامی لٹریچر مانگتے ہیں۔ مسائل پوچھتے ہیں۔ استفسار کرتے ہیں۔ اب مسلم احباب خود ہی غور کریں۔ کہ ان مطالبات کو کون پورا کرے۔ مغربی افریقہ میں جنگل کی آگ کی طرح اسلام پھیل رہا ہے۔ اور پھیل سکتا ہے۔ چنانچہ وہاں کے عیسائیوں کے متواتر خطوط آتے ہیں جو اسلام چاہتے ہیں تین چار سال ہوئے جب وہاں کے لوگوں نے مجھے لکھا۔ کہ کوئی مشنری وہاں بھیجا جائے۔ نئے لوگوں کو اسلام میں داخل کرنا چھوڑ دو۔ کیا ان مادرزاد مسلمانوں کو اسلام سکھلانا ہمارا فرض نہیں۔ اور اس فرض کا پہلا بوجھ مسلمانان ہند کی گردن پر نہیں حیرت آتی ہے کہ ہمارے بھائی کس شغل میں پڑے ہوئے ہیں۔ دنیا کدھر جا رہی ہے۔ اور یہ اب تک سو رہے ہیں۔ دنیا اسقدر پیاسی ہے اور طلب اسلام کر رہی ہے۔ اور ہم ہیں کہ ہمیں اس وقت تک فرقہ بندی کے جھگڑے نہیں چھوڑتے سخت ضرورت اس وقت انگریزی زبان میں ہر قسم کے لٹریچر پیدا کرنیکی ہے۔ کتاب راہ نجات

کئی سی کتابیں مختلف مضامین پر کثرت سے لکھی جائیں اور ہزاروں ہی چھاپی جائیں۔ وہ تھوڑی ہی مدت میں ختم ہو جائینگی۔ مثلاً دو کتابیں میں نے پانچ پانچ ہزار کی تعداد میں ۱۹۱۴ء میں چھاپی تھیں مجموعہ عید اور اسلامی نماز۔ پہلی کتاب کا خرچ بیگم صاحب نواب حاکم الدولہ بہادر حیدر آباد نے دیا تھا۔ اور دوسری کتاب کے خرچ کے متحمل میرے محترم بابو محمد صاحب کنہ لدہانہ تھے۔ آج یہ کتابیں چند صد رہگئی ہیں پچاس پچاس کرکے دو دو سو تک الغرض لوگوں نے منگوائیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر پیاس اسلامی لٹریچر کی ہے۔ مجھے اگر فراغت ہو تو یہ کام آسانی سے ہو سکتا ہے +

اس وقت اس امر کے علاوہ کہ مختصر اسلامی پمفلٹ مختلف مضمونوں پر نکلیں۔ یہ ضرورت بھی ہے کہ بعض مضامین پر مہتم بالشان بسیط کتابیں لکھی جائیں۔ اور ان پر اسلامی بحث ہو۔ اس وقت مٹیریلزم کمزور ہو چکا ہے۔ خود طبقہ حکماء میں ایسے لوگوں نے جن کی عمریں طبعیات اور مادیات کے معلوم کرنے میں گذری ہیں۔ اب روحانیت کی طرف رخ کیا ہے۔ میں نے بھی کئی جگہ لوگوں کی درخواست پر ایسے لیکچر دیئے جو مفید ثابت ہوئے اور وہ چھپ گئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ موجودہ فلسفے اور حکمت کو ساتھ لیکر قرآنی روشنی میں روحانیت اور مذہب پر کتابیں لکھی جائیں۔ یہ وقت اس امر کے لئے ازبس موزوں ہے۔ اور یہ کام مشکل نہیں۔ فرصت ہو تو ہو سکتا ہے خدا کرے کوئی بھائی پیدا ہو بہت سے ایسے کام میرے ہاتھ میں ہیں جو وہ آکر کرے اور میں کسی قدر فارغ ہو کر اس ضروری لٹریچر کے پیدا کرنے کی کوشش کروں۔ اخویم شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی یہ کام نہایت خوبی سے کر سکتے ہیں خدا تعالےٰ ہی ان کو جزائے خیر دے۔ اس نے لفضلہٖ ان تین چار سالوں میں انہوں نے یہاں آکر میرا ساتھ دیا۔ اور کسی قسم کا بوجھ مشن پر نہ ڈالا ہمیشہ قلمی امداد سے ریویو کو مالامال کیا بعض کتابیں خود چھاپ کر ہمارے سپرد کیں۔ جو بعض وقت مفت تقسیم ہوتی ہیں۔ اور جو بکتی ہیں تو قیمت مشن کو جاتی ہے پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میری غیر حاضری میں جب میں کسی اور شہر میں لیکچر دینے جاؤں یا لندن میں ہوں تو گھر اور دیگر معاملات مشن کے نگران ہوتے ہیں۔ الغرض شیخ صاحب عنہ اللہ میرا دہنا بازو ہیں۔ خدا تعالےٰ انہیں اجر دے جس دن وہ مع الخیر یہاں سے وطن گئے تو مشن کو معقول معاوضہ دیکر بھی ان کا بدل نہیں ملیگا۔ یہ آدمی ہیں کہ جب قوم میں ان کے ایثار والے پیدا ہوئے تو قوم سرسبز ہو گئی +

یہ یہاں کی اجمالی کیفیت ہے۔ اور یہ یہاں کی مصروفیت ہے جو ہم مٹھی بھر کارکنوں کو دیوانہ بنانے کے لئے

کافی ہے کیس قدر ظلم ہے۔ کہ مسلم غیر مسلم کی توجہ تو اسقدر ہماری طرف ہو ہمیں کامیاب نتائج پیدا کرنے کے ذریعے بھی معلوم ہوں ہم میں قابلیت بھی بتفصیل ہو۔ اور ہم کافی ہاتھوں کے نہ ہونے سے بے بس اور حیران ہو جائیں۔ کیا یہ ظلم نہیں کہ ابتدائی اور ضروری خرچ تو ہو چکے ضروری امور مستقل طور پر قائم ہو جائیں۔ اور چند کام کرنے والوں کے نہ ہونے سے کام ادھورا رہجائے۔ بلکہ

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا

رہا سہا کام بھی رہجائے۔ اچھا ہوتا کہ یہ تمام مصروفیات مجھے نہ ہوتیں صرف لیکچر دینا ہی کام ہوتا تو کم از کم جس قدر اس سال نومسلم ہوئے اس سے دوگنے تگنے ہو سکتے تھے لیکن یہ بات مفید اور پائیدار نہیں کسی سے کلمہ پڑھا لینا جیسے میں نے پہلے اوپر لکھا کوئی مشکل کام نہیں۔ اور کسی کے منہ سے آنحضرت صلعم کا نبی منوا لینا۔ اس کے لئے تو چنداں کوشش کی بھی ضرورت نہیں۔ نبی کا ترجمہ انگریزی میں پرافٹ ہے۔ اور اب تو انگریزی لٹریچر میں آنحضرت کو علے العموم اسی لفظ سے مخاطب کرتے ہیں۔ لیکن اس دھوکے میں نہ پڑنا چاہئے کہ جو آنحضرت کو پرافٹ کہے وہ مسلمان بھی ہے بہر حال جن کاموں کی طرف میں برادران اسلام کو متوجہ کرتا ہوں اُن کو ٹھیک کرو۔ یہ دنیا تو مسلمان ہو کے رہیگی وہ اصول جن پر تمدن۔ پولیٹکس اور ... حصہ سوشیل یہاں مبنی ہے وہ قرآن ہی ہے۔ جن امور پر اب طبعیات اور روحانیات ایکدوسرے سے ہاتھ ملا رہے ہیں وہ صرف اسلام میں ہیں صرف ان باتوں کا تسلیم کرانا باقی رہگیا ہے سوا لاکھ روپیہ کے لگ بھگ آج اس مشن پر خرچ ہو چکا ہے۔ اس رقم کے بلصف سے زیادہ میں خود اپنے پیشے میں رہکر کما لیتا۔ اور یہ میں نے اندازہ اپنی اس آمد کا کیا ہے جو میری سنہ ۱۹۱۲ء میں تھی۔ گویا قوم کا دو لاکھ روپیہ اس مشن کی نذر ہو چکا۔ اگرچہ یہ سب کچھ ان نتائج کے بالمقابل کچھ بھی نہیں جو اس وقت تک مرتب ہو چکے۔ اور کوئی سال ہم پر ایسا نہیں گذرتا جو ایک نہ ایک قیمتی انسان ہم میں شامل نہ کرے۔ اگرچہ پچھلے مسٹر محمد پکتھال جیسے مشہور مصنف اور اہل قلم کا اعلان اسلام مجھے خوش کر رہا تھا تو آج نصیر الدین فورڈ بی اے ایل ایل بی بیرسٹر ایٹ لاء کا مسلمان ہونا میرے مسرت کا موجب ہے۔ لیکن میں ان باتوں کو بے سود اور وقتی خوشی کا موجب سمجھتا ہوں۔ اگر کام کا پیمانہ وسیع نہ کیا جاوے۔ یہ تجربے کے ایام تھے تجربہ ہو چکا۔ راستہ کھل گیا خیبر کا دروازہ ٹوٹ گیا اسلام نے دنیا کو یہاں مخاطب کر لیا۔ اس ملک میں مسلمان ایک قوم بطور باشندہ سمجھے جانے لگے۔ سرکاری اعلانوں

میں اس کا اعتبار ہو چکا۔ پھر اور کیا ہو سکتا تھا۔ ان روحوں کو چھوڑ دو جو ہم میں تو شامل ہوئیں ابھی سال بھی کوئی مہینہ ایسا نہیں گیا جو دو ایک مسلمان نہ ہوئے ہوں بھیڑوں کا گلہ پیدا کر لینا تو آسان ہے لیکن اُن کی پرورش ہی اصل چیز ہے۔ میں کہتا ہوں۔ اگر موجودہ جماعت ہی کامل مسلمان ہو جائے تو ایک مُدت کے بعد یہ کس قدر پھیل سکتی ہے لیکن اگر انکو اسلامی تعلیم نہ ملے۔ تو یہ نئے پودے جلد کملا جائیں گے۔ اِن بھیڑوں کو بھیڑیئے کھا جائیں گے۔ کیا فائدہ ہماری تبلیغ کا اور ہمارے مسلمان بنانے کا اگر ہم اس نئی جماعت کی شیرازہ بندی ہی نہ کر سکیں۔ ان کو اپنے ساتھ ملحق رکھنے کے سامان نہ کریں۔ ہر وقت ان سے خط و کتابت یا میل جول کا وقت نہ نکال سکیں۔ موجودہ حالات کے ماتحت ہم لیکچر بھی دیں گے وعظ بھی کرینگے۔ نئے مسلمان بھی بنائیں گے لیکن جو پہلے مسلمان ہو چکے ہیں وہ عدم توجہ کے باعث جس کا باعث عدم فرصت و عدم وقت ہے الگ ہو جائیں گے۔ اور یہ نئی شاخیں اور نئی کونپلیں جو باغ اسلام میں پیدا ہوئی ہیں وہ کافی مالیوں کے نہ ہونے سے خشک ہو جائینگی یا ٹوٹ جائینگی کئی نئے لوگ ملتے ہیں اُن سے گفتگو ہوتی ہے۔ ملاقات پر ان میں اسلام کی طرف آنے کی استعداد معلوم ہوتی ہے لیکن فرصت نہیں ملتی کہ اس ملاقات کو بڑھا کر کوئی نتیجہ پیدا کیا جائے۔ اور نہیں تو ایک ایسا ہی آدمی ہو جو ادھر اُدھر پھرتا رہے تو بہت نتائج پیدا کرے۔

اب میں پھر عرض کرتا ہوں کہ میں جس حالت پر مشن کو لے آیا ہوں اُسے غنیمت سمجھا جائے یہ بھی خدا تعالےٰ کا کم از کم مجھ پر احسان تھا۔ کہ اس نے مجھے اس ابتدائی کام کیلئے جبکہ ایسے کاموں میں اخراجات مالی بلا تعین و بلا اندازہ ہوا کرتے ہیں۔ ایسے حالات میں جیسا کہ مجھے نفسانی اغراض کا کا مقابلہ کرنے میں چنداں تکلیف نہ ہو۔ اور نہ میری آنکھ اسقدر مال کی طرف جاوے جس سے کئی گنا زیادہ میں آسانی سے کما سکوں۔ اس مشن کے بعض سالوں کی آمد کُل کی کُل جسمیں ¾ موٹا موٹا خرچ تھا ایک کامیاب وکیل کی سالانہ آمد سے بھی کم ہوئی ہے بالمقابل اس مشن کی آمد کے لحاظ سے کامیاب کامیاب سال اس قدر آمد پیدا نہیں کر سکا کہ جسمیں سے میری ذات کو چھوڑ اگر باقی عملے کی تنخواہ مطبع اور کاغذ کا بل اور دوسرے مقررہ اخراجات کاٹے جائیں تو باقی جو بچ رہا۔ اس کا دُگنا تگنا بھی میری اُس آمد کو پہنچی جو ۱۹۱۲ء میں تھی پھر میرا دل کس طرح میلا ہو سکتا۔ اور یہ سب اسکے کرم اور اسکی ہمت کے طریق ہیں۔ یہ ایک کٹھن کٹھالی تھی جسمیں خدا تعالےٰ نے مجھے نکالا۔ یہ میرا

کمال نہیں یہ اس کے افضال ہیں۔ میں تو ایک کمزور انسان ہوں اس کے فضل نے ہی مجھے اس قابل کیا کہ میں نے آسائش کی زندگی پر درویشی کو ترجیح دی نہایت عسرت کے ساتھ میں ۱۹۱۵ء کے آخر تک گذارہ کیا۔ حالانکہ اس وقت تک زیادہ حصہ مشن کی آمدنی کا ریویو سے ہی تعلق رکھتا تھا لیکن میں نے اسکے منافع کو اپنا مال جانتے ہوئے اس سے کوئی تعلق نہیں رکھا بلکہ اپنے ذاتی وظائف اور دیگر عطیات جو میری ذات سے تعلق رکھتے ہیں اُسے احتیاطاً مشن کی آمد میں دکھلایا۔ کہ وقت پر کمی کو پورا کر دیں۔ اور یہ کسی پر احسان نہیں۔ یہ مشن میرے ہی سر کا جنون ہے۔ جو میرے مرشد حضرت اقدس مرزا صاحب نے میرے سر میں پیدا کیا اور یہ مجھے اپنی اولاد سے زیادہ عزیز ہے میں نے جو کیا اپنے دل کو خوش کرنے کیلئے کیا۔ ابتلاء سے بچنے کیلئے ابتدا سے آج تک میں نے حساب کتاب و آمد خرچ الوسع دوسروں کے ہاتھ میں رکھا۔ ہاں ۱۹۱۶ء میں مجھے نئی ضروریات لاحق ہونیوالی تھیں جنہیں بعض فرائض شرعیہ تھیں۔ ان کے متعلق میں ۱۹۱۵ء میں سوچ رہا تھا۔ کہ کیا انتظام کیا جائے خدا تعالےٰ کے سابقہ فضلوں کا ثمرہ بھی کو کسی تنگی کے ساتھ ان امور کو حل کرا دیتا۔ کہ خدا تعالےٰ نے خود ہی ایک راہ کھول دی ۱۹۱۵ء کے اخیر میں مشن کے واسطے مالی امداد حاصل کرنے کیلئے میں حیدر آباد گیا وہاں کے عمائد اور شرفاء نے میری بے طرح قدر افزائی کی۔ اور مشن کی کافی امداد اس سال کی میرے خیال میں جو ہونا تھا وہ ہو چکا لیکن میرے حیدر آباد سے رخصت ہونے سے کچھ ہی پہلے حضور نظام کی حسب معمول فیاض طبیعت جوش میں آئی۔ اور انہوں نے رخصتانے پر مجھے ایک مستقل ذاتی منصب عطا فرما کر میرے پیش آمدہ امور کا حل کر دیا بہر حال جس طرح خدا نے چاہا۔ مجھے اپنی ذات کے سوا کسی کا محتاج نہ ہونے دیا۔ اور مشن کی ذات پر بوجھ ڈالنے سے مجھے الگ رکھا۔ حتیٰ کہ مشن اس حال پر پہنچ گیا ہے جہاں میں اُسے پہنچانا چاہتا تھا۔

گویا اب مشن کا دور اول ختم ہوتا ہے۔ یعنے اسکی ان مالی مشکلات کے وقت کہ جن کی وجہ سے اسکی ہستی معدوم ہو سکتی تھی۔ اور جس کے باعث بہت سی نئی تحریکیں ختم ہو گئیں۔ وہ دور بحمد اللہ ختم ہو گیا۔ مشن اپنی مختصر سی ہستی کیلئے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ اگر مشن کے یہ معنے سمجھ لئے جائیں کہ ووکنگ کی مسجد آباد ہے اسلامک ریویو زندہ ہے لندن میں جمعہ ہوتا ہے۔ اور لندن میں ایک مکان جلسہ وعظ اسلامی کیلئے ہو۔ جہاں ہفتے میں ایک آدھ لیکچر ہو۔ تو پھر مشن آج مستقل قدموں پر

کھڑا ہو گیا ہے پبلک امداد اُس کی ہو یا نہ ہو۔ اسلئے میں عرض کرتا ہوں۔ کہ اس کا سخت خطرناک مرحلہ
اولین جس سے نکلنا مشکل کام تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔
مجھے اسباب کا بھی اب خیال نہیں کہ یہ کاروبار میرے ہاتھ رہے اور نہ یہ تفصیل یہاں چل سکتا
ہے۔ جب یہاں لفظ محمڈن تک چھوڑ دیا گیا۔ اور اصل لفظ مسلم اختیار کیا گیا۔ اور محمڈن بلکہ
محمڈن ازم کے مقابل مسلم یا اسلام کے نام نے مخاطبوں پر اثر کیا۔ چنانچہ اسی امر پر ہمارے
بڑے بڑے محققین مثلاً سید امیر علی صاحب نے لفظ محمڈن کی جگہ لفظ مسلمان اپنی تحریر
اور تقریر میں استعمال کرتے ہیں۔ الغرض جہاں لفظ محمڈن کو چھوڑ کر قرآن کا لفظ مسلم ہمیں
اختیار کرنا پڑا۔ وہاں فرقہ کے ساتھ اسلام کو منسوب کرنا محض کہاں تک مفید ہو سکتا ہے وہ
ظاہر ہے۔ ہاں ہندوستان کے فرقہ پرست لوگ تو ضرور خوش ہو سکتے ہیں۔ لیکن عمل یہاں وہی مجبوراً
کرنا پڑتا ہے جس پر میں نے قدم رکھا ہے۔ فرقوں کے نام تو محض لتعارفوا کی غرض کو پورا کرنے
کیلئے پیدا ہوئے۔ مجھے اسباب کا بھی اب خیال نہیں۔ کہ یہ کاروبار میرے ہاتھ میں رہے جو
امر مجھے بیچین کر رہا تھا کہ کہیں یہ تحریک مر نہ جائے، وہ بفضلہ دور ہو گیا۔ خدا تعالے جس سے
چاہیگا اور چاہتا ہے خدمت لے لیتا ہے۔ میری خواہش ہے تو صرف اسقدر کہ یہ کام بڑھے
اگر کوئی ایسا بے تعصب انسان ملجائے جو روپے پیسے ایثار کر سکے۔ اپنے مذہب سے پورا واقف ہونیکے
علاوہ مغربی طرز خیال سے واقف ہو۔ شعار اسلام کا سخت پابند ہو۔ جذبات پر کامل قابو
رکھ سکے صاحب تقریر ہو۔ ایسے آدمی کی ضرورت ہے۔ میری تو اس وقت صحت کی حالت بھی ایک
لمبا آرام چاہتی ہے۔ مشن کی اہمیت آپ اسی سے اندازہ کر لیں۔ کہ یہ بزرگ مثلاً سید امیر علی صاحب
سر عباس علی بیگ۔ آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خان ہر قسم کے معاملات کو سمجھتے ہیں۔
آخر ان لوگوں نے لندن مسلم ہوس کیلئے مستقل امداد ... ۲ ہزار روپیہ سالانہ کے قریب کچھ
دیکھ کر ہی ماسک فنڈ سے دلائی۔ ادھر میرے لکھنے اور اُن کی سفارش نے سرکار بھوپال سے
ایک زائد امداد ... ۵ اصد روپیہ سالانہ کی مسجد ووکنگ کیلئے مستقل دلا دی۔ غرض جو بھی یہاں
آئے مشن کی اہمیت کو سامنے رکھ کر موزونیت دکھتا ہو۔ ایک نہیں دس مشنری آئیں۔ الگ
الگ کام کریں یا اکٹھے کوئی ہرج نہیں۔ نقارہ اسلام بج چکا لوگ جوق در جوق اسلام نے

بہت سے کھنڈراتوں پر اپنا مکان بنانے کیلئے زمین لیلی۔ اور یہاں تو کھنڈرات کے کھنڈرات موجود ہیں معمار آئیں اور مصالح لائیں جسقدر عمارت چاہیں کھڑی کریں۔ ہاں مکان ایک ہی وضع کے ہونے چاہئیں ⁂

اسلام کو اس ملک میں فرقے کی ذلت سے محفوظ رکھا جائے اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ہاں ذاتی غرض کی مصیبتیں ہیں۔ اور نہ یہ کھیل یہاں چل سکتا ہے۔ جب یہاں لفظ محمڈن تک چھوڑنا پڑا اور بعض غلط فہمیوں کو دور کرنے کیلئے لفظ مسلم اختیار کیا گیا۔ حتےٰ کہ سید امیر علی صاحب جیسے محققین بھی اب اپنی تحریر تقریر میں لفظ محمڈن کی جگہ لفظ مسلمان استعمال کرتے ہیں تو پھر یہاں اسلامی تحریک کو کسی فرقے سے منسوب کرنا محض ہندوستان کے فرقہ پرستوں کو خوش کرنا ہے۔ ہر ایک شخص یہاں مجبوراً انہیں قدموں پر چل رہا ہے جن پر خدا تعالےٰ نے مجھے چلایا ہے کسی جماعت کا نام تو حسب نص قرآن "لتعارفوا" کی غرض و غایت کے پورا کرنے کیلئے بعض بزرگوں نے اختیار کیا۔ والا وہ تو اسلام میں اتفاق پیدا کرنے آئے نہ تفریق۔ اُن کے بعد گدی پرست اسی تفریق پر گدیاں چلاتے ہیں اور فرقے بناتے ہیں۔ اس نص قرآنی کے ماتحت ہمارے مرشد حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت کا نام احمدی رکھا۔ والا حقیقی مکرم تو ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کے ماتحت متقی ہی ہے۔ یاد رکھو اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ اگر قرآن کی تعلیم بھی کسی فرقی اختلافوں کی متحمل ہوتی تو نہ اسمیں ذیل کی آیت ہوتی۔ اور نہ یہ خاتم الکتب ہوتی

وما انزلنا علیک الکتٰب الا لتبین لھم الذی اختلفوا۔ اے نبی (صلعم) تم پر جو یہ کتاب ہم نے نازل کی ہے اسکی غرض ان اختلافات کو مٹا دینا ہے۔ جو دین الٰہی میں لوگوں نے پیدا کر رکھے ہیں آنحضرت صلعم سے پہلے مذاہب ہیں۔ - - - - - - - - -

.... فرقی اختلاف کا پیدا ہونا ضروری تھا نہ تو الہام قدیمہ اور نہ سابقہ انبیا علیہم السلام کے حالات محفوظ رہے۔ بالمقابل خدا تعالیٰ نے قرآن اور شارح قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات نہایت صحت کے ساتھ محفوظ رکھے اور اس طرح اسلام کو ہمیشہ کیلئے فرقہ کی مصیبت سے جہاں تک اصول اسلام کا تعلق ہے محفوظ رکھا۔ سُنّی شیعہ مقلدین غیر مقلدین یہ تو معاملات فروعی میں مختلف آرا کا نام ہے۔ ان کا نام فرقہ رکھنا نادانی ہے۔ کوئی بھی اہل اسلام میں سے ان امور اور عقائد میں

اختلاف نہیں رکھتا کہ جس کا نام ایمان اسلام ہے۔ وہ حقیقت ہے۔ کہ جسے ہم پر ہمارے مرشد حضرت مرزا احمد نے واضح کیا اور ہمیں اُس پر قائم کیا۔ چنانچہ خود اُن کا مشن تھا۔ کہ ان سب نام نہاد فرقوں کو ایک راہ قرآن و حدیث پر لایا جائے۔ بلکہ آثار میں آیا ہے۔ کہ آنیوالے مسیح کے وقت سب فرقے ایک راہ پر آجائیں گے۔ اس روایت کے رُو سے اسلام پر ضرور ایک زمانہ آنیوالا ہے۔ کہ اس کی مختلف شاخیں ایک راہ پر آجائیں۔ وہ کیا ہے وہ ہے قرآن و حدیث ہمارے بعض احمدی دوست غور کریں کہ یہ جو آثار میں موجود ہے تو کیا اسبات کی یہ کافی دلیل نہیں کہ فرقوں کا وجود اسلام میں نہیں اور احمدی جماعت کا خالی مشن اُس اسلام کی تبلیغ ہے جو ان تنازعہ سے خالی ہو۔ وہ وسیع القلب انسان جس نے ہمیں ہندؤں میں ملہمین کا وجود تسلیم کرایا اور اپنے اجتہاد صحیح سے اُن برادران وطن کو جنہیں ہم ہمیشہ کافر کے لفظ سے پکارتے تھے آن واحد میں اہل کتاب کے معزز لقب سے ملقب کردیا۔ کیا وہ اہل قرآن کو کافر کہنا گوارا کرتا جو اپنے پیغام صلح میں ہندو بھائیوں کے صرف تحفہ کو سب و شتم سے یاد نہ کرنے پر ہر قسم کی مراعات روا رکھنے کو طیار تھا۔ کیا وہ عشاق محمد کو اور محمد سے محبت رکھنے والوں کو اور کون مسلمان ہے جسے یہ محبت نہیں کافر کہتا۔ ہاں کافر وہ ہے جو ایک اہل قبلہ اور اہل کلمہ اور محمد کے نام لیوا کو کافر کہنے میں سبقت کرتا ہے۔ بہرحال یہ بحثیں ختم ہوچکی ہیں۔ ان میں زیادہ پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اب کام کرنے کا وقت ہے +

احمدی قوم غور کرے اس وقت ان میں کتنی اصل ہم کون کر رہا ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے جو بڑا کام کیا وہ یہ تھا۔ کہ انہوں نے اعلےٰ درجہ کا اسلامی لٹریچر پیدا کیا۔ اب بتاؤ ان گذشتہ دو تین سالوں میں کس طرف سے اسلام کی خدمتیں عمدہ تصانیف نکلی ہیں۔ جب ہم قادیان چھوڑ آئے وہاں سے کیا نکلا۔ اور لاہور و ووکنگ سے کیا نکلا۔ ہمارا مرشد سلطان القلم تھا اس کے وارث اس وقت کون ہیں۔ اور آیندہ بھی یہی ایک امر ہم میں اور دوسری جماعت میں فیصلہ کریگا۔ گدی کی رونق شاید قادیان سے زیادہ کہیں اور جگہوں میں ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کن کو اعلےٰ تصانیف اسلامی پیدا کرنے کا موقعہ دیتا ہے کفر اور [illegible] کی بحثوں میں کاغذ سیاہ کرنا۔ اور اسمیں بھی قادیان کی اس وقت کی کسی تصنیف میں جدت کا نام نہیں۔ وہی تصنیفات سابقہ کا ہیر پھیر۔ ادھر حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب کی قلم کو دیکھو تو اسی مشن [illegible] نے کیا اچھوتا اور نیا علم کلام پیدا کیا۔ پھر ان باتوں کو چھوڑ

آج دُنیا کے سامنے اُن کا ترجمہ قرآن آچکا اور مقبول عام ہوگیا۔ دُنیا کے کسی حصے کا نام لو جہاں انگریزی زبان بولی جاتی ہو۔ اور جہاں یہ قرآن نہ پہنچ گیا ہو۔ ہر طرف سے مبارک کے خطوط آئے ہیں مسلم دنیا میں ایک جان پیدا ہوگئی۔ انگریزی پریس نے اس کے خیر مقدم میں بہترین الفاظ کہے۔ ہاں: وہ قرآن کا ترجمہ کیا ہوا جس کے لئے قادیان میں ایک جماعت بیٹھی۔ یہ ایک سبق ہی ہمارے ان دوستوں کیلئے جنہوں نے عقل و فکر چھوڑ کر گدی یا انسان پرستی اختیار کی۔ ایک ترجمہ جو اخلاص سے نکلا وہ مقبول عام ہو گیا۔ دوسرا جس کی غرض محض نفسانیت اور ضد تھی وہ بھی دیدہ باید ہے۔

یہاں میرا فرض ہے کہ میں اُن جانکاہ خدمات کا بھی ذکر کروں جو اخویم مولوی صدر الدین صاحب نے ترجمہ قرآن کریم کے متعلق فرمائیں۔ اگر حضرت قبلہ امیر قوم احمدی نے اُسے بے نظیر پیرائے میں لکھا تو حضرت اخویم نے اسے بے نظیر شکل دی۔ اگر ترجمۃ القرآن کی معنوی خوبصورتیوں کے لئے حضرت مولوی محمد علی صاحب سلّم شکریہ کے مستحق ہیں تو اسکی صوری دلربائیوں نے مولوی صدر الدین صاحب کے سر پر کامیابی کا سہرا باندھا ہے۔ کسی نے اس ترجمہ کی صحت طبع اور خوبصورتی کی کیا تعریف کرنی ہے خود یہاں کے اخبار جو اس فن کے نقاد ہیں۔ اس کے حُسن صورت پر بھی عش عش کر رہے ہیں مولوی صدر الدین صاحب نے رات دن برابر کر دیئے اور اپنی صحت کو اس کام پر قربان کیا۔ یہ آپ کی خدمت ان بیش بہا خدمات کے علاوہ تھی جو انہوں نے اس مشن کے متعلق فرمائیں۔ آپ کا قیام مشن کیلئے موجب برکت ہوا میں جس مکان کو اگست ۱۹۱۴ء میں بنیادوں پر چھوڑ گیا تھا میں نے واپس آکر ایک قابل معمار کے ہاتھوں ایک حد تک اسے اپنی وضع میں تیار پایا۔ مولوی صاحب کرم یہاں عمدہ صحت لے کر آئے لیکن یہاں وہ صحت گنوا کر گئے۔ اور اپنی محبت کا نقش بہت سے دلوں پر چھوڑ گئے۔ مشن اب بھی انکی توجہ اور خدمات کا محتاج ہے۔ اگرچہ اس وقت مشن کی تبلیغی ضروریات اور فرائض اُن کے جانے پر بہت بڑھ گئی ہیں۔ تاہم ان کا یہاں قیام اور نتائج جبکہ روپے کے انتظام کیلئے میں ہندوستان میں تھا اور وہ اس مصیبت سے آزاد تھے۔ اس بات کا کامل ثبوت ہے کہ اگر یہاں کے کام کرنیوالے مالی انتظام کی مصیبت اور اس کے فکر سے آزاد ہوں تو کس قدر کام ہو سکتا ہے۔

قرآن کے اسلامی ترجمے کے سوا یہاں کے اسلامی مشن کا وجود ہمیشہ اور لئے ہو وہ تھا۔ یہ بڑا بھاری مرحلہ طے ہو گیا۔ اور اس فضل ایزدی کیلئے احمدی قوم کل مسلمانوں کے شکریہ کی مستحق ہے۔ کہ اس جماعت

جسکے ذریعہ یہ بیش بہا چیز وجود میں آئی۔ اسی جماعت کا ایک ادنےٰ خادم اِس عالم اسباب میں اس ووکنگ مسلم مشن کا باعث ہوا۔ جسکے ذریعہ یہ ترجمہ زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ اسی مشن نے سب سے اول اس کے اخراجات طبع کا فکر کیا۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۴ء میں ۶۰۰۰ ہزار روپیہ میں نے یہاں سے رخصت ہوتے پر مولوی صدرالدین صاحب کے حوالے اخراجات طبع قرآن کے متعلق کیا۔ یہ پہلا مد چندہ تھا جس نے زر کثیر کے حصول کو تیار کیا اور ہم نے نہایت آسانی سے ترجمہ قرآن کریم کو شاندار پیمانے پر شائع کیا۔ اور اس وقت خالص اسکی چھپائی وغیرہ کا صرفہ ۵۰۰۰ ہزار روپیہ ہے۔

ترجمہ بخاری شریف

اب میری دلی تمنا یہ ہے کہ کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب بخاری شریف کا ترجمہ بھی انگریزی میں ہو جائے جو تجربہ مجھے انگریزی میں حدیثوں کے مختصر مجموعہ چھاپنے سے ہوا۔ وہ مجھے بخاری کے ترجمہ کے شائع کرنے پر ابھار رہا ہے۔ میں نے یہاں آتے ہی یہ تحریک کی جس پر میرے مکرم دوست خواجہ کرامت اللہ صاحب اگزیکٹو انجنیر حیدر آباد دکن نے ۷ پونڈ کچھ شلنگ بھیجے مخدومنا عالیجناب شیخ صاحب منگرول نے بھی ۵ پونڈ بھیجے اس کتاب کے نکلنے کا جلد انتظام ہو جاتا۔ مگر ایک دوست کے ایک خط نے مجھے پورا ایک برس بلکہ اس سے زیادہ اُن کے جواب کے انتظار میں رکھا۔ اب اس طرف سے نا اُمید ہو کر میں نے خود ترجمہ کا ارادہ کرلیا ہے۔ اور اگرچہ مطبع اور کاغذ کی دقتیں ہیں لیکن دنیا کے کاروبار چل رہے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ کتاب نہ نکالی جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ سردست اس کے پہلے چند پارے نکالے جائیں۔ کاغذ جلد چھپائی اعلےٰ ہو۔ اگر سو پونڈ اس قدر جمع ہو جاتے تو میں چھپوائی کا انتظام کروں۔ یہ کتاب آسانی سے بک جائیگی۔ اور یہ ایک مد ذریعہ مشن کی آمد متعلق تقسیم بلا قیمت لٹریچر ہوگا۔ صرف امر غور طلب یہ ہے کہ آیا بخاری کے لفظ بلفظ کا ترجمہ ہو یا اسکی نص کا یا اسناد کو قطعاً چھوڑ کر صرف احادیث کا ترجمہ پیش کیا جائے۔ بعض کی رائے ہے کہ اہم احادیث کا بھی سردست انتخاب کیا جائے۔ ایسی صورت میں جو میں دیباچہ لکھونگا اسمیں ایک مدلل بحث اس کے اہم نکتہ تحقیق پر ہوگی۔ اور ان امور کا بھی ذکر ہوگا جن کو میں چھوڑونگا۔ اب دیگر مسلم احباب بھی مجھے اسمیں مشورہ دیں۔ یہ بہت سے انہیں صاحبان حیدر آباد کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں۔ اور مسز خدیو جنگ اور مسز ہمایوں مرزا اور بیگم صاحبہ ممتاز جنگ کے ذریعے انکی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ

سے پہلے بھی انہیں سے ایک مکرمہ محترمہ نے ہمیں اس معاملہ میں مرہون احسان کیا یعنے بیگم صاحبہ نواب حاکم الدولہ مرحوم انہیں کی طفیل مختصر مجموعہ احادیث کی ہزاروں کاپیں شائع ہوئیں۔ بخاری شریف کے متعلق اس وقت میرے پاس پانچصد روپیہ ہے۔ ایکہزار کی اور ضرورت ہے۔ اور یہ رقم تو حیدرآباد کی ایک خاتون اگر چاہے تو دے سکتی ہے بلکہ مجھے تو ایک ہمشیرہ مسز امینہ منزل خیریت آباد میں نواب خدا نواز جنگ بہادر کے گھر وعدہ بھی کیا تھا اب میں کچھ باتیں حساب کے متعلق لکھنا چاہتا ہوں سنہ ۱۹۱۵ء سے سنہ ۱۹۱۷ء تک حساب چھپ گیا۔ سنہ ۱۹۱۳ء ۱۴ء کے متعلق ممکن ہے کہ میں اصل کتابیں ہندوستان ہی بھیجدوں وہ شیخ نور احمد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں جو لاہور میں ہیں۔ اگر اخیر سال تک وہاں کے حساب کا گوشوارہ پہنچگیا تو یہاں سے حساب مرتب کر کے چھاپ دیا جائیگا مصیبت یہ ہے کہ یہاں فرصت ہی نہیں +

دستخط خواجہ کمال الدین ووکنگ انگلستان

نقشہ آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۵ء

نقشہ آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۵ء جس سے وہ رقوم جو میزان اول کے اوپر ہیں اور تعداد آمد و خرچ میں دیگئی ہیں جو رسالہ اسلام مجریہ ماہ مئی سنہ ۱۹۱۶ء میں بابت حساب کتاب آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۵ء چھپ چکا ہے۔ اور باقی اور گوشواروں سے لیگئیں جو شیخ نور احمد صاحب سابقہ محاسب دفتر ووکنگ کے ہاتھ کے بنے ہوئے کتب میں موجود ہیں جو صفحہ ۲۴-۲۵-۲۶ پر درج ہیں +

آمد	رقم روپیہ	آنہ	پائی	خرچ	رقم روپیہ	آنہ	پائی
قیمت از خریداران اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام	۱۴۰۶۸	۱۰	۱	اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام پر یہاں خرچ ہوا	۴۰۱۲	۱۵	۴
چندہ امدادی از حیدرآباد	۴۸۵	۰	۰	عملہ لاہور و انگلستان	۶۷۹۳	۴	۶
چندہ امدادی از ہندوستان	۶۷۷۲	۹	۰	سفر خرچ حیدرآباد و ہندوستان بمعہ تنخواہ ایک نفر ایک کلرک برائے چند ماہ جو ہمراہ رہے	۱۱۱۲	۰	۹
قیمت کتب ام الالسنہ وغیرہ	۱۵۱	۶	۰				
چندہ از صاحب معلومہ بحساب ۵۰۰ روپیہ ماہوار بابت مفت تقسیم اسلامک ریویو از اخیر مئی سنہ ۱۹۱۵ء لغایت دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء	۳۰۶۲	۰	۰	خرچ ام الالسنہ وغیرہ	۲۲۱	۱۵	۰
				واپسی مقوم بہ ڈاکخانہ و انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور جو غلطی سے ووکنگ فنڈ میں جمع ہوا	۶۳	۱	۰
چندہ از جائے معلوم بغرض تقسیم اسلامک ریویو	۹۶۷	۱۱	۱۱	واپسی قرضہ حسنہ	۲۰۰	۴	۰
سفر خرچ از انجمن ہائے مختلفہ	۲۵۷	۰	۰	متفرق	۳۱۲	۳	۴
میزان اول	۳۰۰۰۸	۵	۰	میزان اول	۱۲۹۰۶	۳	۰
آمد در انگلستان بروئے گوشوارہ الف	۲۹۳۷	۱۳	۰	خرچ در انگلستان بروئے نقشہ (ب)	۱۶۸۵۰	۶	۶
میزان دوم	۳۲۹۴۶	۲	۰	میزان دوم	۲۹۷۵۶	۹	۶

اس میں بمد آمد میں نے وہ رقوم کبھی احتیاطاً حساب میں جمع کر دی ہیں جو مجھے لطور نصفانہ از سرکار نظام ملی اور دوسرے وظیفہ ذاتی مبلغ اٹھارہ صد و پچاس کل وصول ہوا +

دستخط (خواجہ) کمال الدین

نقشہ الف - اصل گوشوارہ آمد مرتبہ شیخ نور احمد بلال در کتاب آمد متعلقہ سنہ ۱۹۱۵ء

نمبر	مد	رقم: پونڈ	رقم: شلنگ	رقم: پنس	رقم: پونڈ	رقم: شلنگ	رقم: پنس	کیفیت
١	مرسلہ شیخ صاحب	۲۰۰	٠	٠	٠	٠	٠	
۲	" " "	۱۰۰	٠	٠	٠	٠	٠	
۳	" "	۴۰	٠	٠				
۴	" "	۲۵۰	٠	٠		٠		
۵	" مولوی صاحب ووکنگ بنک میں جمع	۱۰۰					٠	
٦	" خواجہ صاحب از حیدر آباد	۵۴۰				٠		یہ سب رقوم آمد ہندوستان میں کھلائی جا چکی ہیں +
۷	" خواجہ صاحب	۳۰۰			۱۵۳۰	٠	٠	
۸	چندہ قرآن وقیمت	۲۱	۱۴	۸	٠	٠	٠	
۹	کتب قدوائی صاحب	۲	۲	٦	٠	٠	٠	
۱۰	چندہ لٹریچر امانت اشاعت	۵۹	۱	٠	٠	٠	٠	
۱۱	مسجد ووکنگ بابت مرمت	۲۰	٠	٠	٠	٠	٠	
۱۲	مسجد ووکنگ چندہ	۷	۷	٦	٠	٠	٠	
۱۳	مسجد لندن بابت کرایہ	۱۰	۹	٦	٠	٠	٠	
۱۴	مسجد لندن بابت قیمت اسباب	۱۷	۱۱	٠	٠	٠	٠	
۱۵	قیمت کتاب لارڈ صاحب	۱	۱٦	۱۰	٠	٠	٠	
۱٦	مولوی شبیر علی کو ارسال ہوا	٠	۵	٠	٠	٠	٠	
[illegible]	امانت بابت	۱	٠	٠	٠	٠	٠	
۱۸	شیخ الٰہی صاحب تبادلہ	۳۵	٠	٠	٠	٠	٠	یہ رقم آمد کی نہیں ان کا چیک کر بالمقابل چیک دیا گیا
۱۹	عید از سرکار (عید الفطر)	۴	۱۸	٠	٠	٠	٠	
۲۰	چندہ عید	۲	۵	٠	٠	٠	٠	
۲۱	قیمت رسالہ مع کتب متعلقہ	۵۵	۷	۵	٠	٠	٠	
۲۲	محمد الدین سوداگر سیالکوٹ	٥	۸	۹	٠	٠	٠	یہ رقم بھی مشن کے تعلق نہیں رکھتی
	میزان	۱۷۸۱	٦	۵				نقل مطابق اصل ہے دستخط خواجہ کمال الدین

اسمیں رقوم النمبرات ۷، ۵ و ۸، ۱۸ و ۲۲ منہا کر دینی چاہیئے یعنی ۸-۲-۵۹۲ باقی ۹-۳-۱۱۸۹ جو پونڈ ۱۳ شلنگ ۹ پنس ہوئی ہیں جو رقوم شیخ صاحب نے یا مینے ہندوستان سے بھیجیں وہ ان رقوم میں گری ہیں جو ہندوستان میں وصول ہو کر شیخ صاحب کی اتب جمع ہوئیں جو آمد ہندوستان میں کھلائی جا چکی ہیں +

دستخط - کمال الدین

نقشہ (ب)

گوشوارہ خرچ سالانہ رسالہ اسلامک ریویو و لنگر خانہ وغیرہ ووکنگ مشن بابت سال ۱۹۱۵ء از جنوری ۱۹۱۵ء تا اخیر دسمبر ۱۹۱۵ء

نمبر	کھاتہ وار	رقم پونڈ	رقم شلنگ	رقم پنس	کیفیت
۱	کھاتہ خوراک	۸۱	۱۴	۹	جنوری سے نصف جولائی تک ۴ بعد ازاں ۳ کس ان مولوی صاحب۔ نور احمد و مصطفٰے بیگ
۲	خرچ متفرق چھاپہ خانہ	۳	۱	۱½	
۳	بابت چھپوائی رسالہ	۴۶۹	۹	۳	
۴	خرچ ڈاک رسالہ از لندن	۴۱	۱۲	۱۱	
۵	خرچ ڈاک و ماہ رسالہ دفتر وغیرہ	۱۱۳	۵	۴	دفتر کی خط و کتابت فی ماہ ایک پونڈ شامل ہے
۶	خرچ سٹیشنری دفتر	۴	۲	۸	
۷	لفافہ جات اخیر مئی تک	۱	۱۴	۳	
۸	ذاتی خرچ مولوی صاحب	۵	۸	۱½	دھلوائی پارچات و خرچ دوائی ہے
۹	ذاتی خرچ نور احمد	۴	۱۸	۱½	
۱۰	خرچ مسجد ووکنگ	۳۲	۰	۱۰	روشنی بجلی مشین گرم۔ کوئلہ۔
۱۱	خرچ مکان میموریل ہوس	۴۴	–	۷½	روشنی بجلی۔ پانی و سامان بستر و چارپائی و کمبل وغیرہ و برائے صفائی مکان
۱۲	اشاعت متفرق و تالیف قلوب	۴۶	۵	۶½	
۱۳	خرچ لنگر خانہ	۶۸	۱۰	۷½	
۱۴	متفرق کتب و اخبارات و سامان باغبان	۱۳	۱۱	۱۱	
۱۵	تنخواہ باغبان	۲۵	۴	۱	
۱۶	مسٹر پارکنسن (بابت مضامین رسالہ)	۱۶	۰	۰	
۱۷	پروفیسر نور الدین سٹیفن "	۲	۰	۰	
۱۸	تنخواہ مصطفٰے بیگ ملازم	۹	۱۵	۰	
۱۹	محمد علی باورچی	۲۱	۴	۹	اسمیں مبلغ پونڈ کرایہ و الاؤنس شامل ہے (یعنی الاؤنس از لندن)

نوٹ: اس میں ۲۲۲ پونڈ ۱۳ شلنگ ۱ پنس متعلق سال ۱۹۱۴ء بابت طبع کتاب لارڈ ہیڈلے صاحب شامل ہیں

نقشہ (ب)

گوشوارہ خرچ سالانہ رسالہ اسلامک ریویو مولنگر خانہ وغیرہ ووکنگ مشن بابت سال ۱۹۱۵ء از جنوری ۱۹۱۵ء تا آخر دسمبر ۱۹۱۵ء

نمبر	کھاتہ دار	رقم: پونڈ	رقم: شلنگ	رقم: پنس	کیفیت
۲۰	عرب صاحب	۱۷	۶	۸	
۲۱	مسٹر خالد شیلڈرک	۱۱	۱	۷½	
۲۲	مسٹر نایٹ بابت ملاک بی	۲۷	۱	۱	
۲۳	عیدین	۳۶	۸	۱۰	اسمیں قریباً بیس پونڈ سرکاری لگ گئے تھے جو سنہ ۱۹۱۶ء میں وصول ہوئے متعلق عید الضحیٰ جو آمد سنہ ۱۹۱۶ء میں دکھائی گئی
۲۴	کرسمس	۶	۷	۴	
۲۵	خرچ مسجد لندن	۳۰	۱۴	۹	جون سنہ ۱۹۱۵ء تک خرچ جو اس نقشہ میں درج کردہ اس سے سال پہلے وصول ہو چکا ہے وہ کرایہ لنڈسی ہال کا تھا
	میزان	۱۱۳۳	۷	۲½	نقل مطابق اصل ہے۔ دستخط خواجہ کمال الدین

یہ لفظ بلفظ نقل اُس گوشوارہ کی ہے جو شیخ نور احمد ملال ص ... نے کتاب خرچ کے آخر اپنے ہاتھ سے نقل کیا جا کیفیت بس تو خطوط وحدانی میں لکھا ہے وہ میں نے بطور تصریح لکھا ہے۔ دستخط

خواجہ کمال الدین

تفصیل آمد سنہ ۱۹۱۷ء							میزان کل		
	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
امداد مشن وصول شدہ در انگلستان	۵۶	۳	۲	۸۴۲	۶	۰	۰	۰	۰
" " در ہندوستان بموجب نقشہ (۱)	۰	۰	۰	۶۳۸۳	۰	۰	—	۰	۰
امداد خصوصی از جانب معلوم				۳۰۰۰		۰	۰	۰	۰
آمد بعد از معمول مسلم ہوس لندن	۱۱۵	۰	۰						
بذریعہ رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب				۲۶۶۸	۹	۰	—	—	۰
بابت فرنیچر لندن مسلم ہوس بذریعہ آنریبل سید امیر علی صاحب	۶۳	۱۱	۵	—	۰	۰	۱۲۹۰۳	۱۵	۰
بغرض مفت تقسیم اسلامک ریویو از جانب				۳۰۰۰	۰	۰	۰۰	۰	۰
" وصول شدہ در انگلستان	۴۶	۹	۱۰	۶۹۷	۶	۰	۰۰	۰	۰
" در ہندوستان بموجب نقشہ (۲)				۲۳۲۵	۰	۰	۰۰	۰	۰
کتب خانہ در انگلستان	۱۵	۱۰	۱۱	۲۳۳	۳	۰	۰۰	۰	۰
در امداد ترجمہ صحیح بخاری شریف	۱۷	۵	۰	۲۵۸	۱۲	۰	۰	۰	۰
امداد از رسالہ اشاعت اسلام	۰	۰	۰	۳۵۰	۰	۰	۶۸۶۴	۵	۰
آمد بابت ایٹ ہوم	۳	۰	۰	۴۵	۰	۰	۴۵	۰	۰
بغرض تقرر مبلغان	۳۳	۶	۸	۵۰۰	۰	۰	۵۰۰	۰	۰
امداد متفرق مسجد و اسیران جنگ و فرنشنگ ...	۰	۰	۰	۱۰۰	۰	۰	۱۰۰	۰	۰
میزان کل							۲۰۴۱۳	۳	۰

بابت آمد و خرچ اسلامک ریویو ملاحظہ ہو نقشہ (۱۴)

×۔ اسکی تفصیل رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہوگی + صہ اس سال نصف وری تک نمازگاہ لندن میں مقام ۸ بفورڈ ہوتی رہی جہاں کا کرایہ بھی لیسٹر ن ہاسک فنڈ سے آیا وہ اس رقم میں شامل نہیں ہے کرایہ کچھ ایام فروری اور اخیر دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء تک کا ہے۔

دستخط	دستخط	دستخط
خواجہ عبد الغنی محاسب دفتر لاہور	بلال شیخ نور احمد محاسب ووکنگ حال محاسب دفتر اسلامک ریویو لاہور	ملک عبد القیوم بی اے محاسب دفتر اسلامک ریویو ووکنگ (انگلستان)

تفصیل اخراجات سنہ ۱۹۱۷ء

	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
مستقل خرچ (نقشہ ۳)	۵۲۴	۳	۰	۰	۰	۰
تنخواہ عملہ در انگلستان بروئے نقشہ (۴)	۱۹۱۹	۹	۰	۰	۰	۰
کرایہ ریل وٹیوب ″ (۵)	۳۱۵	۱۲	۰	۰	۰	۰
دیگر اخراجات مشن ″ (۶)	۳۲۲	۱۲	۰	۰	۰	۰
خرچ متعلق مشن در ہندوستان ″ (۷)	۱۱۷۷	۰	۶	۰	۰	۰
اخراجات لندن مسلم ہوس بلا کرایہ ″ (۸)	۱۰۰۴	۴	۰	۰	۰	۰
کرایہ لندن مسلم ہوس فرنیچر لکچر روم و نمازگاہ	۲۶۷۸	۹	۰	۰	۰	۰
اخراجات نمازگاہ پیش از گرفتن مسلم ہوس نقشہ (۹) الف	۶۴	۱۳	۶	۰	۰	۰
مسجد ووکنگ نقشہ (۱۰)	۲۰۰	۱۰	۰	۸۲۰۷	۹	۰
اخراجات تقسیم مسلم لٹریچر و اسلامک ریویو بلا قیمت نقشہ (۱۱)	۵۰۱۹	۳	۰	۵۰۱۹	۳	۰
تالیف قلوب	۱۷۲	۳	۰	۱۷۲	۳	۰
قرض حسنہ	۲۲۵	۰	-	۲۲۵	۰	۰
عیدین و کرسمس	۶۰۸	۳	۶	۶۰۸	۳	۶
مہمان خانہ لندن و ووکنگ*	۴۰۵	-	۰	۴۰۵	-	۰
میزان کل				۱۴۶۳۷	۲	۶

دستخط - ملک عبد القیوم بی اے - مورخہ ۲۸ اگست ۱۹۱۸ء

محاسب کتب دفتر ووکنگ (انگلستان)

*یہ در اصل خرچ مہمانوں کا نہیں مہمانوں کی تعداد سال زیر حساب میں اگر فی وقت ایک مہمان رکھا جائے تو ڈھائی ہزار سے اوپر ہے - جیسے کہ مفصل رپورٹ سے نظر آئیگا یعنی اوسطاً ماہواری تعداد مہمانوں کی ۲۰۰ کے لگ بھگ تھی - حالانکہ خرچ جو اوپر دکھلایا گیا ہے وہ صرف سالانہ ستائیس پونڈ یعنی سوا دو پونڈ ماہوار ہے - بقیہ کل خرچ کارندگان مشن نے امسال اپنے ذمہ ڈال لیا ہے

نقشہ (۱) امداد عام اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	روپیہ	آنہ	پائی
چندہ فراہم شدہ معرفت جناب آنریبل غلام حسین صاحب قاسم عارف ۔ کلکتہ	۴۰۰	۰	۰	جناب بی اے ممتاز الدین محمد ایوب صاحبان دہلی عا/			
				حاجی محبوب صاحب دہلی عا/			
جناب صوبیدار ٹھیکہ خان صاحب بصرہ وقتاً فوقتاً ارسال فرماتے رہے ۔	۵۰۰	۰	۰	شیخ عبدالوہاب عطاء الرحمن صاحب صمہ/			
				شمس العارفین صاحب دہلی عا/			
جناب بشیر بادشاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر فیروز پور	۱۰۰	۰	۰	حبیب احمد صاحب عہ/			
نواب چودھری نیاز علی صاحب رئیس سنگھ	۴۵	۰	۰	شیخ عبدالرحمن ۸/			
محمد شفیع صاحب سوداگر دہلی	۱۰۰	۰	۰	عبدالغنی محی الدین عہ/			
محمد بخش صاحب لدھیانہ	۲۰۰	۰	۰	احسان اینڈ کو عہ/			
حاجی میر دین صاحب لدھیانہ	۱۵	۰	۰	ٹرنک والے عہ/			
فرید بخش نور بخش	۲۱	۰	۰	فیاض خان عہ/			
بابو محمد حسین	۵	۰	۰	حاجی محمد یحییٰ صاحب ۶/			
حاجی محمد حسن	۵	۰	۰	عنایت غلام علی ۶/			
منشی فتح محمد	۲	۰	۰	محمد اسحٰق عا/			
نواب مزمل اللہ خان صاحب رئیس بھیکم پور	۵۰	۰	۰	حافظ سعید الدین عہ			
معرفت ایجنٹ دفتر بہ تفصیل ذیل	۷۳۷	۲	۹	شیخ امان اللہ صاحب عہ/			
فضل الٰہی صاحب دہلی ۸/				عبدالکریم عبدالرحمن ۳/			
عبدالعزیز صاحب ۱۴/				عزیز الرحمن صدر ۱۳/			
شیخ ثناء اللہ محمد رفیق صاحبان دہلی عہ				عبدالوہاب محمد سعید صد عہ			
کرم الٰہی محمد ابراہیم صاحبان دہلی عہ				حاجی محمد عمر صاحب عہ			

* ملاحظہ ہو جنہ ڈاعہ اس جو ستمبر گذشتہ کی عالیجناب آنریبل غلام حسین صاحب قاسم عارف وصول ہوا ۔ مبلغ ۱۲۳۰ روپیہ تھا جو کہ حالت اس مشن میں تقسیم کر دیا گیا ۔ مبلغ ۴۰۰ بمد عامہ اغراض مشن اس نقشہ میں درج ہوا ہے اور مبلغ ۸۳۰ روپیہ بمد مصارف مسجد سالار جو نقشہ نمبر ۳ میں درج ہوا ہے اس چندہ میں مادہ زر رقم عالیجناب آنریبل صاحب کی جیب خاص سے تھی +

ص پوری تفصیل اسموار کے لئے ملاحظہ ہو نقشہ (نمبر ۲) کا فٹ نوٹ

نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	رقم	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	رقم	روپیہ	آنہ	پائی
جناب حافظ عبدالحفیظ صاحب مرزا دہلی	ےعہ				جناب مرزا اکرم بیگ صاحب سیالکوٹ	۴ر			
؍؍ نواب حسین علی خان صاحب گاگی شاہ فار ؍؍	ےعہ				؍؍ مرزا انفضو بیگ صاحب ؍؍	۴ر			
؍؍ بندۂ خدا دہلی	عہ				؍؍ مرزا داد بیگ صاحب	۲ر			
؍؍ عبدالشکور خان صاحب فیض بازار ؍؍	للعہ				؍؍ پیر محمد صاحب ؍؍	۸ر			
؍؍ ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب دہلی	غہ				؍؍ مستری غلام محمد صاحب ؍؍	۴ر			
؍؍ معرفت ایجنٹ صاحب از علیگڑھ	ما ر				؍؍ جیون بخش صاحب کلکتہ	عما			
؍؍ معرفت ایجنٹ صاحب از سفر لکھنؤ	ایمہ ۶/۱۲				؍؍ جمعدار خالق داد صاحب ؍؍	۴ر			
کانپور و دہلی					؍؍ شیر دل صاحب کلکتہ	عہ ر			
معرفت جناب پیر محمد خان صاحب طالب از نینی تال آنریری سفیر مشن بتفصیل ذیل		۱۶۲	۱۳	۶	؍؍ میاں عبدل صاحب ؍؍	عہ ر			
					؍؍ حاجی عبدالکریم ؍؍ ؍؍	عما ر			
جناب عبدالرحمن صاحب سوداگر الہ آباد	۴ر				؍؍ شیخ نعمت اللہ صاحب ؍؍	عہ ر			
؍؍ عبداللہ صاحب ؍؍	۲ر				؍؍ میاں عبدالرحیم ؍؍ ؍؍	عہ ر			
؍؍ بابو عبدالعزیز صاحب ؍؍	۲ر				؍؍ خواجہ شاہ محمد ؍؍ ؍؍	عہ ر			
؍؍ عبدالرحیم صاحب سوداگر ؍؍	۸ر				؍؍ عبدالباری ؍؍ ؍؍	عہ ر			
؍؍ نور محمد صاحب ؍؍	۲ر				؍؍ غلام قادر صاحب ؍؍	عہ ر			
؍؍ نظام الدین صاحب ؍؍	۸ر				؍؍ میاں عبدالغفور صاحب ؍؍	عہ ر			
؍؍ محمد یوسف صاحب ؍؍	۴ر				؍؍ صوبیدار میجر گلاب شاہ ؍؍	عہ ر			
؍؍ سید غلام رسول صاحب راجہ بازار سیالکوٹ	۴ر				؍؍ فتح دین ؍؍ ؍؍	عہ ر			
؍؍ عمر شاہ صاحب سیالکوٹ	۴ر				؍؍ جمعدار صاحب عالم ؍؍ ؍؍	عہ ر			
؍؍ شیخ فضل الٰہی صاحب ؍؍	عہ ر				؍؍ جمعدار نہوار خاں ؍؍ ؍؍	۲ر			
؍؍ مرزا محمد بیگ صاحب ؍؍	۴ر				؍؍ ماسٹر نذیر احمد ؍؍ ؍؍	عہ ر			

نقشہ (۱) امداد عامہ اغراض مشن وصول شدہ در ہندوستان

اسمائے معطی صاحبان	رقم	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے معطی صاحبان	رقم	روپیہ	آنہ	پائی
جناب شیخ نور محمد غلام نبی صاحب کلکتہ	۵عہ				جناب محمد علی صاحب لیتپادر	۲/			
〃 خیر الدین خدا بخش 〃 〃	عہ/				〃 محمد یوسف 〃 تنجور مدراس	عہ/			
〃 میاں محمد علی صاحب 〃	عہ				〃 عمر خان 〃 سکندرپور	عہ/			
〃 میاں محمد بخش ولد حاجی فتح دین 〃	عما/				〃 ماسٹر محمد یوسف صاحب کلکتہ	عما			
〃 ماسٹر غلام محمد صاحب 〃	عہ/				〃 حاجی یعقوب صاحب کاٹھیاوار	۸/			
〃 غلام محی الدین صاحب سوداگر 〃	۴/				〃 عبد الکریم 〃 ہبلی	۸/			
〃 عبد القیوم صاحب کلرک 〃	۴عہ				〃 سکندر علی 〃 رفوگر بمبئی	عہ/			
〃 شیخ عبد الرحیم صاحب رنگون	عہ/		.	.	〃 ماسٹر علم دین صاحب 〃	عما			
〃 صوبیدار نذر محمد صاحب کلکتہ	عما/		.	.	〃 مہر دین صاحب 〃	۸/			
〃 خواجہ عبد الغنی صاحب 〃	عہ/		.	.	〃 ماسٹر محمد دین صاحب	عما/			
کمیان حاجی محمد صاحب رنگون	عہ/		.	.	〃 محمد اسمٰعیل 〃 امرتسر	۸/			
〃 میاں محمد خان 〃	عہ/		.	.	〃 عبد الرحمٰن 〃 بمبئی	۴/			
〃 حاجی عطا محمد صاحب 〃	عہ/		.	.	〃 عبد الغفار 〃	۷/			
〃 خان بہادر شیخ بی بخش فورٹ سنڈیمن	۱۴/	.		.	〃 غلام حسن صاحب امرتسری 〃	/			
〃 حوالدار دیوان علی صاحب 〃	۱عہ/				〃 محمد حسین صاحب 〃	۴/			
〃 شاہ محمد صاحب 〃 〃	۴/	.		.	〃 حاجی ثناری 〃 〃	۳/			
〃 چودھری رام لال صاحب ماڈلے برما	۴/	.		.	〃 محمد یوسف 〃 〃	۱/			
〃 حوالدار رحمت اللہ خان فورٹ سنڈیمن	۲/	.		.	ماسٹر محمد اسمٰعیل 〃 〃	۹/			
〃 میمن احمد کاٹھیاواڑ گجرات	عہ/		.	.	〃 ماسٹر حضیند د محمد حسین 〃	عہ/			
〃 حوالدار حاجی احمد صاحب لیتپادہ	۲/	.		.	〃 تجمل حسین صاحب 〃	۴/			
〃 جعفر علی صاحب فورٹ سنڈیمن	۴/	.		.	〃 عبد الغفور 〃 〃	۴/			

نقشہ نمبر (۲) تفصیل امداد بغرض مفت تقسیم لٹریچر و اسلامک ریویو

اسمائے گرامی تقسیم کنندگان مفت رسالہ	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے گرامی تقسیم کنندگان مفت رسالہ	روپیہ	آنہ	پائی
عالیجناب میجر حاجی پرنس حمید اللہ خان صاحب بہوپال	٦٠٠	۰	۰	جناب محمد اکرم خان صاحب بی اے چارسدہ	۴۹	۰	۰
معرفت آنریبل جناب غلام حسین صاحب قاسم عارف کلکتہ	۸۳۰	۰	۰	معرفت جناب احمد ملا داؤد صاحب چینڈوبا برہما	٦۵	۰	۰
				جناب ڈاکٹر محمد حسین صاحب الہ آباد	۲۰	۰	۰
جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب سب اسسٹنٹ سول سرجن کورم پاراچنار	۱۰۰	۰	۰	〃 منشی محمد خان صاحب اردو ہیڈ کلرک کوئٹہ	۲۰	۰	۰
				A. [illegible] Ceylon	۵	۰	۰
جناب تاج الدین صاحب تحصیلدار اپر ملی یوم	۱۰۰	۰	۰	جناب غلام نبی صاحب ڈھاکہ	۲۰	۰	۰
〃 شیخ خدابخش 〃 مردان	۵۰	۰	۰	〃 ماسٹر محمد سمیع صاحب گورکھپور	۱۰	۰	۰
〃 حبیب الرحمن 〃 نمبردار حبیب گنج	۵۰	۰	۰	معرفت جناب ٹیکا خان صاحب صوبیدار از بصرہ بہ تفصیل ذیل			
〃 قاضی مرتضیٰ حسین صاحب ماپٹوریہ	۵	۰	۰	ٹیکا خان، امیر الدین، جمعدار، دلال، عبداللہ حجام — صر صر صر صر صر	۲۰	۰	۰
〃 مرزا احمد علی صاحب نوشہرہ معرفت ڈاکٹر غلام محمد صاحب کورم	۵	۰	۰				

نوٹ۔ مبلغ چار ہزار آٹھ سو تیس روپے جو آنریبل جناب غلام حسین صاحب قاسم عارف کلکتہ کی وساطت سے وصول ہوئے ہیں۔ سے مبلغ سہ ہزار تو نقشہ نمبر (۱) میں دکھلایا جا چکا ہے۔ اور مبلغ ۸۳۰ روپے اس نقشہ میں اندراج کیا گیا ہے۔ کل رقم مبلغ ۴۸۳۰ روپے کی تفصیل ذیل میں معہ اسمائے گرامی معطی صاحبان بصد شکریہ درج کیجاتی ہے

نام	روپیہ	آنہ	پائی	نام	روپیہ	آنہ	پائی
جناب آنریبل غلام حسین قاسم عارف صاحب کلکتہ	۲۰۰۱	۰	۰	جناب محمد حسن مانوجی صاحب کلکتہ	۲۵	۰	۰
〃 مسنرز ابراہیم سلیمان صالح جی اینڈ کو 〃	۱۵۰۰	۰	۰	〃 مسنرز یوسف اینڈ کو محمود موسے جی صالح جی 〃	۱۰۰	۰	۰
〃 حاجی ذکریا حاجی جان محمد صاحب 〃	۲۵۰	۰	۰	〃 〃 حاجی نور محمد ذکریا صاحب کلکتہ	۵۱	۰	۰
〃 عبداللطیف حاجی احمد اینڈ سنز 〃	۲۵۰	۰	۰	〃 شیخ عبدالغنی صاحب 〃	۵۱	۰	۰
〃 عبدالرحیم عثمان اینڈ کو 〃	۵۱	۰	۰	خواجہ عبدالغنی صاحب 〃	۵۰	۰	۰
〃 حاجی اعظم غلام حسین اینڈ کو 〃	۱۰۰	۰	۰	مسٹر اسمٰعیل سلیمان ماپارا 〃	۵۰	۰	۰
〃 مسٹر عثمان حاجی ابراہیم صاحب 〃	۵۰	۰	۰	مسٹر ملا احمد ولد ہاشم صاحب 〃	۵۰	۰	۰
〃 محمد یعقوب 〃	۲۵	۰	۰	مسٹر محمد یوسف صاحب 〃	۲۵	۰	۰
〃 محمد الیاس عبدالخالق 〃	۵۱	۰	۰	مسٹر موسیٰ جی حسن اسمٰعیل	۲۵	۰	۰
〃 عبدالکریم بشیر محمد	۲۵	۰	۰	مسٹر شیخ محبوب علی	۱۰۰	۰	۰

سنہ ۱۹۱۶ء میں بھی آپ نے یکصد روپیہ مرحمت فرمایا تھا۔ جو مجموعی رنگ میں آمد رسالہ اسلامک ریویو میں ہی شامل کیا گیا۔ اور علیحدہ مشتہر نہ ہو سکا

نقشہ نمبر (۲) تفصیل امداد بغرض مفت تقسیم لٹریچر و اسلامک ریویو

اسمائے گرامی تقسیم کنندگان	روپیہ	آنہ	پائی	اسمائے گرامی تقسیم کنندگان مفت رسالہ	روپیہ	آنہ	پائی
جناب محمد حسین صاحب چردم برہما	۱۱	۰	۰	معرفت جناب علی احمد صاحب اور سیر - عدن	۳۰۵	۰	۰
,, بیگم صاحب حبیب اللہ صاحب	۲۵	۰	۰				
,, واجد علی خان صاحب پین از کریٹہ	۵	۰	۰	جناب محمد حسین صاحب چیڈوبا	۵	۰	۰
,, عبدالعزیز صاحب ٹمکو میسور	۵	۰	۰	,, ابوسعید ,, علی پور	۵	۰	۰
,, سید مست حسین صاحب ,,	۵	۰	۰	,, عبدالمجید صاحب حیدرآباد دکن	۵	۰	۰
,, نامعلوم الاسم طالبعلم از علیگڈھ	۵	۰	۰				

دستخط
بلال شیخ نور احمد محاسب کتب دفتر لاہور

نقشہ نمبر ۳

تفصیل مستقل اخراجات مشن ۱۹۱۷ء	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
سٹیشنری - - - - -	۴	۳	۲	۰	۰	۰
متفرق اخراجات مشن روشنی وبجلی و کوئلہ	۱۳	۶	۴			
میموریل ہوس وغیرہ	۱۷	۹	۵			
میزان کل	۳۴	۱۸	۱۱	۵۲۴	۳	۰

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

نقشہ نمبر ۴

تفصیل تنخواہ عملہ در انگلستان	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
تنخواہ باورچی دردوکنگ محسوبہ از جولائی ۱۶ء لغایت دسمبر ۱۹۱۷ء	۲۵	۱۰	۰	۰	۰	۰
,, ملازمان ادنےٰ جو وقتاً فوقتاً رکھے گئے -	۱۵	۲	۹	۰	۰	۰
خرچ خوراک ملازمان ادنےٰ مع باورچی	۵۶	۰	۰	۰	۰	۰
ملک عبدالقیوم صاحب از جولائی ۱۹۱۶ء لغایت دسمبر ۱۹۱۷ء بعد از منہائی رقوم جو ۱۹۱۶ء میں ان کے نام جا چکی ہیں	۳۱	۶	۸	۰	۰	۰
میزان کل - - - - -	۱۲۷	۱۹	۵	۱۹۱۹	۹	۰

دستخط - ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

م - اسکے علاوہ ... اور آپکے وصول ہوئے - چونکہ اس کے متعلق معلوم نہیں تھا - کہ آیا مفت تقسیم کے لئے ہیں یا قیمت رسالہ اسلئے

نقشہ نمبر ۵

تفصیل کرایہ ریل وٹیوب در انگلستان	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
کرایہ ریل وٹیوب از ووکنگ تا لندن جسمیں کرایہ سیزن ٹکٹ ۱ پونڈ ۲ شلنگ ۲ پنس ماہوار از ووکنگ تا لندن شامل ہے از کھاتہ ووکنگ	۱۹	۱۱	۰	۰	۰	۰
از کھاتہ لنڈن مسلم ہوس	۱	۱۰	۰	۰	۰	۰
میزان کل	۲۱	۱	۰	۳۱۵	۱۲	۰

دستخط - ملک عبدالقیوم بی اے - محاسب دفترِ ووکنگ (انگلستان)

نقشہ نمبر ۶

تفصیل دیگر اخراجات مشن	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
دائیراک	۲	۱۰	۰			
کمزب خانہ	۳	۱۳	۱۰			
اشتہارات	۷	۱	۸			
تار ہندوستان	۱	۱۳	۱۰			
مولود شریف	۲	۱۰	۰			
محصول ڈاک	۵	۱				
کل میزان	۲۱	۱۰	۴	۳۲۲	۱۲	۰

دستخط - ملک عبدالقیوم بی اے - محاسب دفترِ ووکنگ (انگلستان)

نقشہ نمبر ۷

تفصیل اخراجات متعلق مشن در ہندوستان	روپیہ	آنہ	پائی
٭ عملہ جسمیں ایک کلرک اور ایک ایجنٹ برائے وصولی چندہ ایک ایجنٹ برائے وصول چندہ ایک سال کیلئے اور ایک چند ایام کے لئے ہے	۵۷۲	۸	۹
اخراجات ایجنٹ برائے وصولی چندہ	۱۰۰	۰	۰
سفر خرچ واپسی حضرت مولوی صدرالدین صاحب و بلال شیخ نور احمد صاحب از بمبئی تا لاہور	۱۰۰	۰	۰
اشیا آمدہ از لاہور برائے باورچی خانہ ووکنگ	۱۳	۱۴	۰
متفرق سامان دفتر	۳۲	۰	۰
گرم پوستین از پشاور بابت عملہ ادارۂ ووکنگ	۳۰	۰	۰
محصول ڈاک وابیل برائے تحریک مشن	۱۵	۰	۰
پارسلہائے بہ انگلستان	۷۴	۹	۰
واپسی رقوم جو قرآن شریف کی تھی غلطی سے اس مد میں جمع ہوئی	۹۷	۱۵	۹
اخراجات اونٹ فٹ ایجنٹ	۱۰۱	۱۵	۹
سٹیشنری مشن	۳۹	۱	۳
کل میزان	۱۱۷۷	۰	۶

٭ خلیفہ عبدالمجید صاحب ایجنٹ علی الحساب ۰/۰/۰/3 بحساب تیس روپے ماہوار لیقایا تنخواہ جناب امام صاحب ووکنگ جو چندہ کیلئے آخر ستمبر ۱۹۱۶ء میں ایجنٹ کا کام کرتے رہے ۰-8-۱۵ اور ایک کلرک ۹-۰-۱۱۲ کل میزان سطح روپیہ 9-8-572

دستخط خواجہ عبدالغنی محاسب دفتر لاہور

نقشہ نمبر ۸

تفصیل اخراجات مسلم نمازگاہ از مئی ۱۶ء لغایت دسمبر ۱۹۱۶ء	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
تنخواہ ہوس کیپر	۲۵	۱۳	۰			
خرچ خوراک ہوس کیپر آٹھ ماہ	۱۶	۰				
کوئلہ برائے سرمائی لیکچر روم وکمرہ نماز ودفتر وغیرہ	۸	۹	۹			
متفرق	۱	۱۸	۸			
محصول ڈاک	۰	۶	۵			
کرایہ ہوس کیپر درمیان لندن وووکنگ وقتاً فوقتاً بذریعہ ٹیوب	۱	۱	۲			
ہوس کیپر و دیگر دھلائی چادر نمازگاہ	۲	۱۲	۰			
ایٹ ہوم بعد نماز جمعہ ولیکچر اتوار	۱۰	۱۸	۰			
میزان کل	۶۶	۱۹	۰	۱۰۰۴	۴	۰

دستخط - ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

لندن ہوم میں جسقدر خرچ خوراک ہؤا - اسمیں سے ۱۶ پونڈ بمد خوراک ہوس کیپر نکالکر باقی کل خرچ خواجہ صاحب نے اپنے ذمہ ڈال لیا ہے اسطرح آیندہ سال ایٹ ہوم کے خرچ سے بھی مستن آزاد کردیا جائیگا - خواجہ صاحب نے نکاح خوانی کی فیس کم ازکم ایک پونڈ مقرر کردی ہے جو ایٹ ہوم کے اخراجات کے لئے ۱۹۱۸ء میں کافی سے زیادہ ہے - اس طرح انشاء اللہ ۱۹۱۸ء جب جمعہ اور اتوار کے علاوہ اعلیٰ پیمانہ پر جو دوسرے ایٹ ہوم ہوئے ہیں - ان سب کا خرچ اس فیس سے نکل جاویگا -

نقشہ نمبر ۹

پہلے بمقام ہڈ فورڈ پیلیس میں ایک مکان نصف تھا - جس کا کرایہ لندن مسلم فنڈ سے دیا جاتا تھا - دوسرے اخراجات ہم دیتے تھے چنانچہ مکان کی صفائی کا ممکن کچھ خرچ کرنا پڑتا تھا یا نماز جمعہ کے وقت مکان کے گرم کرنے کیلئے کچھ خرچ ہوتا تھا اور کچھ مختصر سا چائے پانی پر بعد از نماز جمعہ خرچ ہوتا تھا - یہ خرچ یکم جنوری سے فروری تک رہا - جو کل ۴ پونڈ ۲ شلنگ ½۵ پنس ہؤا - اسکے بعد ہم نے مستقل مکان لیلیا - اور وہاں چلے گئے - اس کا سالانہ خرچ نقشہ (۸) میں دکھلایا گیا ہے +

دستخط - ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ انگلستان

نقشہ نمبر ۱۰

تفصیل اخراجات مسجد ووکنگ	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
کوئلہ	۴	۶	۶			
روشنی	۵	۱۱	۵			
آلات باغیچہ	۳	۱	۵			
متفرق	۰	۸	۲			
میزان کل	۱۳	۷	۶	۲۰۰	۱۰	۰

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے - محاسب دفتر ووکنگ (انگلستان)

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے محاسب

نقشہ نمبر ۱۱

تفصیل اخراجات بابت مفت تقسیم لٹریچر	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
چھپائی کتب جدید	۲۹	۸	۸			
اشتہارات وغیرہ جس میں ۱۲ پونڈ تقسیم رسالہ ہائے سالہائے گذشتہ بھی شامل ہیں	۱۳	۱۶	۰			
اسٹیشنری	۵	۳	۸			
اخراجات طبع رسالہ در انگلستان و ہندوستان بروئے نقشہ ۱۲	۲۸۶	۳	۱۱			
میزان کل	۳۳۴	۱۲	۳	۵۰۱۹	۳	۰

دستخط ملک عبدالقیوم بی اے محاسب دفتر ووکنگ - انگلستان

نقشہ نمبر ۱۲ تفصیل آمد و خرچ رسالہ اسلامک ریویو

آمد	روپیہ	آنہ	پائی	خرچ	روپیہ	آنہ	پائی
قیمت اسلامک ریویو از خریداران ہندوستان در انگلستان	۱۵۹۲	۴	-	اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان و انگلستان	۸۵۸۳	۱۴	۰
در ہندوستان	۷۶۷۰	۸		اخراجات بغرض مفت تقسیم رسالہ	۴۲۹۲	۱۵	۰
آمدنی بغرض تقسیم اسلامک ریویو بلاقیمت ہندوستان و انگلستان میں وصول ہوئی جس کی تفصیل ضمیمہ الف نقشہ ہذا میں دی گئی ہے	۵۰۲۲	۶	-				
میزان کل	۱۴۲۸۵	۲	-	کل میزان بروئے نقشہ الف و ب منسلکہ ذیل	۱۲۸۷۸	۱۳	۰

نقشہ (الف) اخراجات طبع اسلامک ریویو در انگلستان

تفصیل اخراجات طبع اسلامک ریویو	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
اخراجات طبع در انگلستان	۲۱۶	۳	۰			
کاغذ	۱۴۱	۱۴	۴			
محصول ڈاک	۱۱۹	۰	۴½			
سٹیشنری بمع لفافہ جات	۲۰	۰	۰			
متفرق	۱۱	۱	۹			
خط وکتابت وغیرہ	۷	۵	۰			
میزان کل	۵۱۵	۴	۵½	۷۷۲۸	۵	۶

نقشہ (ب) اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان

تفصیل اخراجات اسلامک ریویو در ہندوستان	پونڈ	شلنگ	پنس	روپیہ	آنہ	پائی
محصول ڈاک				۴۰۸	۴	۰
سٹیشنری				۸۰	۱	۶
تار خرچ				۵	۱۰	۰
متفرق و واپسی رقوم				۵۴	-	۶
کرایہ مکان دفتر				۴۲	۸	-
تنخواہ سٹاف				۷۱۰	۰	-
بمد تنخواہ ایڈیٹر بل سٹاف				۳۴۵۰	۰	-
میزان کل	۳۴۴	۷	۴	۵۱۵۰	۸	-

دستخط خواجہ عبدالغنی محاسب دفتر لاہور

دستخط شیخ بلال نور احمد محاسب دفتر لاہور

مذہبی دنیا میں ہلچل مچا دینے والی کتابیں

حضرت مولوی محمد علی صاحب کی تصنیفات جدیدہ

النبوۃ فی الاسلام :- اس کتاب میں نبوت کاملہ تامہ اور نبوت ناقصہ یا محدثیت کی خوب تشریح قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ سے کی گئی ہے۔ نبوت کی علت غائی اور ختم نبوت محمدیہ پر ایک لطیف اور سیر کن بحث ہے حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود کے دعاوی پر بھی آپ کی تمام تصنیفات سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ غرض مسئلہ نبوت میں یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہے۔ حجم پونے چھ سو صفحے قیمت عہ مجلد عمہ

نکات القرآن ہر چہار حصص کمل قرآن مجید کے پہلے پانچ پاروں پر تفسیری نوٹ ہیں جنہیں زمانہ کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مصنف نے لطیف تفسیر کی ہے۔ ملک کے نامور اخبارات زمیندار وغیرہ نے اس پر بہت اچھے ریویو کئے ہیں قیمت عمہ

مسیح موعود - اس کتاب میں نزول ابن مریم پر سیر کن بحث کی گئی ہے۔ حضرت مسیح کس طرح نازل ہونگے کب نازل ہونگے۔ ان تمام سوالات کو قرآن مجید اور احادیث سے حل کیا گیا ہے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی مسیحیت و مہدویت پر بھی شرح و بسط سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت عہ مجلد عہ

جمع قرآن - اس کتاب میں جمع قرآن کے متعلق تمام تاریخی واقعات کو نہایت تحقیق سے لکھا گیا ہے۔ اور جو اعتراضات حفاظت قرآن مجید پر غیر مذاہب کیا کرتے تھے ان کا رد کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر منگانا کے صحف قرآنی کی حقیقت الم نشرح کی گئی ہے قیمت

احمدیہ موومنٹ (سلسلہ احمدیہ انگریزی میں) حضرت مولوی محمد علی صاحب نے انگریزی میں چار ٹریکٹ لکھے ہیں جن کو تمام کوائف متعلقہ سلسلہ احمدیہ کو قلمبند کیا ہے بانی سلسلہ کی زندگی کے حالات اس کے کارہائے نمایاں اس کی پیشگوئیاں اور اس کے خلاف غلط الزامات غرض ان تمام مضامین پر ان چار ٹریکٹوں میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور چوتھے ٹریکٹ میں سلسلہ کے اختلافی مضامین پر بحث کی گئی ہے۔ انگریزی خوان حضرات کیلئے یہ کتابیں نہایت مفید ہیں۔
قیمت نمبر اول ۱۴ر نمبر دوم ۴ر نمبر سوم ۴ر نمبر چہارم ۱۲ر کل عمہ

حقیقۃ المسیح از روئے بائبل و قرآن عیسائیوں کے ان اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے جو وہ حضرت مسیح کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلعم کی ذات مقدس پر کیا کرتے ہیں ہر مسلمان کے ہاتھ میں یہ کتاب ہونی چاہئے قیمت ۳ر

درثمین :- حضرت مسیح موعود جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نصیحانہ نظموں کا ایک دیدہ زیب اور دلفریب مجموعہ ہے جس میں اردو فارسی نظموں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ان نظموں کی خوبی کے لئے حضرت مصنف کا نام ہی کافی ہے۔ اسقدر ہم کہہ لیتے ہیں۔ کہ اگر تصوف اور عشق الٰہی کا بہترین نقشہ دیکھنا ہو۔ تو ان نظموں کو پڑھئے قیمت مجلد ۱۲ر بے جلد ۹ر

ملنے کا پتہ مہتمم تصنیفات احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۸۰

خطبات غربیہ

قیمت فی خطبہ ۳ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مجریہ لندن۔ یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معرف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں اور لیکچر دیئے۔ اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں:

(۱) سلسلہ خطبات غربیہ سوم مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات	(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب
(۲) ؍ ؍ توحید۔ دعا۔ تصوف۔	(۵) اسلام اور دیگر مذاہب
(۳) ؍ ؍ خطبات عیدین	(۶) حقوق نسواں

[illegible]

لمعات انوار محمدیہ

رسول کریم صلعم کے پاک حالات آپکے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جسمیں جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری جناب مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب مارمیڈیوک پکتھال و جناب ایس ایچ لیڈر مصنف و بزرگ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت مجلد ۱ر

مروارید ثلاثہ

یہ تین کتابیں مسلم گھر میں ہونی چاہئیں

براہین ثلاثہ حصہ اول (معروف بہ زندہ و کامل الہام قیمت ۱۲ر۔ اسمیں دکھلایا گیا ہے کہ قرآن خاتم اور ناطق ایک الہامی کتاب ہے جسمیں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں +

ام الالسنہ (معروف بہ زندہ و کامل الہامی زبان۔ قیمت ۱۲ر) یہ کتاب بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے اپنی نوع کی پہلی کتاب اردو انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے۔ اور کل زبانیں اسی سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے +

اسوۂ حسنہ (معروف بہ زندہ و کامل نبی قیمت ۸ر) اسمیں آنحضرت کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عام حاصل کر چکی ہے۔ اسکو پڑھ کر ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں +

المشتہر خواجہ عبد الغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور

اسلامیہ سٹیم پریس لاہور کی ڈیوڑھی میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی پبلشر اشاعت اسلام لاہور نے عزیز منزل برانڈرتھ روڈ سے شائع کیا